سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی البغدادی کے علمی و فکری اثرات

(تحقیقی جائزہ)

پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری

Marfat.com

اَفَلَتْ شُمُوسُ الْاَوَّلِیْنَ وَ شَمْسُنَا
اَبَدًا عَلٰی اُفُقِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی البغدادی کے علمی و فکری اثرات

(تحقیقی جائزہ)

پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری الحنفی البغدادی
(رئیس کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی)

ناشر
کلیہ معارفِ اسلامیہ، جامعہ کراچی

Marfat.com

﴿جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں﴾

نام کتاب : سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی البغدادی کے علمی وفکری اثرات (تحقیقی جائزہ)

مولف : پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری

(رئیس کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی)

ناشر : کلیہ معارفِ اسلامیہ، جامعہ کراچی

کمپوزنگ : الناصر ریسرچ اکیڈمی، کراچی

{0300-2080345 // 0345-2766313}

اشاعت : نومبر 2007ء

صفحات : 285

قیمت : -/[redacted] روپے Rs 350

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ نوریہ، سیکٹر 5-B/3، نارتھ کراچی

☆ دفتر کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی

☆ مکتبہ رضویہ، آرام باغ، کراچی

☆ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ، لاہور

☆ مکتبہ نبویہ گنج بخش داتا دربار، لاہور

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، کراچی

Marfat.com

اظہار تشکر

اس کتاب کی طباعت

واجب الاحترام پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی

(شیخ الجامعہ، جامعہ کراچی)

کی نگاہِ التفات سے ممکن ہو سکی۔

(نوری غفرلہ)

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

ألا إن أولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون

PANJAB
UNIVERSITY
LIBRARY

Marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	حرفِ نوری	13
	بابِ اوّل **سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی کا سوانحی پس منظر**	
2	گیلان کی وجہ تسمیہ اور مفہوم، آپ کی ابتدائی تعلیم	23
3	ایک ایمان افروز واقعہ، سچ بولنے کا وعدہ	29
4	آمد بغداد اور سلاطین وقت	32
	بابِ دوم **شیخ عبدالقادر الگیلانی کا عہد، ماحول اور بغداد کے گردوپیش کے عالمی حالات**	
5	سلاطین غوری اور ان کے عقائد	40
6	مصر، الجزائر، تونس، الموحدین، ہسپانیہ، صلیبی جنگیں، دوسری صلیبی جنگ	41
7	حسن بن صباح، عباسی خلفاء	44
8	حضرت شیخ کا تجدیدی کارنامہ	47
9	خانقاہ قادریہ بغداد کے قیام کے اغراض ومقاصد	50
10	شیخ کے مواعظ اور اثرات	52
11	امام غزالی اور سلاطین وقت	55
12	امام غزالی اور سیدنا الشیخ کا اشتراک عمل	56
	بابِ سوم **شیخ عبدالقادر الگیلانی کے عام اوصاف وحالات**	
13	صورت اور سیرت	59
14	تعلیمی مشاغل اور خدمات	60
15	شکستہ دلوں کی تسکین	67

Marfat.com

16	دنیا کی صحیح حیثیت	68
17	درباری علماء کی مذمت	69
18	دین کیلئے دل سوزی اور فکرمندی	69
19	بیعت وتربیت	70
20	زمانہ پراثر	72
21	سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی اور خانقاہی نظام	72
22	سلاطین پر تنقید کے اثرات	73
23	مردہ دلوں کی مسیحائی	75
24	ایک سوال......آپ شیخ کیوں کہلاتے ہیں؟	77
25	سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی کو غوث اعظم کیوں کہتے ہیں؟	80

باب چہارم

سیدنا الشیخ کی اصلاحی خدمات (بطریق وعظ وارشادات، ادبی وتفسیری کلام)

26	آپ کے خطبات کا آغاز	83
27	توکل کے فوائد	87
28	سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی اور آپ کا ادبی کلام	88
29	القصیدۃ القادریہ	88
30	حمدیہ کلام بزبان فارسی	91
31	سیدنا الشیخ کے تفسیری نکات	93

باب پنجم

سیدنا الشیخ کی بعض تصانیف اور عبارات پر اعتراضات کا علمی جائزہ

32	غنیۃ الطالبین	107
33	الغنیۃ للطالب طریقۃ الحق کا موضوع وسبب تالیف	108
34	سبب تالیف	112

Marfat.com

35	الفتح الربانی والفیض الرحمانی	117
36	الفیوضات الربانیہ فی الاوراد القادریہ	118
37	فتوح الغیب	118
38	بشائرالخیرات	118
39	القصیدۃ القادریہ	119
40	سرالاسرار کی وجہ تصنیف	119
41	سرالاسرار کا قلمی وقدیمی نسخہ	120
42	ب: تحقیق قول ''قدمی ہذہٖ'' اور مقام سیدنا عبدالقادر الگیلانی	121
43	خواجہ اجمیر اور سیدنا سیف الدین عبدالوہاب کا ہندوستان میں ورود مسعود	129
44	گیارہویں شریف اور سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی	134

باب ششم
طریقہ القادریہ اور مرید کے فرائض ووظائف

45	تصوف کی جامع تعریف	143
46	تصوف اور استقامت	144
47	اطاعت اللہ	145
48	اتباع رسول اللہ ﷺ	146
49	خدمت مخلوق اللہ	147
50	شیخ طریقت کی ضرورت	149
51	مرید کے فرائض	150
52	ارکانِ طریقت	150
53	ا۔مجاہدہ	150
54	ا۔مراقبہ	151
55	۳۔دس خصائل	151

Marfat.com

56	۴۔ ذکرالٰہی	151
57	چند اذکار اور وظائف	152
58	ا۔ صلوٰۃ الاسرار	152
59	ب۔ صلوٰۃ برائے تلاش مرشد	153
60	ج۔ صلوٰۃ برائے استخارہ	153
61	(۲) سلسلہ قادریہ میں طالب حق کا اولین فرض	154
62	مرشدِ کامل کے اوصاف اور اس کی شناخت	155
63	طریقہ بیعتِ قادریہ	164
64	(۳) طریقہ قادریہ میں خرقہ کی اہمیت و ضرورت	166
65	خرقہ کی اہمیت	167
66	خرقہ کی دو اقسام	168
67	خرقہ پوشی کی مصلحتیں	168
68	چند مشائخ عظام کی خرقہ پوشی	169
69	ا۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی	169
70	۲۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی	169
71	۳۔ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر	169
72	۴۔ حضرت علاؤالدین علی احمد صابر کلیری	169
73	۵۔ حضرت شیخ نصیرالدین چراغ	169
74	۶۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء	170
75	۷۔ حضرت شاہ کمال قادری کھیتلی	170
76	۸۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی	170
78	۹۔ حضرت شاہ معروف قادری چشتی	170

Marfat.com

79	۱۰۔حضرت میر سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت	171
80	۱۱۔حضرت شیخ سلیم چشتی	171
81	۱۲۔سید غلام حیدر شاہ جلال پوری	171
82	۱۳۔مولانا قاری محمد مصلح الدین الصدیقی	171
83	۱۴۔راقم الحروف	171
84	۱۵۔علامہ الحاج عبدالعزیز خان عرفی القادری	171

باب ھفتم
آل سیدنا الشیخ اور عالم عرب

85	۱۔الشیخ سیف الدین السید عبدالوہاب المتوفی ۵۹۳ھ	174
86	الشیخ شرف الدین السید عیسیٰ	175
87	۳۔الشیخ ابوبکر السید عبدالعزیز	177
88	۴۔الشیخ السید عبدالجبار	177
89	۵۔الشیخ تاج الدین حافظ عبدالرزاق	178
90	۶۔الشیخ ابواسحاق السید ابراہیم	180
91	۷۔الشیخ السید محمد بن الشیخ عبدالقادر الجبلی	180
92	۸۔الشیخ السید عبداللہ	180
93	۹۔الشیخ السید موسیٰ	180
94	۱۰۔الشیخ السید عبدالرحمن	181
95	۱۱۔الشیخ السید یحییٰ	181
96	آپ کا روضۂ اطہر	181
97	حضرت الشیخ کی آل اور سیاسی ومذہبی حالات	184
98	خانوادہ گیلانیہ کے بعض انقلابی حضرات	189
99	نقیب الاشراف کا عہدہ تفویض کیا گیا	190

100	الشیخ سید سلمان الگیلانی ابن الشیخ السید علی	192
101	الشیخ السید عبدالرحمٰن الگیلانی	195
102	الشیخ السید عبداللہ الگیلانی	196
	ب: آل سیدنا الشیخ اور پاکستان	
103	سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی	198
104	سیدنا شیخ علی نقیب الاشراف (پردادا حضرت سیدنا علاؤالدین الگیلانی)	198
105	سیدنا عبدالرحمٰن النقیب	199
106	سیدنا محمود حسام الدین الگیلانی	199
107	حصولِ علم	201
108	عبادت وریاضت	201
109	پاکستان میں قیام	202
110	خانگی زندگی اور اولادِ پاک	202
111	آپ کے اوصاف	203
112	الشیخ کمال الدین عبدالقادر الگیلانی	104
113	سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی البغدادی اور پاکستان	208
	باب ہشتم **مشائخ قادریہ اور پاکستان (پنجاب، سرحد، سندھ، بلوچستان)**	
114	مشائخ قادریہ اور پنجاب	214
115	سید عبدالقادر ثانی گیلانی، سید اسماعیل گیلانی	215
116	شیخ ابواسحاق قادری، سید میر میراں ایوب صابر گیلانی، شاہ شمس الدین قادری	216
117	شاہ ابوالمعالی قادری، شیخ ظاہر بندگی قادری	217
118	خواجہ بہاری قادری، حضرت میاں میر فاروقی قادری، سید جان محمد حضوری قادری	218
119	حضرت شاہ چراغ گیلانی، حضرت ملا شاہ بدخشانی قادری	219

Marfat.com

120	حضرت شاہ گدا قادری شطاری، شاہ عنایت قادری، شاہ محمد غوث گیلانی قادری	220
121	خواجہ محمد سعید قادری، عبداللہ شاہ بلوچ قادری	221
122	مولانا نور بخش توکلی, میاں میر سندھی ثم لاہوری	223
123	قصور، گجرات، سیالکوٹ کے قادری مشائخ	224
124	شیخ خضر سیوستانی	224
125	سید شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش علوی	225
126	سید خیر الدین ابوالمعالی	226
127	ضلع جھنگ میں قادری مراکز	227
128	سید علی سرور، عبدالرشید حقانی، شاہ جلال الدین، شاہ ابواسحاق قادری، سید شاہ بلال	228
129	سید احمد شیخ الہند گیلانی، شاہ لطیف بری	229
130	مولانا الحاج پیر محمد سعید قادری (ملتان)	230
131	مولانا محمد شریف (سیالکوٹ)	231
132	مولانا الحاج پیر محمد یوسف نوشاہی	231
133	مولانا سلطان اعظم خان، مولانا سردار احمد قادری چشتی	232
134	صوفی ڈاکٹر حبیب الرحمن برق قادری، مولانا محمد نظام الدین، مولانا سید احمد یار خان	233
135	صوبہ سرحد میں قادری مراکز	234
136	شاہ عبداللہ بیابانی، حضرت عبدالوہاب مشہور بہ پیر مانکی شریف	234
137	شیخ العلماء مولانا نصیر احمد المعروف بہ میاں صاحب قصہ خوانی پشاور	235
138	بلوچستان میں قادری مراکز	235
139	سندھ میں قادری مراکز	237
140	پیر سید محمد بقا شہید، سید عبدالقادر الجیلانی	239
141	پیر عبدالرحمن بھرچونڈی شریف، شاہ عبداللطیف بھٹائی	240
142	پیران پگارا قادری راشدی، پیر محمد بقا پٹ دھنی قادری	241

143	پیر محمد راشد المعروف روضے دھنی قادری، پیر صبغت اللہ شاہ تجر دھنی	242
144	قاضی سید شکر اللہ شیرازی، سید شاہ مبین عرف منبہ، سید عبداللہ، سید حسن	249
145	سید ابو عبدالرحمٰن شرف الدین عیسیٰ	251
146	سید ابو محمد سراج الدین شیخ شاہ میر گیلانی، مخدوم سید ابو عبداللہ محمد غوث گیلانی	252
147	پیر سید مبارک حقانی، مخدوم سید ابوالحسن جمال الدین، سید فضل علی (مخدوم شیخ حامد گنج بخش)	253
148	سید عبدالقادر، پیر یوسف الدین جیلانی	255
149	مولانا مفتی محمد عمر نعیمی الاشرفی، حضرت مخدوم السید محمد طاہر اشرف الجیلانی	256
150	صوفی حاجی کفایت علی شاہ قادری	258
151	دیگر مشائخ قادریہ کے اسمائے گرامی و جائے مدفن	258
152	افغانستان میں مرکز القادری اور آل سیدنا الشیخ	260
153	مصر میں مرکز القادری	263
154	شام، دمشق اور خانوادہ گیلانیہ	264
155	یمن میں مرکز القادری، مدینہ منورہ	265
156	مغرب/مراکش، دہلی (انڈیا) ہندوستان کے دیگر شہروں میں قادری خانقاہیں	266
157	مشائخ قادریہ اور بنگلہ دیش	268

باب نہم

حضرت الشیخ عبدالقادر الگیلانی کا وصال اور اہل عصر کے تاثرات

158	آپ کی تدفین	272
159	آپ کی جملہ خدمات و اوصاف پر تعریفی کلمات	273
160	آپ کا مزار مبارک	277
161	آپ کی اہم تعلیمات	278
162	ماخذ و مراجع	281

Marfat.com

حرفِ نوری

یہ سطور میرے اُن تحقیقی لیکچرز کا حصہ ہیں جو میں نے ۲۰۰۵ء اور ۲۰۰۶ء میں شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ کراچی ایم۔اے اسلامیات فائنل کے پرچہ ''علم تصوف واخلاق'' کی تدریس کیلئے ترتیب دیئے اور املاء کرائے تھے اور دورانِ تدریس یہ بات سامنے آئی کہ سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے برصغیر پاک و ہند اور دیگر اسلامی ممالک کے عوام وخواص میں ایسی بہت سی بے بنیاد روایات وافکار عام ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔اتنی عظیم شخصیت کے حوالے سے اب تک کئی زبانوں میں کم وبیش دوسو سے زائد کتابیں لکھی گئی ہیں۔ان میں سے زیادہ تر کتابوں میں آپ کی کرامات کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے اور اس طرح آپ کی حیات مبارکہ کے اہم اور بنیادی مقاصد دب کر رہ گئے ہیں۔

سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی بنیادی طور پر اپنے وقت کے ایک عظیم محدث، مفسر، فقیہ، ادیب، مورخ، مفتی، داعی اسلام، مصلح اور تجدید احیاء دین کے امام تھے اور عبادت الٰہی کے علاوہ اپنے زہد وتقوی، صبر ورضا، شکر الٰہی، ایثار علی النفس، توکل علی اللہ جیسی اعلیٰ صفات پر فائز ہوکر مستجاب الدعوات ہو گئے تھے۔امام غزالی کے خروجِ بغداد کے بعد ۱۲ویں صدی ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۶ء میں آپ ہی نے علمی وعملی اعتبار سے ارشاد وتلقین کے ذریعہ ایک ایسا انقلاب برپا کیا جس کی اسلامی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔آپ نے عراق کے مشرق ومغرب یہاں تک جنوبی ایشیاء کے کئی ممالک بالخصوص ہندوستان، پاکستان، ایران، افغانستان، پنجاب، سری لنکا، بنگلہ دیش، ملائیشیا، انڈونیشیا وغیرہ کو بھی اپنی تجدیدی انقلاب سے متاثر کیا۔ مذکورہ علاقوں میں بت پرستی کے علاوہ ہندومت، بدھ مت، عیسائیت وغیرہ کا ہر طرف زور اور دور دورہ تھا اور کئی سال سے یہاں کے عوام ان مذاہب کے زیر اثر تھے۔آپ نے ان کے گمراہ کن افکار وتعلیمات کو ختم کیا اور ساتھ ہی ان علاقوں میں اسلام کی شمع آپ ہی کی تعلیم وتربیت سے فروزاں ہوئی۔ بلاشبہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری علیہ الرحمۃ نے بھی آپ کے نمائندہ کی حیثیت سے ان علاقوں میں ایک زبردست دینی انقلاب برپا کیا اور ہزاروں آدمیوں نے ان کے دست حق پر بیعت کی۔

واضح رہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے ہندوستان وارد ہونے سے پہلے مولانا رضی الدین صنعانی صاحب 'مشارق الانوار' جو فتوحات غوری سے دس سال قبل بغداد آئے تھے اور یہاں سے فیض پاکر ہندوستان واپس ہو چکے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب جب ہندوستان آئے اس وقت بھی

Marfat.com

ہندوستان میں متعدد مقامات پر مسلمانوں کی نوآبادیات موجود تھیں، جہاں اُن کے مدرسے خانقاہیں اور دینی ادارے قائم تھے اور قادری فیضانات جاری تھے، لہٰذا یہ کہنا کہ ہندوستان میں خواجہ صاحب ہی کے ذریعے تبلیغ اسلام کا آغاز ہوا درست نہیں۔ ہاں اور یہ بات مسلمہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے پرتھوی راج کے عہد میں اجمیر میں اپنی خانقاہ بنا کر تبلیغ واشاعت کا کام زوروں سے شروع کر دیا تھا اور کثیر تعداد میں لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے تھے، اسی لئے تو مورخین نے آپ کو ''نائب رسول اللہ فی الہند'' کا خطاب دیا اور آپ سے جو لوگ وابستہ ہوئے انہیں ''چشتی'' کہا گیا اور اس طرح آپ سلسلہ چشتیہ کے بانی کہلائے۔ آپ کی زندگی بہت ہی سادہ لیکن دل کش تھی۔ ہندوستان کے سب سے بڑے سماجی ودینی انقلاب کے رہنما کی ایک چھوٹی سی جھونپڑی تھی جس میں بیٹھ کر یہ بندۂ درویش ہندوستان پر حکومت کرتا رہا اور اس نے جو شمع بادمخالف کے تند تیز جھونکوں کے درمیان روشن کی تھی اس کو جلائے رکھا اور بعد میں یہی شمع اپنے دو مریدوں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اور شیخ حمید الدین ناگوری کے سپرد کر دیا اور خود اجمیر میں مقیم رہا۔ جہاں تبلیغ وارشاد اور تعلیم وتربیت میں مشغول ہو کر اپنی بقیہ زندگی پوری کی۔ افسوس کہ کسی قدیم تاریخی ماخذ میں حضرت کی اُن تبلیغی مساعی کی تفصیلات اور ان کے نتائج واثرات کا مستند تذکرہ نہیں ملتا۔ عام طور پر اتنا ذکر کیا جاتا ہے کہ کثیر تعداد میں بندگانِ خدا نے ان سے ایمان واحسان کی دولت پائی اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے۔ ابوالفضل کی ''آئین اکبری'' صفحہ 37 میں صرف یہ ملتا ہے کہ:

''عزلت گزیں با جمیر شد وفراواں چراغ برافروخت، واز دم کبرائے اوگروہا گردمردم بہر گرفتند''۔

یعنی آپ اجمیر میں عزلت گزیں ہوئے اور اسلام کا چراغ بڑی آب وتاب سے روشن کیا۔ ان کے انفاس قدسیہ سے جوق در جوق انسانوں نے ایمان کی دولت پائی۔ تقریباً نصف صدی ارشاد وتلقین، اسلام کی اشاعت اور داعیان اسلام واہل قلوب کی تعلیم وتربیت اور یادحق میں سرگرمی کے ساتھ مشغول رہ کر 90 سال کی عمر میں 667ھ میں اس وقت رحلت فرمائی جب ہندوستان میں ان کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا جڑ پکڑ چکا تھا اور دارالحکومت دہلی میں ان کا جانشین اور تربیت یافتہ شیخ وقت (خواجہ قطب الدین) ارشاد وہدایت کے کام میں سرگرم ہو چکا تھا۔

مستند تاریخی روایات بالخصوص ڈاکٹر ظہور الحسن شارب کے مطابق حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، حضرت الشیخ عبدالقادر الگیلانی کے قریبی رشتہ دار تھے اور صاحب سیر العارفین کے مطابق خواجہ معین الدین سنجری بخارا سے ۵۸۰ھ یا ۵۸۱ھ میں بغداد تشریف لائے تھے اور آپ نے سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی سے نہ صرف ملاقات کی تھی بلکہ ان کے یہاں تقریباً دو ماہ تک مہمان بھی رہے تھے اور

بہت سے فیوض و برکات کے علاوہ باطنی علوم بھی آپ کی صحبت میں رہ کر حاصل کئے اور بقول صاحبِ ''اقتباس الانوار'' حضرت خواجہ نے حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی سے خرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔ صاحبِ ''سیر الاقطاب'' لکھتے ہیں کہ: خواجہ معین الدین کی سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی سے دوبار ملاقات ہوئی۔ ایک شروع زمانے میں اور ایک جوانی کے عالم میں۔ حضرت الشیخ اپنے وقت کے ایک ایسے داعی انقلاب تھے کہ ان کے وعظ بڑے پرتاثیر ہوتے تھے اور ہر طرح کے لوگ دور دور سے اس میں شرکت کرتے تھے''۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ''اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں کہ: ''حضرت کی مجلس کبھی یہود و نصاریٰ سے جو مشرف بہ اسلام ہوتے تھے اور قزاق، بدعتی اور فسادیوں سے جو دست حق پرست پر توبہ کرتے تھے خالی نہ ہوتی تھی''۔ راقم کی رائے میں حضرت خواجہ بھی اسی مجلس سے وابستہ ہو کر اصول دعوت سے مستفید ہو چکے تھے۔ بعض اوقات حاضرین مجلس کی تعداد ۷۰،۷۰ ہزار تک پہنچ جاتی تھی۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مزید راوی ہیں کہ:

در مجلس وعظ آنحضرت چار صد نفر، دوات و قلم گرفتہ می نشستند و آنچہ از وے می شنند املامی کردند۔

''یعنی حضرت کی مجلس وعظ میں چار سو آدمی قلم و دوات لیے بیٹھے رہتے تھے اور جو ان سے سنتے تھے وہ لکھ لیتے تھے''۔ (اخبار الاخیار، ص ۲۷۰)

سیدنا الشیخ عبدالقادر کے مواعظ حسنہ کے دو مجموعے فتوح الغیب (مطبوعہ مصر ۱۳۰۴ھ) اور الفتح الربانی (مطبوعہ مصر ۱۳۰۲ھ) اب بھی دستیاب ہیں۔ فتوح الغیب میں آپ کے تقریباً ۷۸ مواعظ اور الفتح الربانی میں ۶۲ خطبات شامل ہیں جو آپ نے ۵۴۵ھ/ ۱۱۵۰ء اور ۵۴۶ھ/ ۱۱۵۱ء میں دیئے تھے۔ ان خطبات کا ایک ایک حرف سیدنا الشیخ عبدالقادر کے دل سے نکلا ہے۔ اسی بناء پر یہ حرف بھی دل کی انتہائی گہرائیوں میں اپنی جگہ تلاش کر لیتا ہے۔ حد یہ ہے کہ ایک متعصب مستشرق ''پروفیسر مارگولیتھ'' کو بھی ان کے پرتاثیر ہونے کا اعتراف کرنا پڑا ہے۔ حضرت الشیخ الگیلانی کی دو اور معروف تصانیف الغنیہ الطالبین اور الفیوضات الربانیۃ ہیں۔ اوّل الذکر کتاب میں حضرت الشیخ نے دیگر مسائل اسلامیہ کے علاوہ ۷۳ اسلامی فرقوں کا ذکر نہایت شرح وبسط سے کیا ہے۔ بارہویں صدی میں مسلمانوں کا دینی وسیاسی ماحول سمجھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ حضرت الشیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اسی افادیت کی بناء پر اس کتاب کو فارسی زبان میں منتقل کیا تھا۔

حضرت الشیخ الگیلانی کے وعظوں میں صرف ایک تاثیر ہی نہیں تھی بلکہ کشش اور تڑپ بھی تھی۔ حضرت الشیخ ابوالمعمر مظفر منصور ابن المبارک الواعظ المعروف بہ ''جرادہ العراقی'' کہا کرتے تھے کہ میری

Marfat.com

آنکھ نے کسی کو سیدنا الشیخ عبد القادرؒ سے بڑھ کر خلیق، وسیع الصدر، کریم النفس، نرم دل، اور حافظ عہد و پیمان نہیں دیکھا۔ جلالت قدر اور علو منزلت کے باوجود آپ ہر چھوٹے بڑے کی عزت کرتے تھے۔ کمزوروں کے ساتھ بیٹھتے تھے، فقیروں کی تواضع کرتے لیکن امیروں سے دور رہتے۔ کبھی کسی امیر کیلئے کھڑے نہ ہوتے، نہ کبھی کسی وزیر یا سلطان کے در پر جاتے۔ (قلائد الجواہر، ص 222)

سیدنا الشیخ عبد القادر کا سیاسی نظریہ:

حضرت الشیخ عبد القادر الگیلانی اہل سیاست میں سے نہیں تھے لیکن اس ضمن میں بھی اچھی واقفیت اور آگاہی رکھتے تھے۔ وقتِ ضرورت خلفائے وقت پر عوام کے سامنے ہی سخت تنقید کرتے تھے۔ کسی بے راہ روی کا پتہ چل جاتا تو سخت مذمت کرتے۔ خلفاء خاموشی سے ان کی تنبیہ کو سنتے۔ بہجۃ الاسرار میں شیخ ابو العباس خضر بن عبد اللہ حسینی موصلی سے مروی ہے کہ ایک رات ہم بغداد میں سیدنا الشیخ محی الدین عبد القادر کے مدرسے میں تھے۔ خلیفہ مستنجد باللہ ابو المظفر یوسف آپ کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں اور دس تھیلیاں اشرفیوں کی خدمت میں پیش کیں۔ آپ نے فرمایا مجھے ان تھیلیوں کی ضرورت نہیں، خلیفہ نے اصرار کیا تو آپ نے ایک تھیلی اپنے دائیں ہاتھ میں لے لی اور دوسری بائیں میں اور دونوں کو دبا کر نچوڑا تو ان میں سے خون بہنے لگا پھر آپ نے فرمایا۔ ابو المظفر! کیا تو حیا نہیں کرتا کہ لوگوں کا خون لے کر میرے پاس آیا ہے؟ حقیقت میں وہ تھیلیاں عوام کے خون سے بھری ہوئی تھیں۔ خلفاء وقت کے طرز حکومت پر سیدنا الشیخ عبد القادر کی اس سے بڑھ کر اور تنقید کیا ہو سکتی ہے؟ حضرت شیخ امیروں، وزیروں، بادشاہوں اور غاصبوں کو علی الاعلان للکارتے اور اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھتے تھے جب تک عوام کو ان کے حقوق حاصل نہیں ہو جاتے۔

اُس دور کے علماء و مشائخ میں بالخصوص سیدنا الشیخ عبد القادر الگیلانی نے مسلمانوں کے ذہنی و فکری انتشار کو دور کرنے میں جس بالغ نظری کا ثبوت دیا وہ محتاج بیان نہیں۔ ان روح فرسا حالات اور سانحات کا منظر اسلامی دنیا کا شاید ہی کوئی ایسا گوشہ باقی رہا ہو، جہاں نظر نہیں آیا ہو، ایسی صورت حال کا مقابلہ کرنے کیلئے آپ اور آپ کے خلفاء و مریدین نے خانقاہی نظام کو ترتیب دیا اور اس میں عوام کی اصلاح و تربیت کا بھرپور انتظام کیا۔ جو قوم منگولوں کی چیرہ دستیوں اور سفاکیوں سے مضمحل ہو کر نبضیں چھوڑ چکی تھی اس خانقاہی نظام کے ذریعے تربیت سے پھر ایک بار زندہ ہوئی۔ زندگی کی یہ نئی لہر تین روحانی طاقتوں کی پیدا کی ہوئی تھی (۱) خدا پر اعتماد اور بھروسہ (۲) انفرادی زندگی کو اجتماعی زندگی کے لیے قربان کر دینے کا جذبہ اور (۳) اخلاقی اقدار کو زندہ کرنے کا عزم۔ فطرت کا انداز بھی خوب ہے جب زوال انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو یہ انتہا ہی تجدید و احیاء کی صورت پیدا کر دیتی ہے جب تباہی حد سے گزر جاتی ہے تو

Marfat.com

ترقی کا سامان مہیا کر دیا جاتا ہے، شکست میں فتح کے اسباب مہیا کیے جاتے ہیں اور دشمن سے ہمدردی کرادی جاتی ہے، منگولوں نے جس بے دردی اور سفاکی کے ساتھ اسلام کے سیاسی اور سماجی نظام کو درہم برہم کیا تھا اس سے کون واقف نہیں۔ پھر انھیں دشمنان اسلام کو حلقۂ بگوش اسلام بنا کر انہی سے مسلمانوں کی اجڑی ہوئی بستیوں کو از سر نو آباد کرنے کا کام لیا گیا۔

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

خواجہ فرید الدین عطار کو ایک مغل نے شہید کیا پھر وہی مغل ان کے مزار کا مجاور بھی بنا۔ بغداد کی جامع القصر کو ہلاکو کے حکم سے تباہ کیا گیا اور پھر اسی کے حکم سے اس کی مرمت کی گئی۔ اُس دور میں یہ صوفیاء کرام اور مشائخ ہی باقی رہ گئے تھے جنھوں نے منگولوں کی پیدا کی ہوئی ذہنی، فکری، مذہبی ابتری کو ختم کر کے چپہ چپہ پر اپنا روحانی خانقاہی نظام قائم کر دیا اور ہر جگہ لوگوں کی اصلاح و تربیت کے لیے کوششیں بھی کی گئیں۔ اب وقت آ گیا تھا کہ اس تحریک کو عوامی سطح پر منظم کیا جائے اور ظاہر ہے یہ کام انفرادی نہیں بلکہ ایک تنظیم کے ذریعہ ہی انجام پا سکتا تھا۔ وقت اور حالات کے اسی تقاضے نے تنظیمِ سلاسل کی راہ دکھلائی اور مشائخ کی تنظیمی جدوجہد نے رفتہ رفتہ منظم اور باقاعدہ سلسلوں کی شکل اختیار کر لی اور ایک وقت وہ آیا کہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں روحانی سلسلوں کی داغ بیل پڑ گئی۔ اس طرح اسلامی سوسائٹی کی تجدید و احیاء کا نیا سامان مہیا ہو گیا۔ قنوطیت، پژمردگی اور بے عملی کی جس فضاء نے معاشرہ پر ایک مردنی سی طاری کر دی تھی اس نظام کے تحت اس کیفیت کو ایمان وعمل کی قوتوں سے بیدار کر کے دور کیا گیا۔ اس جدوجہد کے پیچھے یہ احساس بھی تھا کہ اگر صحت مند معاشرہ پیدا کر دیا گیا تو پورا نظام خواہ وہ دینی ہو یا سیاسی صحیح سمت میں سرگرم عمل ہو سکے گا۔ سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی نے اپنی ایک مجلس ۲۲ رشوال ۵۴۵ھ میں یہ اعلان کیا تھا کہ:

صاحبو! اتباع کرو یہاں تک کہ متبوع بن جاؤ۔ خدمت کرو یہاں تک کہ مخدوم بنو۔ تم جھکو اُن کے سامنے وہ جھک جائیں گے تمہارے سامنے، کیا تم نے سنا نہیں کہ جیسا تو کرے گا ویسا ہی تیرے ساتھ بھی معاملہ کیا جائے گا۔ جیسے تم ہو گے ویسے ہی تم پر حاکم مسلط ہوں گے۔ گویا تمہارے ہی اعمال تمہارے افسر بنیں گے۔ (الفتح الربانی، ج ا، ص ۱۲۲)

اس تعلیم نے عوام میں یہ احساس بیدار کر دیا کہ ان کے عمل سے ایک جہانِ نو کی تعمیر و تشکیل ممکن ہے اگر وہ اپنی اخلاقی اور دینی حالت ہی درست کر لیں تو پورا معاشرہ اور سیاسی نظام بھی صحیح ہو سکتا ہے۔

علاقے کے حالات:

قادری مشائخ نے جس جگہ بھی خانقاہی سلسلہ قائم کیا وہاں کی عام ذہنی فضاء، جغرافیائی

Marfat.com

حالات، بسنے والوں کے رسوم واطوار، عادات وخصائل، اور فکری پس منظر کو پوری طرح نظر میں رکھا۔ علاوہ ازیں روحانی تربیت کے لیے جو اشغال تجویز کیے گئے اس میں بھی اس علاقے کے لوگوں کے مزاج اوران کے اخلاقی حالات کا خاص لحاظ رکھا گیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی روحانی سلسلوں کے دائرہ اثر و نفوذ کا جائزہ لیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ سب طریقوں سے زیادہ عمدہ طریقہ قادریہ ہے جو دنیائے عرب، ہندوستان، ایران، افغانستان، سری لنکا، نیپال، انڈونیشیا، ملائیشیا اور اب پاکستان و بنگلہ دیش وغیرہ کے عوام وخواص میں بہت مشہور اور مقبول ہے۔ (انتباہ فی سلاسل اولیاء، ص ۲۲، مطبع احمدی ۱۳۱۱ھ، دہلی)

صوفیہ کے ان سلسلوں کی تعداد جنھوں نے عالم اسلامی کے مختلف حصوں میں تبلیغ وشاعت، اصلاح و تربیت و دعوت و عزیمت کا انقلاب برپا کیا تھا کئی سو سے متجاوز ہے۔ اس اہم فریضہ کو سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی اوران کی اولاد اوران کے خلفاء نے اپنے پرزور وعظ وارشادات اور اخلاق سے کئی ہزار برسوں سے سوئی ہوئی بستیاں جگا دیں اور تلاش حق اور اتباع سنت کی لہر ہر طرف دوڑا دی۔ حضرت الشیخ کے وصال کے بعد ان کے صاحب زادگان اور مریدین وخلفاء نے سلسلہ قادریہ کی نشر واشاعت کا کام نہایت خلوص اور عزم کے ساتھ شروع کیا اور اسلامی دنیا کے دور دراز علاقوں میں گئے جہاں ایک عام انسان کیلئے جانا ممکن نہیں تھا ان کے جاتے ہی کئی مراکز قائم ہوگئے، شام، عراق اور مصر میں تو یہ سلسلہ بہت پہلے پہنچ چکا تھا۔ ترکی میں الشیخ اسماعیل رومی المتوفی ۱۶۴۳ء کی کوششوں سے سلسلہ کا اثر ونفوذ بہت بڑھ گیا، صرف ترکی میں ان کی کوششوں سے کم وبیش چالیس قادری خانقاہیں قائم ہوئیں اور پھر مختلف ناموں سے یمن، سوڈان، الجیریا، تیونس وغیرہ میں قائم ہوئیں اور شیخ کے افکار وتعلیمات کو پرجوش طریقے پر پذیرائی حاصل ہوئی۔ پندرہویں صدی میں قادریہ سلسلے کے بعض قدیم مشائخ کے نام ہندوستان کے کئی مقامات سے ملتے ہیں یہاں تک کہ دکن کے تذکروں اور روایات میں ملتے ہیں کہ دکن کے سب سے مشہور قادری بزرگ شاہ نعمت اللہ قادری م ۱۴۳۰ء تھے۔ ان کے علاوہ کئی اور مشائخ کے بھی اسماء گرامی ملتے ہیں ان میں اِس دور کے معروف بزرگ حضرت مولانا شاہ عبدالقدیر حسرت الصدیقی المتوفی ۱۹۵۰ء استاد عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن انڈیا کا بھی ملتا ہے۔

راقم الحروف کے علم کے مطابق سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی کے ایک نبیرہ سیدنا ابراہیم الجیلانی کے صاحبزادے سیدنا نجم الدین الگیلانی (مدفون نزد مقبرہ عبداللہ شاہ غازی کلفٹن کراچی) 1980ء میں کئی بار حیدرآباد دکن تشریف لے گئے اور وہاں کئی ماہ مقیم رہ کر طریقہ قادریہ کی تبلیغ کرتے رہے تھے۔ ان صوفیاء قادریہ کی انتھک جدوجہد اور تبلیغی مساعی نے ہندوستان کے کفر وضلالت کی تیرہ شبی میں حقانیت وصداقت کا وہ روشن مینار نصب کیا جس کی روشنی کشمیر سے لے کر کینیا، کماری اور مالابار کے ساحل

Marfat.com

سے لے کر کھاڑی تک پھیل گئی۔ یقیناً یہ ایک زریں باب ہے جو صرف صوفیا کرام نے انجام دیا۔ کشمیر میں حضرت بلبل شاہ اور امیر سید علی ہمدانی، راجھستان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی، دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، شاہ کلیم اللہ، خواجہ باقی باللہ، خواجہ قطب الدین بختیار کا کی، پنجاب میں مجدد الف ثانی، حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی، ہریانہ میں حضرت شاہ قادر قمیص اور شاہ کمال کھیتلی، اتر پردیش یو پی میں سید نا سالار مسعودی غازی، سیدنا مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی، بہار میں سیدنا الشیخ شرف الدین یحییٰ منیری، بنگال میں شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ علاؤالحق پنڈ، گجرات میں مخدوم شاہ عالم، مہاراشٹر میں حضرت شیخ مخدوم بہائی اور بابا تاج الدین ناگوری، حضرت شیخ وجیہہ الدین گجراتی، کیرالا میں مالک بن دینار، بدایوں میں شیخ عبداللہ انصاری، حضرت خواجہ سید عرب بخاری، جھنجھانہ میں شیخ عبدالرزاق جھنجھانوی، آگرہ میں شیخ صالح قادری، کالپی میں شیخ میر سید محمد کالپوی، شیخ عبدالرشید جونپور، حضرت شاہ برکت اللہ مارہروی، شاہ خوب اللہ الٰہ آبادی، شاہ آل محمد القادری مارہروی، سید شاہ محمد وارث رسول نما بنارسی، سید شاہ احمد الٰہ آبادی، شاہ ولی میاں بنارسی، شیخ محمد افضل قادری الٰہ آبادی، شاہ ابوالحسین نوری میاں المارہروی، شاہ واجد علی کاکوری، شاہ عبدالسلام عباسی بدایونی، شاہ فضل رسول قادری بدایونی، حاجی سید عابد حسین بانی مدرسہ دیوبند، شاہ احمد رضا قادری بریلی، شاہ حامد رضا قادری بریلی، شاہ مصطفیٰ رضا قادری بریلی، شاہ محدث سورتی پیلی بھیتی، مولانا امجد علی گھوسی، مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی، صوفی شاہ یار علی براؤن ضلع بستی، حضرت شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی، مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سعی پیہم اور عمل مسلسل کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان جیسے مرکز کفر وعصیان میں ہر طرف سے قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں آج بھی گونج رہی ہیں۔ اسی تیز رفتاری کے ساتھ سلسلہ قادریہ کی نشر واشاعت کا کام سب سے زیادہ اوچھ پنجاب میں انجام پایا۔ حضرت الشیخ مخدوم محمد الگیلانی حلبی التوفی ۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء (جو حضرت کے ایک نبیرہ تھے) نے سلسلہ کو مستحکم بنیادوں پر قائم کیا اور اپنے صوفیانہ اشعار کے ذریعہ حضرت الشیخ عبدالقادر الگیلانی کے نام اور کام کو ہندوستانی عوام تک بھرپور طریقے سے پہنچایا۔ ان کے بیٹے مخدوم عبدالقادر ثانی کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا بیان ہے کہ بہت سے گناہ گار اور کفار اُن کے جمال کے مشاہدہ اور ان کے کمالات کا معائنہ سے متاثر ہو کر توبہ نصوح کر لیا کرتے تھے اور مشرف بہ ایمان ہو جاتے تھے۔ (اخبار الاخیار ص ۱۹۷)

سولہویں اور سترہویں صدی میں سلسلہ قادریہ کے مشائخ کی خانقاہیں ہندوستان کے کئی صوبہ جات کے علاوہ پنجاب کے مختلف شہروں لاہور، اوچ شریف، ملتان، شیر گڑھ اور ملک کے بعض علاقوں میں عقیدت اور ارادت کا مرکز بن چکے تھے، ان میں حضرت سید حامد گنج بخش، حضرت الشیخ داؤد

Marfat.com

کرمانی، حضرت الشیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت الشیخ ابوالمعالی قادری، حضرت میاں میر علیہم الرحمۃ نے عہد مغلیہ میں قادریہ سلسلہ کو ایک مضبوط خانقاہی نظام کے ذریعے فروغ دیا اور ان علاقوں میں انہی مشائخ کی مجموعی کوششوں سے اسلام زندہ اور محفوظ ہے اور پاکستان کے معروف شہروں کراچی، سندھ، بلوچستان، صوبہ سرحد، کشمیر کے علاوہ پڑوسی ملک افغانستان، نیپال، سری لنکا، بنگلہ دیش اور جنوبی ایشیاء کے مسلمان ایک ممتاز امت کی حیثیت سے زندہ وتابندہ قوم نظر آرہے ہیں۔ بلاشبہ حضرت الشیخ بغداد کی خاک میں آسودۂ خواب ہیں لیکن پورے عالم اسلام میں آپ کا پرچم لہرا رہا ہے، جیسا کہ قصیدہ القادریہ کے اس جملے سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے:

انا الجیلی و محی الدین اسمی　　و اعلامی علی رأس الجبالِ

مریدی لا تخف اللہ ربی　　عطانی رفعةً نلتُ المنالی

(القصیدۃ القادریہ، ص۱۲، مطبوعہ بغداد، ۱۹۵۰ء)

حضرت الشیخ نے اپنی پوری زندگی اعلاء کلمۃ اللہ دین خالص کی تبلیغ واشاعت سنت کی پرزور حمایت، عقائد باطلہ وفاسدہ کی بے باکانہ تردید، اور اپنے دور کے مادیت پرستوں کی مذمت اور جابر سلاطین کے سامنے کلمہ حق بلند کرنے میں گزاری۔ عقلیت پرستی کا طلسم توڑا اور مسلمانوں میں ایک نئے ولولہ کے ساتھ ایک نئی زندگی پیدا کردی اور آپ اس دنیا سے تشریف تو لے گئے، لیکن اپنے پیچھے دین کے داعیوں اور نفوس واخلاق کے مربیوں کی ایک ایسی جماعت چھوڑ گئے جس نے آپ کے کام کو جاری رکھا اور بڑھتی ہوئی مادیت اور غفلت کا بھرپور مقابلہ کیا۔ اس کا اندازہ آپ کی جملہ تصانیف سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ آپ کے فیض یافتہ شیخ ابوالنجیب سہروردی البغدادی کے بھتیجے ابوحفص شیخ شہاب الدین سہروردی (۵۹۳ھ۔۶۳۲ھ) سب سے زیادہ نمایاں اور ممتاز تھے، آپ بعد میں سلسلہ سہروردیہ کے بانی اور علم تصوف کی مقبول ترین کتاب ''عوارف المعارف'' کے مصنف کی حیثیت سے معروف ہوئے۔ ابن خلکان آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

لم یکن فی الآخرِ عمرہٗ فی عصرہٖ مثلہٗ و کان شیخ الشیوخ ببغداد

یعنی ''آخیر عمر میں ان کے زمانہ میں ان کی نظیر نہ تھی اور وہ بغداد کے سب سے بڑے شیخ اور اپنے فن میں مرجع تھے''۔ ابن النجار لکھتے ہیں:

''انتھت الیہ الریاسۃ فی تربیۃ المریدین و دعاء الخلق الی اللہ''۔

یعنی ''تربیت مریدین اور دعوت الی اللہ کے کام میں آپ مرجع خلائق تھے''۔

ابن خلکان مزید لکھتے ہیں کہ آپ کے عہد کے مشائخ دور دور سے ان کی طرف رجوع کرتے تھے اور استفادہ کرتے رہتے تھے۔ شیخ کے مواعظ سے خلق اللہ کو بہت نفع ہوا، ابن خلکان کے الفاظ ہیں:

Marfat.com

’’ وکان لہٗ مجلسٌ وعظٌ وعلی وعظه قبول کثیر وله نفس مبارک‘‘.

یعنی ’’وہ اہتمام سے وعظ فرمایا کرتے تھے۔ ان کے وعظ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی قبولیت عطا فرمائی اوران کے انفاس متبرکہ سے لوگوں کو بڑا نفع پہنچا۔ ان کی کتاب ’’عوارف المعارف‘‘ کو اگر اس فن کے قدیم کتابوں سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے تو ان کے اس تجدیدی کام کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کتاب میں:

☆ غنیۃ الطالبین میں ان مسائل پر بھی جامع اور مفصل بحث شامل ہے جن پر بعضوں نے سخت اعتراضات کیے ہیں، ان کا ذکر اور رد بھی کیا گیا ہے۔

☆ طریقہ قادریہ میں خرقہ کی اہمیت، مرشد کامل کے اوصاف، مرید کے فرائض وغیرہ کی بحث بھی شامل ہے۔

☆ پاکستان، افغانستان، ہندوستان، بنگلہ دیش وغیرہ میں میں سیدنا الشیخ اور ان کی اولاد کی خدمات کا ذکر بھی ہے۔

☆ عربی، فارسی، انگریزی اور اردو مصادر کے تعاون سے حضرت الشیخ کے ان گوشوں کا بھی اظہار کیا گیا ہے، جو حضرت سیدنا الشیخ کے تذکرہ نگاروں سے رہ گئے تھے۔

☆ سیدنا الشیخ کیلئے بڑے طویل القابات کے بجائے صرف سیدنا الشیخ یا حضرت الشیخ کا لفظ استعمال کیا گیا تاکہ قارئین یہ لفظ بآسانی ادا کر سکیں۔

راقم کے پیش نظر یہ خیال بھی دامن گیر رہا ہے کہ اس کتاب کے جلد کے حجم کو ایک حد سے نہ بڑھنے دیا جائے اور یہ فکر ہر قدم پر عنان گیر رہی۔ پھر بھی بعض مباحث کی تشنگی کا احساس تھا، جن کو ذرا تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ بایں وجہ کتاب میں جو خامیاں ہیں ان کا پورے طور پر احساس ہے اور میں آخر میں اپنی بات کو سلسلہ چشتیہ کے معروف بزرگ سیدنا الشیخ بدرالدین اسحاق کے ان اشعار پر ختم کرتا ہوں جو انھوں نے اپنی کتاب ’’تصریف بدری‘‘ کے خاتمہ پر لکھے تھے:

إنی بسطتُ یَدیَّ الیک الهی ویَسیلُ سَیلُ الدمع مِن ماقی
فارحم بکائی واعف عما قدحوی من غفلة فی هذهِ الاوراقی

خادم العلم

پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری غفرلہ

۳۱؍جولائی ۲۰۰۷ء

Marfat.com

باب اوّل

سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی کا سوانحی پس منظر

﴿باب اوّل﴾

سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی کا سوانحی پس منظر

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَشَفِیْعِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

نبی آخرالزماں، سید دوراں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، کفر وضلالت کو جمال جہاں آرا کی روشنی سے منور ومستنیر فرما کر فضائے عالم کو نور ایمان سے روشن فرمایا۔ آپ کی ہی ذاتِ گرامی کو نبوت کے ساتھ ساتھ بارگاہ ربوبیت سے ختم المرسلین اور خاتم النبیین کے طغرائے بے مثال عطا ہوئے۔ اور کلام حق نے " اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا. (سورۃ المائدہ۔۳) فرما کر دین اسلام کے تکملہ پر مہر تصدیق ثبت فرمادی اور ظاہر فرمادیا کہ اب کسی شارع کی ضرورت باقی نہیں رہی مگر کار نبوت اب بھی باقی ہے اور چونکہ سعادت و شقاوت، نور ظلمت، طاعت وعصیان انسانی فطرت میں بطور جبلت ودیعت کی گئی ہیں۔ بس جب دنیاوی راحتیں اور فانی آسائشیں نفوس انسان کی عنان گیر ہو کر اس کو راستے سے موڑ کر غلط موڑ پر ڈال دیتی ہیں اور یہ جبلتیں نفس بشری میں ہیجان برپا کر کے ایمان کی نورانی اور پاکیزہ فضاؤں میں سرکشی اور فتنوں کی تیرگی سے ان کے تکدر اور ظلمت کا باعث بن کر جب ہر طرف محیط ہو گئیں۔ تو احیاء دین متین کے لئے صلحاء وعرفاء اقطاب وابدال کو پیدا کیا گیا تاکہ وہ اپنے پاکیزہ انفاس واعمال مجاہدات اور مزکی اشغال سے ان خرابیوں اور فتنہ سامانیوں کا ازالہ کریں، انہی نفوس قدسیہ میں السید السند والقطب الاوحد'' حضرت سیدنا الشیخ الامام ابومحمد محی الدین عبدالقادر الگیلانی ابی الصالح ابن موسیٰ (جنگی دوست) بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن الحسنی بن الحسنی والحسینی بھی تھے۔ آپ کی ولادت ۴۷۰ھ/۱۰۷۸ء کو شمال فارس میں بحیرہ خزر کے جنوبی ساحل پر ''گیلان'' نامی بستی میں ہوئی(۱)۔ یہ نویں فاطمی خلیفہ مستنصر ابو النجم

(۱) سیر اعلام النبلاء ج ۲۰/ ۴۳۹ اور البدایہ والنھایہ ج ۱۲/ ۲۵۲ اور دائرۃ المعارف ج ۱۱/ ۶۲۱ میں گیلان کو قدیماً دیلم بھی کہا گیا ہے۔ آج یہ ایران کے شمالی مغربی حصے کا ایک صوبہ ہے۔ اس کے شمال میں روسی سرزمین تالیس واقع ہے جنوب میں برز کا پہاڑی سلسلہ ہے جو اس کو آذربائیجان اور عراق سے علیحدہ کرتا ہے۔ جنوب میں مازندان کا مشرقی حصہ ہے اور شمال میں بحر قزوین کا مغربی حصہ ہے اور وہ ایران کے بہت خوبصورت علاقوں میں شمار ہوتا ہے۔ مرآۃ الجنان ج ۳ ص ۳۵۰ میں ایک رائے یہ بھی ہے کہ آپ کا اصل وطن موضع جیل تھا جو دریائے دجلہ کے کنارے واسط کی سمت بغداد سے ایک روز کے فاصلے پر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ اس جیل کے رہنے والے تھے جو مدائن کے قریب واقع تھا۔ جب کہ صاحب روضۃ الناظر نے درج بالا دونوں بیانات کی تردید کی ہے اور سوانح نگاروں کے ان بیانات کو جغرافیائی غلطی پر محمول کیا ہے۔

Marfat.com

(۱۰۹۴ء-۱۰۳۵ء) کا دور خلافت تھا۔ اور یہ پانچویں صدی ہجری بمطابق گیارہویں صدی عیسوی کہلاتا ہے اور یہی وہ صدی ہے جسے مسٹر گبن اور دیگر مستشرقین مغرب نے اسلام کا عہد تاریک قرار دیا ہے، اس لیے کہ تاتاریوں، عیسائیوں، باطنیوں اور کئی جہات سے عالم اسلام پر متواتر حملے ہوئے اور ان ناپاک حملوں سے مسلمانوں کے خون کی ندیاں اور ان کے لہلہاتے ہوئے باغ وعلاقے ویران کر دیئے گئے، لیکن ہمارے لئے یورپین مورخین کی آراء سے بڑھ کر رسالت مآب ﷺ کی زبان مبارک کی بڑی اہمیت ہے کیونکہ آپ ہی محرم راز درون خانہ ہیں، البتہ اگر دنیا کے کسی گوشے سے کوئی آواز حضور ختم المرتبت کی تائید میں بلند ہو تو وہ بھی ہمارے لیے معتبر بن جاتی ہے اور اُس دور کے روحانی انحطاط کے متعلق بخاری میں ایک روایت منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پانچویں صدی کے قریب میری امت پر آفت کی ایک چکی چلے گی، اگر اس سے بچ نکلے تو پھر کچھ مدت کے لیے اس سے استقامت نصیب ہو جائے گی۔ حضور کے فرمان کی روشنی میں ان تاریک گھٹاؤں میں ایک ایسے آفتاب عالم تاب کی ضرورت تھی جس کی ضیا پاشیوں کا فیض دائمی ہو۔ اور اسی دائمی فیض کا آفتاب سرزمین جیلان سے ۴۷۰ھ میں طلوع ہوا، جسے دنیا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر الگیلانی کے نام سے جانتی اور یاد کرتی ہے۔

مورخین بیان کرتے ہیں کہ آپ کی ولادت کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کی عمر شریف ۷۰ سال کی ہو چکی تھی اور عرب روایات کے مطابق اس عمر میں توالد وتناسل کے امکانات تقریباً ختم ہو جاتے ہیں مگر بفضل الٰہی آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کی والدۂ ماجدہ عارفات صالحات اور صاحبِ مکاشفات میں سے تھیں، اس لیے آپ کے شکم مادر میں آتے ہی انھیں اندازہ ہو گیا تھا کہ جیلان کی سرزمین پر قدم رنجہ فرمانے والا یہ بچہ غیر معمولی خوبیوں کا حامل ہوگا۔ چنانچہ ولادت کے بعد دنیا نے آپ کی جن خوبیوں کا مشاہدہ کیا ان کا تفصیلی ذکر تاریخ مشائخ قادریہ جلد اول ودوم، مولفہ پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم (صدر شعبہ علوم اسلامی، ہمدرد یونیورسٹی دہلی) میں دیکھیے۔

بلاشبہ آپ اپنے وقت کے ایک جلیل القدر مفتی، فقیہہ، محدث، مفسر، امام المنطق والفلسفہ، ماہر علم المعانی والبیان قادر الکلام شاعر وادیب ہونے کے علاوہ آپ ماہر علم السلوک والاخلاق والتصوف اور ایک عظیم مصلح اور مجاہد بھی نظر آتے ہیں۔ البدایہ والنہایہ، المنتظم، وفیات الاعیان، طبقات الحنابلہ'' نفحات الانس اور تاریخ الخلفاء کے مطابق آپ نے بغداد میں مدرسہ نظامیہ کے جن جلیل القدر اساتذہ کرام سے اکتساب علم کیا تھا وہ بھی اپنے عہد کے عظیم محدث، فقیہ، مفسر، ادیب، اور اولیاء اللہ میں سے تھے اور اپنے اپنے فن میں یکتا وامام شمار کیے جاتے تھے ان میں سے بعض کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

Marfat.com

۱) عربی زبان وادب کی تعلیم آپ نے ابوزکریا یحییٰ بن علی بن الخطیب التبریزی (متوفی ۵۰۲ھ) سے حاصل کی۔

۲) علم حدیث ابومحمد جعفر السراج (متوفی ۵۰۰ھ) سے حاصل کی جبکہ غنیۃ الطالبین میں جابجا اپنے ایک اور استاد الشیخ المحدث ھبۃ اللہ المبارک کا ذکر کرتے ہیں۔ان سے آپ نے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔

۳) فقہ واصول فقہ کی تعلیم ابوالوفاء بن العقیل متوفی (۵۱۳ھ) سے حاصل کی۔

۴) فقہ حنبلی کی تعلیم ابوالسعید المبارک المخرمی متوفی ۵۱۱ھ(۱) سے حاصل کی۔

۵) تصوف وسلوک کی تعلیم ابوالخیر حماد بن الدباس متوفی ۵۳۳ھ(۲) سے حاصل کی۔

آپ ۴۸۸ھ میں تحصیل علم کے لئے گیلان سے بغداد روانہ ہوئے تھے۔اس وقت آپ ۱۸ سال کے ہو چکے تھے۔ بقول صاحب ''نفحات الانس'' یہی وہ سال ہے جب امام غزالی مزید تلاش حق وحصول یقین کے لئے بغداد کو خیر باد کہہ رہے تھے اور یہ محض اتفاق نہیں کہ اگر ایک دوسرا جلیل القدر امام سے بغداد محروم ہو رہا تھا تو بغداد خالی ہو گیا بلکہ دوسرا جلیل القدر مصلح اور داعی الی اللہ کا وہاں ورود بھی ہو رہا تھا اور اس وقت سے لے کر اپنی وفات تک اسی شہر کو اپنی سرگرمیوں کا جولان گاہ بنائے رہا۔ بہجۃ الاسرار کے مطابق آپ نے جیسے ہی عراق کی سرزمین پر قدم رکھا تو راوی کہتا ہے کہ:

---

(۱) عراق کے عظیم محدث وفقیہ اور اپنے عہد کے صاحب سلسلہ بزرگ تھے۔جن سے سیدنا الشیخ نے شرف بیعت حاصل کر کے آپ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا، اور آپ ہی کے مدرسہ میں مدرس ہو کر سلسلہ قادریہ قائم کیا۔اور یہی مدرسہ بعد میں مدرسہ قادریہ کہلایا۔راقم الحروف نوری کو اس مدرسہ میں پڑھنے کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔واضح رہے کہ اکثر سوانح نگاروں نے ابوسعید مخزومی تحریر کیا ہے جو غلط ہے اور بعض اہل علم کے نزدیک اصل نام مخرمی ہے جو بغداد سے چند فاصلے پر ایک محلہ کا نام ہے اور اس علاقے میں سیدنا ابوسعید مخرمی کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سیدنا الشیخ نے حدیث کا سماع امام احمد بن حنبل کے مذہب پر کیا تھا اور اپنے عہد میں زیادہ تر درس وافتاء سے مشغولیت اس مذہب پر رکھی۔ستودہ صفات، معتدل مسلک رکھنے والے اور اپنے فیصلوں میں بہت صائب الرائے تھے۔آپ کا اصل نام مبارک بن علی بن الحسین ہے۔

(۲) شعرانی نے لکھا ہے کہ بغداد کے اکثر مشائخ اور صوفیہ آپ ہی سے وابستہ تھے۔۵۲۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا اور بغداد میں تدفین ہوئی۔تفاصیل 'ذیل طبقات الحنابلۃ ابن رجب' میں ملاحظہ کیجئے۔

Marfat.com

" انهل السحاب، اِغْتَبَتِ العراق، وزال الغئى واتضح الرشد، فعيدانه حمى، وحصباهٗ، دُرٌّ وامواهه شهد، يميسُ به صدُر العراق صبابةً، وفى قلب نجد من محاسنه وجد وفى الشرق برق من محاسن نوره وفى الغرب من ذكرىٰ جلالته رعد".

یعنی آپ کی آمد سے عراق کی سرزمین پر ایسی بارش ہوئی ہے جس سے وہ سرسبز وشاداب ہوگئی، گمراہی زائل ہوگئی، ہدایت کا راستہ صاف ہوگیا، لکڑیاں خوشبودار ہوگئیں، صحراء محفوظ ہوگئے، کنکریاں موتی بن گئیں، پانی شہد بن گیا، عراق کا سینہ محبت سے لبریز ہوگیا، اور آپ کے محاسن سے نجد کے دل میں وجد پیدا ہوگیا، مشرق میں آپ کے نور ہدایت کی روشنی سے بجلی چمکنے لگی، مغرب میں آپ کی عظمت کے ذکر سے گرج پیدا ہوگئی۔ (۱) بایں رفعت ومنزلت آپ حد درجہ متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ آپ کو دیکھنے والے اور آپ کے معاصرین آپ کے حسنِ اخلاق، علو حوصلہ، تواضع وانکسار سخاوت وایثار اور اعلیٰ اخلاقی اوصاف کی تعریف میں رطب اللسان تھے، ایک دوسرے بزرگ جنھوں نے بڑی طویل عمر پائی اور بہت سے بزرگوں اور ناموروں کو دیکھا اور ان کی صحبت بھی اٹھائی۔ فرماتے ہیں:

مَا رَايتُ اوسع صدرًا و الطف قلباً ولا احفظ عهداً وُدّاً من سيدنا الشيخ عبدالقادر، ولقد كان مع جلالة قدره و علو منزلته وُ سعة علمه يقف مع الصغير ويوقر الكبير و يبدءُ بالسلام و يجالس الضعفاء ويتواضع للفقراء وما قام لاحد من العظماء ولا الاعيان ولا الى باب وزيرو لاسلطان. (۲)

یعنی میری آنکھوں نے آپ سے بڑھ کر کوئی خوش اخلاق، فراخ حوصلہ، کریم النفس، رقیق القلب، محبت اور تعلقات کا پاس کرنے والا نہیں دیکھا۔ آپ اپنی عظمت اور علو مرتبت اور وسعتِ علم کے باوجود چھوٹے کی رعایت فرماتے، بڑے کی توقیر کرتے، سلام میں سبقت فرماتے، کمزوروں کے پاس اٹھتے بیٹھتے، غریبوں کے ساتھ تواضع وانکساری سے پیش آتے، آپ کسی وزیر یا حاکم کے دروازے پر نہیں گئے۔ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ ہمیشہ ذکر وفکر میں مشغول رہتے، بڑے رقیق القلب تھے۔ خندہ پیشانی، شگفتہ رو، کریم النفس، فراخ وسعت، وسیع العلم، بلند اخلاق، عبادات اور مجاہدات میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ علامہ الشیخ محمد یونس السامرائی العراقی آپ کے سلسلہ نسبی پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام حسن وحسین علیہما السلام کے علاوہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی رضی اللہ عنھم اجمعین تک جا پہنچتا ہے۔

يتصل نسبهٗ بسيدنا ابى بكر الصديق رضى الله عنه، و ذلك ان والدة والد الشيخ عبدالقادر

(۱) بہجۃ الاسرار، ص ۱۰۵، مطبوعہ لاہور (۲) قلائد الجواہر ص ۹

Marfat.com

اسمها ام سلمه كريمه الامام محمد بن الامام طلحه بن الامام عبدالله بن الامام عبدالرحمن بن ابى بكر الصديق رضى الله عنه ومن جهة بسيدنا عثمان بن عفان يتصل نسب الشيخ عبدالقادر بسيدنا امير المومنين عثمان بن عفان و ذلك ان عبدالله المحض الجد التاسع الشيخ عبدالقادر لقب بالمحض لان لفظ محض يطلق على الخالص من كل شئى. وسيدنا عبدالله الخالص من الموالى من جهة الام والاب فلقب به لان اباهُ سيدنا الحسن المثنىٰ بن سيدنا الحسن بن على بن ابى طالب، وامه فاطمة بعد وفاة ابيه تزوجها السيد عبدالله بن المظفر بن عمر بن سيدنا عثمان رضى الله عنه، ويتصل نسب الشيخ عبدالقادر بسيدنا عمر بن الخطاب رضى الله عنه و ذلك عبدالله بن المظفر المتقدم ذكرهُ والدة الكريمة اسمها حفصه كريمة عبدالله بن سيدنا عمر بن الخطاب رضى الله عنه. فعلىٰ هذا يكون نسب سيدنا عبدالقادر الگيلانى البغدادى له اتصال بسيدنا الصديق، و بسيدنا الفاروق، وبسيدنا ذى النورين، وبسيدنا الحسن و بسيدنا الحسين رضى الله عنهم اجمعين. (۱)

یہی وجہ ہے کہ آپ میں بیک وقت جذبہ صدیقیت، فاروقیت، عثمانیت اور علویت کا اظہار نمایاں نظر آتا ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے آپ کو "شیخ الاسلام" تاج العارفین، محی الدین، محبوب سبحانی، غوث صمدانی، غوث الاعظم دستگیر کے نام سے بھی یاد کیا ہے۔ آپ عام طور پر "شیخ الجیلانی" کے نام سے بھی مشہور تھے۔ آپ کی کنیت ابو محمد اور پدری سلسلہ نسب امام حسن بن علی (رضی اللہ عنہ) اور مادری سلسلہ نسب امام حسین بن علی ابن ابی طالب تک جا پہنچتا ہے۔ جیسا کہ اوراق سابقہ میں گزرا۔ واضح رہے کہ نسبی رشتہ اگرچہ باپ ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے لیکن یہ فضیلت معمولی نہیں ہے کہ آپ کی ذات میں دونوں نسبتیں جمع ہو گئیں ہیں اور اسی نسبت کو امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمتہ کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

تو حسینی، حسنی کیوں نہ محی الدین ہو　　　اے خضر! مجمع بحرین ہے چشم تیرا (۲)

علامہ رشید رضا جو حضرت شیخ محمد عبدہٗ شیخ الازھر مصر کے شاگرد رشید تھے، لکھتے ہیں کہ:

"انساب اور تاریخ کے متاخرین علماء میں سے تقریباً ۷۰ مصنفین نے شیخ عبدالقادر الگیلانی کو حسنی الاصل سادات میں شمار کیا ہے اور ان کے درج ذیل شجرہ نسب کی تصدیق بھی کی ہے۔ "محمد عبدالقادر محی الدین بن ابی موسیٰ جنگ دوست بن عبداللہ بن موسیٰ الجون بن عبداللہ المحض بن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط بن الامام علی رضی اللہ عنہ" اور ابن تغر بردی نے "النجوم الزاهرة" میں بعینہ یہی شجرہ نسب تحریر کیا ہے اور والدہ کی

(۱) الشیخ عبدالقادر الگیلانی حیاتہ وآثارہ، ص ۸، مولفہ علامہ یونس السامرائی بغداد العراق ۱۹۸۲ء

(۱) حدائق بخشش۔ مولفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی

Marfat.com

طرف سے آپ کے حسینی الاصل ہونے کی تصریح وتصدیق کی ہے۔اسی طرح ''داراشکوہ'' نے بھی ''سفینۃ الاولیاء'' میں تصریح کی ہے اور یہی شجرہ نسب علامہ الشیخ محمد یونس السامرائی (ممبر مجلس علمی وزارت اوقاف بغداد) نے درست قرار دیا ہے[1]۔

گیلان کی وجہ تسمیہ اور مفہوم:

لفظ ''جیلان'' کو بعض مورخین بالخصوص علامہ شیخ بن ناصر دمشقی گیلان بکسرہ، اور کیل وگیل (بکاف عربی وفارسی) میں لکھتے ہیں کہ بلاد جیلان ایران میں ایک قصبہ کا نام ہے اور یہ لفظ عربی میں ''کیلان'' لکھا جاتا ہے اور گیلان بھی۔یہی وجہ ہے کہ بغداد کے خانوادہ گیلانیہ کے افراد اپنے کو الگیلانی کی بجائے کیلانی لکھتے ہیں اور برصغیر میں الگیلانی وگیلانی کا استعمال بکثرت ہے اور دونوں لفظوں کا ایک ہی معنی اور مفہوم ہوتا ہے، لہٰذا الگیلانی، الکیلانی اور الجیلانی بھی لکھا جاسکتا ہے اور دونوں کا ایک ہی معنی اور مفہوم ہوتا ہے (۲)۔

آپ کی ابتدائی تعلیم:

حضرت شیخ کی ابتدائی پرورش اور تعلیم وتربیت کے سلسلے میں کوئی تذکرہ تفصیل سے نہیں ملتا البتہ ''نفحات الانس'' کے مولف ملا عبدالرحمٰن جامی کے روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا شیخ کے والد ''ابوصالح موسی جنگی دوست'' کا انتقال شیخ کی کم سنی ہی میں ہوگیا تھا اور والد نے اسّی (۸۰) دینار ترکے میں چھوڑے تھے۔ان میں سے چالیس دینار سیدنا شیخ کی والدہ نے آپ کو اس وقت دیئے جب آپ طلبِ علم کے لئے بغداد روانہ ہو رہے تھے اور بقیہ رقم شیخ کے دوسرے بھائی شیخ ابواحمد عبداللہ تھے (ان کی عمر آپ سے چھوٹی تھی، نیکی اور علم میں آپ نے بھی اچھی طرح تربیت پائی تھی، آپ قصبہ جیلان میں فوت ہوئے) ان کے لیے رکھی گئی تھی۔ شیخ کی والدہ کا نام ''ام الخیر امتہ الجبار فاطمہ'' تھا وہ ''ابوعبداللہ'' ''الصومعی'' کی صاحب زادی تھیں۔''الصومعی'' اپنے وقت کے حسنی سادات کے ایک عظیم عالم دین اور بزرگ تھے۔صاحب ''نفحات الانس نے ان کا تذکرہ ''از بزرگان مشائخ گیلان وروسائے زہاد ایشان'' کے الفاظ سے شروع کیا ہے حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی کے ابتدائی اساتذہ کے بارے میں بھی مورخین نے کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ممکن ہے کہ سیدنا شیخ اپنے نانا ''الصومعی'' کے گھر رہے ہوں اور وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی ہو اور پرورش ہوئی ہو۔ (۳)

---

(۱) الشیخ عبدالقادر حیاتہ آثارہ، ص۹

(۲) الشیخ عبدالقادر الگیلانی حیاتہ وآثارہ، ص۱۲، مولفہ یونس السامرائی البغدادی

(۳) اردو دائرۃ المعارف، ج ۹۲۹/۱۲

Marfat.com

ایک ایمان افروز واقعہ:

حضرت جامی نے ''نفحات الانس'' میں حضرت شیخ کا ایک ابتدائی واقعہ بھی بیان کیا ہے جو دیگر کتابوں میں نہیں ملتا۔ آپ لکھتے ہیں کہ: ''جب حضرت شیخ نے اپنی والدہ سے کہا کہ مجھے خدا کے کام میں لگا دیجئے اور اجازت مرحمت کیجئے کہ بغداد جا کر علم میں مشغول ہو جاؤں اور صالحین کی زیارت کروں تو اس وقت'' والدہ رونے لگیں، تاہم مجھے سفر کی اجازت دے دی اور مجھ سے عہد لیا کہ تمام احوال میں صدق پر قائم رہوں اور گھر سے نکلتے وقت والدہ مجھے الوداع کہنے کیلئے گھر کے بیرون خانہ تک بھی آئیں اور فرمانے لگیں: اذھب، فقد خرجت عنده فهذا وجه لا اراه الى يوم القيامة۔ ''نور چشم! تمہاری جدائی خدا کے راستے میں قبول کرتی ہوں، اب قیامت تک تمہیں نہ دیکھ سکوں گی، پھر زار و قطار رونے لگیں اور دور تک میرے قدموں کے نشان دیکھتی رہیں، یہاں تک کہ میں ان سے اوجھل ہو گیا (1)۔

اور ''بہجۃ الاسرار'' میں ہے کہ آپ جیسے ہی گھر سے نکلے راستے میں ایک مختصر سا قافلہ گیلان سے ہی روانہ ہو کر مرکز علوم وفنون بغداد کی طرف جا رہا تھا آپ منزلوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے عراق کے ایک علاقہ ہمدان سے کچھ آگے تک پہنچے ہی تھے کہ کچھ ڈاکو اس قافلہ پر حملہ آور ہو گئے ایک روایت کے مطابق وہ ڈاکو تعداد میں ساٹھ تھے۔ انہوں نے بے دردی سے قافلے کی لوٹ مار کی اور سب مال ومتاع لوٹ کر ایک جگہ جمع کر لیا، تمام قافلے والے مارے دہشت کے دم بخود تھے، ان میں ایک اٹھارہ سالہ نوجوان ایسا بھی تھا جس کے چہرے پر بلا کا اطمینان جھلک رہا تھا، خوف کی پرچھائیں بھی اس کے چہرے بشرے پر دکھائی نہ دیتی تھیں، ایک ڈاکو نے پاس سے گزرتے ہوئے سرسری انداز میں پوچھ لیا کہ، نوجوان تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟ نوجوان نے پورے اطمینان سے جواب دیا: ''ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں، جو میری صدری میں بغل کے نیچے سلے ہوئے ہیں''۔

ڈاکو نے خیال کیا کہ یہ نوجوان ازراہِ مزاح یہ بات کہہ رہا ہے ورنہ چھپے ہوئے مال کی ڈاکوؤں کو کون نشاندہی کرتا ہے؟ یہ سوچتے ہوئے وہ آگے بڑھ گیا، کچھ دیر بعد ایک دوسرا ڈاکو ادھر آ نکلا اس نے بھی وہی سوال کیا، اسے بھی وہی جواب ملا۔ وہ بھی یہ خیال کر کے آگے بڑھ گیا کہ اس نوجوان کے پاس کچھ ہوتا تو مجھے کیوں بتاتا؟ یقینی بات ہے کہ یہ مجھے بے وقوف بنانا چاہتا ہے۔ ڈاکوؤں کا سردار ایک ٹیلے کے پاس لوٹا ہوا مال تقسیم کر رہا تھا اسی اثناء میں ایک ڈاکو نے اسے یہ خبر سنائی تو وہ چونکے بغیر نہ رہ سکا، اس نے بے یقینی کے ساتھ اس ڈاکو کی طرف دیکھا اور کہا کہ جب ہر شخص کی جان کے لالے پڑے ہوئے ہوں

(1) نفحات الانس ص ۵۸۷، مولفہ عبدالرحمان جامی، مطبوعہ نولکشور، لکھنؤ

اور ہر طرف دہشت ہی دہشت پھیلی ہوئی ہو، ایسے وقت میں کس کی رگ ظرافت پھڑک سکتی ہے؟ دوسرے ڈاکو نے تصدیق کی کہ میرے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش آچکا ہے تو سردار نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہوکر کہا اس نوجوان کو بلایا جائے جب وہ نوجوان آیا تو سردار اس کے ملکوتی حسنِ شاہانہ وقار تمکنت اور اطمینان واعتماد سے بھرپور لب ولہجہ سے بے حد متاثر ہوا اس نے پوچھا صاحبزادے، تیرے پاس چالیس دینار موجود ہیں؟ نوجوان نے اپنی صدری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا ہاں۔ اس جگہ سلے ہوئے ہیں، سردار نے مجسم حیرت بن کر دوسرا سوال کیا کہ تم جانتے ہو کہ ہم ڈاکو ہیں اور تمام قافلے کی ایک ایک پائی لوٹ چکے ہیں؟ تم نہ بتاتے تو ہم شاید تمہاری طرف متوجہ بھی نہ ہوتے، تم نے یہ بتانے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ کہ تمہارے پاس چالیس دینار موجود ہیں اور صدری میں سلے ہوئے ہیں، نوجوان نے سیدھے سادھے روشن جبین الفاظ میں کمالِ سادگی سے یہ جواب دیا۔

اُدھر ڈاکوؤں کی سماعت سے یہ الفاظ ٹکرائے ہی تھے کہ اُن کی دنیا ہی بدل گئی۔ جھوٹ کے گھپ اندھیرے میں نورِ صداقت کی قندیل روشن ہوگئی، خوش بختی نے اس کے درِ دل پر پہلی دستک دی تو اس کی آنکھیں چمک گئیں جیسے اتھلی ندی میں سیلاب آجائے تو فوراً کناروں سے چھلک جاتی ہے اور گزر گاہ گرد وغبار وغیرہ سے بھری ہوئی ہو تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ ڈاکو معصوم نگاہوں کی تاب نہ لاسکا پوچھا آپ کو سچ بولنے اور زرِ کثیر کی نشاندہی پر کس نے مجبور کیا؟ اب ڈاکو کے لہجے میں احترام تھا، ادب تھا، اس کے آنکھوں سے اشک رواں تھے۔ اس نوجوان نے جواب دیا کہ "جناب! میں نے گھر سے روانہ ہوتے وقت اپنی والدہ سے ہمیشہ سچ بولنے کا وعدہ کیا تھا، میرے یہ چالیس دینار جاتے ہیں تو جائیں لیکن میں اپنی والدہ سے کیا ہوا وعدہ نہیں توڑ سکتا، میں اپنے وعدے پر قائم رہوں گا"۔ (۱)

نوجوان کے یہی سیدھے سادھے جملے براہِ راست سردار کے دل ودماغ پر اثر انداز ہورہے تھے، اس کی روح تک کو جھنجھوڑ ڈالے تھے۔ چند لمحوں کے لئے تو وہ مبہوت ہوکر رہ گیا تھا وہ ڈاکو جو درندوں کی طرح مسافروں کو چیر پھاڑ کر رکھ دیتا تھا، تمام ساز وسامان لوٹ کر رفو چکر ہوجاتا تھا اور اس کے دل پر ذرہ بھر بھی ملال نہ آتا تھا، آج ایک نوجوان کے چند جملے ہی اسے گھائل کر گئے تھے۔ اور وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رورہا تھا، ضبط کے تمام بندھن ٹوٹ چکے تھے، اس کی آنکھیں شاید زندگی میں پہلی بار اشکوں کا سیلاب بہارہی تھیں اور وہ عرق انفعال میں ڈوبا سر پکڑ کر وہیں بیٹھ گیا تھا۔

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے   قطرے جو تھے مرے عرق انفعال کے

شدت گریہ کے سبب اس کی زبان گنگ ہوگئی تھی، کچھ دیر کے بعد جب اسے قرار ملا تو اس نے

Marfat.com

بلکتے ہوئے کہا: ''صاحبزادے تو کس قدر مقدس ہستی ہے؟ کہ تو نے اپنی والدہ سے کیا ہوا وعدہ نہیں توڑا اور میں کتنا بدنصیب ہوں کہ زندگی بھر اپنے رب کریم کے عہد کو توڑتا رہا، ہائے افسوس! میری زندگی کا ایسا متاع عزیز برباد ہو گیا اور میں نے ایک بار بھی نہ سوچا کہ میں کیا کر رہا ہوں؟ صاحبزادے میں تمہیں گواہ بنا کر اپنے رب کریم سے عہد کرتا ہوں ہوں کہ آئندہ کبھی کسی کا ناحق دل نہیں دکھاؤں گا اور بقیہ زندگی خدا اور رسول کے احکام وفرامین پر عمل کرتے ہوئے گزار دوں گا''۔

روشن جبین نوجوان نے پروقار انداز میں ایک دم آگے بڑھ کر اپنا دست مبارک گناہ گار ڈاکو سردار کے کاندھے پر رکھ دیا۔ درِ توبہ وقتِ نزع سے ایک پل پہلے تک کھلا رہتا ہے اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو، یہ اس ہاتھ کی کرامت تھی کہ عملِ غوث کا کرشمہ؟ ایک عجب منظر تھا، جہاندیدہ سردار نے اس ہاتھ کو مضبوطی سے تھام لیا۔ جیسے بھنور میں ڈوبتا ہوا شخص کشتی کے کنارے کو تھام لیتا ہے شاید اسے ہی ''دست گیری'' کہتے ہیں۔ بہرحال یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ تبلیغ کا یہ منفرد اور انوکھا انداز چشمِ فلک نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وادی ریگ کی ان وسعتوں میں لاؤڈ اسپیکر نصب تھے نہ گلا پھاڑ ڈیگ کہ کوئی دھمکا رہا تھا۔ یہ سب سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی کا پہلا کارنامہ تھا۔ حضرت شیخ کے احباب میں سے ایک شخص نے حضرت سے پوچھا کہ آپ نے اپنے مسائل کی بنیاد کس چیز پر قائم کی؟ ''راست گوئی اور سچائی پر'' سیدنا الشیخ عبدالقادر نے جواب دیا۔ میں نے مکتب میں حصولِ تعلیم کے دوران بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا واقعی قندیلِ صدق روشن ہو تو جھوٹ کا اندھیرا بکھر ہی جاتا ہے۔

ہے اُفق سے ایک سنگ آفتاب آنے کی دیر
ٹوٹ کر مانند آئینہ بکھر جائے گی رات

اس ڈاکو کے ساتھی اس انقلاب کو حیرت کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ جو شخص موت کے رقص کو دلچسپی سے دیکھا کرتا تھا، جو مرنے والوں کی دل ہلا دینے والی چیخیں سن کر بھی کبھی نہ پسیجتا تھا اور جو قساوت اور سنگدلی کا پیکر ہوا کرتا تھا، آج اسے کیا ہو گیا ہے؟ کہ زار وقطار رو رہا ہے اور پورے اعتماد کے ساتھ اپنی سابقہ زندگی کو چھوڑنے کا اعلان کر رہا ہے پھر نہ جانے کیا ہوا؟ کہ ہر ایک نے اپنے اپنے دل ودماغ میں ایک برقی رو لہراتے ہوئے محسوس کی سب بیک زبان پکار اٹھے:

سردار آج تک رہزنی میں تو ہماری قیادت کرتا رہا ہے، بدی کی راہوں پر چلتے ہوئے تو ہماری کمان کرتا رہا ہے۔ آج جب کہ تو خدا اور رسول کی پسندیدہ راہ پر گامزن ہو چکا ہے اگر ہم اپنی اسی راہ پر چلتے

(۱) قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبدالقادر، ص ۲۱

Marfat.com

رہے تو اس سے بڑھ کر ہماری بدقسمتی نہیں ہو سکتی، تجھے مبارک ہو کہ اس خوش بختی اور طالع مندی میں بھی ہم تیرے ساتھی ہوں گے اور تو پہلے کی طرح آئندہ بھی ہمارا سردار ہوگا اور ہم تیرے وہی جاں نثار ساتھی ہوں گے، ہم سے یہ بے وفائی نہیں ہو سکتی کہ آج جب تم نیکی کے راستے پر چلنے لگے ہو تو ہم تمہارا ساتھ چھوڑ دیں۔ اسی وقت لوٹا ہوا سارے کا سارا مال قافلے والوں کو واپس کر دیا گیا۔ قافلے والوں کی مسرت وشادمانی کا کوئی اندازہ نہ تھا اور وہ اس نوجوان کو عقیدت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے جس کی برکت سے نہ صرف سب کی جان بچ گئی بلکہ وہ مال بھی واپس مل گیا جو لٹ چکا تھا، ان کی حیرت بھی بجا تھی کیوں کہ یہ تو ایسا ہی تھا جیسے کمان سے نکلا ہوا تیر واپس آجائے۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ مستقبل میں یہ نوجوان غوثیت کبریٰ کے مقام پر فائز ہوگا اور زمانہ بھر کے اولیاء اس کے سامنے ادب واحترام سے اپنی گردنیں خم کردیں گے اور اس کی ذات سے شریعت وطریقت کے کبھی نہ خشک ہونے والے سرچشمے جاری ہوں گے۔ اور یہ پہلی کھیپ تھی جو والدہ کی نصیحت اور تعلیم وتربیت کے نتیجے میں آپ کے دست اقدس پر تائب ہوئی تائب ہونے والے اس گروہ میں سے اکثر حضرات واصلین باللہ ہوئے۔ (۱)

آمد بغداد اور سلاطین وقت:

مورخین تحریر کرتے ہیں کہ جب آپ بغداد تشریف لائے تو اس وقت آپ کی عمر ۱۵ برس تھی اور ایک روایت کے مطابق ۱۸ برس تھی اور یہ دور خلیفہ عباسی ابوالعباس مستظہر باللہ ۵۱۲ھ کا تھا، اس کے بعد مرشد باللہ، راشد باللہ، المقتفی لامر اللہ اور المستنجد باللہ یکے بعد دیگرے تخت حکومت پر متمکن ہوئے۔ یہی وہ دور ہے جس میں سلجوقی سلاطین اور عباسی سلاطین کی کشمکش اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی۔ حضرت شیخ کا یہ عہد بہت ہی اہم تاریخی واقعات سے لبریز ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دورِ انحطاط کے بعض واقعات بیان کردیئے جائیں تاکہ سیدنا الشیخ کی تجدید احیاء دین کیلئے بے مثال خدمات کی صحیح خدوخال سامنے آسکے۔

---

(۱) قلائد الجواہر ص ۲۲

باب دوم

سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی کا عہد، ماحول اور بغداد کے گردوپیش کے حالات

Marfat.com

﴿بابِ دوم﴾

سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی کا عہد، ماحول اور بغداد کے گرد و پیش کے حالات

اہل علم نے کسی شخصیت کے حوالے سے جاننے کے لیے اس شخصیت کے گزشتہ ادوار، ماحول اور ارد گرد کے حالات کا مطالعہ کرنا اس لیے ضروری قرار دیا ہے کہ انسان کی ذہنی وفکری نشوونما میں گزشتہ ادوار، ماحول اور ارد گرد کے حالات کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے اور وہ اپنی ہمت اور توفیق کے مطابق کچھ ماحول سے لیتا اور بہت کچھ اس کو دیتا بھی ہے۔ اس طرح رد وقبول، جذب وانجذاب، تقلید واجتہاد کی خاموش لیکن طویل کشمکش کے بعد اس کی شخصیت کا مرکز متعین ہوتا ہے اس بناء پر کسی انسان کو اس کے ماحول سے ہٹا کر سمجھنے کی کوشش کبھی بار آور نہیں ہوسکتی اور نہ ہوئی ہے۔ حضرت شیخ کے افکار ور جحانات، جذبات واحساسات، تقلید واجتہاد بڑی حد تک حالات کے گرد و پیش سے بھی متاثر ہوئے تھے۔

مورخین قدامی بالخصوص تاریخ الخلفاء، تذکرہ الحفاظ، البدایہ والنھایہ، تاریخ طبقات الحنابلہ، تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں ہے کہ حضرت شیخ کے ابتدائی ایام (بغداد) سے پہلے ہی مسلمانوں کے خلاف مذہبی، سیاسی، اقتصادی، اعتقادی اور بے شمار سازشوں کا جال بچھا دیا گیا تھا اور اس وقت عالم اسلام (بشمول عراق) میں کئی جہات سے طوائف الملوکی کا دور دورہ اپنے شباب پر تھا۔ حصول اقتدار کے لئے بے دریغ مسلمانوں کا خون بہایا گیا تھا۔ گویا خوفِ خدا اور خوفِ آخرت کی جگہ اقتدار اور دنیا کی محبت نے لے لی تھی اور آپ ان تمام حالات اور واقعات سے الگ تھلگ ہو کر اپنے تعلیمی عمل کو جاری وساری رکھنے میں مصروف عمل رہے تھے۔ دوران تعلیم بغداد کی سرزمین پر آپ کو کئی مصائب اور مشکلات سے دوچار ہونا پڑا، اس کا ذکر بھی بعض مورخین نے کیا ہے اور اعتراف کیا ہے کہ آپ صرف چالیس دینار ہی اپنے گھر سے لے کر بغداد آئے تھے جو نہ جانے کب کے ختم ہو چکے تھے۔ پھر کافی عرصہ تک درخت کے پتوں پر گزارا کیا، فاقہ کشی کی نوبت بھی آئی تھی مگر اس کے باوجود آپ کا جذبۂ حصول علم سرد نہ پڑا۔ بڑی تندہی کے ساتھ اکتساب علم کرتے رہے اور اساتذہ فکر وفن کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے ذروۂ فضل وکمال پر پہنچے گئے اور آپ کی علمی عظمت کا شہرہ دور دور تک پہنچ گیا تو آپ کے استاد اور مرشد گرامی حضرت سیدنا الشیخ

ابوسعید مخرمی (۱) نے درس وتدریس کے واسطے ۵۲۴ھ میں اپنا مدرسہ جو ''باب الازج (۲) بغداد میں واقع تھا آپ کے سپرد کردیا جس کی ذمہ داری آپ نے خندہ پیشانی کے ساتھ نہ صرف قبول فرمائی بلکہ مسند درس وتدریس کو رونق بخشی اور تشنگان علوم وفنون کو روز وشب سیراب کرنے لگے، ہزارہا تشنگان علوم وفنون نے اس علمی سرچشمہ سے اپنی علمی تشنگی بجھائی۔ایک زمانہ وہ بھی آیا کہ طلباء کی کثرت کے باعث مدرسہ کی وہ عمارت بھی ناکافی ہوگئی جو آپ کے استاذ نے آپ کے سپرد کی تھی، روز افزوں طلبہ کے اژدھام کو دیکھ کر حضرت الشیخ کی اجازت سے مدرسہ سے متصل جتنی عمارتیں تھیں سب کو خرید کر مدرسہ میں شامل کرلیا گیا، تعمیرات میں اہل ثروت نے دل کھول کر حصہ لیا۔جس کے سبب ۵۲۸ھ میں مدرسہ بن کر تیار ہوگیا۔ طلبہ کے علاوہ بغداد کے علماء وفضلاء بھی اس خرمن علم وفن سے خوشہ چینی کرنے لگے۔(قلائدالجواہر ص ۲۴)

اس وقت اس مدرسہ میں تقریباً ۱۳ علوم میں درس دیا کرتے تھے، اُن میں تفسیر وحدیث، فقہ واصول فقہ، مع اختلاف مذاہب الفقہیۃ اور علم الادب کے علاوہ علم المنطق والفلسفہ، معانی وبیان، علم الفلک، علم الاخلاق والتصوف، علم الھیأۃ والتوقیت، علم المناظرہ، علم النحو، علم الصرف اور علم القرأت وغیرہ کا مکمل درس دیا جاتا تھا۔علاوہ ازیں دارالافتاء کا کام بھی آپ ہی کے ذمہ سپرد کیا گیا، جو اقطار اسلامی سے کثیر تعداد میں آپ کے پاس آتے تھے لیکن زیادہ تر فتاوے وہ ہوتے تھے جن کا تعلق فقہ حنبلیہ اور فقہ شافعیہ سے ہوتا تھا۔اس لیے کہ آپ ہی اس عہد میں دونوں فقہی مذاہب کے امام ومرجع تھے۔آپ سے پہلے بھی اس مدرسہ سے فقہ حنبلیہ ہی کے مطابق فتوے کا جواب دیا جاتا تھا۔

آپ کے فقہی کمال کا اندازہ ''غنیۃ الطالبین'' میں موجود فقہی مسائل کے جوابات اور آپ کے شاگرد رشید علامہ المقدسی الحنبلی کی کتاب ''المغنی'' (۱۲ مجلدات) سے لگایا جا سکتا ہے۔افسوس کہ آپ کے بہت سے فقہی مخطوطات دریائے دجلہ میں بہہ گئے۔علم الادب میں بھی آپ نے ایک دیوان تحریر فرمایا تھا آپ کے بعض اشعار جن میں ایک عربی قصیدہ جو مختلف ممالک میں مختلف ناموں یعنی دنیائے عرب

---

(۱) المتوفی ۵۱۱ھ ''مخرمی'' بغداد میں ایک محلّہ کے نام سے معروف ہے۔

(۲) جو بعد میں باب الشیخ کے نام سے مشہور ہوا اور آج بھی باب الشیخ کہا جاتا ہے۔سابق صدر صدام حسین کے دور میں تعمیراتی وسعت کے ساتھ ''مدرسۃ القادریہ'' کا نام بدل کر المعھد الاسلامی الگیلانی القادری رکھ دیا گیا۔اور تعلیمی وتدریسی نظام وزارت اوقاف عراق کے تحت دے دیا گیا اور استاذی العلامۃ الشیخ المفتی محمد عبدالکریم بیارہ المدرس ومفتی والخطیب جامع الگیلانی اور مفتی اعظم عراق ہر مسالک کے فتاویٰ کا جواب دیتے ہیں۔راقم الحروف آپ سے اصول فقہ پڑھ چکا ہے۔

Marfat.com

میں ''القصیدۃ القادریہ'' اور برصغیر میں ''قصیدہ غوثیہ'' اور خمریہ کے نام سے معروف اور مطبوعہ ہے۔

اس قصیدہ میں بعض اشعار تو ایسے ہیں کہ اہل عرب کے بڑے بڑے شعراء بھی ان اشعار کی بلندیٔ خیال ورفعت کمال تک نہ پہنچ سکے۔ اور بعض نے بعض اشعار پر اعتراضات کئے جن کے جوابات میں ملا جامی علیہ الرحمۃ کو بھی اپنی کتاب ''فیہ مافیہ'' میں یہ وضاحت کرنی پڑی کہ حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی درحقیقت اپنے کلام ''القصیدۃ القادریہ'' میں اپنے خاص مریدوں سے مخاطب ہیں اور انہیں اس منصب والا کی طرف اشارہ کررہے ہیں جو بارگاہِ نبوت سے آپ کو تفویض کیا گیا تھا۔ یہ بات ایک ظاہر بین اور دل ظاہر پرست بغیر قلبی بصیرت کے قطعی ادراک کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ آپ مرجع علماء عراق، محط طالبانِ حق از جمیع اقطار عالم تھے۔ آپ کا مسلک عقلی تاویلوں سے اجتناب کتاب اللہ اور احادیث نبوی ﷺ کے مطالب کو بے تاویل قبول کرنا اور نقل کو عقل پر مقدم رکھنا تھا۔ اکثر صوفیاء کرام اس قصیدہ کو بطور ورد پڑھتے اور اس کی برکتیں حاصل کرتے رہے ہیں۔ یہ قصیدہ بہجۃ الاسرار مطبوعہ ۱۳۳۰ھ، مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی مصر کے حاشیہ ۲۳۰ پر چھپا ہوا ہے، اسے برصغیر کے بعض لوگ سیدنا الشیخ کا نتیجہ فکر ماننے کیلئے تیار نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی اور حضرت فاضل بریلوی کے مدلل ومفصل جوابات کے بعد پاکستان کے ممتاز عالم دین مولانا محمد عبدالمالک کھوڑوی فرماتے ہیں کہ کسی امر کے ثابت کرنے کیلئے منجملہ دلائل کے ایک تواتر کی ہے۔ ''القصیدۃ القادریہ'' (غوثیہ) علی التواتر حضرت الشیخ سے منسوب ہے۔ تمام ممالک اسلامیہ کے مسلمان عقیدت منداس کا وظیفہ کرتے ہیں اور میں نے عربوں کو بھی دیکھا ہے کہ وہ حلقہ تلقین میں اس کے ورد سے محظوظ ہوتے ہیں اور ہر زمانے میں اس قصیدہ کے یُمن سے صلحا اور زہاد مستفید ہوتے رہے ہیں، پس اس تواتر کی موجودگی میں اس سے انکار درحقیقت ہدایت کا انکار ہے۔

لَیسَ یصح فی الاعیان شیئ

اذا احتاج النھار الی ذلیل

یعنی اگر دن کا اثبات بھی محتاج دلیل ہے تو پھر حقائق میں سے کوئی حقیقت بھی ثابت نہیں ہو سکتی۔ نیز جو تاثیرات اس کے وظیفہ سے عقیدت مندوں ومخلصان کے دل پر ظاہر ہوتی ہیں وہ یقینی شہادت اس امر کی ہیں کہ یہ قصیدہ بلاشک وشبہ حضرت الشیخ کے افادات سے ہے، شک کے رفع کرنے کے لیے اس کا ورد کرنا چاہئے۔ اس کی تاثیر سے یقین حاصل ہوگا کہ یہ لاریب حضرت الشیخ کا کلام ہے (۱)۔

(۱) الجواہر المضئیۃ ص ۱۳، مطبوعہ نوری بک ڈپو لاہور

Marfat.com

جب کہ منکرین بھی اس موقع پر چند شبہات پیش کرتے ہیں:

۱۔ اس قصیدہ میں اظہارِ فخر کیا گیا ہے؟

علامہ عبدالمالک کھوڑوی فرماتے ہیں: یہ اعتراض عدم تدبر کی وجہ سے ہے "الاعمال بالنیات" اگر اظہارِ واقعہ بارادۂ شکرِ نعمت ہے تو باتباع آیت کریمہ "لئن شکرتم لازیدنکم" اور نیز اولیاءاللہ بعض مطالب کا اس لیے اظہار کرتے ہیں کہ لوگ ایمان لائیں۔ اظہارِ معجزات و کرامات کی یہی غرض ہوتی ہے۔ حضرت کا اپنے مدارج کو ظاہر کرنا اس غرض سے ہے کہ لوگ مطلع ہوں اور ان کے علوم سے فائدہ اٹھائیں (۱)۔

۲۔ حضرت الشیخ نے بعض ایسے امور اپنی طرف منسوب کیے ہیں جو ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں؟

علامہ کھوڑوی اس کا جواب دیتے ہیں "یہ سوال کچھ حقیقت نہیں رکھتا ان تمام امور کے بعد حضرت الشیخ نے یہ قید لگائی ہے کہ بقدرۃ المولیٰ تعالیٰ یعنی جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے اذن سے ہوتا ہے۔ پس خوارق کی نسبت اللہ کی طرف ہے نہ کہ حضرت الشیخ کی طرف ہے۔

۳۔ صرفی ونحوی اعتبار سے بھی اس قصیدہ پر اعتراضات کیے گئے ہیں۔

علامہ عبدالمالک کھوڑوی فرماتے ہیں کہ اعتراضات صرف ونحو جس قدر ہمارے سامنے پیش کئے گئے ہیں، ہم نے ہر ایک کا جواب اپنے اپنے محل پر فصحائے عرب کے کلام سے دیا ہے۔ دراصل یہ اعتراض وہی لوگ کرتے ہیں جن کا دائرہ وسعت علم تنگ ہے اور کلام پر پورا پورا عبور نہیں رکھتے (۲)۔

۱۸۸۹ء میں مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری حیدرآبادی نے حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کو ایک عریضہ ارسال کیا تھا کہ مولانا وکیل احمد سکندر پوری قصیدہ کی شرح لکھ رہے ہیں اور جو لوگ اس کی عربیت پر معترض ہیں ان کا بھی رد کر رہے ہیں، اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت فاضل بریلوی نے اس کے جواب میں فوراً ایک رسالہ تحریر فرمایا "الزمزمۃ القمریۃ فی الذب عن الخمریۃ" یعنی اس رسالہ مبارکہ میں انہوں نے دس نکات تحریر فرمائے کہ جو جو اعتراضات کیے گئے ہیں مجھے تفصیلی اطلاع دیں اور آپ ہر ایک اعتراض کا تفصیلی جواب دیں۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قصیدہ حالت سکر میں کہا گیا ہے، اُن کا رد کرتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں:

"رب عزوجل نے حضرت الشیخ عبدالقادر الگیلانی کو شطحیات سکر سے محفوظ رکھا اور آپ کے اقوال وافعال واحوال سب کو احیاءِ ملت واقتضاءِ سنت کا مرتبہ بخشا۔ آپ نہیں کہتے جب تک کہلوائے نہ

---

(۱) ایضاً ص ۶۵ (۲) ایضاً ص ۶۵

Marfat.com

جائیں اور نہیں کرتے جب تک اذن نہ پائیں۔

سکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں؟
خضر کے ہوش سے پوچھے کوئی رتبہ تیرا (۱)

آپ نے حضرت امام ابوحنیفہ کا مشہور فقہی مسلک نہ قبول کر کے امام احمد بن حنبل کے مسلک کی اتباع اور تقلید کی، اس میں کیا حکمت ہے؟ اس سلسلے میں صاحب بہجۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالحسن علی بن الھیتی علیہ الرحمۃ سے سنا کہ وہ فرمار ہے تھے کہ ایک مرتبہ ہم اور شیخ بقا بن بطوعی اور حضرت الشیخ کے ہمراہ حضرت امام احمد بن حنبل کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کے لیے گئے تو میں نے بچشم خود مشاہدہ کیا کہ امام اپنی قبر سے باہر تشریف لائے اور شیخ عبدالقادر کو فرط محبت سے اپنے سینے سے چمٹا لیا اور ایک خلعت پہنا کر فرمانے لگے۔

یا شیخ عبدالقادر قدا فتقر الیک فی علم الشریعة و علم الحقیقه علم الحال و فعل الحال

یعنی 'اے شیخ عبدالقادر میں شریعت وطریقت، حقیقت اور علم وعمل میں آپ کا محتاج ہوں'۔ (۲)

مورخین لکھتے ہیں کہ اس وقت حضرت امام احمد بن حنبل کا فقہی مسلک عراق اور اردگرد کے ممالک میں زوال پذیر ہو چکا تھا اور اس مذہب کے مقلدین عالم اسلام میں بہت کم رہ گئے تھے، اگر آپ نے ان کے مسلک کی اتباع نہ کی ہوتی تو یہ مسلک دنیا سے ختم ہو گیا ہوتا۔ آپ نے امام ابوحنیفہ کا مسلک چھوڑ کر فقہ میں امام احمد بن حنبل کی تقلید کی اور دوسرے فقہی مذاہب ومسالک کی طرح اسے بھی زندہ جاوید بنا دیا۔

اس کی تائید حضرت ابوالعلاء شاہ محمد کبیر داناپوری کی اس بات سے ہوتی ہے کہ شیخ عبدالقادر الگیلانی اپنے وقت کے امام زمانہ اور مجتہد تھے، تاہم آپ نے شافعی مسائل کی اقتداء کی اور بعد اس کے حضرت امام احمد بن حنبل کو خواب میں دیکھا تو حنبلی مسلک اختیار کیا۔ جب لوگوں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مذہب غریب ہو گیا تھا، اگر میں یہ مذہب اختیار نہ کرتا تو چند برس میں یہ مذہب زائل ہو جاتا۔ (۳)

سچ تو یہ ہے کہ مسلک امام احمد بن حنبل کو جو عروج وارتقاء حاصل ہوا وہ آپ ہی کی ذات سے ہوا، چونکہ اس وقت آپ ہی کے مواعظ سامعین سننے کیلئے دور دور سے آتے تھے اور آپ کے الفاظ سامعین کے قلوب پر بے حد اثر انداز ہوتے تھے۔ اس لیے لوگ جوق در جوق آپ سے اور آپ کے مسلک سے

---

(۱) حدائق بخشش، ص ۳۳۹ امام ادبی جائزہ (۲) قلائد الجواہر، صفحہ ۲۷/ بہجۃ الاسرار، صفحہ ۳۳۷

(۳) تذکرۃ الکرام، صفحہ ۴۴۹

Marfat.com

وابستہ ہوگئے۔ آپ ہفتہ میں ۳ روز خطاب فرماتے تھے۔ جمعہ کی صبح، منگل کی شام اور اتوار کی صبح۔ طریقہ یہ تھا کہ پہلے قرآن کی تلاوت ہوتی اس کے بعد خطاب فرماتے۔ آپ کرسی پر تشریف فرما ہوتے تو مختلف علوم میں گفتگو فرماتے اور ہیبت اتنی ہوتی کہ مجمع پر سناٹا چھا جاتا۔ سامعین کی حالت میں عظیم انقلاب ہونے لگتا۔ کوئی آہ و بکا میں مصروف ہوتا۔ کوئی مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہوتا۔ کسی پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی اور کوئی کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لیتا اور کچھ ایسے بھی ہوتے کہ جن پر شوق اور ہیبت کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ روح قفس عنصری سے ہی پرواز کر جاتا۔ غرض یہ کہ حاضرین اور سامعین میں سے کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ اخبار الاخیار کے مطابق آپ عموماً عربی میں خطاب فرماتے لیکن بعض اوقات فارسی میں بھی خطاب فرماتے۔ اسی لیے آپ کو ذوالبیانین، ذواللسانین اور امام الفریقین بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کی کرامات میں سے ایک بڑی کرامت یہ بھی گئی ہے کہ آپ کی آواز دور و نزدیک کے لوگ یکساں طور پر سنتے تھے۔ فقہ حنبلی اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے کے تعلق سے ایک یہ توجیہہ بھی قابل توجہ ہے جس کی صراحت علامہ شمس الحسن شمس بریلوی مرحوم نے ترجمہ غنیۃ الطالبین کے مقدمہ میں درج کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں، چونکہ حضرت الشیخ کے اساتذہ کرام میں اکثریت ایسے علماء کی تھی جن کا فقہی مسلک حنبلی تھا، شاید یہی سبب ہے کہ آپ بھی اس مسلک سے متاثر ہوئے اور آپ نے اسے اختیار کیا۔ (۱)

کتب تاریخ میں اور کئی توجیہات ملتی ہیں جن کا ذکر کرنا یہاں بے مقصد ہے۔ اسی طرح سیدنا الشیخ کے عہد کے حالات میں اہل اسلام پر وہ سیاہ ترین دور بھی گزرا ہے جس کی تباہ کاریوں اور بربادیوں نے پورے عالم اسلام بالخصوص عرب، عراق، شام، مصر، سوڈان وغیرہ کے امن وامان کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا پورا عالم اسلام ایک سیاسی و مذہبی انتشار کی زد میں تھا۔ اچھے اچھوں کے پیر اکھڑ چکے تھے۔ وہ بغداد جس کو کبھی عالم اسلام کی مرکزیت کا شرف حاصل تھا اس کی مرکزیت رو بہ زوال ہو چکی تھی، جس کے باعث اسلام کی عظیم سلطنت کے کئی حصے بخرے ہوگئے۔ تاریخ الخلفاء کے مطابق آپ کی ولادت باسعادت ۴۷۰ھ سے اڑھائی سال قبل ہی عالم اسلام میں یمن جیسا چھوٹا سا ملک بھی کئی شہری ریاستوں میں منقسم ہو چکا تھا۔ بزرگ سلاجقہ کے جانشینوں نے اپنے بزرگوں کی وسیع و عریض سلطنت کے کھنڈرات پر کرمان، کردستان، شام، عراق، ایران اور اناطولیہ میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کر لی تھیں۔ یہاں تک کہ بحیرہ خزر کے مشرقی اور مغربی ساحل پر کئی شہری مملکتیں وجود میں آ چکی تھیں۔

مورخین کے مطابق اس سیاسی انتشار کا آغاز عباسی خلیفہ المامون (۸۱۳-۸۳۳ء)

---

(۱) مقدمہ غنیۃ الطالبین ص ۱۱

Marfat.com

کے زمانے میں مرکز گریز رجحانات کے عام ہونے کے سبب سے پیدا ہو چکا تھا۔ سب سے پہلے المامون کے سپہ سالار طاہر ذوالیمین (م ۸۲۲ء نے ۸۲۰ء میں مرکزی حکومت سے بغاوت کر کے خراسان میں ایک آزاد ریاست کی بنیاد رکھ دی تھی، اور اپنے جیسے طالع آزماؤں کو قسمت آزمانے کا موقع فراہم کر دیا۔ طاہر کے بعد چار حکمران یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ بالآخر ۸۷۲ء میں یعقوب بن لیث صفاری نے طاہر ذوالیمین کی قائم کردہ ریاست کو اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔

سلاطین غوری اور ان کے عقائد:

یہاں اس بات کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ آپ کے عہد میں غوری سلاطین، جو آل شنسب کے نام سے مشہور تھے اور کرامیہ فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ اور اس فرقے کا بانی محمد بن کرام (م ۸۶۹ء) تھا جس نے ''عذاب القبر'' کے عنوان سے اپنی ایک تصنیف علمی یادگار کے طور پر چھوڑی ہے۔ اس میں اس نے اپنے عقائد بیان کئے ہیں۔ ابن تیمیہ نے اپنی تصنیف ''کتاب الایمان'' میں کرامیہ کے بارے میں بڑی نادر معلومات فراہم کی ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ اس فرقے کے بانی کے نزدیک مصلحتاً جھوٹ بولنا جائز ہے۔ اس وقت شافعی المذہب فقہاء اُن کی گواہی قبول نہیں کرتے تھے۔ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ کرامیہ خدا کی تجسیم کے قائل تھے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے تخت پر آلتی پالتی مارے بیٹھا ہے۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی مولف ''تاریخ مشائخ چشت'' کا خیال ہے کہ جن علاقوں میں الکرامیہ کا مذہب پھیلا وہاں ''مہایانہ'' فرقے کے بدھوں کی بھی اکثریت تھی اور وہ مہاتما بدھ کی ایسی مورتیوں کی پوجا کیا کرتے تھے جن میں مہاتما بدھ آلتی پالتی مارے بیٹھا دکھایا گیا ہے۔ جب یہ لوگ الکرامیہ فرقہ کے مبلغین کی سعی سے مسلمان ہوئے تو ان کے ذہنوں میں معبود کا وہی تصور قائم رہا جو پہلے تھا۔ افغانستان اور وسط ایشیاء میں الکرامیہ کی موجودگی کا پتہ ''طبقاتِ ناصری'' سے بھی ملتا ہے۔ قاضی منہاج سراج رقمطراز ہیں کہ ''پہلے سلطان غیاث محمد غوری اور سلطان شہاب الدین محمد غوری کا بھی اسی فرقے سے تعلق تھا۔ جب اول الذکر ہرات کا حکمران بنا تو اس نے دیکھا کہ وہاں کے اکثر باشندے شافعی المذہب ہیں تو اس نے بھی یہی مسلک اختیار کر لیا۔ شہاب الدین محمد غوری غزنی کا حکمران بنا تو اس کے زمانے میں وہاں کے باشندے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہو چکے تھے تو اس نے بھی یہی حنفی مسلک اپنا لیا اور تاحیات اس پر عامل رہا۔

مولف ''تاریخ مشائخ چشت'' مزید فرماتے ہیں کہ افغانستان اور ملحقہ علاقوں میں الکرامیہ کی

Marfat.com

بیخ کنی کر کے وہاں اہل سنت کے عقائد کی نشرواشاعت کا کریڈٹ بالآخر حضرت الشیخ ہی کو جاتا ہے، ان کے مریدین نے اس علاقہ میں بہت کام کیا تھا (۱)۔

مصر:

شمالی افریقہ کے بربر قبائل میں ادریسیوں کے زمانے میں ایسے مبلغین موجود تھے جو مسلسل شیعی عقائد کے پرچار میں لگے ہوئے تھے۔ اس لئے جب فاطمی خلافت کے بانی ابومحمد عبیداللہ نے مہدی ہونے کا دعویٰ کرنے کے بعد امیرالمومنین اور خلیفہ کے القاب اپنائے تو اسے کوئی خاص دشواری پیش نہ آئی۔ اس نے ۹۰۹ء میں بنواغلب کے آخری آثار مٹا کر مراکش پر قبضہ کر کے عباسی خلافت کے متوازی فاطمی خلافت کی بنیاد رکھ دی۔ اور وہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ساتھ اپنا نسبی تعلق جوڑتے تھے لیکن عربوں کے ماہر انساب علامہ ابن خلدون نے اسے مراکش کے ایک بڑھئی کا بیٹا بتایا ہے جو مردوں کے لئے تابوت تیار کیا کرتا تھا۔ عبیداللہ مہدی کے جانشینوں نے مصر پر قبضہ کر کے قاہرہ کی بنیاد رکھی اور اپنے مذہبی عقائد کی نشرواشاعت کی غرض سے جامعہ ازہر قائم کی۔ فاطمی خلافت کے قیام سے شمالی افریقہ میں اہل سنت و جماعت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ فاطمیوں کا شام اور بغداد پر تسلط قائم ہو گیا۔ اسے بغداد سے نکالنے اور عباسی خلافت کو بچانے کیلئے سلاجقہ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

حضرت والا قدر سیدنا الشیخ کے انتقال کے ایک سال بعد مجاہد کبیر شیرکوہ مصر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ فاطمی خلیفہ ابومحمد عبداللہ عاضد نے مجبوراً اس کا خیر مقدم کیا اور اسے قلمدان وزارت دے کر مسلح افواج کا کمانڈر انچیف بنایا۔ بدقسمتی سے دو ماہ بعد شیرکوہ کا وصال ہو گیا۔ شیرکوہ کے عہدوں پر اس کے بھتیجے صلاح الدین ایوبی کا تقرر ہوا۔ فاطمی خلیفہ عاضد نے اسے ''الملک الناصر'' کا خطاب عطا کیا۔ عاضد کے آخری ایام حیات میں صلاح الدین ایوبی نے مصر میں عباسی خلیفہ کے نام کا خطبہ اور سکہ رائج کر دیا تھا۔ عاضد کے ساتھ ہی فاطمی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ عوام سلطان صلاح الدین ایوبی کو صرف بیت المقدس کے فاتح کی حیثیت سے جانتے ہیں جس نے فلسطین کی مقدس سرزمین کو صلیبیوں کے وجود نامسعود سے پاک کر کے قبلہ اول کو آزاد کرایا تھا۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ فاطمی خلافت کا خاتمہ اور اس کی جگہ سنی المذہب کا قیام بھی سلطان صلاح الدین ایوبی کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس نے مصر اور ملحقہ ممالک سے فاطمیوں کو ختم کر کے سنی مذہب کو ازسرنو فروغ دیا۔

(۱) ''تاریخ مشائخ چشت'' میں چشتی بزرگوں کے حالات و واقعات کے ضمن میں دوسرے سلاسل بالخصوص سلسلہ قادریہ کے بزرگوں کے حالات بھی ملتے ہیں۔ (نوری)

Marfat.com

حضرت شیخ کے زمانے میں الجزائر میں بنوحماد اور تونس میں ''بنوزیری'' دادِ حکمرانی دے رہے تھے جب کہ اقصائے مغرب میں شیخ کے زمانے میں مرابطین کی حکومت قائم تھی۔ ایک روایت کے مطابق بربری قبائل ایک طویل مدت سے کسی مذہبی رہنما کی راہ دیکھ رہے تھے، اسی زمانے میں قبیلہ لمتونہ میں عبداللہ بن تاشفین پیدا ہوا۔ اس نے تجدید دین اور جہاد پر لوگوں سے بیعت لی۔ اس کے پیرو ''مرابطین'' کہلانے لگے جس کے لغوی معنی ''دشمن کی سرحدوں پر گھوڑے تیار رکھنے والے'' ہیں۔ عبداللہ نے عباسی خلیفہ کی اطاعت کا اعلان کیا۔ یہ ایک طرح سے اقصائے مغرب میں فاطمی اقتدار کے خاتمے کا اعلان تھا۔ عبداللہ نے شمالی افریقہ کے بہت بڑے قبیلے مسمودہ کے ساتھ سیاسی اتحاد کرلیا۔ اس نے مراکش شہر کی بنیاد رکھی اور رفتہ رفتہ پورے مراکو پر قبضہ کرلیا۔ ۱۰۸۶ء میں بنوعباد کی دعوت پر یوسف بن تاشفین نے ہسپانیہ جا کر وہاں کے کمزور مسلم حکمرانوں کی عیسائیوں کے خلاف مدد کی اور یہ مہم انجام دے کر واپس چلا آیا۔ چار سال بعد ۱۰۹۰ء میں شاہ اشبیلیہ نے یوسف کو ہسپانیہ آنے کی دعوت دی۔ اس نے ہسپانیہ پہنچ کر طلیطلہ کے علاوہ پورا ہسپانیہ عیسائیوں کے قبضے سے آزاد کروالیا۔

الموحدین:

مرابطین کے دورِ زوال میں افریقہ سے ایک اور طاقتور گروہ اٹھا جو خالص توحید کی دعوت دینے کی وجہ سے الموحدین کے نام سے مشہور ہوا۔ اس گروہ کا سربراہ ابوعبداللہ بن تومرت تھا جو بنومسمودہ کا فرد تھا۔ اس نے خالص توحید کی دعوت دی۔ وہ حضرت سیدنا الشیخ کا ہم عصر تھا۔ اس نے ۱۱۲۸ء میں وفات پائی تو اس کا بھائی عبدالمومن اس کا جانشین ہوا۔ اس نے الموحدین کی قیادت سنبھالنے کے دو سال بعد فتوحات کی جانب توجہ دی۔ ۱۱۴۴ء میں اس مرابطین کو شکست دے کر فاس، بستہ اور تلمسان فتح کر لئے۔ ۱۱۴۶ء میں عبدالمومن نے مراکش شہر پر قبضہ کر کے مرابطین کا مکمل خاتمہ کردیا۔ اس کے بعد اس نے ہسپانیہ کی جانب پیش قدمی کی اور پانچ سال میں پورے ملک کو زیرِ نگین کرلیا۔ اندلس میں اس کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری ہوا۔

ہسپانیہ:

۱۰۳۱ء میں ہسپانیہ میں اموی خلافت کا شاندار دور ختم ہوا۔ اس خانوادے کے بیس حکمرانوں نے ہسپانیہ میں دادِ حکمرانی دی تھی۔ ان اموی فرمانرواؤں میں سے عبدالرحمٰن اول، ہشام اول، عبدالرحمٰن ثانی، عبدالرحمٰن ثالث اور حکم ثانی دنیا کے عظیم حکمرانوں کی صفِ اول میں جگہ پانے کے لائق ہیں۔ اسی زمانے میں ابوالقاسم الزہراوی جیسا عظیم سرجن پیدا ہوا جس نے ''التصریف لمن عجز عن التالیف'' اور علم

القابلہ جیسی بلند پایا کتابیں لکھ کر یورپ کو سرجری اور گائنا کالوجی کے فن سکھائے۔ حکم ثانی کے ذاتی کتب خانے کی کتابیں اب بھی ''اسکوریل لائبریری'' کا بیش بہا سرمایہ سمجھی جاتی ہیں۔

صلیبی جنگیں:

حضرت شیخ کے عہد کے سب سے اہم تاریخی واقعات میں صلیبی جنگیں ہیں جن کا آغاز عباسی خلیفہ مستظہر باللہ کے عہد خلافت ۱۰۹۵ء میں رونما ہوا۔ یورپ والوں نے۔ یروشلم کو چھین لینے کے لئے صلیبی جنگیں چھیڑ رکھی تھیں۔ حضرت رسولِ خدا کے جسد اطہر کو مدینہ منورہ سے چرا کر لے جانے کی تقریباً تمام کامیاب کاروائی کی جا چکی تھی۔ مارچ ۱۰۹۵ء میں پوپ اربن ثانی نے روم میں عیسائیوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس طلب کی جس میں ارض مقدس (فلسطین) سے مسلمانوں کو فوری طور پر بے دخل کرنے کے امکانات پر غور کیا گیا۔ پوپ نے دوسری کانفرنس اسی سال نومبر میں منعقد کی اور اس موقع پر اس نے یہ فتویٰ دیا کہ جو عیسائی ارض مقدس کو آزاد کرانے والے لشکر میں شامل ہوگا وہ اس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دے گا اور جو اپنی جان کا نذرانہ پیش کرے گا اسے بہشت میں جگہ دے گا۔

بد قسمتی سے انہی ایام میں سلجوقیوں میں خانہ جنگی ہو رہی تھی، جس سے صلیبیوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ ادھر پوپ کے فتوے کے بعد پورا یورپ ارض مقدس کو مسلمانوں کے قبضے سے آزاد کرانے کے لئے تیار ہو گیا۔ صلیبیوں نے بیت المقدس میں خون کی ہولی کھیلی اور مسلمان شہداء کا مُثلہ کیا۔ بیت المقدس کی فتح کے دن مسلمانوں کے لئے اس مقدس شہر میں کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ ایک روایت کے مطابق صلیبیوں کے گھوڑوں کے سُم مسلمان عربوں کے خون میں ڈوب گئے تھے۔ (۱)

بیت المقدس پر قبضے کے بعد ''گاڈ فری بوئی لونی'' کو فلسطین کا فرمانروا بنا دیا گیا۔ اس کے بعد بالڈون تخت نشین ہوا۔ اس نے قیصریہ کا محاصرہ کر لیا اور جب محصورین نے اس کے امان دینے کے وعدے پر شہر کے دروازے کھول دیئے تو بالڈون نے اپنا وعدہ پس پشت ڈال کر قیصریہ کے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس نے ۱۱۰۹ء میں شام کے ساحلی شہر طرابلس کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اپنی قدیم روایت کے مطابق وہاں کے بڑے بڑے کتب خانے بھی نذر آتش کر دیئے گئے۔ مال و دولت و کتب چرا کر لے گئے۔ ایسی صورت حال میں اللہ تعالیٰ نے صلیبیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے عمادالدین زنگی کا انتخاب کیا۔ وہ ملک شاہ سلجوقی کے ایک امیر فرزندار جمند تھا۔ سلجوقی حکومت تیزی کے ساتھ زوال پذیر ہو رہی تھی۔ اس وقت عمادالدین زنگی ۱۴ برس کا تھا۔ اس کی قابلیت اور حسن انتظام سے خوش ہو کر عراق

(۱) ماخوذ قومی ڈائجسٹ لاہور، پیران پیر نمبر، دسمبر ۱۹۹۴ء

وکردستان کے سلجوقی حکمران مغیث الدین محمود (۱۱۳۱ء۔۱۱۱۷ء) نے واسط، موصل اور بالائی عراق کا ناظم مقرر کیا تھا۔ عباسی خلیفہ نے اسے ''اتابک'' کا خطاب دیا۔ عماد الدین زنگی نے موصل کے حکمران خانوادے اتابک کی بنیاد رکھی۔

عماد الدین زنگی نے صلیبیوں کے ساتھ کئی جنگیں لڑیں اور ان سے اپنی تلوار کا لوہا منوایا۔ ۱۱۶۸ء میں اس نے حلب کو صلیبیوں کے قبضے سے آزاد کرالیا۔ اور دو اور شہروں سے انہیں بھگایا۔ بدقسمتی سے اس مرد مجاہد کو جس کے ساتھ مسلمانوں کی بہت سی امیدیں وابستہ تھیں، ایک مسلمان غلام نے ۱۱۴۶ء میں سوتے میں قتل کردیا۔ عین ممکن ہے کہ اس نے یہ فعل صلیبیوں سے بھاری انعام کے لالچ میں کیا ہوگا۔ یہ عظیم سانحہ بھی حضرت شیخ کی حین حیات میں ہی پیش آیا۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ حضرت شیخ گیلانی کو اس مرد مجاہد کی وفات پر کتنا رنج ہوا ہوگا؟

دوسری صلیبی جنگ:

عماد الدین زنگی کی شہادت کے بعد صلیبیوں کے عزم اور حوصلے اور بڑھ گئے اور ۱۱۴۷ء میں یورپ سے نولاکھ صلیبی، شہنشاہ جرمنی اور فرانس کے حکمران ''لوئی ہفتم'' کی قیادت میں ارض مقدس کی طرف چل پڑے۔ صلیبیوں نے دمشق کا محاصرہ کرلیا۔ دوسری جانب سے عماد الدین زنگی مرحوم کا فرزند سیف الدین غازی اور نور الدین محمود، محصورین کی مدد کو دمشق پہنچے۔ ان کے وہاں پہنچتے ہی صلیبی شہر کا محاصرہ اٹھا کر چل دیئے۔ نور الدین محمود نے صلیبیوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا اور انہیں کئی مقامات پر شکست دی۔ ایک معرکے میں صلیبیوں کا شیطان صفت کمانڈر جوسکلین گرفتار ہوگیا۔ نور الدین محمود'' انطاکیہ'' اور ''عسقلان'' کو صلیبیوں کے قبضے سے آزاد کرانے کے بعد دمشق پہنچا تو اہل دمشق نے اسے اپنا حکمران تسلیم کرلیا۔ نور الدین محمود کے زمانے میں ایک کرد مجاہد شیر کوہ نے صلیبیوں کے مقابلے میں بڑا نام پیدا کیا۔ وہ حضرت شیخ کے وصال کے تین سال بعد ۱۱۶۹ء میں فاتحانہ انداز سے فاطمیوں کے دارالخلافہ قاہرہ میں داخل ہوا۔ فاطمی خلیفہ عاضد نے اسے منصب وزارت سونپا اور اپنی افواج کا کمانڈر مقرر کیا۔ بدقسمتی سے دو ماہ بعد شیر کوہ کا انتقال ہوگیا۔ اور اس کی جگہ اس کے بھتیجے صلاح الدین ایوبی نے سنبھال لی۔ اس بطل جلیل نے فاطمی خلافت کا ہمیشہ کے لئے صفایا کردیا اور صلیبیوں کو ارضِ مقدس سے مار بھگایا۔

حسن بن صباح:

حضرت سیدنا الشیخ کے ہم عصروں میں حسن بن صباح جو ایک یہودی النسل اور شیطان صفت انسان تھا اور اس نے فدائیوں کی ایک جماعت تیار کی تھی جو اس کے عزائم کی تکمیل کے لئے ہر وقت تیار

Marfat.com

رہتی تھی۔ وہ اپنے فدائیوں کو حشیش پلاتا اور نشے کے عالم میں اسے اپنی ساختہ ''جنت'' میں پہنچا دیتا تھا۔ وہاں ''حوریں'' اس کی خاطر تواضع کرتیں تھیں۔ فدائی کو چند روز اس جنت میں رکھنے کے بعد دوبارہ ''دنیا'' میں لے آتے۔ وہ دوبارہ اس جنت میں جانے کی خواہش کرتا تو اسے کہا جاتا کہ اگر وہ فلاں کارنامہ انجام دے یا فلاں شخص کو ٹھکانے لگادے، تو اسے ہمیشہ کے لئے اس ''جنت'' میں بھیج دیا جائے گا۔ اس طرح حسن بن صباح نے بہت سے افراد قتل کروادیئے۔ ان میں نظام الملک طوسی بھی تھا جو تیس برس تک سلجوقیوں کا وزیر رہا تھا۔ یہ وہی نظام الملک ہے جس نے بغداد، نیشاپور اور طوس میں ''مدارس نظامیہ'' قائم کر کے سنی المذہب علماء کی کھیپ تیار کی تھی جس نے دینی حلقوں میں معتزلہ کا مقابلہ کیا اور انہیں شکست دی۔ نظام الملک اہل سنت کا محسن تھا اور یہی بات حسن بن صباح کے دل میں کھٹکتی تھی۔ حسن بن صباح باطنی فرقے کا سربراہ تھا، یہی باطنی فرقہ آج بھی مختلف ناموں سے مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروفِ عمل نظر آتا ہے۔ حضرت سیدنا الشیخ نے یہ فتنہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا اور انہوں نے اس فرقہ کا قلع قمع کرنے کے لئے بہت شاندار کام کیا۔

عباسی خلفاء:

عباسی خلفاء میں المتوکل آخری خلیفہ تھا۔ اس کے بعد عباسی خاندان میں ۲۷ مزید خلیفہ ہوئے۔ حضرت سیدنا الشیخ نے سات نکمے اور نااہل خلفاء کا زمانہ دیکھا۔ ان میں سے آخری چھ خلفاء مستظہر، مسترشد، راشد، مقتفی، مستنجد اور مستضئی کے زمانے میں صلیبی جنگیں ہوتی رہیں اور مسلمانوں کا قتل عام ہوتا رہا، لیکن وہ دنیا و مافیہا سے آزاد ہو کر اپنے محلوں میں داد عیش دیتے رہے تھے۔ یہ تمام الم انگیز واقعات حضرت الشیخ کی نگاہوں کے سامنے گزرے، انھوں نے مسلمانوں کے باہمی افتراق و خانہ جنگی اور دشمنی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ دنیا کی محبت کی خاطر اور ملک و سلطنت اور جاہ و مرتب کے حصول کے لیے لوگ سب کچھ کر گزرنے پر آمادہ ہیں اور ان کو صرف دربار کی شان و شوکت سے دلچسپی باقی رہ گئی ہے، وہ اہل سلطنت کو تقدس کی نگاہ سے دیکھنے لگے ہیں، صوبوں اور شہروں کی حکومت حاصل کرنے کے لیے سردھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔

اہم واقعات:

آپ کے عہد کے دیگر اہم واقعات (۵۱۴ھ) میں حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی قبریں کھل گئی تھیں۔ ہزاروں آدمیوں نے ان کے جسدوں کی زیارت کی، کوئی تغیر نہیں پایا گیا۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی یہ خبر درست اور صحیح ثابت ہوئی کہ''

اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے اجسام کو کھائے''۔

اور امام بیہقی ''حیات الانبیاء'' میں روایت کرتے ہیں کہ ''الانبیاء احیاء فی قبور هم ویصلون''، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں''۔ اس واقعہ سے حدیث مذکور کی واضح صداقت اور توثیق ہو رہی ہے۔ ان قبروں کے کھل جانے کا حضرت شیخ کے کارناموں سے کوئی واسطہ تو نہیں ہے لیکن پھر بھی اس کا تذکرہ کرنا اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ یہ تاریخی واقعہ حضرت شیخ کے عہد میں واقع ہوا۔ ۵۲۹ھ۔ ۱۱۳۵ء میں زنگی خاندان شام و فلسطین میں شاہان فرنگ کی فوجوں سے برسر پیکار تھا اس وقت حسن بن صباح کے ایک فدائی نے خلیفہ مسترشد کو قتل کردیا اور اس کی جگہ ۵۲۹ھ میں راشد باللہ خلیفہ ہوا۔ پھر ۵۵۵ھ۔ ۱۱۶۰ء سے ۵۶۶ھ۔ ۱۱۷۰ء تک مستنجد باللہ نے خلافت کی۔ یہ آخر الذکر خلیفہ حضرت شیخ کے معتقدین میں سے تھا۔ حضرت شیخ کی زندگی کا آخری زمانہ اور اس کی زندگی کا آخری زمانہ تقریباً ایک ہی تھا۔

ایک اہم واقعہ:

۵۵۷ھ کے واقعات میں سے ایک اہم واقعہ یہ بھی ہے کہ نصرانیوں نے مغرب کے حاجیوں کے روپ میں دو نقب زن مدینہ منورہ بھیجے۔ وہ دونوں حجرہ مبارک کے پاس ہی رباط مراغہ نامی ایک عمارت میں مقیم ہوئے۔ بظاہری بڑی مقدس زندگی تھی، بڑے فیاض تھے۔ پورے مدینہ والوں کو اپنا معتقد بنالیا تھا مگر چپکے چپکے رباط سے روضہ اقدس تک سرنگ کھود رہے تھے تاکہ جسد اطہر کو چرالے جائیں غالباً مقصد یہ ہوگا کہ پھر اس جسد اطہر کو مسلمانوں سے غلامی لکھوانے کیلئے بطور رشوت استعمال کریں۔ ایک شب نورالدین زنگی نے خواب دیکھا کہ حضور سید عالم ﷺ دو شخصوں کی طرف اشارہ فرما کر کہہ رہے ہیں۔

''مجھے ان دونوں سے بچاؤ میری کمک کرو''

یہ خواب ایک ہی رات میں نورالدین نے تین بار دیکھا رات ہی کو اپنے ایک معتمد وزیر جمال الدین موصلی کو بلا کر خواب کا ذکر کیا۔ جمال الدین نے رائے دی کہ فوراً مدینہ پہنچنا چاہئے، لیکن اس سفر کو شہرت نہ دینی چاہئے۔ فوج کو چند معتمد سرداروں کے سپرد کیا اور نورالدین زنگی اور جمال الدین موصلی اور ۲۰ ساتھیوں کا قافلہ مدینہ کو روانہ ہوا۔ ۱۶ دن سفر میں لگے۔ مدینہ پہنچ کر نورالدین نے حکم دیا کہ مدینہ کا ہر شخص فرداً فرداً حاضر ہو کر نذریں قبول کرے۔ سب آئے مگر یہ دونوں نہیں آئے۔ لوگوں سے پوچھا کہ کوئی باقی تو نہیں رہ گیا؟ جواب ملا کہ صرف دو مقدس درویش جو رباط مراغہ میں مقیم ہیں نہیں آئے۔ جمال الدین اور نورالدین دونوں رباط میں پہنچے تو دو شخص ملے جو ہو بہو وہی تھے جن کو عالم رویا میں دکھا کر حضور

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا کہ مجھے ان سے بچاؤ۔ نورالدین نے دونوں کو گرفتار کرلیا اور خود رباط کے ایک ایک گوشہ کا جائزہ لیا اور خفیہ سرنگ کا سراغ لگا لیا۔ آخر دونوں نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا۔ نورالدین نے ان دونوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ پھر روضہ اقدس کے گرد خندقیں کھود کر ان کو سیسہ سے بھر دیا گیا تا کہ پھر کوئی دشمن رسول ایسا نہ کر سکے۔

حضرت شیخ کا عظیم تجدیدی کارنامہ:

عراق اور عرب دنیا میں یونانی فلسفے کے اثرات سے مسلمان بڑے متاثر ہوئے تھے۔ عقائد کی عمارت میں شگاف پڑنے لگے تھے۔ ذہنوں میں تشکیک پیدا ہو چکی تھی، عام مجلسوں میں بھی معتزلہ اور باطنیہ جیسے فرقے، خلق قرآن، رویت باری تعالیٰ اور امتناع نظیر جیسے موضوع پر بحث کرتے رہے تھے۔ حال وقال کی جگہ قیل وقال اور وجدان وعرفان کی جگہ عقل اور سمجھ نے لے لی تھی۔ اگرچہ آپ کے ورود بغداد سے قبل امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المنقذ من الضلال'' اور احیاء العلوم لکھ کر اس قسم کے فلسفیانہ افکار کی دھجیاں فضاء میں اڑا چکے تھے۔

دوسری جانب بغداد کے مدرسۂ نظامیہ سے امام غزالی کے تلامذہ چند ہی سالوں میں ہزاروں کی تعداد میں سنی عقیدے کے حامل علماء تیار ہو کر نکلے تھے، جنھوں نے اس وقت کے دینی حلقوں میں معتزلہ، باطنیہ، جبریہ، قدریہ اور جہمیہ جیسے گمراہ فرقوں نے جو عقائد فاسدہ پھیلا رکھا تھا اس کا قلع قمع کرنے میں مصروفِ عمل رہے تھے، لیکن اس کے باوجود ایسی سیاسی اور پرفتن زمانے میں ایک ایسی عظیم ہستی کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس کی جا رہی تھی جو اپنے نور باطن سے باطنی فتنے کو ختم کرتی اور کشف و کرامت کا مظاہرہ کر کے عقلیات فرسودہ پر ضرب کلیمی لگاتی۔ اور مروجہ تصوف کو عجمی عناصر سے پاک کر کے قرن اول کا اساس بنا دیتی اور دوسری جانب دین کی نبض شناس بن کر عوام کو قرآن وسنت کا متبع بنا دیتی۔ اس وقت جس شدت کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں پر چاروں جانب سے متعدد فتنوں کی یلغار ہو رہی تھی، اس وقت حضرت سیدنا الشیخ ہی کی ذات تھی جس نے مسلمانوں کو اپنے عقیدے پر ثابت قدم رکھا تھا۔ نورالدین زنگی اور شیر کوہ جیسے مجاہدین کی فتح ونصرت کیلئے آپ ہی نے دعا کی تھی۔

اس وقت آپ ہی کی ذات تھی جس نے تریاق کا کام کیا تھا۔ آپ نے اپنی ساری توجہات عوام و حکمران افراد کے جذبہ ایمانی کو ابھارنے اور ان کے اندر نیکیوں اور بھلائیوں کی لگن پیدا کرنے پر لگا دی

(۱) دونوں یہودیوں کے بارے میں آپ ﷺ نے جو خبر دی تھی وہ بالکل درست ثابت ہوئی۔ اور یہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر نہیں تو پھر کیا ہے؟۔ (نوری)

Marfat.com

تھیں۔ آپ کا موضوع ہمہ وقت ''تعلق باللہ'' ہوتا تھا اور آپ بندوں کو اپنے رب سے جوڑنے کے لیے تعلیم وتربیت کے نفسیاتی طریقوں سے کام لیتے تھے۔ آپ کا سب سے بڑا ایثار یہی تھا کہ دنیا کی ساری لذتوں کو چھوڑ کر اپنے آپ کو ایک بے لوث خدمت کے لیے وقف کر دیا جائے۔ آپ اس بات کو بخوبی سمجھ گئے تھے کہ انسانی قلب اگر صحت مند ہو جائے تو ہزار در ہزار معاشرتی خرابیوں، سیاسی الجھنوں اور انفرادی و اجتماعی برائیوں کے باوجود اسلام کی روح گمراہی وضلالت، فسق وفجور اور کفر وشرک کی دستبرد سے محفوظ رہ جاتی ہے اور پھر بتدریج خیر واصلاح کی راہیں از خود نکلتی چلی جاتی ہیں۔ آپ کی تعلیمات اور جدوجہد کا ماحصل یہی تھا کہ جو کچھ رہ گیا ہے اسے محفوظ کر لیا جائے۔ ان کی تمثیل ایک ایسے کردار کی ہے جو طوفانی سمندر میں ایک جزیرہ پر قدم جمائے کھڑا ہے اور ڈوبنے والوں کو ان کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر کھینچ رہا ہے۔

یہی وہ اصل غرض وغایت تھی جس کے لیے آپ نے ایک مضبوط ومستحکم دینی جماعت کی بنیاد رکھی تھی، جو بعد میں ''سلسلہ قادریہ'' کے نام سے موسوم ہوئی۔ حضرت شیخ نے اس تنظیم کے ذریعے اسلامی ملکوں میں تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کی ایک زبردست تحریک پیدا کر دی اور اپنے متبعین کے ذریعے اس کے سلسلے دور دراز تک قائم کر دیئے اور یہی متبعین بعد میں قادری کہلائے۔ اس تحریک کے بنیادی طریقہ کار اور اصول میں سے ایک یہ تھا کہ خواص سے پہلو تہی اور عوام سے ربط وضبط قائم کیا جائے۔ عوام کے طبقوں میں کام کر کے دین وایمان سے ان کی وابستگی کو کمزور ہونے نہ دیا جائے اور اسلام سے ان کے جذباتی تعلق کو مستحکم وپائیدار کر دیا جائے، یہ وہ اہم ترین خدمت تھی جو اس عالم آشوب میں آپ نے انجام دی اور آپ ہی کی ان کاوشوں کے نتیجہ میں چراغ مصطفوی ﷺ صدیوں تک اٹھنے والے سیاسی طوفانوں اور جھکڑوں میں بھی برابر جلتا رہا تھا اور جہاں جہاں آپ کے دعوتی اثرات باقی رہے تھے وہاں وہاں اسلام بھی باقی رہا تھا اور جن جن ممالک میں سلاسل کے بزرگ پہنچے وہاں وہاں اسلام بھی محفوظ رہا جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ذکر کیا گیا ہے۔

آپ کا اصلاحی دور پانچویں صدی کے نصف آخر سے ساتویں صدی تک پھیلا ہوا ہے، آپ اس پر آشوب دور فتن کے آغاز پر بغداد میں صدائے حق بلند کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ بغداد کے مدرسہ سعیدیہ مخرمیہ سے حصول علم کے بعد آپ کسی خلیفہ کے دربار سے وابستہ نہیں ہوئے جیسا کہ اس وقت کے اہل علم کا وطیرہ تھا، بلکہ آپ رشد وہدایت کا بوریا بچھا کر بیٹھ گئے۔ آپ کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے پر یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ آپ نے اپنے استدلالی موقف کی بنیاد مروجہ فلسفیانہ اور فقیہانہ طرز سے ہٹ کر حدیث اور قرآن پر رکھی تھی اور اپنا پورا زور اس پر صرف کر دیا تھا کہ لوگوں میں اسلام کے لیے عمل کرنے اور

Marfat.com

قربانی دینے کا جذبہ بیدار ہو جائے۔ آپ نے امراء وسلاطین کو ملک گیری کی ہوس سے بچنے کی تلقین کی۔ عوام کو دنیاداری اور حرص وطمع سے دامن بچانے کی ہدایت کی۔ علماء وزہاد کو کبر وریاء سے دور رہنے کی نصیحت فرمائی۔ آپ کے مواعظ اور افادات میں ترکِ دنیا نہیں بلکہ اصلاحِ دنیا کا تقاضا صاف صاف نظر آتا ہے، اگرچہ یہ اصلاح دنیا کے لیے نہیں بلکہ آخرت کے لیے مطلوب ہے۔ آپ کی تعلیمی واصلاحی تحریک کے حوالے سے مختصراً ایک فقرہ میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے۔

''ایک اچھی دنیا، ایک اچھی آخرت کے لیے''۔

آپ کی تعلیمی تحریک نے از سر نو لوگوں کو قرآن اور حدیث کی طرف مائل کر دیا اور ساتھ ہی ساتھ آپس میں جدوجہد وعمل کا جذبہ بیدار ہوتا چلا گیا اور جہاد کی اسپرٹ پیدا ہوتی گئی۔ یہ محض ایک اتفاق نہیں ہے کہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی کے انتقال کے چند ہی سال بعد پورا عالم اسلام صلیبی یلغار کے مقابلے میں سینہ سپر ہو کر کھڑا ہو گیا بلکہ اس میں بھی حضرت شیخ کی ایک عظیم اور طویل جنگی منصوبہ بندی مضمر نظر آتی ہے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ:

سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی کی وفات ۵۶۱ھ میں ہوتی ہے اور عالم اسلام پر عیسائی بادشاہوں کی یلغار کا آغاز ۵۷۷ھ میں ہو چکا تھا اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے تین چار سال بعد ہی سلطان الدین ایوبی نے ۵۶۴ھ میں صلیبی محاذ کو شکست دے دی تھی۔ اس کے ۲۵، ۳۰ سال بعد شہاب الدین غوری بت کدہ ہند میں فاتحانہ پیش قدمی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ مورخین لکھتے ہیں کہ شہاب الدین کا یہ جہاد حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر ہوا تھا اور خواجہ اجمیری، سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی کے آخری عہد (یعنی جب حضرت شیخ کی عمر تقریباً ۶۷ برس کی تھی) میں بغداد پہنچے تھے اور بغداد میں آپ کے ہاں کئی ماہ تک مہمان رہے تھے اور وہیں سے آپ نے ہندوستان کا سفر کیا تھا۔ اس وقت خواجہ صاحب ۲۰ برس کے تھے۔ جبکہ حضرت قدوۃ الاولیاء سیدنا شیخ طاہر علاؤ الدین الگیلانی البغدادی (مدفون لاہور) فرماتے ہیں کہ برصغیر پاک وہند میں حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی کا فکر ونظریہ حضرت اجمیری سے پہلے ہی پہنچ گیا تھا۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالمجید سندھی کے مطابق سیدنا الشیخ ۱۵ جمادی الثانی ۴۹۸ھ میں سندھ تشریف لائے تھے اور کچھ عرصے قیام کرنے کے بعد واپس بغداد تشریف لے گئے (۱)۔

واضح رہے کہ ڈاکٹر عبدالمجید سندھی کی اس روایت کی کسی مستند تاریخی کتب سے شہادت نہیں

(۱) پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، صفحہ ۸۱

Marfat.com

ملتی۔ یہ درست ہے کہ برصغیر پاک وہند سے کسب فیض کے لئے مشائخ اولیاء، صلحاء، امراء وسلاطین اور عوام الناس کا بغداد آنا اور ہندوستان آمدورفت کا سلسلہ جاری ہے۔ اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ عالم اسلام کو صلیبیوں، نصرانیوں کے غلبہ سے محفوظ رکھنے اور ہندوستان میں اسلام کا چراغ روشن کرنے میں سیدنا الشیخ کی تحریک ''القادریہ'' ایک مؤثر و مستحکم بنیادوں پر کام کررہی تھی اور دیگر کارناموں میں آپ کا یہ عظیم تجدیدی کارنامہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

خانقاہ القادریہ بغداد کے قیام کے اغراض ومقاصد:

سیدنا الشیخ نے سلسلہ قادریہ (یعنی روحانی لشکری تنظیم) میں داخل ہونے والوں کے لیے ایک اصول متعین فرمایا تھا اوران کی اصلاح کے لئے ایک مخصوص مقام بھی بنوایا تھا جو بعد میں خانقاہ القادریہ بغداد کے نام سے مشہور ہوا۔ سلسلے میں داخل ہونے والوں کے لئے مدرسہ میں کھانے پینے رہنے کے لئے انتظام کیا جاتا تھا۔ سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی کے وعظ وپند سے متاثر ہوکر جولوگ مرید ہوجاتے تھے ان کو آپ ایک نہ ایک صالح مرشد کی صحبت میں کچھ دن گزارنے کی ہدایت کرتے تھے کیونکہ آپ کے طریق میں ارشادوطریقت سے زیادہ صحبت صالح کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے کہ انسان کانوں کے ذریعے جو علم حاصل کرتا ہے، اس سے زیادہ مستحکم علم آنکھوں کا ہوتا ہے۔ ارشاد سے زیادہ بہتر زندگی کا نمونہ انسان کی روش کو دیکھ کر سدھارنے میں مدد ملتی ہے۔

آپ کا فریضہ صرف اہل بغداد اور اپنی مجلس میں حاضری دینے والوں ہی کی اصلاح نہیں تھا بلکہ پورے عالم اسلام میں دین مبین کو زندہ اور توانا بنانا آپ کا مشن تھا۔ اس وقت عراق کے ہر شہر اور ہر علاقے میں ایک نہ ایک باطنی (۱) مقیم تھا۔ جو بظاہر نہایت مقدس زندگی گزارتا تھا۔ لوگوں کی نظر میں خود کو بہت خدار سیدہ ولی اللہ کی صورت پیش کرتا تھا۔ ان جھوٹ موٹ کے اولیاء کا جادو توڑنا ضروری تھا۔ آپ نے ان

---

(۱) یہ فرقہ دراصل فرقہ اسماعیلیہ کا ایک حصہ ہے۔ جنوب ایشیاء کے مختلف علاقوں میں مختلف ناموں سے معروف ہوا۔ قرامطہ، دروزیہ وغیرہ بھی اسی فرقے سے نمودار ہوا۔ ایران میں اس فرقہ کے لوگ اسماعیلی یا آغاخانی۔ ہندوستان میں خوجے اور بوہری کہلاتے ہیں۔ اس فرقے کے عقائد کی بنیاد اس عقیدے پر ہے کہ مسیح دوبارہ آئیں گے جو مہدی موعود بھی ہوں گے۔ چنانچہ اہل تشیع حضرات نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کو اس کا مستحق ٹھہرایا۔ ان میں ایک فرقہ کے نزدیک امامت اہل بیت کا حق ہے جو نسل درنسل چلتی ہے، یہی آگے چل کر فرقہ امامیہ کہلایا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس فرقہ میں بھی دو گروپ ہوگئے۔ ایک اثناعشری اور دوسرا اسماعیلی۔ اسماعیلیوں کے نزدیک اس سلسلے کے آخری امام محمد بن اسماعیل بن جعفر ہیں جو امام جعفر کی وفات کے بعد غائب ہوگئے۔

(اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص 216، مولفہ سید قاسم محمود)

Marfat.com

مدعیان ولائیت کا زور توڑنے کے لئے ایک ''نظام اولیاء الدین'' ترتیب دیا تھا۔ اقطاب، اوتاد اور ابدال کا ایک ادارہ مرتب کیا۔ آپ نے خود قطب الاقطاب کا عہدہ لیا جو بعد میں یہی عہدہ قطب عالم اور قطب اعظم کہا جانے لگا۔ عالم اسلام کے مختلف ممالک و امصار میں آپ نے اقطاب مقرر کئے جو اپنے اپنے مقررہ مقام پر مستقل قیام کیا کرتے تھے۔ سیدنا الشیخ انھیں ''انتم جنودی'' کہہ کر دعوت دیتے تھے۔

اقطاب کے ماتحت کچھ اور بزرگان دین اوتاد کے رتبہ پر نامزد کئے جاتے تھے، وتد کے معنی اور قطب کے معنی میں زیادہ فرق نہیں البتہ اقطاب اقطار کے ماتحت اقطاب بلاد کو اوتاد کہا جاتا تھا۔ ان اوتاد کے ماتحت علاقے کے مختلف مرکزوں میں مرشدین کے لیے دوائر تھے جو عام لوگوں میں دین برحق کو اپنے اپنے انداز میں فروغ دیتے رہے۔

قطبِ عالم، اقطابِ اقطار، اوتادِ ولایت، اور دائرہ ہائے مرشدین کے درمیان رابطہ قائم رکھنے کیلئے سیاحوں کی ایک جماعت بھی مرتب کی گئی جس کے افراد ملک ملک پھرتے، قطبِ عالم کا پیغام اقطاب اقطار تک اور ان کی ہدایتیں اوتاد اور اولیائے مرشدین تک پہنچاتے تھے۔ ان کو ابدال اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایک بدل سے پیغام لے کر دوسرے بدل تک اور دوسرے بدل سے تیسرے بدل تک پہنچاتا تھا۔ قطب عالم کا کام ماتحت مرشدوں کی دشواریاں سلجھانا، لوگوں کے شکوے شکایتیں اور فریادیں معلوم کر کے ان کو رفع کرنے کی تجویزیں کرنا بھی تھا۔ اس لئے قطب عالم کو غوث اعظم بھی کہا جاتا تھا۔ غوث کے معنی ہیں فریاد سننے والا، جس طرح ہماری حکومتیں فریادرسی کے محکمے قائم کرتی ہیں۔ اسی طرح نظام اولیا میں بھی باہمی اختلاف طے کرنے اور ایک کے خلاف دوسرے کی شکایتیں رفع کرنے کے لئے ایک نظام استغاثہ ترتیب دیا گیا تھا۔ اس نظام کا سربراہ اعلیٰ قطب الاقطار ہوتا تھا اور اس کو غوث عالم بھی کہا جاتا تھا۔ جب تک یہ نظام زندہ اور کارگزار رہا ایک قطب اعظم ایک مقام پر مقیم رہ کر پورے اسلام کی خبر گیری کرتا تھا۔ یہ نظام غیر شرعی اور مستبدین کی شخصی حکومتوں کے خلاف جہاد کرتا تھا۔ ایک دینی نظام تھا اور یہ اس طرح چلایا جاتا تھا کہ نظام بادشاہی یعنی حکمرانی سے اس نظام کی براہِ راست ٹکر نہ ہو اور نہ دینی نظام کو امراء و حکام ضرر پہنچا سکیں۔ اس نظام کے شرکاء خدا پر توکل رکھتے ہوئے فرائض مفوضہ انجام دیتے تھے، ان میں مزدور، تاجر، کسان گھسیارے، لکڑہارے وغیرہ معاشرہ کے ہر طبقہ کے لوگ شریک ہوتے تھے، رتبہ عالی صالح تر مومن کو ملتا تھا خواہ وہ گھسیارا ہی کیوں نہ ہو۔ پیشہ مسلمانوں میں کبھی بھی برتری و کمتری کا سبب نہیں رہا۔ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو آج بھی بڑے بڑے علماء محدثین، فقہا، مفتیانِ عظام اور زعماء پیشے کے اعتبار سے کپڑے بننے والے، جوتے بنانے والے، تیل بیچنے والے، جوتے گانٹھنے والے اور

Marfat.com

دوسرے معمولی پیشہ کرنے والے زیادہ تر غیر عرب بزرگ تھے اور آج بھی وہ خصاف، حائک، حلاق، نساج، حلاج، حلوائی، حصیری، حریری، اور قدوری کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اور درس وارشاد کی مسند پر قریش وسادات کے پہلو بہ پہلو بٹھائے جاتے ہیں اور ساری دنیائے اسلام ان کے آگے اپنے احترام کا سر جھکاتی ہے۔ اللہ کے نزدیک شکل وصورت، مال ودولت کی اہمیت نہیں معیارِ انسانیت تقویٰ قرار دیا گیا ہے اور تقویٰ بغیر علم کے حاصل نہیں ہوتا۔ حضرت سیدنا الشیخ نے اس دور میں اپنی پوری ہمت وطاقت اور اخلاص کے ساتھ وعظ وارشاد، دعوت وتربیت، اصلاحِ نفوس اور تزکیہ قلوب کی طرف متوجہ کیا۔ تہذیب اخلاق، توحید خالص، اور اخلاص کامل کی دعوت پر سارا زور صرف کردیا۔

سیدنا الشیخ کے مواعظ اور اثرات:

آپ کے مواعظ وارشادات خانقاہ قادریہ کے منبر ومحراب سے بلند ہوکر لوگوں کے دلوں پر بجلی کا سا اثر کرتے تھے اور وہ تاثیر آج بھی آپ کے کلام میں موجود ہے۔ فتوح الغیب اور الفتح الربانی کے مضامین اور آپ کی مجالس کے وعظ کے الفاظ آج بھی دلوں کو اسی طرح گرماتے ہیں، ایک طویل مدت گزر جانے کے بعد بھی ان خطبات میں وہی زندگی اور تازگی محسوس ہوتی ہے۔ آپ نے شریعت اسلامی کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے اور لوگوں کو ظالم کی اعانت کرنے سے سخت منع فرمایا۔ اپنے بڑے صاحب زادے حضرت عبد الوہاب کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یا بُنَیَّ! جب تیرے پاس اسلام ہی نہ ہوگا تو ایمان بھی نہ ہوگا اور جب ایمان نہ ہوگا تو ایقان بھی نہ ہوگا اور جب ایقان نہ ہوگا تو نہ اللہ کی معرفت ہوگی اور نہ ہی اس کی واقفیت۔ جب تیرا اسلام درست ہوجائے گا تو فرماں برداری درست ہوجائے گی۔ اے بیٹے! اپنی تمام تر حالتوں میں حدودِ شریعت کی محافظت کر اور پابندی کے ساتھ جملہ امور کی حق تعالیٰ کے حوالے کر دینے والا بن..... اپنا اور دوسروں کا معاملہ صرف اسی کے حوالہ کر نہ اپنے نفس پر ظلم کر اور نہ کسی دوسرے پر اور یاد رکھ کہ دنیا وآخرت ظلمتوں کا مجموعہ ہے، ظلم دل کو تاریک چہرہ اور نامہ اعمال کو سیاہ کر دیتا ہے، نہ ظلم کر، نہ ظلم کرنے والے کی اعانت کر''۔ (۱)

نیز آپ نے اپنے خطبات میں علمائے وقت کو ظالم حکمرانوں کی قربت سے بھی منع فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:

''اے عالمو! اور اے زاہدو شاہان وسلاطین کے لیے کب تک منافق بنے رہوگے؟ کہ ان سے دنیا کا زر ومال اور اس کی شہوت ولذت لیتے رہو۔ تم اور اکثر بادشاہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے مال اور اس کے بندوں کے متعلق ظالم اور خائن بنے ہوئے ہیں۔ باری تعالیٰ منافقوں کی شوکت توڑ دے اور ان کو ذلیل

(۱) الفتح الربانی ص۲۰

فرما۔ ان کو توبہ کی توفیق دے اور ظالموں کا قلع قمع فرما اور زمین کو ان سے پاک کر دے یا ان کی اصلاح فرما۔ آپ نے لوگوں کو بادشاہوں اور سلاطین کی قربت کے بجائے اللہ کے نیک بندوں کی خدمت کرنے اور صحبت اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔

آپ الفتح الربانی کے ۵۵ ویں مجلس میں فرماتے ہیں۔: ''اے عالمو! تجھ پر افسوس تو اس دنیا کے بادشاہ سے جاہ و مال کا طالب کس طرح بنا ہوا ہے؟ اور اپنی مہمات میں اس پر کیسے بھروسہ کرتا ہے؟ حالانکہ وہ عنقریب یا معزول ہونے والا ہے یا مرجانے والا ہے۔ اس کا مال وملک وجاہ سب جاتا رہے گا۔ وہ اسی قبر میں جائے گا جو تاریکی وحشت، تنہائی واندوہ، رنج وغم اور کیڑے مکوڑوں کا گھر ہے۔ وہ حکومت سے ہلاکت کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ وہاں اگر اس کے پاس نیک عمل اور مخلوق خدا کے متعلق نیک نیتی ہوگی تو حق تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے گا اور حساب وکتاب میں تخفیف فرمائے گا۔ آپ نے اس پرفتن دور میں تجدید احیاء دین کا بیڑا اٹھایا اور بڑی جرأت مندی کے ساتھ اپنے مواعظ حسنہ کے ذریعے سلاطین وملوک اور عامۃ الناس کو صراط مستقیم پر چلنے کی تلقین کی۔ ان کو ضلالت و گمراہی سے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے باہر نکال کر شمع اسلام کو پھر سے فروزاں کیا۔ جب فتنہ تاتار نے بغداد کو تباہ کرنے کے بعد شام کی طرف اپنا رخ کیا تو جس کی ہدایت پر مجاہد اعظم ترک رکن الدین نے اس فتنہ کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اور شام میں تاتاریوں کو پے در پے شکست دے کر شام وعرب کی سرزمین سے اس کا منہ پھیرا اور جس کی بدولت مصر میں خلافت عباسیہ کا قیام عمل میں آیا وہ عظیم ہستی سلسلہ قادریہ وسہروردیہ کے شیخ اعظم حضرت عزالدین بن سلام تھے جب کہ عراق میں حضرت سیدنا الشیخ کے صاحب زادگان بالخصوص حضرت سیف الدین عبدالوہاب، حضرت عبدالعزیز اور حضرت عیسیٰ تاتاریوں سے برسر پیکار تھے اور عراقی مجاہدین کی قیادت کر رہے تھے (۱)۔

امام غزالی کا کردار:

واضح رہے کہ سیدنا الشیخ سے قبل حضرت امام غزالی بھی اپنی تصانیف المنقذ من الضلال، تہافت الفلاسفۃ اور احیاء علوم الدین کے مطابق پانچویں صدی کے عین وسط میں عراق وشام اور مصر میں فلسفہ باطنیہ اور اخوان الصفاء کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں کا قلع قمع کرنے میں مصروف عمل رہے تھے۔ آپ ایران میں ۴۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے وطن میں بڑے بڑے جلیل القدر شیوخ علم وفضل سے تعلیم حاصل کی۔ اس وقت نیشاپور امام الحرمین کی درس گاہ میں تشریف لے گئے اور اپنی تعلیم کی تکمیل کی اس

(۱) مقدمہ غنیۃ الطالبین (جدید عربی ایڈیشن) 1980ء، مطبوعہ بغداد

Marfat.com

وقت آپ ۲۸ سال کے ہو چکے تھے۔ اس وقت بغداد کے نظام الملک کو امام غزالی جیسے علم وفضل شخصیت کی ضرورت تھی، جس کو علوم عقلیۃ ونقلیہ دونوں میں پوری بصیرت اور دستگاہ حاصل ہو اور وہ تمام علوم میں مجتہدانہ نظر اور اپنا خود مقام رکھتا ہو، جو اپنے ذہن خداداد، جودت طبع اور دقت نظر میں فلاسفہ یونان اور بہت سے قدیم ائمہ فکر سے کم نہ ہو، جو وفور علم اور وسعتِ نظر کے ساتھ دولت یقین سے بھی مالا مال ہو جو ذاتی تفکر تلاش وتحقیق اور ریاضت وعبادت سے زیادہ دین کے ابدی حقائق پر ایمان رکھتا ہو۔ وہ نئے اعتماد، تازہ یقین کے ساتھ علی وجہ البصیرۃ دین کی پیروی اور رسول کے اقتداء کی طرف دعوت دیتا ہو۔ نیز عالم اسلامی اور علمی دنیا میں اپنے علم ویقین اور فکر ونظر سے ایک نئی روح اور زندگی کی ایک نئی لہر پیدا کر دے۔ ان کی مذکورہ خصوصیات اور قابلیت دیکھ کر نظام الملک نے بغداد کی مدرسہ نظامیہ کی صدارت کیلئے انتخاب کیا جو اس وقت ایک عالم کیلئے سب سے بڑا اعزاز اور منتہاء ترقی تھا۔ ۴۸۴ھ میں بڑی شان وشوکت کے ساتھ بغداد میں داخل ہوئے اور نظامیہ میں درس شروع کیا۔ آپ کے درس فنِ تقریر اور تجرعلمی کی بغداد میں دھوم مچ گئی۔ طلباء وعلماء نے ہر طرف سے ہجوم کیا، اب آپ کی مجلس درس مرجع خلائق بن گئی۔

طبقات الشافعیۃ الکبریٰ کے مطابق آپ نے خلیفہ عباس مستظہر باللہ جو مقتدیٰ باللہ کا جانشین بن چکا تھا اس کی فرمائش پر فرقہ باطنیہ کے رد میں کتاب لکھی اور اس کا نام خلیفہ کی نسبت سے المستظہر رکھا اور اس کا ذکر اپنی کتاب المنقذ من الضلال میں بھی کیا ہے۔ عراق میں باطنیت کے رد کے لیے درحقیقت اہلسنت کے حلقہ میں ان سے زیادہ موزوں آدمی ملنا مشکل تھا۔ وہ فرقہ باطنیہ کی اسرار فروشی اور ان کی عقلی سازش کا آسانی سے پردہ فاش کر سکتے تھے۔ باطنیہ کا بڑا حربہ فلسفہ اور اس کی اصطلاحات تھیں، اس نے امام غزالی جیسا جامع شخص اور عقلیات کا مبصر ان کی تردید کا کام کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس کام کو انھوں نے بخوبی انجام دیا اور ان کو علمی طور پر بے وقعت اور بے اثر بنا دیا۔

تاریخ اسلام میں جن چند کتابوں نے مسلمانوں کے دل ودماغ اور ان کی زندگی پر سب سے زیادہ اثر ڈالا اور جن سے اسلامی حلقے طویل عرصہ تک متاثر رہے ہیں ان میں ان کی کتاب احیاء علوم الدین کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ حافظ زین الدین العراقی التوفی ۸۰۶ھ (صاحب الفیۃ) نے احیاء کی احادیث کی تخریج وتشریح کی ہے۔ کہتے ہیں کہ امام غزالی کی احیاء علوم الدین اسلام کی اعلیٰ ترین تصنیفات میں سے ہے۔ ابن جوزی نے بھی جو آپ کے معاصرین میں سے تھے، اس کتاب کی تاثیر اور مقبولیت کا اعتراف کیا ہے۔

امام غزالی اور سلاطین وقت:

اس کتاب میں امام غزالی نے سلاطین و حکام پر جرأت کے ساتھ تنقید کی ہے اور ان کے ظلم و جبر کے خلاف شرع اعمال وقوانین کی کھلے عام مذمت کی ہے۔اس کے علاوہ جمہور عوام کے امراض اور مختلف طبقوں اور مقامات کے منکرات اور مذموم عادات کی مذمت میں کتاب مدلل و مفصل ہے۔اس کتاب میں علماء دین کی اخلاقی انحطاط پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے۔اس کتاب میں امام غزالی فرماتے ہیں کہ سلاطین و حکام کی خرابی کا سبب بھی علماء کی کمزوری اور اپنے فرائض سے غفلت ہے۔امام غزالی کو علمائے وقت سے شکایت ہے کہ وہ علماء سلف کی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور کلمہ حق عند سلطان جائر کا فریضہ انجام نہیں دیتے۔الغرض امام غزالی کی عہد آفرین تصنیفات اور مباحث نے علمی حلقوں میں ایک ذہنی توجہ اور فکری حریت پیدا کردی اور ان کو نئی غذا اور طاقت پہنچائی۔عالم اسلام کی جو چند شخصیتیں صدیوں تک عالم اسلام کے دل ودماغ پر حاوی رہی ہیں ان میں سے ایک امام غزالی کی بھی ہے۔ان کی تصنیفات کی اہمیت اور تاثیر مخالف اور موافق سب کو تسلیم رہی ہے۔صدہا انقلابات کے بعد ان کا نام اور کام آج بھی زندہ ہے اور ان کی تصنیفات پڑھنے والوں کو آج بھی متاثر کرتی ہیں۔انھوں نے انتقال سے ایک سال پہلے ۵۰۴ھ میں المستصفی لکھی جو اصول فقہ کے ارکان ثلاثہ میں شمار کی جاتی ہے، یہ آپ کی آخری تصنیف ہے۔آپ ۱۴؍جمادی الآخری ۵۰۵ھ کو ۵۵ سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوئے اور اسی خاک میں مدفون ہوئے جہاں پیدا ہوئے تھے۔ابن جوزی نے ان کے انتقال کا واقعہ ان کے بھائی احمد غزالی کی روایت سے اس طرح بیان کیا ہے: ”دوشنبہ کے دن وہ صبح کے وقت بسترِ خواب سے اٹھے، وضو کر کے نماز پڑھی، پھر کفن منگوایا اور آنکھوں سے لگا کر کہا”آقا کا حکم سر آنکھوں پر.... یہ کہہ کر پاؤں پھیلا دیئے، لوگوں نے دیکھا تو روح پرواز کر چکی تھی۔(۱)

پانچویں صدی ہجری میں امام غزالی کی موثر شخصیت ان کی علمی واصلاحی کارناموں کی عظمت کے باوجود بھی عالمی طور پر عمومی دعوت واصلاح وتذکیر کی ضرورت باقی تھی۔مسلمانوں کی بڑی تعداد علمی و عملی شبہات اور عام اخلاقی کمزوریوں، عملی کوتاہیوں، غفلت اور جہالت کا شکار تھی اور اس کا جلد از جلد مداوا ضروری تھا۔اس لیے فوری طور پر ایک ایسے سحر بیان خطیب، ایک ایسی اہلِ علم وفضل شخصیت جو اہل بغداد پر اعلیٰ وافضل ہو جس کا عوام سے زیادہ رابطہ ہو جو اپنی دعوت ومواعظ تزکیہ واصلاح سے جمہور اہل اسلام میں دینی روح اور نئی ایمانی زندگی پیدا کردے۔اس لیے کہ مطلق العنان حکومت نے چار سو برس تک

(۱) ماخوذ دعوت وعزیمت، ج۱،ص۲۴۳

Marfat.com

مسلمانوں کے اخلاق کو متاثر کیا تھا اور بڑی تعداد میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہوگیا تھا جس کا مقصد زندگی ہی حصول دولت یا جاہ وعزت تھا۔ آخرت سے غافل اور عیش میں مست تھا اور موقع پرست لوگوں کی ایک مستقل قوم پیدا ہوگئی تھی۔ اہل دولت ایثار و ہمدردی اور جذبہ شکر سے خالی اور محنت کش صبر وقناعت اور یقین وخودداری سے محروم ہوتے جارہے تھے، اس طرح زندگی ایک بحرانی کیفیت میں مبتلا تھی۔

اس وقت ایک ایسی دعوت کی ضرورت تھی جو دنیا طلبی کے بحران کو کم کرے، ایمان کو بیدار کرے، آخرت کے یقین کو ابھارے، خدا طلبی کا ذوق پیدا کرے جو اس عہد کے تمام مروجہ علوم وفنون میں بلند پایہ رکھتا ہو اور جس کی روحانی عظمت کے اعتراف کے ساتھ ساتھ اس کے علم وفضل کی بھی پذیرائی ہو۔ جو اس عہد کے سیاست پر وسیع نظر رکھتا ہو۔ اس کی مجلس میں ہر ذوق کے لوگ شریک ہوسکیں۔ اس کی مجلس سے بے چین طبیعتوں اور مجروح دلوں کو سکون قلب کی نعمت حقائق ومعرفت کے طالبین وشائقین کو دقیق علوم اور لطیف مضامین کا خزانہ بےعملوں اور افسردہ دلوں کو جذبات اور عمل کے محرکات اور قوت عمل حاصل ہو اور ۴۸۸ھ یہی وہ سال ہے جب امام غزالی اپنی مجددانہ خدمات ختم کرکے بغداد سے رخصت ہو رہے تھے اور ۱۸ سال کی عمر میں حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی بغداد میں بحیثیت طالب علم داخل ہورہے تھے، یعنی ایک جلیل القدر امام سے بغداد محروم ہو رہا تھا تو دوسرا امام مصلح اور داعی اسلام کا وہاں ورد بھی ہو رہا تھا۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ایسا نظام ہے کہ کوئی زمانہ اور دور اللہ کے نیک بندوں سے خالی نہیں رہا ہے یہ ایک طویل تسلسل ہے۔

امام غزالی اور سیدنا الشیخ کا اشتراک عمل:

حضرت امام غزالی کی طرح حضرت الشیخ نے بھی اپنے عہد میں اپنی تعلیم وتربیت واصلاح و دعوت جہاد کے مسلمانوں کی زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کے ذریعہ عوام اور دین اسلام کو ان سے بڑا فائدہ پہنچایا۔ دراصل بغداد ان کے قیام ودعوت کا مرکز تھا جو عالم اسلام کا مرکز اور اس کا علمی وسیاسی دارالسلطنت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت الشیخ کو خدمت دین کے لیے ایک طویل عمر اور وسیع میدان بھی عطا فرمایا۔ مورخین کے مطابق حضرت الشیخ کے بعض افکار امام غزالی کے افکار سے مطابقت رکھتے ہیں۔

۱۔ بالخصوص جب امام غزالی ''احیاء العلوم'' میں حکام وقت اور سلاطین پر تنقید کرتے ہیں اور علمائے وقت کو سلاطین وحکام کی خرابی کا سبب قرار دیتے ہیں۔

۲۔ سلاطین وقت سے ان رقوم کا قبول کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتے جن کے متعلق انھیں تحقیق یا گمان

Marfat.com

غالب ہے کہ وہ مشتبہ اور ناجائز ہیں۔

۳۔ جو سلاطین ان سے ملاقات کرنے آتے تھے آپ ان کے ساتھ اجتماع کو ناپسند فرماتے تھے۔

۴۔ آپ احیاء علوم میں فرماتے ہیں کہ انسان کو ان کے مظالم کی بناء پر ان سے بغض رکھنا چاہیے اور نہ ہی ان کے مقربین سے ملاقات کرنی چاہیے۔

۱۔ حضرت سید الشیخ عبدالقادر الگیلانی بھی خلفاء بغداد میں بالخصوص المقتفی لامراللہ نے جب اہل بغداد پر ایک قاضی ابوالوفاء یحیٰی بن مظفر کو مقرر کر دیا اور یہ قاضی عوام میں اپنے ظلم وستم کی بدولت اظلم الظالمین کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ آپ نے برسر منبر خلیفہ المقتفی کو للکارا کہ تم نے مسلمانوں پر ایک ایسے شخص کو حاکم بنایا ہے جو اظلم الظالمین ہے، کل قیامت کے دن اس رب العٰلمین کو کیا جواب دو گے؟ یہ سن کر خلیفہ لرزہ براندام ہو گیا اور اسی وقت قاضی کو معزول کر دیا۔

۲۔ آپ نے علمائے وقت کو حکمرانوں کی قربت سے منع فرمایا۔

۳۔ آپ نے لوگوں کو بادشاہوں اور سلاطین کی قربت کی بجائے اللہ کے نیک بندوں کی خدمت کرنے اور ان کی صحبت اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔

۴۔ آپ نے اپنے مواعظ حسنہ کے ذریعے سلاطین وملوک اور عامۃ الناس کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی تاکید فرمائی اور اُن کو ضلالت وگمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے باہر نکال کر شمع اسلام کو پھر سے فروزاں کیا۔

Marfat.com

باب سوم

سیدنا شیخ عبد القادر کے عام حالات و اوصاف

باب سوم

سیدنا شیخ عبدالقادر کے عام حالات و اوصاف

آپ کبھی کبھی کھاتے اور ضرورت سے زائد ہر بے دریغ خرچ کرتے کہ کچھ بھی بچا کر نہیں رکھتے تھے۔ "علامہ ابن نجار" آپ سے نقل کرتے ہیں کہ "اگر ساری دنیا کی دولت میرے قبضے میں ہو تو میں ساری دولت بھوکوں کو کھلانے میں صرف کر دوں۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میری ہتھیلی میں سوراخ ہے کوئی چیز اس میں ٹھہرتی نہیں۔ اگر ہزار دینار میرے پاس آئیں تو رات نہ گزرنے پائے کہ خرچ کر دیتا ہوں۔" (۱) صاحب "قلائد الجواہر" مزید لکھتے ہیں کہ "آپ کا حکم تھا کہ رات کو وسیع دستر خوان بچھے، خود مہمانوں کے ساتھ کھانا تناول فرماتے، کمزوروں، غریبوں کی ہم نشینی فرماتے، طلباء کی باتوں کو برداشت کرتے اور تحمل فرماتے۔ ہر شخص یہ سمجھتا کہ اس سے بڑھ کر کوئی ان کا مقرب اور ان کے یہاں معزز نہیں، ساتھیوں میں سے جو غیر حاضر ہوتا اس کا حال دریافت فرماتے اور اس کی فکر رکھتے، تعلقات کا بڑا پاس اور لحاظ تھا۔ غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر کرتے اور اگر کوئی کسی بات پر قسم کھا لیتا تو اس کو مان لیتے اور جو کچھ حقیقت حال جانتے تھے، اس کا اخفاء فرماتے"۔

صورت اور سیرت:

حضرت شیخ موفق الدین قدامہ المقدسی نے بیان کیا ہے کہ "آپ کا بدن نحیف تھا، قد میانہ تھا، سینہ چوڑا تھا، بھویں ملی ہوئی تھیں، رنگ گندمی تھا، داڑھی طویل اور عریض تھی، آواز بلند تھی، آپ عالی مرتبہ اور علم وافر رکھتے تھے۔ آپ کے ہم عصروں نے آپ کی اخلاقی تصویر کچھ اس طرح بیان کی ہے:

""علم نے آپ کی تہذیب نفس کی تھی۔ قرب ربانی نے آپ کو ادب سکھایا تھا، خطاب نبی آپ کا مشیر تھا، آپ کی نگاہ آپ کے دل کی ترجمان تھی، انس آپ کا ندیم تھا، کشادہ دلی آپ کی نسیم تھی، صداقت آپ کا جھنڈا تھا، فتح آپ کی پونجی تھی، بردباری آپ کا ہنر تھا، یاد الٰہی آپ کی وزیر تھی، فکر آپ کا ہم سخن تھی، مکاشفہ آپ کی غذا اور مشاہدہ آپ کا مداوائے قلب تھا"۔ آپ نہایت روشن چہرہ، ہمیشہ خوش و خرم بڑے حیادار، کشادہ دربار (یعنی نہایت سخی تھے) آسانی سے مان لینے والے تھے، اخلاق کے کریم، پاکیزہ خو تھے، بڑے مہربان، بڑے سخی، بڑے شفیق، فضولیات سے کوسوں دور، حق سے بہت قریب، اللہ کے قوانین کی

(۱) قلائد الجواہر ص ۱۸، مطبوعہ اللہ والے کی قومی دکان، چمن الدین تاجر کتب قومی بازار کشمیری لاہور

Marfat.com

ہتک ہوتی تو سخت برہم ہوجاتے مگر اپنے لیے کبھی غصہ نہ کرتے۔ اپنے اللہ کے سوا کسی کے لیے بھی ان کا رنگ نہیں بدلتا تھا۔ کسی سائل کو رد نہ کرتے تھے چاہے وہ اوپر تلے کے دونوں لباس ہی مانگ لے''۔

حضرت الشیخ کی یہ مکمل اخلاقی تصویر نہیں ہے، آپ تو حضور اکرم ﷺ کی پوری سیرت کو اپنانے کی کوشش کرتے تھے۔ آپ کے جو بھی کمالات تھے چاہے وہ خارق عادت ہوں یا مطابق عادت سب نتیجہ تھے اس طریقہ کا کہ آپ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلنے کی کوشش میں کامیاب ہوگئے تھے۔ جیسا کہ آپ 'قصیدۃ القادریہ' میں فرماتے ہیں:

وکل ولی له قدم وانی علی قدم النبی بدر الکمال.

یعنی ''ہر ولی کسی نہ کسی کے قدم پر ہوتا ہے اور میں نبی کریم ﷺ کے قدم پر ہوں''۔

آپ کا قلب اطہر حب الٰہی سے معمور تھا اور یہ اسی امر کا فیضان تھا کہ آپ مخلوقِ خدا پر انتہائی شفیق اور مہربان تھے۔ درس وتدریس میں آپ کی ہمہ تن مصروفیت، ہفتہ میں تین یوم بلاخوف وخطر وعظ وتلقین، مظلومین کی حمایت اور ظالموں کے خلاف اعلائے کلمۃ الحق، لوگوں کے پیچیدہ مسائل میں بلاتاخیر فتاویٰ کا اجراء اور جویائے طریقت وحقیقت کی رہبری ورہنمائی کرنا، یہ تمام امور آپ کی انسان دوستی کا مظہر تھے۔(۱)

تعلیمی مشاغل اور خدمات:

اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے اور نفوس واخلاق کی اصلاح وتربیت میں ہمہ تن مشغول ہونے کے ساتھ آپ درس تدریس، افتاء اور تصحیح اعتقاد اور مذہب اہل سنت کی نصرت وحمایت سے غافل نہ تھے۔ عقائد واصول میں امام احمد اور محدثین کے مسلک پر تھے۔ مذہب اہل سنت اور سلف کے مسلک کو آپ سے بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ ابن السمعانی لکھتے ہیں کہ متبعین سنت کی شان آپ کی وجہ سے بڑی ہوگئی اور ان کا پلڑا بھاری ہوگیا۔

مدرسہ قادریہ میں صبح وشام تفسیر، حدیث، فقہ، مذاہب، ائمہ، اصول فقہ اور نحو کے اسباق ہوتے۔ ظہر کے بعد تجوید کی تعلیم ہوتی اس کے علاوہ افتاء کی مشغولیت تھی۔ بالعموم مذہب شافعی اور مذہب حنبلی کے مطابق فتویٰ دیتے۔ علماء عراق آپ کے فتاویٰ کی تعریف کرتے۔ اتباع کامل، علم راسخ اور تائید غیبی نے آپ کو اس مقام پر پہنچا دیا تھا کہ حق وباطل، نور وظلمت، الہام صحیح اور کید شیطانی میں پورا امتیاز پیدا ہوگیا تھا۔ آپ پر یہ حقیقت پوری طرح منکشف ہوگئی تھی کہ شریعت محمدی کے احکام اور حلال وحرام میں

(۱) عرفانِ قادر، ص ۵۰، مولفہ عبدالعزیز عرفی، مطبوعہ گیلانی پبلشرز کراچی

Marfat.com

قیامت تک کے لیے تغیر وتبدل کا امکان نہیں جو اس کے خلاف دعویٰ کرے وہ شیطان ہے۔ الطبقات الکبریٰ میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک بڑی عظیم الشان روشنی ظاہر ہوئی جس سے آسمان کے کنارے بھر گئے۔ اس سے ایک صورت ظاہری ہوئی۔ اس نے مجھ سے خطاب کر کے کہا کہ: ''اے عبدالقادر! میں تمہارا رب ہوں، میں نے تمہارے لیے سب محرمات حلال کر دیے ہیں''۔ میں نے کہا ''دور رہو، مردود''۔ یہ کہتے ہی وہ روشنی ظلمت سے بدل گئی اور وہ صورت دھواں بن گئی۔ اور ایک آواز آئی کہ: ''عبدالقادر! خدا نے تم کو تمہارے علم وتفقہ کی وجہ سے بچالیا، ورنہ اس طرح ستر صوفیوں کو گمراہ کر چکا ہوں''۔ میں نے کہا کہ ''اللہ کی مہربانی ہے''۔ کسی نے عرض کیا کہ حضرت آپ کیسے سمجھے کہ یہ شیطان ہے؟ فرمایا: ''اس کے کہنے سے کہ میں نے حرام چیزوں کو تمہارے لیے حلال کر دیا''۔ (۱) یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ اگر حدود الٰہی میں سے کوئی حد ٹوٹتی ہو تو سمجھ لو کہ تم فتنہ میں پڑ گئے ہو؟ اور شیطان تم سے کھیل رہا ہے، فوراً شریعت کی طرف رجوع کرو، اس کو مضبوط تھام لو۔ نفس کی خواہشات کو جواب دو، اس لیے کہ ہر وہ حقیقت جس کی شریعت تائید نہیں کرتی وہ باطل ہے۔ (۲)

تسلیم وتفویض اور توحید کامل حضرت کا خصوصی حال تھا۔ کبھی کبھی تعلیماً اس حال اور مقام کی تشریح فرماتے تھے۔ وہ دراصل آپ کا حال ہوتا تھا۔

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں　　　گفتہ آید در حدیث دیگراں

اور ایک موقع پر ارشاد فرماتے ہیں: ''جب بندہ کسی بلاء میں مبتلا کیا جاتا ہے تو پہلے وہ خود اس سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر نجات نہیں پاتا تو مخلوقات میں سے اوروں سے مدد مانگتا ہے۔ مثلاً بادشاہوں یا حاکموں یا دنیاداروں یا امیروں سے اور دکھ درد میں طبیبوں سے، جب ان سے بھی کام نہیں نکلتا اس وقت اپنے پروردگار کی طرف دعاء اور گریہ وزاری وحمد وثناء کے ساتھ رجوع کرتا ہے۔ یعنی جب تک اپنے نفس سے مدد مل جاتی ہے خلق سے رجوع نہیں ہوتا۔ اور جب تک کہ خلق سے مدد مل جاتی ہے خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ پھر جب خدا کی طرف سے کوئی مدد نظر نہیں آتی۔ تو بے بس ہو کر خدا کے ہاتھوں میں آرہتا ہے، اور ہمیشہ سوال ودعاء اگر گریہ وزاری اور ستائش واظہار حاجت مندی امید وبیم کے ساتھ کیا کرتا ہے پھر خدا اس کو دعاء سے بھی تھکا دیتا ہے اور قبول نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ کل اسباب منقطع ہو جاتے ہیں اور وہ سب سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس میں احکام قضاء وقدر کا نفاذ ہوتا ہے اور اس کے اندر خدا اپنا کام کرتا ہے۔ تب بندہ کل اسباب وحرکات سے بے پروا ہو جاتا ہے اور روح صرف رہ جاتا ہے۔

---

(۱) الطبقات الکبریٰ، ص ۱۲۰　　(۲) دعوت وعزیمت، حصہ اول، ۲۶۱

Marfat.com

اسے فضل حق کے سواء کچھ نظر نہیں آتا اور وہ ضرور بالضرور صاحبِ یقین موحد ہوتا ہے۔ قطعی طور پر جانتا ہے کہ در حقیقت خدا کے سوا نہ کوئی کچھ کرنے والا ہے اور نہ حرکت وسکون دینے والا اور نہ اس کے سوا کسی کے ہاتھ میں اچھائی و برائی، نفع ونقصان، بخشش وحرمان، کشائش و بندش، موت وزندگی، عزت وذلت، عنادو فقر، اس وقت میں بندہ کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جیسے شیر خوار بچہ دایہ کی گود میں یا مردہ غسال کے ہاتھ میں یا پولو کا گیند سوار کے قبضہ میں الٹا پلٹا جاتا ہے اور بگاڑا بنایا جاتا ہے۔

اس میں اپنی طرف سے کوئی حرکت نہیں نہ اپنے لیے اور کسی اور کے لیے یعنی بندہ اپنے مالک کے فعل میں اپنے نفس میں غائب ہوجاتا ہے۔ اور اپنے مالک اور اس کے فعل کے سواء نہ کچھ دیکھتا اور سنتا ہے نہ کچھ سوچتا سمجھتا، اگر دیکھتا ہے تو اس کی صفت اور اگر سنتا ہے تو اسی کا کلام اس کے علم سے ہر چیز کو جانتا ہے، اس کی نعمت سے لطف اٹھاتا ہے، اس کے قرب سے سعادت پاتا ہے، اس کی تقریب سے آراستہ پیراستہ ہوتا ہے۔ اس کے وعدہ سے خوش ہوتا ہے۔ سکون پاتا اور اطمینان حاصل کرتا ہے۔ اس کی باتوں سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے غیر سے نفرت ووحشت کرتا ہے۔ اس کی یاد میں سرنگوں اور جی لگاتا ہے۔ اس کی ذات پر اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے۔ اس کے نورِ معرفت سے ہدایت پاتا اور اس کا خرقہ ولباس پہنتا ہے۔ اس کے قدرت کے اسرار سے مشرف ہوتا ہے، اس کی ذات پاک ہر بات سنتا اور اسے یاد رکھتا ہے اور پھر ان نعمتوں پر حمد وثناء وشکر وسپاس کرتا ہے۔ (۱)

علاوہ ازیں آپ نے اپنی خانقاہ سے ملحق ایک رباط بھی قائم کی تھی جہاں مسافروں کے قیام و طعام کا معقول انتظام تھا۔ نوارد سے نہ تو کسی کو یہ دریافت کرنے کی اجازت تھی کہ وہ کون ہے؟ یا کس قوم اور مذہب سے اس کا تعلق ہے؟ اور نہ کوئی رقم اس سے لی جاتی تھی۔ ہر دو وقت رباط (۲) میں دستر خوان بچھایا جاتا اور ہر موجود شخص کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ ان میں مساکین اور محتاج بھی ہوا کرتے تھے اور سفید پوش مسافر بھی۔ اگر کوئی از خود کچھ رقم دیتا تو وہ اس میں شامل کردی جاتی تھی۔ بہت سے صاحبان مال بھی آپ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا کرتے تھے جس کو آپ فقراء اور مساکین میں تقسیم کرادیتے یا نان بائی کو بھجوا دیتے، جس کے ذمہ رباط اور خانقاہ کے طعام کی ذمہ داریاں تھیں۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ آپ نانبائی کے مقروض ہوئے، لیکن کھانا کھلانے کا سلسلہ ہمیشہ اور ہر حالت میں جاری رہا۔ حضرت شیخ جیسا کہ آپ کی ابتدائی زندگی کے حالات میں مذکور ہوا ہے کہ آپ انتہائی نرم دل، منکسر المزاج اور اعتدال پسند تھے۔

---

(۱) ماخوذ دعوت وعزیمت، ص ۲۶۴

(۲) یہ رباط یعنی کمرے آج بھی ہیں اور ہر روز صبح مسافروں کو دو روٹی دی جاتی ہے۔ (نوری)

Marfat.com

آپ کی طبیعت میں کرختگی نہ تھی۔ آپ ہر آنے والے حاجت مند کی حاجت روائی فرماتے اور ان کی بات انتہائی تحمل اور سکون سے سنتے اور حاجت مند کی حتی المقدور امداد فرماتے۔ شاید ہی کبھی کوئی سائل نامراد لوٹا ہو۔ ایک دن ایک غریب شخص مفلوک الحال آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہنے لگا: ''یا شیخ! میں دجلہ کے اس پار جانا چاہتا تھا۔ مجھے ملاح نے کشتی سے اتار دیا، چونکہ میرے پاس اس کو دینے کے لیے کچھ بھی نہ تھا''۔ آپ نے سائل کو دیکھا اور خوش ہو گئے۔ ایک انسان دوسرے انسان کے ہاتھوں کتنا مجبور تھا؟ ملاح نے صرف اس لیے اسے کشتی میں سوار کرنے سے محروم رکھا کہ وہ مفلس تھا۔ آپ اسی طرح کچھ دیر پرسکون بیٹھے رہے، اتنے میں ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور اس نے تیس دینار بطور نذر پیش کیے۔ آپ نے وہ رقم اس مفلوک الحال شخص کو دیتے ہوئے کہا: ''یہ رقم اُس ملاح کو جا کر دینا اور ہماری طرف سے اس سے کہنا کہ آئندہ وہ کسی شخص کو اپنی کشتی میں بیٹھنے سے اس لیے محروم نہ کرے کہ وہ مفلس ہے''۔

حضرت شاہ جیلاں کا اپنا خود یہ طریقہ تھا کہ آپ سائل کے مستحق یا غیر مستحق ہونے کی بابت کبھی نہ سوچتے جو کچھ ہوتا سائل کو عطا کر دیتے۔ ایک مرتبہ آپ جامع مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک تاجر حاضر خدمت ہوا اور کہنے لگا: ''یا شیخ! میرے پاس کچھ رقم ہے جو میں بطور خیرات دینا چاہتا ہوں۔ آپ ارشاد فرمائیں کہ میں یہ رقم کسے دوں''؟ آپ نے فرمایا ''مستحق اور غیر مستحق دونوں کو دو، چونکہ ہم نہیں جانتے کون کیا ہے؟ اور اللہ تو ہر ایک کو جانتا اور ہر ایک کو دیتا ہے''۔

آپ کے صاحبزادے الشیخ عبدالرزاق سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ اپنے والد ماجد کے ساتھ حج کے لیے نکلے۔ حضرت شیخ کا قافلہ جب 'حلہ' کے مقام پر پہنچا تو آپ نے قیام کا ارادہ ظاہر کیا۔ خدام کو حکم ہوا کہ وہ قصبہ میں غریب ترین شخص کا مکان تلاش کریں، لہٰذا بعد تلاش کے قافلہ ایک بوسیدہ سے مکان کے سامنے جا کر رک گیا۔ اس مکان کے مکین دو ضعیف میاں بیوی تھے اور ان کی دختر، صاحب مکان جب مکان سے باہر آیا اس نے اجنبی افراد کے قافلے کو بطور مہمان اپنے دروازے پر پایا تو ہکا بکا رہ گیا۔ عرب روایات کے مطابق کسی مہمان سے معذرت کرنے کا ان دنوں تصور تک نہ تھا۔ حضرت شیخ نے بغیر تامل کیے فرمایا: ''ہم لوگ آپ کے مکان میں مہمان ہونا چاہتے ہیں۔ حج کے لیے جا رہے ہیں۔ سامان خورد و نوش ہمارے پاس موجود ہے'' صاحب خانہ نے روایتی انداز میں سب کو خوش آمدید کہا۔ قافلہ بڑے سے کشادہ صحن میں مقیم ہو گیا۔ میزبان تو مہمان کی شخصیت سے واقف نہ تھا لیکن قصبہ کے اہل علم و عرفان حضرت شیخ سے واقف تھے۔ جونہی ان لوگوں کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو فوری حاضر خدمت ہوئے اور ہر ایک نے شرف میزبانی عطاء کرنے کی آپ سے درخواست کی لیکن آپ تو پہلے ہی یہ فیصلہ

فرما چکے تھے۔ لہٰذا ہر ایک سے معذرت کر لی۔ آپ کی آمد کی اطلاع بیرون قصبہ کے قرب و جوار کے علاقوں میں رہنے والوں تک بھی پہنچ گئی۔ لہٰذا ہر طرف سے لوگ آپ کی زیارت اور شرف ملاقات کے لیے آنے لگے۔ ان میں علمائے کرام بھی تھے اور مشائخ عظام بھی۔ صاحبان حال بھی تھے اور صاحبان اموال بھی۔ جو بھی حاضر خدمت ہوتا حسب توفیق آپ کی خدمت میں نذرانہ اور ہدیہ پیش کرتا۔ چند یوم بعد جب آپ کی روانگی ہوئی تو حکم ہوا ''تمام نذرانے اور بطور ہدیہ دی جانے والی اشیاء صاحب خانہ کو بطور عطیہ دے دی جائیں''۔ ضعیف میزبان کو جب کثیر رقوم، مویشی اور دیگر قیمتی اشیاء اور پارچہ جات ملے تو اسے احساس ہوا کہ اس کے گھر میں بصورت مہمان اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوا تھا۔ عبدالرزاق الگیلانیؒ نے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے مزید فرمایا کہ دوسرے سال جب حج کو جاتے ہوئے ان کا گزر اس قصبہ سے ہوا تو وہی مفلوک الحال مفلسی و محروم انسان اس قصبہ کا سب سے زیادہ خوش حال شخص تھا۔

حضرت الشیخ کی مخلوق خدا سے محبت اور احترام انسانیت کا جذبہ کسی ذاتی منفعت یا داد و دہش کیلئے نہ تھا، چونکہ ان باتوں کا تعلق انسان کے اپنے نفس سے ہوا کرتا ہے۔ وہی انسان کو خود بینی و خود نمائی کی راہ دکھاتا ہے اور آپ تو نفس کو مجاہدات و ریاضات کے ذریعہ پہلے ہی مغلوب کر چکے تھے۔ آپ کے پیش نظر تو صرف اللہ کی رضا تھی اور اسی جذبہ نے آپ کو ایک شمشیر برہنہ بنا دیا تھا۔ آپ مجبور و لاچار انسانوں کیلئے ہر ظالم کے سامنے احتجاج کرتے اور یہ جہاد اس وقت تک جاری رہتا جب تک کہ مظلوم کی دادرسی نہ ہو جاتی۔ (۱) جب آپ کلام کرتے تو لوگ اسے بغور سنتے، اور جب آپ کسی بات کا حکم دیتے تو لوگ فوراً آپ کے ارشاد کی تعمیل کرتے۔ آپ کے وعظ و تبلیغ کے اثرات پر ''تاریخ دعوت و عزیمت'' کے مصنف رقم طراز ہیں۔ ''حضرت شیخ کے مواعظ دلوں پر بجلی کی طرح اثر کیا کرتے تھے اور فتوح الغیب اور الفتح الربانی کے مضامین اور آپ کی مجالس کے وعظ کے الفاظ آج بھی دلوں کو گرماتے ہیں۔ ایک طویل مدت گزر جانے کے بعد بھی ان میں زندگی اور تازگی محسوس ہوتی ہے''۔ (۲)

انبیاء علیہم السلام کے نائبین اور عارفین کاملین کے کلام کی طرح یہ مضامین بھی ہر وقت کے مناسب اور سامعین اور مخاطبین کے حالات و ضروریات کے مطابق ہوتے تھے۔ عام طور پر لوگ جن بیماریوں میں مبتلا اور جن بیماریوں میں گرفتار تھے، انھیں کا ازالہ کیا جاتا تھا۔ اسی لیے حاضرین آپ کے ارشادات میں اپنے زخم کا مرہم اپنے مرض کی دوا اور اپنے سوالات و شبہات کا جواب پاتے تھے اور تاثیر و نفع کی یہ ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ آپ زبان مبارک سے جو فرماتے تھے وہ دل سے نکلتا تھا اس لیے دل پر

(۱) قلائد الجواہر، ص ۱۲۰ (۲) دعوت و عزیمت جلد اول، ص ۲۰۸، نقلاً قلائد الجواہر

Marfat.com

اثر کرتا تھا۔ آپ کے کلام میں بیک وقت شوکت وعظمت بھی ہے اور دل آویزی وحلاوت بھی اور کیوں نہ ہو ''صدیقین'' کے کلام کی یہی شان ہے۔ ایک دوسری مجلس میں توحید واخلاق اور ماسوائے اللہ سے انقطاع کی تعلیم کچھ اس طرح دیتے ہیں: ''اس پر نظر رکھو جو تم پر نظر رکھتا ہے، اس کے سامنے رہو، جو تمہارے سامنے رہتا ہے، اس سے محبت کرو جو تم سے محبت کرتا ہے، اس کی بات مانو جو تم کو بلاتا ہے، اپنا ہاتھ اسے دو جو تم کو گرنے سے سنبھال لے گا اور تم کو جہل کی تاریکیوں سے نکال لے گا اور ہلاکتوں سے بچائے گا، نجاستیں دھو کر میل کچیل سے پاک کرے گا۔ (اس خدا کو چھوڑ کر کہاں چلے؟ جو) ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور بنانے والا ہے، اول ہے، آخر ہے، ظاہر ہے، باطن ہے، دلوں کی محبت، روحوں کا اطمینان، گرانیوں سے سبکدوشی، بخشش واحسان، ان سب کا رجوع اسی کی طرف ہے، اور اسی کی طرف سے اس کا صدور ہے۔ (۱) ایک دوسری مجلس میں اسی توحید کے مضمون کو اس طرح واشگاف بیان فرماتے ہیں: ''ساری مخلوق عاجز ہے، نہ کوئی تجھ کو نفع پہنچا سکتا ہے، نہ نقصان بس حق تعالیٰ اس کو ان کے ہاتھوں کرا دیتا ہے، اسی کا فعل تیرے اندر اور مخلوق کے اندر تصرف فرماتا ہے، جو کچھ تیرے لیے مفید ہے یا مضر ہے، اس کے متعلق اللہ کے علم میں قلم چل چکا ہے، اس کے خلاف نہیں ہو سکتا، جو موحد اور نیکوکار ہیں، وہ باقی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں، بعض ان میں سے ایسے ہیں جو ظاہر اور باطن دونوں اعتبار سے دنیا سے برہنہ ہیں، گو دولت مند ہیں، مگر حق تعالیٰ ان کے اندروں پر دنیا کا کوئی اثر نہیں پاتا، یہی قلوب ہیں جو صاف ہیں، جو شخص اس پر قادر ہو، اس کو مخلوقات کی بادشاہت مل گئی، وہی بہادر پہلوان ہے، بہادر وہی ہے جس نے اپنے قلب کو ماسوائے اللہ سے پاک بنایا اور قلب کے دروازہ پر توحید کی تلوار اور شریعت کی شمشیر لے کر کھڑا ہو گیا کہ مخلوقات میں سے کسی کو بھی اس میں داخل نہیں ہونے دیتا، اپنے قلب کو مقلب القلوب سے وابستہ کرتا ہے، شریعت اس کے ظاہر کو تہذیب سکھاتی ہے اور توحید ومعرفت باطن کو مہذب بتاتی ہیں''۔ (۲) معبودان باطل کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''آج تو اعتماد کر رہا ہے اپنے نفس پر، مخلوق پر، اپنے دیناروں پر، اپنے درہموں، اپنی خرید وفروخت پر اور اپنے شہر کے حاکم پر، ہر چیز کہ جس پر تو اعتماد کرے، وہ تیرا معبود ہے اور ہر وہ شخص جس سے تو خوف کرے یا توقع رکھے وہ تیرا معبود ہے اور ہر وہ شخص جس پر نفع اور نقصان کے متعلق تیری نظر پڑے، اور تو یوں سمجھے کہ حق تعالیٰ ہی اس کے ہاتھوں اس کا جاری کرنے والا ہے تو وہ تیرا معبود ہے''۔ (۳)

(۱) رموز الغیب ترجمہ فتوح الغیب مقالہ ۶۲ (۲) فیوض یزدانی ترجمہ الفتح الربانی، مجلس ۱۳
(۳) فیوض یزدانی مجلس ۲۰

ایک دوسرے موقع پر خدا کی غیرت، شرکاء سے نفرت اور انسان کی محبوب چیزوں کے سلب اور ضائع ہو جانے کی حکمت اس طرح بیان فرماتے ہیں: ''تم اکثر کہتے ہو گے اور کہو گے، میں جس سے محبت کرتا ہوں اس سے میری محبت رہنے نہیں پاتی اور رخنہ پڑ جاتا ہے، یا تو جدائی ہو جاتی ہے یا وہ مر جاتا ہے یا رنجش ہو جاتی ہے اور مال سے اگر محبت کرتا ہوں تو وہ ضائع ہو جاتا ہے اور ہاتھ سے نکل جاتا ہے، تب تم سے کہا جائے گا کہ اے خدا کے محبوب، اے وہ کہ جس پر خدا کی عنایت ہے، اے وہ جو خدا کا منظورِ نظر ہے، اے وہ جس کے لیے وہ جس پر خدا کی غیرت آتی ہے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ غیور ہے، اس نے تم کو اپنے لیے پیدا کیا، اور تم غیر کے ہو رہنا چاہتے ہو، کیا تم نے خدا کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ ''وہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے، اور وہ اسے'' اور یہ ارشاد کہ ''میں نے جن وانس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں'' کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ ''خدا جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے مبتلا کر دیتا ہے، پھر اگر وہ صبر کرتا ہے تو اسے رکھ چھوڑتا ہے، عرض کیا گیا! یا رسول اللہ ﷺ! رکھ چھوڑنے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: اس کے مال واولاد کو باقی نہیں رکھتا''۔

اور یہ معاملات اس لیے ہے کہ جب مال اور اولاد ہوں گے تو اسے ان کی محبت بھی رہے گی اور خدا سے جو محبت اسے ہے متفرق اور ناقص اور تقسیم ہو کر حق اور غیر حق میں مشترک ہو جائے گی اور خدا شریک کو قبول نہیں کرتا، وہ غیور ہے اور ہر چیز پر غالب وزبردست، تو وہ اپنے شریک کو ہلاک ومعدوم کر دیتا ہے، تا کہ وہ اپنے بندہ کے دل کو خالص کر لے، خاص اپنے لیے بغیر شریک کے، اس وقت اس کا یہ ارشاد صادق آجاتا ہے کہ ''وہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے اور وہ لوگ اسے'' یہاں تک کہ دل جب (خدا کے ان مصنوعی) شریکوں اور برابری کرنے والوں سے جو اہل وعیال، دولت ولذت اور خواہشیں ہیں، نیز ولایت وریاست، کرامات وحالات، منازل ومقامات، جنتوں اور درجات اور قرب ونزدیکی کی طلب سے پاک وصاف ہو جاتا ہے تو اس میں کوئی ارادہ اور آرزو باقی نہیں رہتی ہے، وہ مثل سوراخ دار برتن کے ہو جاتا ہے جس میں کوئی چیز نہیں ٹھہرتی، کیونکہ وہ خدا کے فعل سے ٹوٹ جاتا ہے، جب اس میں کوئی ارادہ پیدا ہوتا ہے، خدا کا فعل اور اس کی غیرت اس کو توڑ ڈالتی ہے، تب اس کے دل کے گرد عظمت وجبروت و ہیبت کے پردے ڈال دیے جاتے ہیں اور اس کے گرداگرد کبریائی اور سطوت کی خندقیں کھودی جاتی ہیں کہ دل میں کسی چیز کا ارادہ گھسنے نہیں پاتا۔ اس وقت دل کو اسباب یعنی مال اور اہل وعیال واصحاب و کرامات وحکم بیانات کچھ مضر نہیں ہوتے، کیونکہ یہ سب دل سے باہر رہتے ہیں تب اللہ تعالیٰ ان سے غیرت نہیں کرتا، بلکہ یہ سب چیزیں خدا کی طرف سے بندہ کے لیے بطور لطف وکرامت ورزق ونعمت کے

Marfat.com

ہوتی ہیں اور جو لوگ اس کے آس پاس آتے ہیں، انھیں نفع پہنچانے کے لیے"۔(۱)

شکستہ دلوں کی تسکین:

حضرت شیخ کے زمانے میں ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو اپنے اعمال واخلاق اور ایمانی کیفیت کے لحاظ سے پست لیکن دنیاوی حیثیت سے بلند اور ہر طرح سے اقبال مند تھا، اس کے برخلاف دوسرا طبقہ معاشی حیثیت سے پست، دنیاوی ترقیات سے محروم، بے بضاعت وتہی دست، لیکن اعمال واخلاق کے لحاظ سے بلند اور ایمانی کیفیات وترقیات سے بہرہ مند تھا، وہ پہلے طبقہ کی کامیابیوں اور ترقیات کو بعض اوقات رشک کی نگاہ سے دیکھتا اور اپنے کو کسی وقت محروم ونامراد سمجھنے لگتا تھا، حضرت شیخ اس شکستہ دل طبقہ کی دلجوئی فرماتے ہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ کی جو عنایات ہیں ان کا ذکر فرماتے ہوئے اس امتیاز وفرق کی حکمت بیان کرتے ہیں۔ارشاد ہوتا ہے: "اے خالی ہاتھ فقر، اے وہ کہ جس سے تمام دنیا برگشتہ ہے"۔

اے گمنام، اے بھوکے پیاسے ننگے، جگر جھلسے ہوئے، اے ہر مسجد وخرابات سے نکالے ہوئے، اے ہر در سے پھنکارے ہوئے، اے وہ کہ ہر مراد سے محروم خاک پر پڑا ہے، اے وہ کہ جس کے دل میں (مٹی ہوئی) آرزوؤں اور ارمانوں کے (کشتوں کے) پشتے لگے ہیں، مت کہہ کہ خدا نے مجھ کو محتاج کردیا، دنیا کو مجھ سے پھیر دیا، مجھے پامال کردیا، چھوڑ دیا، مجھ سے دشمنی کی، مجھے پریشان کیا اور جمعیتِ (خاطر) نہ بخشی، مجھے ذلیل کیا اور دنیا سے میری کفایت نہ کی، مجھے گمنام کیا اور خلق میں اور میرے بھائیوں میں میرا ذکر بلند نہ کیا، اور غیر پر اپنی تمام نعمتیں نچھاور کردیں، جس میں اس کے دن رات گزرتے ہیں، اسے مجھ پر اور میرے دیار والوں پر فضیلت دی، حالانکہ وہ بھی مسلمان ہے اور میں بھی، اور ایک ماں باپ آدم وحوا کی اولاد میں دونوں ہیں (اے فقیر) خدا نے تیرے ساتھ یہ برتاؤ اس لیے کیا ہے کہ تیری سرشت مٹیار زمین (کے مثل) بے ریت ہے، اور رحمتِ حق کی بارشیں برابر تجھ پر ہو رہی ہیں" از قسم صبر ورضا ویقین وموافقت وعلم اور ایمان وتوحید کے انوار تیرے گرداگرد ہیں، تو تیرے ایمان کا درخت اور اس کی جڑ اور بیخ اپنی جگہ پر مضبوط ہے، کلے دے رہا ہے، پھل رہا ہے، بڑھ رہا ہے شاخیں پھیلا رہا ہے، سایہ دے رہا ہے، بلند ہو رہا ہے، روزانہ زیادتی اور نمو میں ہے، اس کے بڑھانے اور پرورش کرنے میں پانی اور کھاد دینے کی ضرورت نہیں، اس بارے میں خداوند تعالیٰ تیرے حکم سے فارغ ہے (کہ وہ خود تیری ضروریات کو بخوبی جانتا ہے) اس نے آخرت میں تجھ کو مقام بخشا ہے اور اس میں تجھ کو مالک بنایا ہے اور عقبیٰ میں تیرے لیے اتنی کثرت سے بخششیں رکھی ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کان نے سنیں، نہ کسی انسان کے دل میں

(۱) رموز الغیب مقالہ ۳۲

گزریں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کوئی نفس نہیں جانتا کہ کون سی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لیے چھپا رکھی گئی ہے، اس کام کے بدلہ میں جو وہ کرتے رہے ہیں یعنی جو کچھ دنیا میں ان لوگوں نے احکام کی بجا آوری، ممنوعات کے ترک پر صبر، مقدرات میں تفویض وتسلیم اور کل امور میں خدا کی موافقت کی ہے۔

اور وہ غیر جسے خدا نے دنیا عطا فرمائی اور (مالِ دنیا کا) مالک کیا ہے اور نعمتِ دنیاوی دی اور اس پر اپنا فضل فرمایا، اس کے ساتھ یہ معاملہ اس لیے کیا ہے کہ اس کے ایمان کی جگہ ریتیلی اور پتھریلی زمین ہے کہ اس میں پانی ٹھہرنا اور درخت اگنا اور کھیتی اور پھل کا پیدا ہونا وقت سے خالی نہیں، تو اس زمین پر کھاد وغیرہ ڈالی جاتی ہے، جس سے پودوں اور درختوں کی پرورش ہو، اور وہ کھاد دنیا اس کا سامان ہے تا کہ اس سے درختِ ایمان اور نہال اعمال کی جو اس زمین میں اگے ہیں حفاظت ہو، اگر یہ چیز اس سے علیحدہ کر دی جائے تو پودے اور درخت سوکھ جائیں گے اور پھل جاتے رہیں گے، پس گھر ہی اجڑ جائے گا حالانکہ خداوند تعالیٰ اس کے بنانے کا ارادہ رکھتا ہے تو اے فقیر! دولت مند آدمی کا درختِ ایمان کمزور جڑ کا ہوتا ہے اور اس وقت سے خالی جو تیرے درخت ایمان میں بھری ہوئی ہے، اس کی مضبوطی اور اس کا ٹکاؤ انھی چیزوں سے ہے، جو مالِ دنیا اور طرح طرح کی نعمتیں اس کے پاس نظر آتی ہیں، اگر درخت کی کمزوری میں یہ چیزیں اس سے الگ کر دی جائیں تو ایمان کا درخت سوکھ کر کفر وانکار (پیدا) ہو جائے گا اور وہ شخص منافقین ومرتدین وکفار میں شامل ہو جائے گا۔ (۱)

دنیا کی صحیح حیثیت:

حضرت شیخ کے یہاں رہبانیت کی تعلیم نہیں، وہ دنیا کے استعمال اور اس سے بقدر ضرورت انتفاع سے منع نہیں فرماتے بلکہ اس کی پرستش اور غلامی اور اس سے قلبی تعلق اور عشق سے منع فرماتے ہیں، ان کے مواعظ درحقیقت حدیث نبوی۔ ان الدنیا خلقت لکم و انکم خلقتم للآخرۃ" (بیشک دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی، (یعنی لونڈی ہے) اور تم آخرت کے لیے پیدا کیے گئے) کی تفسیر ہیں، ایک موقع پر فرماتے ہیں:

''دنیا میں سے اپنا مقسوم اس طرح مت کھا کہ وہ بیٹھی ہوئی ہو اور تو کھڑا ہو، بلکہ اس کو بادشاہ کے دروازے پر اس طرح کھا کہ تو بیٹھا ہوا ہو اور وہ طباق اپنے سر پر رکھے ہوئے کھڑی ہو، دنیا خدمت کرتی ہے اس کی جو حق تعالیٰ کے دروازے پر کھڑا ہوتا ہے اور جو دنیا کے دروازے پر کھڑا ہوا ہوتا ہے اس کو ذلیل کرتی ہے، کھا حق تعالیٰ کے ساتھ عزت وتونگری کے قدم پر''۔ (۲)

(۱) رموز الغیب مقالہ ۲۵ (۲) فیوض یزدانی مجلس ۲۱

Marfat.com

ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہوتا ہے:

"دنیا ہاتھ میں رکھنی جائز، جیب میں رکھنی جائز، کسی اچھی نیت سے اس کو جمع رکھنا جائز، باقی قلب میں رکھنا جائز نہیں (کہ دل سے بھی محبوب سمجھنے لگے) دروازے پر اس کا کھڑا ہونا جائز، باقی دروازے سے آگے گھسنا جائز ہے نہ تیرے لیے عزت ہے"۔ (۱)

درباری علماء کی مذمت:

حضرت شیخ اُن "درباری وسرکاری" علماء اور مشائخ کی بھی پرزور تردید اور پردہ دری فرماتے تھے جنھوں نے سلاطین اور ناخداترس حکام کی مصاحبت اختیار کی تھی اور ان کی ہاں میں ہاں ملانا ان کا شعار تھا جن کی وجہ سے ان سلاطین وحکام کو زیادہ جرأت اور بے خوفی پیدا ہوگئی تھی۔ ایک موقع پر اسی طبقہ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں: "اے علم وعمل میں خیانت کرنے والو! تم کو ان سے کیا نسبت؟ اے اللہ اور اس کے رسول کے دشمنو! اے بندگانِ خدا کے ڈاکوؤ! تم کھلے ظلم اور کھلے نفاق میں (مبتلا) ہو، یہ نفاق کب تک رہے گا؟ اے عالمو! اے زاہدو! شاہان وسلاطین کے لیے کب تک منافق بنے رہو گے؟ کہ ان سے دنیا کا زر ومال اور اس کی شہوات ولذات لیتے رہو، تم اور اکثر بادشاہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے مال اور اس کے بندوں کے متعلق ظالم اور خائن بنے ہوئے ہیں بارِ الٰہا! منافقوں کی شوکت توڑ دے، اور ان کو ذلیل فرما یا ان کو توبہ کی توفیق دے اور ظالموں کا قلع قمع فرما اور زمین کو ان سے پاک کر دے، یا ان کی اصلاح فرما دے"۔ (۲) ایک دوسرے موقع پر اسی طبقہ کے ایک فرد کو اپنا مخاطب بناتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تجھے شرم نہیں آتی کہ تیری حرص نے تجھ کو ظالموں کی خدمت گاری اور حرام خوری پر آمادہ کر دیا، تو کب تک حرام کھاتا اور دنیا کے ان (ظالم) بادشاہوں کا خدمت گار بنا رہے گا، جن کی خدمت میں لگا ہوا ہے ان کی بادشاہت عنقریب ہٹ جائے گی اور تجھے حق تعالیٰ کی خدمت میں آنا پڑے گا، جس کی ذات کو کبھی زوال نہیں"۔ (۳)

دین کے لیے دل سوزی اور فکرمندی:

حضرت شیخ عالم اسلام کی دینی اور اخلاقی انحطاط کو (جس کا سب سے بڑا مرکز خود بغداد تھا) دیکھ دیکھ کر کڑھتے تھے، اور عالم اسلام میں جو ایک عام دینی زوال رونما تھا، اس کے آثار دیکھ کر ان کے سینے میں حمیت اسلامی اور غیرتِ دینی کا جوش اٹھتا تھا، وہ اپنے اس قلبی احساس اور درد کو بعض اوقات چھپا نہیں سکتے تھے۔

---

(۱) فیوض یزدانی مجلس ۵۱ (۲) فیوض یزدانی مجلس ۵۲ (۳) فیوض یزدانی مجلس ۵۲

Marfat.com

ایک موقع پر ارشاد فرماتے ہیں: ''جناب رسول اللہ ﷺ کے دین کی دیواریں پے در پے گر رہی ہیں اور اس کی بنیادیں بکھری جاتی ہیں، اے باشندگانِ زمین آؤ اور جو گر گیا ہے، اس کو مضبوط کر دیں اور جو ڈھے گیا ہے اس کو درست کر دیں، یہ چیز ایک سے پوری نہیں ہوتی، سب ہی کو مل کر کام کرنا چاہیے، اے سورج، اے چاند اور اے دن تم سب آؤ''۔ (۱)

ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں: ''اسلام رو رہا ہے اور ان فاسقوں، اور بدعتیوں، گمراہوں، مکر کے کپڑے پہننے والوں اور ایسی باتوں کا دعویٰ کرنے والوں کے (ظلم) سے جو ان میں موجود نہیں ہیں، اپنے سر کو تھامے ہوئے فریاد مچا رہا ہے، اپنے متقدمین اور نظر کے سامنے والوں کی طرف غور کرو کہ امر و نہی بھی کرتے تھے اور کھاتے پیتے بھی تھے (اور دفعۃً انتقال پا کر ایسے ہو گئے) گویا ہوئے ہی نہ تھے، تیرا دل کس قدر سخت ہے؟ کتا بھی شکار کھیلنے اور کھیتی اور مویشی کی نگہبانی اور مالک کی حفاظت کرنے میں اپنے مالک کی خیر خواہی کرتا ہے اور اسے دیکھ کر خوشی کے مارے کھلاریاں کرتا ہے، حالانکہ وہ اس کو شام کے وقت صرف ایک دو نوالے یا ذرا سی مقدار کھانا دیا کرتا ہے، اور تو ہر وقت اللہ کی قسم قسم کی نعمتیں شکم سیر ہو کر کھاتا رہتا ہے، مگر ان نعمتوں کے دینے سے جو اس کو مقصود ہے، نہ تو اس کو پورا کرتا ہے اور نہ اس کا حق ادا کرتا ہے (بلکہ اس کے برعکس) اس کا حکم رد کرتا ہے اور اس کی حدود شریعت کی حفاظت نہیں کرتا۔

بیعت وتربیت:

ان پرتاثیر اور انقلاب آفریں مواعظ سے اگرچہ اہلِ بغداد کو عظیم الشان روحانی اور اخلاقی نفع پہنچا اور ہزار ہا انسانوں کی زندگی میں اس تبدیلی پیدا ہوگئی لیکن زندگی کے گہرے تغیرات، ہمہ گیر اصلاح اور مستقل تربیت کے لیے صاحبِ دعوت سے مستقل اور گہرے تعلق اور مسلسل اصلاح وتربیت کی ضرورت تھی۔ آپ کے عہد میں اسلامی آبادی کا پھیلاؤ اور زندگی کی ذمہ داریاں اور معاشی تفکرات اتنے بڑھ گئے تھے کہ مدارس کے ذریعہ سے (جن کو بہت سی رسوم وقیود کا پابند ہونا پڑتا ہے) عمومی اصلاح وتربیت کا کام نہیں لیا جا سکتا تھا اور کسی بڑے پیمانے پر کسی دینی وروحانی انقلاب کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی، پھر اس کی کیا صورت تھی کہ مسلمانوں کی بڑی تعداد اپنے ایمان کی تجدید کرے، دینی ذمہ داریوں اور پابندیوں کو شعور اور احساس ذمہ داری کے ساتھ قبول کرے اور اس میں پھر ایمانی کیفیات اور دینی جذبات پیدا ہوں۔ اس کے افسردہ مردہ دل میں پھر محبت کی گرمی پیدا ہو اور اس کے مضمحل قویٰ میں پھر حرکت اور نشاط پیدا ہو پھر

---

(۱) ملفوظات (فیوض یزدانی)، ص ۴۹۸

Marfat.com

اس کو کسی مخلص خداشناسی پر اعتماد ہو اور اس سے وہ اپنے امراضِ روحانی ونفسانی میں علاج اور دنی میں صحیح روشنی اور رہنمائی حاصل کرے۔

قارئین کے علم میں ہوگا کہ خلافت جس کا یہ اصلی فرض تھا، (اس لیے کہ جس نبی ﷺ کی نیابت ونسبت پر یہ خلافت قائم تھی، بقول سیدنا عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ وہ ہدایت کے لیے مبعوث ہوا تھا'' جبایت (تحصیل وصول) کے لیے نہیں) نہ صرف اس فریضہ سے غافل اور کنارہ کش ہو چکی تھی بلکہ اپنے اعمال اور کردار کے لحاظ سے اس کام کے لیے مضر اور اس کے راستے میں مزاحم تھی، دوسری طرف وہ اس قدر بدگمان، توہم پرست اور شکی واقع ہوئی تھی کہ کسی نئی تنظیم اور نئی دعوت کو جس میں وہ قیادت اور سیاست کی آمیزش پاتی، برداشت نہیں کر سکتی تھی، اس کو وہ فوراً کچل دیتی۔

حیاتِ نو: ایسی صورت میں مسلمانوں میں نئی دینی زندگی، نیا نظم وضبط اور نئے سرے سے حرکت و عمل پیدا کرنے کے لیے اس کے علاوہ کیا شکل تھی کہ خدا کا کوئی مخلص بندہ آنحضرت ﷺ کے طریقے پر ایمان وعمل اور اتباعِ شریعت کے لیے بیعت لے اور مسلمان اس کے ہاتھ پر اپنی سابقہ غفلت وجاہلیت کی زندگی سے توبہ اور ایمان کی تجدید کریں اور پھر وہ اُن کی نگرانی اور تربیت کرے، اپنی کیمیا اثر صحبت، اپنے شعلۂ محبت، اپنی استقامت، اور اپنے نفسِ گرم سے پھر ایمانی حرارت، گرمیٔ محبت، خلوص وللّٰہیت، جذبۂ اتباعِ سنت اور شوقِ آخرت پیدا کر دے، ان کو اس نئے تعلق سے محسوس ہو کہ انھوں نے ایک زندگی سے توبہ کی ہے اور ایک نئی زندگی میں قدم رکھا ہے اور کسی اللہ کے بندے کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا ہے، وہ بھی یہ سمجھے کہ ان بیعت کرنے والوں کی اصلاح وتربیت اور ان کی دینی خدمت اللہ تعالیٰ نے میرے سپرد کی ہے، اور اس محبت واعتماد کا مجھ پر نیا حق قائم ہو گیا ہے، پھر اپنے تجربہ واجتہاد اور کتاب وسنت کے اصول و تعلیمات کے مطابق ان میں صحیح روحانیت وتقویٰ اور ان کی زندگی میں یمان واحتساب واخلاص، اور ان کے اعمال وعبادات میں کیفیات وروح پیدا کرنے کی کوشش کرے، یہی حقیقت اس بیعت وتربیت کی ہے جس سے دین کے مخلص داعیوں نے اپنے اپنے وقت میں احیاء وتجدید دین اور اصلاحِ مسلمین کا کام لیا ہے، اور لاکھوں بندگانِ خدا کو ''حقیقتِ ایمان'' تک پہنچا دیا ہے۔ اس سلسلۂ زریں کے گل سرسبد حضرت الشیخ کی ذات شریفہ تھی جو بڑے خطرناک صورت حال میں اپنے عہد کے الفاظ واصطلاحات اور علمی بحثوں سے الگ ہو کر واقعات وحقائق کی بنیاد پر طریقہ قادریہ کی بنیاد رکھی کیونکہ اس وقت اصلاح و تربیت کا اس سے زیادہ سہل اور عمومی اور اس سے زیادہ مؤثر اور کارگر ذریعہ نہیں ہو سکتا تھا۔

حضرت شیخ سے پہلے دین کے داعیوں اور مختلف خادموں نے اس راستے سے کام کیا ہے، اور

Marfat.com

ان کی تاریخ محفوظ ہے، لیکن حضرت شیخ نے اپنی محبوب ودلآویز شخصیت، خدادادروحانی کمالات، فطری علوِاستعداداور ملکۂ اجتہاد سے اس طریقہ کونئی زندگی بخشی اوروہ نہ صرف سلسلۂ قادریہ کے بانی کہلائے بلکہ آپ سے پہلے وہ اتنا مدون ومرتب اور مکمل ومنضبط نہ تھا نہ اس میں اتنی عمومیت اور وسعت ہوئی تھی جتنی آپ کی مقبولیت اور عظمت کی وجہ سے پیدا ہوگئی، آپ کی زندگی میں لاکھوں انسان اس طریقہ سے فائدہ اٹھا کر ایمان کی حلاوت سے آشنا اور اسلامی زندگی اور اخلاق سے آراستہ ہوئے اور آپ کے بعد آپ کے مخلص خلفاء اور باعظمت اہل سلسلہ نے تمام ممالک اسلامیہ میں دعوت الی اللہ اور تجدید ایمان کا یہ سلسلہ جاری رکھا، جن سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بیان نہیں کرسکتا۔ تمام عرب دنیا یمن، حضرموت، اور ہندوستان میں پھر حضرمی مشائخ وتجار کے ذریعہ انڈونیشیا اور سماٹرا میں اور دوسری طرف افریقہ کے براعظم میں لاکھوں آدمیوں کی تکمیلِ ایمان اور لاکھوں غیر مسلموں کے قبولِ اسلام کا ذریعہ بنا۔

زمانہ پر اثر: حضرت شیخ کا وجود اس مادیت زدہ زمانے میں اسلام کا ایک زندہ معجزہ تھا۔ آپ کی مقبولیت کے آثار اور خلق اللہ میں قبولیت ووجاہت کے کھلے ہوئے مناظر، آپ کے تلامذہ اور تربیت یافتہ اصحاب کے اخلاق اور ان کی سیرت وزندگی، سب اسلام کی صداقت کی دلیل اور اس کی زندگی کا ثبوت تھا اور اس حقیقت کا اظہار تھا کہ اسلام میں سچی روحانیت، تہذیبِ نفس اور تعلق مع اللہ پیدا کرنے کی سب سے بڑی صلاحیت ہے اور اس ذات باری کا خزانۂ عامرہ کبھی خالی نہیں۔

سیدنا الشیخ عبد القادر الگیلانی اور خانقاہی نظام

تاریخ میں ہمارے سامنے ایسے نظائر بھی موجود ہیں کہ سلاطین نے اس خانقاہی نظام کو اپنے لیے ہمیشہ خطرہ ہی سمجھا لیکن بالآخران کو معلوم ہوگیا کہ (نظام الاولیا) صرف دین وایمان سلامت رکھنے، مسلمانوں کا اخلاق وکردار درست کرنے اور دین مبین کو تقویت پہنچانے والے مخلص احباب ورفقاء کی ایک سادہ تنظیم کا نام ہے حکومتیں اس نظام سے ٹکرلیں تولیں، یہ نظام حکومتوں سے ٹکر نہیں لیتا۔ اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ سلاطین وامراء نے اس نظام خانقاہی کو اپنے فائدے کیلئے استعمال کرنا چاہا لیکن اس میں ان کو ہمیشہ ناکامی ہوئی۔ بادشاہوں میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جو اس نظام کے ماتحت مقدس زندگی گزارنے اور دوسروں کی زندگیاں سدھارنے والوں کے ساتھ حسن عقیدت رکھتے تھے۔ بارہا انھوں نے مرشدین کی خدمت میں نذریں پیش کیں، مگر ہمیشہ نہیں تو اکثر وبیشتر ان کی نذریں بھی مسترد کردی گئیں، اور اس عذر کے ساتھ کہ نذر کے طور پر پیش کی جانے والی اس دولت کے حصول میں ظلم داخل ہے۔

Marfat.com

مستنجد باللہ بغداد کا وہ خلیفہ تھا جو آپ کے بڑھاپے کا معاصر اور آپ کا معتقد تھا۔ آپ تو کبھی کسی خلیفہ، امیر، وزیر یا سالار لشکر کے پاس نہیں گئے، لیکن آپ کی مجلس وعظ میں ہر پایہ کے لوگ آتے، کسی کو اس کے سیاسی عہدہ کی وجہ سے کوئی خاص مقام نہیں دیا جاتا تھا۔ مستنجد باللہ اکثر و بیشتر آپ کی خانقاہ میں حاضری دیتا تھا۔ خلیفہ جب آنے کو ہوتا تو آپ حجرے میں چلے جاتے تھے۔ وہ آکر بیٹھ جاتا تو حجرہ سے باہر آتے اور خلیفہ خود برائے تعظیم اٹھ جاتا تھا۔ ایک مرتبہ اس خوش خلق، نیک سیرت اور مومن خلیفہ نے آپ کی خدمت میں دو توڑے زر کے پیش کیے، باصرار نذر قبول کرنے کو کہا۔ آپ نے دونوں کیسوں کو اٹھایا اور فرمایا کہ ''دیکھو ان کیسوں سے تو خونِ مظلوم ٹپک رہا ہے'' اور آپ نے ہدیہ کو مسترد کر دیا۔ ماضی میں صوفیائے کرام اور مشائخ کرام نے آپ کی اس روش کو ہمیشہ اپنایا۔ آج بھی موروثی خانقاہیں تو ہیں لیکن رشد و ہدایت کے عمل و پیغام سے خالی نظر آتی ہیں۔

ع   رہ گئی رسم اذان روح بلالی نہ رہی

البتہ بعض سلاطین اور امراء جب آپ کی خدمت میں کچھ نذر پیش کرتے تھے تو آپ حلال ذریعہ سے کما کر پیش کرنے والے کی نذر قبول کر لیتے تھے، اپنے لیے تو نہیں، اپنے محتاج رفقاء اور دیگر فقراء و مساکین کے لیے، لیکن تا امکان ان سے بھی قبول نہ کرتے تھے۔ ایک شخص نے آپ کے سامنے کچھ رقم حاضر کی اور اس نے کہا کہ اس کو فقراء میں تقسیم کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا یہ کام تم خود انجام دو تو بہتر ہے، زیادہ ثواب پاؤ گے۔ اس شخص نے کہا کہ میں فقرائے مستحقین اور غیر مستحقین کی تمیز نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ گمان غالب اور نیت خالص سے اپنا صدقہ غرباء میں تقسیم کر دو، تم کو اخلاصِ نیت کا ثواب ملے گا۔ آپ چونکہ نجیب الطرفین سید تھے اس لیے صدقہ نہیں لے سکتے تھے۔ نذر و نیاز بھی بمشکل قبول کر سکتے تھے کیونکہ کہ نذر دینے والے کو اس بات کا ثبوت دینا ہوتا تھا کہ رقم کسب حلال کی ہے۔ آپ خوش پوش اور خوش خوراک تھے اور دولت مند بھی معلوم ہوتے تھے۔ اس لیے کہ آپ پر خاص کرم ہو گیا ہے۔ آپ بعض صالح تاجروں کے بیوپار میں بطور مضاربت شریک تھے۔ دینار آپ کا ہوتا تھا شریک تجارت محنت کرتا تھا، اصلی اور واقعی منافع میں سے کچھ حصہ آپ کا ہوتا تھا، کچھ شریک تجارت کا۔ آپ کے شریک تجارت کون کون لوگ تھے؟ اس کے جاننے کے لیے کافی تحقیق درکار ہے، جو جاری ہے۔

سلاطین پر تنقید کے اثرات:

آپ بڑی جرأت اور صاف گوئی کے ساتھ حکام اور امراء کی نامنصفانہ طرز عمل اور ظالم افسران کی غفلت پر تنقید فرماتے تھے اور خطبات کا سلسلہ اس وقت تک جاری رکھتے تھے جب تک سربراہ

Marfat.com

ریاست اورارکانِ حکومت یا اس کے ذمہ دار منصفانہ طور پر ایسا بہتر نظام وضع نہیں کر لیتے تھے کہ حق داروں کا ان کا حق مل جاتا تھا۔ آپ نے کسی جابر حکمران کی مانند دماغوں پر حکومت نہیں کی، جسموں کو پابند سلاسل نہیں کیا اور زبانوں پر سفاکی وتشدد کے پہرے نہیں لگائے بلکہ آپ نے کمتر وحقیر انسانوں کو بھی آزادئ گفتار بخشی، فسق وفجور، ڈکیتی وچوری، قتل وغارت گری میں مبتلا رہنے والوں سے بھی محبت کی اور پھر ایک دن یہ سیہ کاروں کی جماعت آپ کے قدموں پر آگری۔ یہی وہ انقلاب عظیم تھا جس نے بھٹکے ہوئے انسانوں کے مضطرب دلوں کو اسیر کرلیا تھا۔ ہزاروں عیسائیوں اور یہودیوں اور دیگر اقوام کو تعصب وشرک کی غاروں سے نکال کر آدابِ شریعت سکھائے اور بے شمار انسانوں نے آپ سے راہ ہدایت پائی اور اسلام کی روشنی مشرق ومغرب تک جا پہنچی۔

آپ نے اپنے خطبات میں ان کمزرویوں اور خرابیوں کی بھی نشاندہی فرمائی جو اس دور کے عالموں، صوفیوں، امیروں اور غریبوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ آپ نے اس حقیقت کا اظہار بھی فرمایا کہ نفس و شیطان نے کس طرح مختلف طبقات کو فریب میں مبتلا کر رکھا ہے؟ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی کے مواعظ دلوں پر بجلی کی طرح اثر انداز ہوتے تھے۔ یہ بات واضح رہے کہ حضرت الشیخ سے قبل نہ جانے کتنے عبقری خطباء، مقررین اور ساحرالبیان واعظین گزر چکے ہیں ان میں سے بعض تو ایسے گزرے ہیں کہ اگر انھوں نے ایک بار کوئی لفظ استعمال کرلیا تو زندگی میں دوبارہ اس لفظ کو استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی، مگران کے خطاب میں وہ تاثیر نہ پیدا ہوسکی جو آپ کے خطاب میں تھی۔ اس تاثیر میں کیا حکمت تھی اور آپ کا کلام اس قدر موثر کیوں ہوا؟ اس سلسلے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں: ''دراول حال رسول خدا وحضرت مرتضی راعلیہ رضوان اللہ درخواب دیدم کہ امر فرمودند را بہ تکلم واندا خشند دردین لعاب دہن وبکشاد برمن ابواب سخن''۔ (۱)

''حضرت سیدنا الشیخ فرماتے ہیں کہ شروع زمانہ میں، میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ مجھے وعظ کہنے کا حکم فرمارہے ہیں اور میرے منہ میں اُنھوں نے لعاب دہن ڈالا، بس میرے لیے ابواب سخن کھل گئے''۔ قلائد الجواہر کی عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم نے الگ الگ سات بار لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا۔ تعداد میں اختلاف کتنا ہی کیوں نہ ہو، مگر یہ طے ہے کہ لعاب دہن منہ میں جاتے ہی الفاظ ومعنی کا ایک سیلاب ذہن ودماغ میں امنڈ پڑا۔ پھر کیا کیفیت ہوئی؟۔

---

(۱) اخبار الاخیار،ص ۱۶

Marfat.com

مردہ دلوں کی مسیحائی:

شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام المصری شافعی اس عہد کے بڑے عالم لکھتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب کی توجہ اور زبان کی تاثیر سے لاکھوں انسانوں کو نئی زندگی عطا فرمائی۔ آپ کا وجود اسلام کے لیے ایک بادِ بہاری تھا، جس نے دلوں کے قبرستان میں نئی جان ڈال دی اور عالم اسلام میں روحانیت کی ایک نئی لہر پیدا کردی، کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں یہودی اور عیسائی اسلام قبول نہ کرتے ہوں اور خونی اور جرائم پیشہ توبہ سے مشرف نہ ہوتے ہوں اور فاسدالاعتقاد اپنے غلط عقائد سے توبہ نہ کرتے ہوں۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ جس درجہ کے تواتر کے ساتھ آپ کی کرامات ثبوت کو پہنچی ہیں اس درجہ تواتر کے ساتھ دیگر اولیاء کی کرامات ثبوت کو نہیں پہنچیں۔ آپ علم و عمل دونوں میں رتبہ عالی رکھتے تھے۔ مورخین کا بیان ہے کہ آبادی کا بڑا حصہ حضرت شیخ کے ہاتھ پر توبہ سے مشرف ہوا اور بکثرت عیسائی، اہلِ ذمہ باطنی اور جہمی مسلمان ہوئے۔ (۱)

آپ کے خطبات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نہایت بلند پایہ خطیب تھے۔ آپ نے اپنے خطاب کا آغاز تقریباً ۵۲۱ھ میں کیا تھا، جب بغداد میں ابوالفتوح الاسفرائینی نامی شخص جس کا تعلق فرقہ باطنیہ سے تھا اور بڑا چرب زبان تھا، اس نے ایسے خطبے دیئے تھے جن میں بے بنیاد روایات کی کثرت تھیں اور اس خطبے سے عوام وخواص میں بے چینی پیدا ہوگئی تھی اور دھیرے دھیرے دیگر گمراہ فرقے کے افراد اپنے افکار ونظریات کی تبلیغ کرنے لگے تھے۔ دوسری طرف جب آپ نے اپنے خطبات کا سلسلہ شروع کیا تو کتاب وسنت کے علاوہ علمی وروحانی دلائل سے بھرپور ہوتا تھا۔ بغداد کے لوگ ذوق و شوق سے آپ کے خطبات سننے کے لیے آنے لگے اور ''ابوالفتوح'' اپنی موت آپ مرگیا۔ مورخین کے مطابق شائقین کے ہجوم کا یہ عالم تھا کہ صدہا اہل علم، قلم اور کاغذ لے کر بیٹھتے اور آپ کے خطبات لکھتے تھے۔ مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ خانقاہ میں جگہ ناکافی ہونے کے باعث شیخ کی مجلسِ وعظ شہر سے باہر عید گاہ بغداد کے کھلے احاطے میں منعقد کی جانے لگی۔ جہاں اہلِ بغداد کے علاوہ دیگر بستیوں کے لوگ بھی گھوڑوں وغیرہ پر سوار ہوکر آتے۔ سواروں کی صفیں مجلس کے اردگرد، فصیل شہر کی صورت اختیار کرلیتیں، آپ کا یہ سلسلہ خطبات تقریباً ۵۶۱ھ تک جاری رہا۔ (۲)

آدابِ خطبہ:

آپ کا وعظ خطبات تو درحقیقت فیض ربانی کا ایک دھارا تھا، جو جن جن قلوب پر گزرتا میل و

---

(۱) قلائدالجواہر، ص ۸۰ (۲) دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۱۲، ص ۹۳۳، لاہور

کچیل کو بہالے جاتا، انھیں صاف وشفاف کردیتا، اور تجلیات الٰہی سے منور ہونے کی ان میں صلاحیت پیدا کر دیتا تھا۔ ''قلائدالجواہر'' کے مطابق جب وعظ کے لیے آپ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو اعوذ باللہ اور بسم اللہ کہتے اور قدرے بلند آواز سے الحمدللہ رب العالمین کہتے اور توقف فرماتے، پھر دوسری بار کہتے، پھر اس قدر توقف کرتے تیسری بار پھر اسی طرح الحمدللہ رب العالمین کہتے ہوئے خطبۂ اختتامیہ عطا فرماتے۔

خطبۂ اولین میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، شان ربوبیت ورحیمی، اس صفات کی صفات عالیہ بیان کرتے پھر احادیث نبویہ بیان کرتے۔ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو بندۂ انسان میرا ہو جاتا ہے میں اس کا ہو جاتا ہوں، یہاں تک میں اس کی زبان بن جاتا ہوں، جس سے وہ کلام کرتا ہے، میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ بھی ایسے مقام پر فائز ہو چکے تھے جو خاصانِ اولیاء ہوا کرتا ہے اور اللہ کا ولی جو دعویٰ کرے وہ دعویٰ نہیں بلکہ حقیقی ہوتا ہے اور انہی بندوں کی دعائیں بھی فوری طور پر قبول فرماتا ہے۔ ارشاد باری ہے ''فانی قریبٌ أجیبُ دعوۃ الداعِ اذا دعَان ''۔(۱) یعنی میرا مخلص بندہ جب مجھ سے دعا مانگتا ہے تو میں فوری قبول کرتا ہوں''۔

حضرت شیخ بھی انھیں مستجاب الدعوات میں سے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میرا چاہنے والا وقت مشکل مجھے یاد کرتا ہے تو میں فوراً اس کی دست گیری کرتا ہوں۔ بارگاہِ خداوندی سے انھیں اتنی قدرت حاصل رہی ہے کہ وہ مرضی مولیٰ کے مطابق بندگان خدا کی دستگیری کرسکیں۔ اولیاء اللہ کے بارے میں مستند احادیث اور سیرت وسوانح کی کتابوں میں مذکور ہے کہ جس طرح انھیں زندگی میں تصرف کا اختیار حاصل تھا اس طرح وہ اپنی قبروں میں بھی تصرف فرما رہے ہیں۔ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب اشعۃ اللمعات (شرح مشکوۃ ج، اول ص ۷۱۵) اور مولانا عبدالرحمٰن جامی نے ''نفحات الانس'' میں ایسے بزرگوں کا ذکر کیا ہے جن کا تصرف حسبِ سابق آج بھی اپنی قبروں سے جاری وساری ہے۔ انھیں میں حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی البغدادی کا بھی نام آتا ہے۔ بر بنائے ثبوت یہاں صرف ایک واقعہ جو دیوبندی مکتب فکر کے مشہور عالم مولانا محمد یعقوب نانوتوی صاحب کا درج کیا جارہا ہے جو کسی زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کے مدرس تھے۔ ان کے مرنے کے بعد ان کی قبر کی مٹی خلق خدا کے لیے شفاء کا کام کرتی تھی۔ علماء دیوبند کی مستند کتاب ارواح ثلاثہ ۳۲۲ میں ہے۔

''ان کی قبر کی مٹی میں یہ تاثیر پیدا ہوگئی تھی جو بیمار اسے اپنے بازو پر باندھ لیتا تھا وہ اچھا

(۱) سورۃ البقرہ، آیت 186، پ 2

ہوجاتا تھا۔ان کے صاحبزادے مولوی معین الدین اپنے باپ کی قبر پر ایک دن گئے اور شکایت کی اور کہا اگراب کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہو، پھر اس دن سے کسی کو آرام نہ ہوا۔اور اسی دن سے مٹی کی وہ تاثیر ختم ہوگئی''۔

اصحابِ قبور سے استمداد اور ان سے فیوض و برکات کا حصول ایک عرصہ سے خلقِ خدا کا معمول رہا ہے لیکن مقربین الٰہی جنھیں اولیاء کرام کہا جاتا ہے ان سے جو چیز منسوب ہوجاتی ہے ارباب دین و دانش نے ان اشیاء سے بھی مدد حاصل کی ہے۔مورخین لکھتے ہیں کہ ہندوستان پر جب محمود غزنوی کے کئی حملے ناکام ہوگئے اور اس سے فتح و کامرانی حاصل نہ ہوئی تو وہ حضرت شیخ ابوالحسن الخرقانی علیہ الرحمۃ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔حضرت شیخ نے تبرک کے طور پر سلطان کو اپنا خرقہ عنایت کیا اور پھر سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ آور ہونے سے پہلے اس خرقہ مبارکہ کے وسیلے سے بارگاہِ خداوندی میں دعا کی۔چنانچہ سلطان کی یہ دعا قبول ہوئی اور فتح و نصرت نے اس کے قدم چومے۔عظیم ہندوستان کے مستند مورخ ''تاریخ فرشتہ'' کے مصنف محمد قاسم لکھتے ہیں کہ:''جس روز سلطان محمود نے شیخ ابوالحسن خرقانی کے خرقہ کو ہاتھ میں لے کر خداوند تعالیٰ سے دعا مانگ کر فتح حاصل کی اسی رات کو محمود نے خواب میں شیخ ابوالحسن خرقانی کو دیکھا،انھوں نے محمود سے فرمایا:''اے محمود!تو نے میرے خرقہ کی آبروریزی کی ہے اگر تو فتح کی جگہ تمام غیر مسلموں کے اسلام لے آنے کی دعا کرتا تو وہ بھی قبول ہوجاتی''۔(۱)

ایک سوال......آپ شیخ کیوں کہلاتے ہیں؟

اُن دنوں ہر فن کا استاد اُس فن کا شیخ کہلاتا تھا۔استاد تو اوستادو کا مخفف ہے،جس کا لغوی ترجمہ پارسیوں کی مقدس کتاب ''اوستا کا عالم'' ہے۔معلم کو استاد بعد میں کہنے لگے۔ابتدائی معلمین مقری کہلاتے تھے۔اوسط درجہ کی تعلیم دینے والے معلم تھے اور منتہی طلبہ کو سکھانے والے شیخ کہلاتے تھے۔ آپ تھے تو آلِ رسول سے جن کو ہمارے ملک میں سید کہا جاتا ہے لیکن آپ شیخ کہلاتے تھے۔اس لیے کہ آپ کو علمائے عصر نے شیخ الکل (سب کا استاد) مان لیا تھا۔آپ نے علومِ شرعیہ متعدد شیوخ سے حاصل کیے۔اور آپ کے روحانی پیر طریقت شیخ ابوسعید مبارک بن علی بن حسین المخرمی (المتوفی ۵۱۳ھ) جو فقہی حیثیت سے حنبلی تھے۔انھوں نے شیخ ابوالحسن علی بن محمد الہنکاری (المتوفی ۴۸۶ھ) سے،انھوں نے ابو الفتح طرسوسی (المتوفی ۴۴۷ھ) سے،انھوں نے شیخ عبدالواحد التمیمی (المتوفی ۴۲۵ھ) سے اور انھوں نے شیخ ابوبکر شبلی (المتوفی ۳۳۴ھ) سے رموزِ طریقت سیکھے۔شیخ ابوبکر شبلی جن باتوں پر زور دیتے تھے ان میں

(۱) تاریخ فرشتہ،جلد اول ۱۰۰

Marfat.com

سے ایک یہ ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ جو وہ نیک کام کرتا ہے اس کو کل پر کبھی نہیں ٹالنا چاہیے کیونکہ زندگی کتنی ہے کسے معلوم؟ اس تعلیم کو آسی مرحوم نے یوں ادا کیا ہے:

کار امروز بفردا مگزار اے آسی

آج ہی چاہیے اندیشہ فردا دل میں

ابوبکر شبلی فقہی حیثیت سے امام مالک کے تبع تھے۔ رموز طریقت انھوں نے حضرت جنید بغدادی (المتوفی ۲۷۰ھ) سے سیکھے تھے، ان پیغامات میں سے ایک خاص پیغام یہ ہے۔ ''اپنا بار خلق پر نہ ڈالو، بلکہ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ بھی اوروں کو دے دو''۔ آج کل پیرانِ طریقت کا رویہ تو یہ ہے کہ اوروں کو کیا دینا ہے دوسروں سے وصول کرنا ہوتا ہے۔ شیخ شبلی نے حضرت سری السقطی المتوفی ۲۵۰ھ سے طریقت کے اسرار حاصل کیے۔ ان کا خصوصی پیغام یہ تھا کہ صاحب طریقت کو چاہیے ''میان بازار مشغول بحق باشند وخرید وفروخت نمایند''۔ بعض لوگ جو رہبانیت پسند ہیں۔ اس کا یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ تجارت اور کاروبار دنیا سے مجتنب رہ کر یاد الٰہی کرنا بہتر ہے۔ شیخ سری سقطی نے تعلیم دی کہ نہیں بلکہ کاروبار میں مصروف رہتے ہوئے خدا کی یاد کو ہر دم دل میں رکھنا چاہیے۔ اسی تعلیم کو اکثر صوفیائے کرام بیان کرتے ہیں۔

سری سقطی کے شیخ حضرت معروف کرخی تھے، یہ اور ان کے والدین پہلے نصرانی تھے۔ امام علی رضا بن امام موسیٰ رضا کے ہاتھ پر یہ اور ان کے والدین مسلمان ہوئے۔ مسلمان ہو کر فقہی حیثیت سے امام ابوحنیفہ کا مسلک اختیار کیا۔ رموز طریقت حضرت حبیب العجمی سے حاصل کیے جو حضرت سلمان فارسی کے تربیت کردہ تھے۔ حضرت شیخ عبدالقادر نے اور بزرگان دین سے بھی استفادے کیے لیکن آپ کے پیران طریقت میں یہی سلسلہ زیادہ مشہور ہے۔ اس طرح آپ کے سلسلے کے شیوخ میں امام ابوحنیفہ، امام ثوری، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد سب کے مسلکوں کے پابند گزرے ہیں اور چاروں فقہی مسالک برحق ہیں اور سب ہی کا محور ومرکز نبی کریم ﷺ کی ذات شریف ہے۔ تمام بلاد اسلام سے چیدہ چیدہ اکابر آپ کی مجلس میں حاضری دیا کرتے تھے اور اس طرح حضرت شیخ عالم اسلام کے حالات وکوائف سے ہر وقت مطلع رہا کرتے تھے، کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہیں رہتی تھی۔ چنانچہ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں:

نظرت الی بلاد الله جمعاً كخردلةٍ علی حكم اتصالِ (۱)

یعنی ''میں نے اللہ تعالیٰ کے شہروں کو دیکھا تو مجھے رائی کے دانے کے برابر نظر آئے''۔

---

(۱) قصیدۃ القادریہ، ص ۸

Marfat.com

"خردلۃ" عربی میں رائی کے دانے کو کہتے ہیں۔ یہی روحانی آنکھ کا کمال ہے کہ جہاں مادی وسائل سے لیس آنکھ عاجز آ جائے اس کی کارکردگی کا آغاز ہو جاتا ہے۔ تصرف بعد از وصال کے لیے ایسی ہی کسی آنکھ کی اشد ضرورت تھی، جو پوری کائنات کا احاطہ کر سکے اور یہ چشم بصیرت و بصارت حضور ﷺ کے طفیل سیدنا الشیخ کو نصیب ہوئی، البتہ اس تصرف کے وسائل الگ الگ نوعیت کے رہے ہیں۔ پہلا وسیلہ تو آپ کی تعلیم تھی جس نے امت مسلمہ کی افق پر چھائی ہوئی ادبار پہلی گھٹا ختم کی یعنی حکومت باطنیہ کا جنازہ نکلا، اور نور الدین زنگی افقِ اسلام پر طلوع ہوا، پھر صلاح الدین ایوبی یورپ کی متحدہ طاقتوں کو شکست دے کر بیت المقدس آزاد کرا لیا۔ عروج ایوبی سے ملت اسلامیہ کا مرکز مضبوط ہو گیا۔ پھر ان ہی ایام میں غزنویوں کے انتشار میں سے خاندان غوری نمودار ہوا، جس نے برصغیر میں مسلم حکومت کے قیام کی داغ بیل ڈالی۔ اس میں حضرت الشیخ کے قریبی عزیز اور فیض یافتہ خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی کا دست مبارک بھی کارفرما تھا۔ پھر آپ ہی کے خلفاء شاگردانِ رشید مشائخ چشت اور سہروردی بزرگان، خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی، شاہ رکن عالم ملتانی، مخدوم جہانیاں جہاں گشت، لعل شہباز قلندر سندھی علیہم الرحمۃ کے روشن کیے ہوئے دوسرے چراغوں نے پورے برصغیر کو بقعۂ نور بنا دیا۔

عراق میں شیعیت و رافضیت کے دلائل کو رد کرنے کے لیے آپ کا نجیب الطرفین سید ہونا ہی کافی تھا، کیونکہ ان کے ہاں سیاسی و روحانی پیشوائی کا حق صرف اسی خاندان کو ہے جس کے آپ چشم و چراغ تھے کسی کو جرأت نہ تھی آپ کی موجودگی میں امامت کا دعویٰ کر سکے۔ آپ علم و فضل، زہد و تقویٰ اور اصل و نسل ہر لحاظ سے آپ بلند و بالا تھے۔ آپ کا قائم کردہ سلسلہ قادریہ جو تصرف بعد وصال کا اہم ذریعہ بنا، فتنہ تاتار جس نے ۶۱۵ھ سے ۶۵۶ھ تک اسلامی سلطنت، تہذیب و ثقافت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، سلسلہ قادریہ کی ہی مساعی جملہ کا کردار تھا جس سے نیست و نابود ہوا۔ چنگیز خان اور ہلاکو خان اور اس کی اولاد جس نے کرہ ارض کے مسلم جغرافیے کا حلیہ بگاڑ دیا تھا، ملکوں کی سرحدوں کو روند کر انسانی کھوپڑیوں کے بلند و بالا مینار تعمیر کیے اور تاریخ انسانی کو انوکھی تخریف سے روشناس کرایا، ایسی تخریب جو کبھی چشم فلک نے نہ دیکھا اور نہ سنا، وہی اولاد ایک نہتے درویش کے سامنے بے بس ہو گئی۔ یہ درویش خراسانی تھے اور سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھتے تھے۔ انھیں اشارۂ غیبی ہوا اور انھوں نے بڑی جرأت کے ساتھ ہلاکو خاں کے بیٹے تگودار خان سے مذاکرات کیے۔ آخر کار اس کے دل نے در پردہ حقیقت کا اعتراف کر لیا اور خراسانی قادریہ سلسلے کے دستِ حق شناس پر اس نے اسلام قبول کر لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام تاتاری قبائل اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے، رفتہ رفتہ نئے ضابطہ حیات سے متعارف ہوئے تو پھر اسی

Marfat.com

کے ہو کر رہ گئے اور ان کے سینے نور ایمان سے منور ہو گئے۔ حضرت سیدنا الشیخ کے تصرف بعد از وصال کے اس سے زیادہ روشن مثال کیا ہو سکتی ہے؟۔

آپ کے فیوض و برکات کو احاطہ تحریر میں لانے کے لیے عمریں درکار ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کے روحانی تصرفات دائمی ہیں۔ شریعت محمدیہ کے تن ناتواں میں جس انداز میں آپ نے نئی روح پھونکی وہ بذات خود ایک محیر العقول کارنامہ ہے، ان تصرفات کی تشریح پیش کرنے سے پیشتر آپ کی شخصیت کو جدید علوم کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اس کائنات کی وسعت کا اندازہ لگانے کے لیے جدید سائنس نے بھی سعی لاحاصل کی ہے اور پھر شکست کا اعتراف بھی کر لیا ہے۔ مثلاً ہمارے شمسی نظام میں سورج کے گرد نو ستارے گردش کر رہے ہیں یعنی عطارد، زہرہ، زمین، مریخ، مشتری، زحل، یورنیس، نیپچون اور پلوٹو سب سے آخری معلوم سیارہ جو سورج سے ۳ ارب ۶۷ کروڑ ۵۰ لاکھ میل کے فاصلے پر ہے، ہماری زمین کا فاصلہ ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ میل بنتا ہے۔ ایسے ۱۰ کروڑ نظام مل جائیں تو ایک کہکشاں معرض وجود میں آتی ہے اور ایسے دس کروڑ کہکشاؤں کا علم آج ہمارے پاس موجود ہے۔ ان فاصلوں کی پیمائش نوری سالوں میں کی جاتی ہے یعنی روشنی کی رفتار سے اگر سفر طے کیا جائے تو وہ جتنا فاصلہ ایک سال میں طے کرے گی ایک نوری سال کہلائے گا۔ واضح رہے کہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے۔ آخری کہکشاں جس کا علم آج ہمیں ریڈیائی لہروں سے لیس دوربین سے ہوا۔ وہ ہماری زمین سے دو کروڑ نوری سالوں کے فاصلے پر ہے۔ اب اس کے بعد یہ سلسلہ کہاں تک دراز ہے؟ اس کا کوئی آشنا نہیں۔ گویا چشم بصیرت و بصارت چندھیائی جاتی ہیں۔ الغرض سیاروں، ستاروں کی تعداد اور ان کے مابین فاصلے دونوں شمار نہیں کیے جا سکتے اور ان کی پیمائش ممکن ہے، ان سے کما حقہ آگاہی تو ایک مسئلہ ہے۔ تادمِ تحریر بڑے سے بڑا ریاضی دان، سائنس دان، یا ماہر اجرام فلکی اس وسیع و عریض کائنات کا مرکز معلوم کرنے یا حدود تعین کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکا۔ اس کے برعکس چشم قطب نے آج سے دس صدیاں پیشتر نعرہ مستانہ بلند کیا تھا۔

نظرت الیٰ بلاد اللہ جمعاً ۔۔۔ کخردلۃ علی حکم اتصالِ

یعنی کائنات تو میری نظر میں ہتھیلی پر رائی کے دانے کے مانند ہے اور اس سے زیادہ چشم بصیرت و بصارت کی روشن مثال اور کیا ہو سکتی ہے؟

سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی کو "غوث اعظم" کیوں کہتے ہیں؟

علماء اہلسنت و مشائخ ایک مدت سے معترضینِ الشیخ عبدالقادر الگیلانی کو یہ جواب دیتے

Marfat.com

آرہے ہیں کہ حضرت سیدنا الشیخ طریقت میں سب سے پہلے امام تصور کیے جاتے ہیں جیسے شریعت میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی ذات بابرکات ہے، اسی واسطے ان دونوں بزرگوں کو لفظ اعظم سے پکارا جاتا ہے۔

بعض مولفین نے آپ کو غوثیت کبریٰ کا نام دے کر اسی کا دوسرا نام غوث اعظم تحریر کیا ہے۔ غوث عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی فریادرس یعنی فریاد کو پہنچنے والا، اس کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ دنیا میں انسانوں اور جنوں میں سے اگر کسی کو کوئی تکلیف لاحق ہو اور وہ اس تکلیف سے عاجز آجائے پھر وہ حضرت الشیخ کو پکارے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جناب سیدنا الشیخ عبدالقادر کو اس عظیم قوت سے سرفراز کیا گیا ہے کہ آپ فوری طور پر اس کی فریاد کو سنتے ہیں، اس مرتبے کو غوث اعظم اور کبھی غوثیت کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔

کائنات کا نظام روز اول سے دو قسم کا چلا آرہا ہے۔ ایک تشریعی نظام، دوم تکوینی نظام۔ تشریعی نظام کی سربراہی حضرت جبرائیل علیہ السلام فرمارہے ہیں جب کہ تکوینی نظام جس میں ساری دنیا کا نام موت، زندگی، رزق، حوادث والآم ومصائب، اولاد، خوشی ومسرت، غم ودکھ، جملہ امور جو کائنات میں پیش آتے ہیں ان کی انجام دہی میں حضرت میکائل اور عزرائیل کے ساتھ بعض وہ عبادالصالحین شریک ہوتے ہیں جنھیں قطب الاقطاب کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ شعبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو سپرد ہوا۔ اس لیے انھیں شاہ ولایت کے نام سے تعبیر کیا گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بعد یہ عہدہ حضرت حسنین کریمین علیہم السلام سے ہوتا ہوا بارہ ائمہ تک پہنچا اور پھر حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی البغدادی کو عطا ہوا۔ واضح رہے کہ تکوینی نظام کا یہ تصور عوام الناس کے لیے قابل فہم نہیں ہے، اس لیے کہ یہ عہدہ اور اس کے تحت دیگر اربابِ خدمت مثلاً ابدال، ابرار، نجباء اور مختلف اقطاب کے مناصب ایک دوسری حوالے سے تعلق رکھتے ہیں جہاں ہر شخص کی رسائی ممکن نہیں۔ (۱)

---

(۱) پیران پیر نمبر، قومی ڈائجسٹ لاہور، ص ۲۹۰، مطبوعہ لاہور

Marfat.com

باب چہارم

سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی کی اصلاحی خدمات بطریق وعظ وارشادات، ادبی وتفسیری کلام

Marfat.com

﴿باب چہارم﴾

سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی کی اصلاحی خدمات

(بطریق وعظ وارشادات، ادبی وتفسیری کلام)

حضرت سیدنا الشیخ کو تدریسی ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے کم وبیش دس برس کا عرصہ گزر چکا تھا۔علمی دنیا میں آپ کا مقام مسلمہ تھا ہی مشائخ عظام میں بھی آپ کو انتہائی احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ان تمام باتوں کے باوجود آپ نے ابتداء ہی سے اپنے کو دنیوی ہنگاموں اور خسروی ایوانوں سے دور رکھا تھا۔چونکہ نہ تو آپ اس معاشرے سے مطمئن تھے جو کہ ان دنوں خلافتِ عباسیہ کے زیرِ سایہ پروان چڑھ گیا تھا اور نہ آپ کو کسی سلطان یا خلیفہ وقت سے کوئی اعانت درکار تھی۔آپ کی طبع مبارکہ میں حد درجہ انکساری تھی۔لہٰذا نمود ونمائش کی باتوں سے آپ نے ہمیشہ اجتناب کیا۔نہ کسی سے ملنے کی طلب رہتی تھی اور نہ کسی کی جدائی کا غم۔ان دنوں بغداد میں فن خطابت کا بھی بڑا چرچا تھا۔دنیائے عرب کے بڑے بڑے خطبا اپنے اپنے علم ودانش کا مظاہرہ کرتے رہتے تھے۔متکلمین اور باطنین اپنی علمی موشگافیاں دل نواز انداز میں بیان کرتے کہ سامعین حیرت زدہ رہ جاتے لیکن ان تمام کاوشوں کا نہ عامۃ الناس پر کوئی قابل ذکر اثر ہوتا تھا اور نہ ہی صاحبان مال واقتدار میں کس طرح کی تبدیلی نظر آتی تھی، چونکہ ان خطبات و ملفوظات میں فصاحت وبلاغت اور زبان وبیان کی لطافت تو ہوتی تھی لیکن دراصل ان خطبات میں خلوص کا فقدان تھا، لہٰذا شیخ بھی ان خطابات سے کافی عرصہ تک دور رہے اور ان معرکہ آرائیوں سے اپنے آپ کو دور ہی رکھا۔دیکھتے دیکھتے متکلمین کے بعض خطباء اپنے اپنے خطابات میں نظریہ توحید واعتقادات کے منافی تقریریں کرنے لگے اور اسلامی اعتقادات کے زیادہ تر منافی خطرات بڑھنے لگے۔

آپ کے خطبات کا آغاز:

ماہ شوال ۵۲۱ھ/ بمطابق ۱۱۲۷ء کی تاریخ تھی اور ظہر کا وقت تھا کہ آپ کو حضور سید المرسلین ﷺ کی زیارت ہوئی، حضرت شیخ المشائخ سیدنا ظہیر الدین القادری شیخ سجادہ العالیہ القادریہ الگیلانیہ بغداد اور وزیر اعظم عراق (۱۹۲۷ء) اپنی کتاب ''فتح المبین'' میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''یا ابنی! تم وعظ وتلقین کیوں نہیں کرتے؟ حضرت سیدنا الشیخ نے بصد آداب واحترام عرض کیا اے اللہ کے رسول! میں عجمی ہوں، ان فصحائے عرب کے مقابل میرے وعظ کی مقبولیت کیونکر حاصل ہو سکتی ہے؟ حضور ﷺ نے اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں عطا فرمایا اور ''اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَ

الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ" پڑھتے ہوئے آپ کو وعظ و تلقین کی اجازت عطا کی۔

واضح رہے کہ فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کے برکت سے ہی معرکہ خیبر کے دوران حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو آب چشم سے صحت ملی تھی اور وہ زور بازو کہ جس نے قلعہ خیبر کے در و دیوار اکھاڑ پھینکے تھے۔ کئی بار آپ کے لعاب دہن سے صحابۂ کرام اپنے چہروں کو منور کیا کرتے تھے، آپ ہی کے لعاب دہن سے کنویں کا کھاری پانی بھی شیریں ہو گیا تھا۔ اب وہی فیضان سیدنا الشیخ پر جاری ہوا تھا۔ حضرت سیدنا الشیخ حبیب ربانی کی زیارت مبارکہ اور لعاب دہن کی عطا سے مخمور نماز ظہر سے فارغ ہوتے ہی از خود منبر پر تشریف لے گئے، اللہ عزوجل کی حمد و ثناء بیان کی۔ ہادی برحق ﷺ پر درود و سلام پیش کرنے کے بعد گویا ہوئے۔ لوگوں نے جو خلافِ معمول آپ کو منبر پر دیکھا تو آپ کے گرد جمع ہونا شروع ہو گئے۔ صاحب قلائد الجواہر معتبر روایات کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جس طرح سرور کائنات ﷺ نے آپ کو فرمانِ الٰہی اور اپنے لعاب دہن سے نوازا تھا۔ اس طرح کی نوازش خیبر شکن ابوالحسن علی بن ابی طالب نے بھی آپ پر فرمائی تھی۔

حضرت سیدنا الشیخ کو سلسلۂ موعظت شروع کیے، ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ عجمی ہونے کے باوجود آپ کی زبان نطق بیان میں وہ روانی، تسلسل اور شیریں بیانی آ گئی کہ عرب کے بڑے بڑے فصحاء اور قادر البیان فصیح اللسان خطباء حیرت زدہ رہ گئے۔ ایک قلیل مدت میں آپ کی شہرت نہ صرف بغداد کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئی بلکہ بغداد سے باہر کی دنیا میں بھی آپ کے چرچے ہونے لگے۔ دراصل ذخیرہ علم تو پہلے ہی سے جمع تھا جس کو عرفانِ الوہیت نے اور زیادہ توانائی عطا کر دی تھی۔ اب فیضان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے راہ پائی ہوئی تھی لہٰذا علم و عرفان کا دھارا ہر طرف روئیدگی و بالیدگی کا سبب ہو رہا تھا۔ جویائے علم اور شیدائے حق و صداقت ہر طرف سے کشاں کشاں چلے آ رہے تھے۔ حضرت شیخ نے سلسلہ موعظت اپنی جامعہ کی مسجد میں شروع کیا تھا جو کہ زیادہ بڑی نہ تھی، لوگوں کا اتنا ہجوم ہونے لگا کہ اس میں سب کی سمائی ممکن نہ رہی۔ لوگوں کی درخواست پر آپ نے وعظ کا سلسلہ جامعہ مسجد میں شروع کر دیا جو کہ شہر کی سب سے بڑی مسجد تھی لیکن کچھ ہی عرصہ بعد سامعین کی تعداد جامع مسجد کی حدود سے بھی تجاوز ہو گئی۔ لہٰذا آپ کے مرید اور محبّ آپ کے منبر کو عید گاہ لے گئے جس کا میدان کشادہ اور وسیع تھا۔

آپ کے مواعظ اور خطبات سننے کے لیے ہر طبقہ خیال اور مکتبہ فکر کے لوگ آیا کرتے تھے۔ ان میں اصفیاء، فقہاء اور علماء و مشائخ کے علاوہ خواص کی بڑی تعداد ہوا کرتی تھی۔ بسا اوقات وزراء اور عمال حکومت بھی سامعین میں شامل ہوتے تھے۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی شریک مجلس ہوئے اور اپنے اپنے دامن آپ کے رشد و ہدایت کے موتیوں سے بھر کر اٹھتے، کبھی مواعظ کے اختتام پر آپ سے

Marfat.com

بیعت کرنے والوں کی طویل صف ہوتی اور کبھی یہود و نصاریٰ مشرب بہ اسلام ہونے کے لیے منتظر رہتے، وقت کے ساتھ ساتھ جب آپ کے سامعین کی تعداد ستر اور اسی ہزار تک پہنچی تو آپ کے منبر کو درمیان میں رکھ دیا گیا تا کہ چاروں طرف بیٹھے ہوئے سامعین بآسانی آپ کا وعظ سن سکیں۔ آپ کے مریدین اور معتقدین آپ کے مواعظ کو قلمبند بھی کر لیا کرتے تھے بسا اوقات قلمبند کرنے والوں کی تعداد چار چار سو تک پہنچ جاتی تھی۔ (قلائد الجواہر)

قلائد الجواہر کے مطابق آپ کے مواعظ کا سلسلہ ۵۲۱ھ سے شروع ہوا اور تقریباً ۵۶۱ھ تک جاری رہا۔ آپ نے اس چالیس سالہ مدتِ وعظ و ارشادات میں مذہبی وملی اور معاشرتی خطبات شامل تھے۔ نیز آپ کے مریدین اور معتقدین اور محبین نے آپ کے مواعظ و ملفوظات کا جو سرمایہ عظیم قلمبند کیا تھا، افسوس کہ وہ امتدادِ زمانہ کے ہاتھوں محفوظ نہ رہ سکا، غالب خیال یہ ہے کہ ۶۵۶ھ بمطابق ۱۲۵۸ء میں ہلاکو خان اور اس کی منگولی افواج کے ہاتھوں بغداد کی تباہی و بربادی کے وقت جب کہ تمام کتب خانوں اور علمی ذخیروں کو نذر آتش اور دریا برد کیا گیا تھا اور اس وقت حضرت شیخ کے مواعظ و مولفات، ملفوظات، مکتوبات کے جس قدر نسخے موجود ہوں گے وہ بھی اسی تاراجی کے نذر ہو گئے۔ مواعظات کے چند حصے جو بغداد سے باہر لوگوں کے پاس محفوظ تھے وہی آج کتابی شکل میں موجود ہیں یا آپ کے وہ ملفوظات ہیں جو آپ کے مریدین اور تلامذہ نے محفوظ کر لیے تھے۔ یہ مواعظ اور ملفوظات اور تصنیفات قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود بہ اعتبار موضوع انتہائی ہمہ گیر اور جامعیت کے حامل ہیں۔ آپ کو اللہ کی مخلوق اور خاص طور پر مظلومین سے اس درجہ ہمدردی اور محبت تھی کہ جب بھی کوئی مظلوم آپ کی دادرسی چاہتا، آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا اور آپ اس کی ہر طرح مدد و تعاون کرتے۔ اگر عمال حکومت کی سخت گیری کا معاملہ ہوتا تو آپ متعلق وزراء اور اکابرین حکومت کو براہِ راست خطوط لکھ کر مظلوم کا حق اس کو دلاتے تھے۔ یہ آپ کی تعلیمات اور تصرفات کا فیضان تھا کہ خلیفہ المستنجد باللہ ابوالظفر عباسی نے اپنی رعایا پر سے بہت سے ٹیکس معاف کر دیئے۔ آپ کی کاوشوں سے عمال حکومت اپنی ظالمانہ کارروائیوں سے باز آ گئے۔ عام لوگوں میں احساس تحفظ پیدا ہوا۔ ہر چھوٹا بڑا، امیر و غریب آپ کو پیر دستگیر کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا تھا۔ بقول ابن کثیر ''آپ کی مجالس وعظ نے ایک ایسا موثر اور خاموش انقلاب برپا کر دیا تھا جس کے آگے تمام انقلابات ہیچ تھے، جو شمشیر و سنان کی ہلاکت خیزیوں کے سہارے رونما ہوئے تھے، جنھوں نے اجسام انسانی کو تو تسخیر کر لیا تھا مگر روحیں مسخر نہیں ہو سکی تھیں''۔

آپ کی تمام تر کاوشیں یہی تھیں کہ معاشرے میں تعلیماتِ قرآنی عام ہو جائیں اور ان تمام مخرب اخلاق اور مہلک انسانیت واقدار کا وجود ختم ہو جائے، جنھوں نے مسلمانوں کو تباہی و بربادی کے

کنارے لاکھڑا کیا تھا۔ مسلمانوں کی اس پستی اور ہلاکت وتباہی کی صرف ایک ہی وجہ تھی کہ جاہ ومال کی ہوس میں انھوں نے تعلیمات قرآنی کو فراموش کر دیا تھا نہ ان کے اندر کردار کی پختگی تھی اور نہ انھیں خوف الٰہی تھا، ان پر توان کی خواہشات نفسانی کا غلبہ تھا۔ حضرت شیخ نے بلاخوف وخطر اپنے مواعظ کے دوران ببانگ دہل اور بار باران تمام مفاد پرستوں کو بے نقاب کیا جو اپنی طمع اور ہوس سے معاشرہ اسلامی کو پارہ پارہ کیے ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ ارشاد ہوا: اے عالمو اور زاہدو! شاہان اور سلاطین کے لیے کب تک منافق بنے رہو گے؟ کہ ان سے دنیا کا زرومال اور اس کی شہوات ولذت لیتے رہو۔ تم اور آج کے سلاطین اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے مال اور اس کے بندوں کے متعلق ظالم اور خائن بنے ہوئے ہو۔ (قلائد الجواہر)

آپ ایک شمشیر برہنہ تھے جب منبر پر بیٹھ جاتے تو آپ کے پیش نظر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہوتی تھی، اس کا خوف ہوتا تھا اور اس کی رضا کیلئے اس کے باغیوں پر برستے تھے۔ دراصل جب معاشرے سے اللہ تعالیٰ کا خوف جاتا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کی خوش حالی کو ان کے لیے لعنت بنا دیتا ہے اور لوگ عقل وفہم سے محروم ہو کر اپنے مال ومتاع ہی کو سب کچھ سمجھنے لگتے ہیں۔ مذہب کو قصہ پارینہ کہنے لگتے ہیں۔ حضرت شیخ کی نظریں معاشرے کے ایسے افراد پر بھی پڑیں۔ آپ نے کہا! اے منافقو! تمہارا گمان ہے کہ دین ایک قصہ کہانی اور امر آخرت ایک مہمل شی ہے۔ جان لو نہ تم کو عزت نصیب ہوگی اور نہ تمہارے گمراہ کنندہ شیطانوں کو اور نہ تمہارے بدہم نشینوں کو۔ یا اللہ رحم فرما۔ مجھ پر اور ان پر اور ان کو رہائی دے اور ان کے نفاق کی ذلت اور شرک کی قید سے۔ زمین کو ان سے پاک کر دے یا ان کی اصلاح فرما۔ آمین۔

حضرت الشیخ اپنے مواعظ کے ذریعے خلفاء کو احساس گمراہی دلا کر راہِ یاب کرتے رہتے تھے۔ حضرت شیخ کے عہد ہی میں سلجوقی سلطان مسعود عوام کیلئے مسلسل عذاب بنا رہا۔ ۵۳۰ھ میں مسند آرائے خلافت عراق ہوا اور عباسی خلیفہ مکتفی لامر اللہ کے خلیفہ ہونے کے بعد عراقی عوام کے حالات درست ہوئے۔ اس لیے کہ وہ حضرت شیخ کی مواعظ سننے کے لیے آیا کرتا تھا۔ حضرت الشیخ کی علمی فضیلت وروحانی عظمت کے پیش نظر وہ اکثر آپ سے ملاقات کا بھی متمنی رہا کرتا تھا، لیکن آپ کبھی بھی اس کی دولت وحکومت سے متاثر نہیں ہوئے۔ جب کبھی وہ آپ سے ملاقات کرنے کے لیے آپ کی خانقاہ یا مدرسہ میں آتا تو آپ حجرے سے اس کی آمد کے بعد ہی باہر تشریف لاتے اور اس طرح دیگر لوگوں کی طرح خلیفہ بھی آپ کی تعظیم کیلئے کھڑا ہو جاتا۔ یہ حضرت الشیخ کی تعلیمات اور مسلسل وعظ وتلقین کا نتیجہ تھا کہ خلیفہ مکتفی لامر اللہ بھی توکل کے جوہر نمایاں ہو گئے۔ ایک وقت تھا کہ خلیفہ لامر اللہ سلطان مسعود سلجوقی کے ہر مطالبے کو پورا کرنا اس کے لیے لازم ہو جاتا تھا۔ لیکن حضرت شیخ کی صحبت فیض رساں سے اس میں یہ

Marfat.com

جرأت پیدا ہوگئی کہ ایک مرتبہ سلطان سلجوقی نے خلیفہ الامراللہ سے ایک لاکھ دینار کا مطالبہ کیا تو خلیفہ امراللہ نے صاف معذرت کرلی اور سلطان سلجوقی کو پیغام بھجوایا کہ وہ جلاوطنی قبول کرنے کو تیار ہے لیکن اپنی رعایا کو اب مزید زیربار نہیں کرسکتا۔ آخرکار سلطان مسعود کو اپنا مطالبہ واپس لینا پڑا۔

توکل کے فوائد:

درحقیقت اللہ تعالیٰ پر توکل بندے کو جری اور شجیع بنادیتا ہے اور چونکہ بندہ اس مقام پر صرف اللہ ہی کو موت وحیات اور نفع ونقصان کا مالک سمجھنے لگتا ہے، توحید سے دور بندے کو عذاب کا مستحق بناتی چلی جاتی ہے اور بزدلی بے حیائی، تفکرات وخطرات اور مصائب وآلام بندے کو گھیرے رہتے ہیں۔ مکتفی لامراللہ، حضرت سیدنا الشیخ کے رشد وہدایت کے دھارے سے فیض یاب ہوکر جب توحید کا دامن مضبوطی سے تھام لیا تو نہ صرف اس کی اپنی زندگی میں بلکہ سلطنتی امور میں بھی انقلاب آگیا اور جب اس نے تقویٰ وپرہیزگاری کو اپنالیا اور اپنی رعایا پر انتہائی شفیق ومہربان ہوا تو اس کی دنیا ہی بدل گئی۔ علامہ ابن جوزی اور علامہ ذہبی اس بات پر متفق ہیں کہ اس خلیفہ نے خلافت عباسیہ کی کھوئی ہوئی عظمت کو پالیا اور اس کا اقتدار پھر سے قائم ہوگیا۔ اس کے دورحکومت میں سلجوقی سلطان مسعود کی قوت وعظمت کو زوال نے آلیا۔ خلیفہ الامراللہ نے عوام پر ٹیکس کم ازکم عائد کیے اور معاشرے میں خوشحالی نظر آنے لگی۔ خلیفہ کو یہ سعادت بھی ملی کہ اس نے کعبۃ اللہ کے لیے ایک نیا طلائی دروازہ نصب کرایا۔ حضرت شیخ کے وعظ میں وہ کیف وسرور پیدا ہوگیا کہ جو بھی آپ کی محفل میں ایک بار شریک ہوجاتا تائب ہوئے بغیر واپس نہ جاتا۔ لوگ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے اور آپ کے حضور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کا عہد کرتے تھے۔ مورخین کہتے ہیں کہ کم وبیش ایک لاکھ افراد اپنی گناہ آلود زندگی سے تائب ہوچکے تھے اور اس طرح آپ کے وعظ وارشادات سے ایک نیم مردہ معاشرے میں ایک نئی زندگی عود آئی اور لوگ ہر طرف آپ کو ''محی الدین، محی الدین'' کہنے لگے۔

ایسا کیونکر ہوا اور کیسے ہوا؟ مورخین بیان کرتے ہیں کہ آپ چونکہ اپنی ذات اور اپنی خودی کو گم کرچکے تھے اور وہی کہتے تھے جو اللہ کی طرف سے حکم ملتا تھا۔ لہٰذا آپ کے ایک ایک لفظ میں عرفان الٰہی موجزن ہوا کرتا تھا۔ یہ آپ کی کاوشوں کا فیضان اور آپ کی ذات والا کا تصرف تھا کہ آپ کے سامعین کے قلوب میں بھی وہی کیفیت پیدا ہوچلی تھی کہ عرفانِ الٰہی سے تڑپ اٹھتے تھے۔ آپ کا وعظ تو درحقیقت فیض ربانی کا ایک دھارا تھا۔ جن قلوب پر گزرتا میل کچیل کو بہالے جاتا۔ انھیں صاف وشفاف کردیتا اور تجلیات الٰہی سے منور ہونے کی ان میں صلاحیت پیدا کردیتا تھا۔ (۱)

---

(۱) عرفانِ قادر، مولفہ عبدالعزیز عرفی

Marfat.com

سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی کا ادبی کلام

عربی زبان وادب کے ممتاز ادباء عرب میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔اس کا اندازہ آپ کے عربی، فارسی قصائد وحمدیہ کلام سے لگایا جا سکتا ہے۔عربی میں آپ کا ایک معروف قصیدہ جو ہندوپاک میں قصیدہ غوثیہ اور دنیائے عرب میں القصیدۃ القادریہ کے نام سے معروف ہے۔ بمع ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

القصيدة القادريه

سقانی الحب کاسات الوصال
فقلت لخمرتی نحوی تعالی

ترجمہ: عشق ومحبت نے مجھے وصل کے پیالے پلائے، پس میں نے اپنی شراب کو کہا کہ میری طرف لوٹ آ۔

سعت ومشت لنحوی فی کؤس
فھمت بسکرتی بین الموالی

ترجمہ: پیالوں میں (بھری ہوئی) وہ شراب میری طرف دوڑی، پس میں اپنے احباب کے درمیان نشہ شراب سے مست ہو گیا۔

فقلت لسائر الاقطاب لموا
بحالی وادخلوا انتم رجالی

ترجمہ: میں نے تمام اقطاب کو کہا کہ آپ بھی عزم کرو اور میرے حال میں داخل ہو جاؤ (یعنی میرے رنگ میں رنگ جاؤ) کیونکہ آپ بھی میرے رفقاء ہیں۔

وھموا واشربوا انتم جنودی
فساقی القوم بالوافی ملالی

ترجمہ: ہمت اور مستحکم ارادہ کرو اور جامِ معرفت پیو کہ تم میرے لشکری ہو، کیونکہ ساقی قوم نے میرے لئے لبالب جام بھر رکھا ہے۔

شربتم فضلتی من بعد سکری
ولا نلتم علوی واتصالی

ترجمہ: میرے مست ہونے کے بعد تم نے میری بچی کھچی شراب پی لی لیکن میرے بلند مرتبے اور قرب کو نہ پا سکے۔

مقامکم العلی جمعا ولکن
مقامی فوکم ما زال عالی

ترجمہ: اگرچہ آپ سب کا مقام بلند ہے پھر بھی میرا مقام آپ کے مقام سے بلند تر ہے اور ہمیشہ بلند رہے گا۔

انافی حضرۃ التقریب وحدی
یصرفنی وحسبی ذوالجلال

ترجمہ: میں بارگاہِ قربِ الٰہی میں یکتا اور یگانہ ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے پھیرتا ہے (یعنی ایک درجہ سے دوسرے درجے پر ترقی دیتا ہے) اور خداوند تعالیٰ میرے لئے کافی ہے۔

کسانی خلعة بطراز عزم
وتوجنی بتیجان الکمال

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ خلعت پہنایا جس پر عزم (ارادہ مستحکم) کے بیل بوٹے تھے اور تمام کمالات کے تاج میرے سر پر رکھے۔

Marfat.com

واطلعنی علی سر قدیم　　　وقلدنی واعطانی سؤالی

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے رازِ قدیم پر مطلع کیا اور مجھے عزت کا ہار پہنایا اور جو کچھ میں نے مانگا مجھے عطا کیا۔

وولانی علی الاقطاب جمعا　　　فحکمی نافذ فی کل حال

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام قطبوں پر حاکم بنایا ہے، پس میرا حکم ہر حالت میں جاری ہے۔

فلوا القیت سری فی بحار　　　لصار الکل غوراً فی الزوال

ترجمہ: اگر میں اپنا راز یا توجہ دریاؤں پر ڈالوں تو تمام دریاؤں کا پانی زمین میں جذب ہو کر خشک ہو جائے اور ان کا نام ونشان نہ رہے۔

ولو القیت سری فی جبال　　　لدکت واختفت بین الرمال

ترجمہ: اگر میں اپنا راز پہاڑوں پر ڈالوں تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر ریت میں ایسے مل جائیں کہ ان میں اور ریت میں فرق نہ رہے۔

ولو القیت سری فوق نارٍ　　　لخمدت وانطفت من سر حالی

ترجمہ: اگر میں اپنا راز آگ پر ڈالوں تو وہ میرے راز سے بالکل سرد ہو جائے اور اس کا نام ونشان باقی نہ رہے۔

ولو القیت سری فوق میتٍ　　　لقام بقدرۃ المولیٰ تعالیٰ

ترجمہ: اگر میں اپنا راز مُردہ پر ڈالوں تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

ومامنھا شھورٍ او دھورٌ　　　تمر وتنقضی الا اتالی

ترجمہ: مہینے اور زمانے جو گزر چکے ہیں یا گزر رہے ہیں بلاشک وہ میرے پاس حاضر ہوتے ہیں۔

وتخبرنی بما یاتی ویجری　　　وتعلمنی فاقصر عن جدالی

ترجمہ: اور وہ مجھ کو گزرے ہوئے اور آنے والے واقعات کی خبر اور اطلاع دیتے ہیں (اے منکرِ کرامات) جھگڑے سے باز آ۔

مریدی ھم وطب اشطح وغنی　　　وافعل ما تشاء فلا سم عالٍ

ترجمہ: اے میرے مرید! سرشار عشقِ الٰہی ہو اور خوش رہ اور بے باک ہو اور خوشی کے گیت گا اور جو چاہے کر کیونکہ میرا نام بلند ہے۔

مریدی لاتخف اللہ ربی　　　عطانی رفعۃ نلت منالی

ترجمہ: اے میرے مرید! کسی سے مت ڈر، اللہ تعالیٰ میرا پروردگار ہے، اُس نے مجھے وہ بلندی عطا فرمائی ہے کہ جس سے میں نے اپنی مطلوبہ آرزوؤں کو پالیا ہے۔

Marfat.com

طبولي في السماء والارض دقت　　　　وشاء وس السعادة

ترجمہ: میرے نام کے ڈنکے زمین وآسمان میں بجائے جاتے ہیں اور نیک بختی کے نگہبان ونقیب میرے لیے ظاہر ہورہے ہیں۔

بلاد الله ملكي تحت حكمي　　　　ووقتي قبل قلبي قد صفالي

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے تمام شہر میرا ملک ہیں اوران پر میری حکومت ہے اور میرا وقت میرے دل کی پیدائش سے پہلے ہی صاف تھا یعنی میری روحانی حالت میرے جسم کے پیدا ہونے سے پہلے ہی مصفا تھی۔

نظرت الى بلاد الله جمعاً　　　　كخردلةٍ علىٰ حكم اتصالٍ

ترجمہ: میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام شہروں کی طرف دیکھا تو وہ سب مل کر رائی کے دانہ کے برابر تھے۔

درست العلم حتى صرت قطباً　　　　ونلت السعد من مولى الموالي

ترجمہ: میں علم پڑھتے پڑھتے قطب ہوگیا اور میں نے خداوند تعالیٰ کی مدد سے سعادت کو پالیا۔

رجالي في هو اجرهم صيامٌ　　　　وفي ظلم الليالي كا للالي

ترجمہ: میرے مرید موسم گرما میں روزہ رکھتے ہیں اور راتوں کی تاریکی میں (عبادت کی روشنی سے) موتیوں کی طرح چمکتے ہیں۔

وكل ولي له قدم واني　　　　علىٰ قدم النبي بدرالكمال

ترجمہ: ہر ایک ولی کے لئے ایک قدم یعنی مرتبہ ہے اور میں سرکارِ دوعالم ﷺ کے قدم مبارک پر ہوں جو آسمانِ کمال کے بدرِ کامل ہیں۔

نبي هاشمي مكي حجازي　　　　هو جدي به نلت الموالي

ترجمہ: وہ نبی مکرم ہاشمی، مکی اور حجازی میرے جد پاک ہیں، انہیں کی وساطت سے میں نے بزرگی کو پایا۔

مريدي لا تخف واش فاني　　　　عزوم قاتل عند القتال

ترجمہ: اے میرے مرید! تو کسی چغل خور شریر سے نہ ڈر کیونکہ میں لڑائی میں اولوالعزم اور دشمن کو قتل کرنے والا ہوں۔

انا الجيلي محي الدين اسمي　　　　واعلامي علىٰ رأس الجبال

ترجمہ: میں گیلان کا رہنے والا ہوں اور محی الدین میرا نام ہے اور میرے (فیض وصداقت کے) نشان پہاڑوں کی چوٹیوں پر لہرا رہے ہیں۔

اناالحسني والمخدع مقامي　　　　واقدمي علىٰ عنق الرجال

ترجمہ: میں حضرت امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے ہوں اور میرا مرتبہ مخدع (خاص مقام) اور میرے قدم اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہیں۔

وعبدالقادر المشهور اسمی   وجدی صاحب العین الکمال

ترجمہ: اور عبد القادر میرا مشہور نام ہے اور میرے نانا پاک یعنی سرکار عالمیان ﷺ چشمہ کمال کے مالک ہیں۔

تقبلنی ولا تردد سؤالی   اغثنی سیدی انظر بحالی

ترجمہ: مجھے منظور فرمائیے اور میرا سوال رد نہ کیجئے، میری فریادرسی کیجئے، میرے آقا، میرا حال ملاحظہ فرمائیے۔

انا البازی اشهب کل شیخ   ومن ذا فی الرجال اعطی مثالی

ترجمہ: جس طرح باز اشہب (سیاہ وسفید پروں والا باز) تمام پرندوں پر غالب ہے، اسی طرح میں تمام مشائخ پر غالب ہوں، بتاؤ مردانِ خدا میں سے کون ہے جس کو میرے جیسا مرتبہ دیا گیا ہے؟۔

آپ کا فارسی حمدیہ کلام (۱)

تا ابد یا رب زتو من لطفہا دارم امید   از تو گر امید برم از کجا دارم امید

اے میرے رب کریم میں تجھ سے ہمیشہ لطف وکرم کی امید رکھتا ہوں اگر تجھ سے امید نہ رکھوں تو پھر کس سے امید رکھوں؟

ہم فقیرم ہم غریبم بیکس و بیمار دراز   یک قدح زاں شربت دار الشفا دارم امید

میں فقیر ہوں میں غریب ہوں بیکس اور بیمار ناتواں ہوں میرے تیرے شفا بخش شربت کے ایک جام کی امید رکھتا ہوں۔

ناامیدم از خود وز جملہ خلق جہاں   از ہمہ نومیدم اما از تو می دارم امید

میں ناامید ہوں اپنی ذات سے اور جملہ مخلوقات سے سب سے ناامید ہوں لیکن تجھ سے ہی امید رکھتا ہوں۔

ہم بدم بد گفتہ ام بد ماندہ ام بد کردہ ام   با وجود ایں خطاہا من عطا دارم امید

میں برا ہوں بری باتیں کرتا ہوں برے انداز میں رہتا ہوں برے کام کرتا ہوں باوجوان خطاؤں کے تیری بخشش کی امید رکھتا ہوں۔

منتہائے کارِ تو دائم کہ آمرزیدن است   زانکہ من از رحمتِ بے منتہا دارم امید

اے مولا بالآخر تو نے بخشنا ہے تو اس وجہ سے میں بے انتہا رحمت کی امید رکھتا ہوں۔

---

(۱) ماخوذ، قومی ڈائجسٹ پیران پیر نمبر، ص ۲۶، لاہور ۲۰۰۴ء

ہر کے امیدوار داز خدا و جز خدا　　　　لیک عمری شد کہ از تو من ترا دارم امید

ہر کوئی خدا سے خدا کے سواء کی امید رکھتا ہے لیکن عمر گزری ہے کہ میں تجھ سے تیری ہی ذات کی امید رکھتا ہوں۔

روشنی چشم از گریہ کم شد اے حبیب　　　　ایں زماں از خاکِ کویت توتیا ردارم امید

اے حبیب رونے کی وجہ سے آنکھ کی روشنی کم ہوگئی اس وقت تیری گلی کی خاک کے سرمے کی امید رکھتا ہوں۔

محی میگوید کہ خون من حبیب من بریخت　　　　بعد ازیں کشتن از و من لطفہا دارم امید

محی کہتا ہے کہ میرا خون میرے حبیب نے بہایا ہے اس قتل کے بعد بھی اسی کے لطف وکرم کی امید رکھتا ہوں۔

آپ کے خادم ابوالرضی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے روح کے متعلق کچھ بیان فرمانا شروع کیا۔ پھر آپ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپ پھر کھڑے ہوئے تو آپ نے یہ دو شعر پڑھے۔

روحی الفت بحبکم فی القدم　　　　من قبل وجودها وھی فی العدم

میری روح پہلے ہی سے تم سے مانوس ہو چکی تھی جبکہ اس کا وجود بھی نہ تھا بلکہ وہ پردۂ عدم میں تھی۔

ھل یجمل بی من بعد عرفانکم　　　　ان انقل عن طرف ھوالکم قدم

اب کیا مجھے زیبا ہے کہ تمہیں پہچان لینے کے بعد تمہاری محبت کے کوچہ سے اپنا قدم ہٹالوں۔ (۱)

آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق و شیخ عبدالوہاب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت شیخ بغداد حضرت بقا بن بطو ہمارے والد ماجد کے مدرسہ میں تشریف لائے اور انہوں نے ہم سے فرمایا کہ آج شب کو میں نے دیکھا کہ شیخ عبدالقادر کے جسم سے ایک بہت بڑی روشنی نکل رہی ہے اور اس وقت جس قدر فرشتے زمین پر اتر رہے تھے سب نے آپ سے مصافحہ کیا۔ تمام فرشتے آپ کو شاہد و مشہود کے نام سے یاد کرتے تھے۔ آپ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے والد سیدنا الشیخ سے دریافت کیا کہ آپ نے کیا آج صلوٰۃ الرغائب پڑھی ہے؟ تو آپ نے اس کے جواب میں مندرجہ ذیل اشعار پڑھ کر سنائے۔

ذانظرت عینی وجوده حبائبی　　　　فتلک صلوتی فی لیالی الرغائب

جب میری نظر اپنے ہمنشینوں کے چہروں کو دیکھتی ہے تو بڑی بڑی راتوں میں یہی میری نماز ہوتی ہے۔

وجوده اذا ما اسفرت جمالها　　　　اضاء ت لها الوان من کل جانبٍ

وہ اپنے حسن وجمال کی وجہ سے جب چمکنے لگتے ہیں تو ان کی روشنی سے کائنات کا ہر ایک حصہ روشن ہو جاتا ہے۔

(۱) اردو ترجمہ حیات جاودانی، ص ۶۸، مطبوعہ لاہور

Marfat.com

حرمت الرضی لم اکن بادلادمی　　　اذاحم شجعان الوغی بالمنالب

میں مقدم رضا سے محروم رہ جاتا اگر پسینے کی طرح اپنا خون نہ بہاتا اور میدان جنگ کے بہادروں کو چیرتا ہوا نکل جاتا۔

اشق صفوف العارفین بعزمه　　　تعلی مجدی فوق تلک المراتب

میں عارفوں کی صفوں کو دلیری سے پھاڑتا ہوا چلا گیا جس سے میرا مرتبہ ان کے مراتب سے عالی ہو گیا۔

ومن لم یواف الحب مایستحقه　　　فذاک الذی لکم یات قط بواحب

جس نے محبت الٰہی کا حق جیسا کہ چاہئے پورا ادا نہ کیا تو اس نے اب تک اپنے اوپر سے امر واجب کو نہیں اتارا۔

کسی نے آپ سے پوچھا کہ مقام ابتدا وانتہا میں جو حالات آپ کو پیش آئے ہیں انہیں بیان فرمایئے۔ تا کہ ہم ان کی پیروی کر سکیں۔ آپ نے اس وقت مندرجہ ذیل عربی اشعار پڑھ کر سنائے۔

انا راغب فیمن تقرب وصفه　　　ومناسب لفتی یلاطف لطفه

میں اس کی طرف مائل ہوں کہ جس کی صفت تقرب ہے اور ہر یک جوانمرد کو کہ اس جیسی مہربانی کرنی ضروری ہے۔

ومفادمن العشاق فی اسرارهم　　　من کل معنی لم یسعنی کشفه

جو کہ عشاق کا ہمراز ہے ان کی ہر طرح کی آرزوؤں سے کہ جن کو زبان بیان نہیں کر سکتی واقف ہے۔

قد کان یسکرنی مزاج شرابه　　　والیوم یصحینی له صرفه

جس کی شراب محبت کی بو کہ مجھے مست کر دیتی تھی مگر آج اس کے بکثرت پینے سے میری ہوشیاری بڑھتی ہے۔

واغیب عن رشدی باول نظرةٍ　　　والیوم استجلیه ثم ازفه

میں ابتداء میں اول نظر ہی میں بے ہوش ہو جاتا تھا اور اب میں اس کی تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہوں اور اس کے سامنے آتا ہوں۔ (۱)

حضرت الشیخ کی تفسیری خدمات

حضرت الشیخ کی تصانیف میں ترجمہ قرآن اور تفسیر کا بھی ذکر آتا ہے اور یہ دو جلدوں میں غیر مطبوعہ ہے اور لبنان کے سابق وزیراعظم کے مکتبہ رشید کرامی میں موجود ہے۔ اور آپکے قرآنی تفاسیر کے اقتباسات آپ کی منجملہ تصانیف بالخصوص غنیۃ الطالبین میں بھی آپ کے تفسیری نکات جا بجا موجود ہیں۔ حال ہی میں کراچی کے ایک ممتاز عالم دین مولانا اعظم سعیدی نے ان تمام نکات کو ترتیب دے کر بنام ''حضرت غوث اعظم کے صوفیانہ تفسیری نکات'' شائع کی ہے، اس کتاب سے مندرجہ ذیل نکات درج کئے جا رہے ہیں۔

(۱) ماخوذ: اردو ترجمہ حیاتِ جاودانی ص ۲۷۳-۲۷۴، مطبوعہ لاہور

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الآمرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ وبشر المومنین۔ (۱)
(نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور حدود الٰہی کی حفاظت کرنے والے اور خوشخبری دیجئے مومنوں کو)۔ اسی طرح ایک اور آیت کریمہ میں فرمایا:

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتومنون باللہ۔
تم بہترین امت ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئیں۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اسی طرح ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا ہے:

والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعضٍ یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر (۳)
مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں وہ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔

سیدنا الشیخ ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نیکی کا حکم دینے والوں اور برائی سے روکنے والوں کا اپنی کتاب (قرآن) میں ذکر بھی فرمایا ہے اور ان کی تعریف بھی کی ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے حوالے سے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: تم نیکی کا قطعی حکم دو اور برائی سے قطعی منع کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے نیک لوگوں پر تمہارے برے لوگوں کو مسلط کردے گا پھر تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے تو وہ ان کیلئے قبول نہیں کی جائے گی۔ (مسند احمد، ج ۵ ص ۳۹۱، بیہقی، ج ۱۰، ص ۹۳)
حضرت سالم بن عبداللہ اپنے دادا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اچھائی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو۔ اس سے پہلے کہ تم دعائیں کرو اور وہ قبول نہ ہوں، تم بخشش طلب کرو اور وہ بخشے نہیں۔ یاد رکھو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے نہ رزق میں کمی آتی ہے اور نہ موت کا وقت قریب آتا ہے، جب یہودیوں اور عیسائیوں کے احبار ورہبان (علماء وعابدوں) نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے انبیاء کرام کی زبان سے ان پر لعنت فرمائی پھر انہیں مصائب میں مبتلا کر دیا۔ (بیہقی، ج ۱۰، ص ۹۳) امر بالمعروف، نہی عن المنکر ہر مسلمان جو کہ آزاد، عاقل اور بالغ ہو اس پر فرض ہے۔ بشرطیکہ وہ معروف اور منکر کا عالم ہو اور نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کی طاقت رکھتا ہو اور اس کے اس عمل سے کوئی بڑا فتنہ وفساد پیدا نہ ہو اور نہ اسے جانی، مالی یا اہل وعیال کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ ان احکام کی تبلیغ کیلئے امام، عالم، قاضی یا عام رعایا میں سے کسی بھی آدمی کی تخصیص نہیں ہے، نیز ہم نے بدی سے روکنے کیلئے علم اور آگاہی کی جو شرط لگائی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ علم کے بغیر گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ (غنیۃ الطالبین، حصہ اول، ص ۱۱۰)

---

(۱) سورۃ التوبہ، آیت 112 (۲) سورۃ آل عمران، آیت 110 (۳) سورۃ التوبہ، آیت 71

Marfat.com

نیکی کو پھیلانے اور برائی کو روکنے کیلئے کچھ اصول بھی ہیں ان میں ایک نرمی ہے۔ سیدنا الشیخ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محترم ﷺ سے فرمایا ہے: فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظًا غليظ القلب لانفضوا من حولك. اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس قدر رحمت ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کیلئے نرم دل ہیں اور اگر آپ تندخو اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے اردگرد سے منتشر ہو جاتے۔ (آل عمران، ۱۵۹) اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف بھیجا تو فرمایا: فقولا له قولا لينا لعله يتذكر او يخشىٰ۔ (تم دونوں اس سے نرمی سے بات کرنا تاکہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔ (طٰہٰ، ۴۴) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''کسی شخص کو اس وقت تک نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا زیب نہیں دیتا جب تک کہ خود اس میں یہ تین خصلتیں موجود نہ ہوں۔ (۱) اوامر ونواہی کا عالم ہو (۲) جس بات کا حکم کرے خود بھی اس بات کو دوست رکھتا ہو (۳) جس بات سے روکتا ہو خود بھی اس سے رکتا ہو۔ (الاتحاف، ج۷، ص۴۹)

مطلب یہ کہ امر ونہی کے ساتھ کرے۔ اسے صابر و بردبار ہونا چاہئے۔ قوت برداشت اور عجز وانکسار کا مالک ہو۔ اپنی خواہشات پر قابو رکھتا ہو۔ دل کا مضبوط ہو۔ مزاج کا نرم ہو۔ طبیب ہو کہ مریضوں کا علاج کر سکے۔ دانشمند ہو تاکہ دیوانوں کا علاج کر سکے۔ امام اور ہادی ہو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا (اور بنائے ہم نے ان میں سے کچھ امام جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت دیتے رہے۔ (السجدہ، ۲۴) نیز جب انہوں نے اپنی قوم کی طرف سے پہنچنے والی اذیتوں پر اللہ کے دین کی نصرت وغلبہ کیلئے اور اس پر ثابت قدم رہنے کیلئے صبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت کرنے والے امام، دین کے حکیم اور مومنوں کا قائد بنا دیا۔ (غنیۃ الطالبین، حصہ اول، ص۱۱۳)

برائی سے نہ روکنا بھی برائی ہے:۔ حضرت الشیخ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كانوا لا يتناهون عن منكر فعلوه لبئس ما كانوا يفعلون (جو لوگ برے کام کرنے والوں کو نہیں روکتے تھے، البتہ وہ بہت ہی برا کام کرتے تھے۔ (المائدہ: ۷۹) اسی طرح ایک اور روایت میں فرمایا:

لولا ينهٰهم الربانيون والاحبار عن قولهم الاثم واكلهم السحت لبئس ما كانوا يصنعون.

(انہیں کیوں نہیں روکتے ان کے درویش اور پادری گناہ کی بات کہنے اور حرام خوری سے، بے شک وہ بہت برے کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ (المائدہ: ۶۳) یعنی یہود ونصاریٰ کے علماء، درویشوں نے ان کو بے حیائی کی باتوں سے، حرم کھانے سے اور گناہ کے کام کرنے سے کیوں نہیں روکا؟ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں تیری قوم میں سے چالیس ہزار نیکوں کو اور ساٹھ ہزار بدکاروں کو ہلاک کرنے والا ہو۔ حضرت یوشع علیہ السلام نے عرض کیا: یارب! یہ بدکار تو اپنے

Marfat.com

کئے کی سزا پائیں گے مگر نیکوکاروں کا کیا قصور ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ میری ناراضگی پر ناراض نہیں ہوئے بلکہ ان بدکاروں کے ساتھ کھاتے پیتے رہے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین، حصہ اول، ص ۱۱۴)

ایمان کی تعریف و معنی: حضرت الشیخ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: فاما الذین اٰمنوا فزادتھم ایمانا و ھم یستبشرون (پس وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں تو ان کا ایمان زیادہ ہوتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں۔ (التوبہ،۱۲۴) ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اقرار باللسان، تصدیق بالقلب اور عمل بالارکان کا نام ایمان ہے جو طاعت و بندگی سے بڑھتا ہے اور معصیت و نافرمانی سے گھٹتا ہے، علم سے مضبوط ہوتا ہے اور جہالت سے کمزور ہوتا ہے اور ایمان توفیق الٰہی سے نصیب ہوتا ہے، ایمان بڑھنے کے حوالے سے ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: واذا تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا و علٰی ربھم یتوکلون (اور جب ان کے سامنے اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ (الانفال:۲) اسی طرح ایک اور آیت میں ارشاد فرمایا: لیستیقن الذین اوتوا الکتاب ویزداد الذین اٰمنوا ایمانا (تاکہ یقین کرلیں وہ لوگ کہ جنہیں کتاب دی گئی ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں ان کا ایمان بڑھ جائے۔ (المدثر:۳۱) نیز جو چیز بڑھ سکتی ہے وہ گھٹ بھی سکتی ہے جیسا کہ اس روایت سے ثابت ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ایمان بڑھتا بھی ہے اور کم بھی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں بھی اس موضوع پر تفصیلی تشریحات موجود ہیں، البتہ اشاعرہ ایمان کے بڑھنے اور گھٹنے کا انکار کرتے ہیں۔

لغت میں ایمان کا معنی ہے: 'دل سے تصدیق کرنا اور یہ کہ اس کا علم اس کا مصدق ہو' جبکہ شریعت میں ایمان کا معنی ہے 'اللہ تعالیٰ کے وجود پر یقین رکھنا، اس کے اسماء و صفات کو پہچاننا اور ان پر یقین رکھنا، فرائض وواجبات اور نوافل ادا کرنا اور معاصی و گناہوں سے اجتناب کرنا''۔ اگر ایمان کو دین و شریعت اور ملت کا نام دیا جائے تو بھی جائز ہے کیونکہ دین وہ ہے جس کی اتباع کی جائے اور طاعات کے ساتھ ساتھ محرمات وممنوعات سے اجتناب کیا جائے، یہی ایمان کی تعریف ہے۔ (غنیۃ الطالبین، حصہ اول، ص ۱۳۵)

جنت اور جہنم پیدا کئے جا چکے ہیں: حضرت الشیخ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وجنۃ عرضھا السموت والارض اعدت للمتقین (اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان ہیں اور زمینیں، تیار کی گئی ہے پرہیزگاروں کیلئے۔ (آل عمران:۱۳۳) ہر عقل مند جانتا ہے کہ جو چیز تیار ہو چکی ہے وہ پیدا ہو چکی ہے، اس سے واضح ہوا کہ جنت و جہنم دونوں پیدا کئے جا چکے ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت میں گیا اور وہاں سے میں نے ایک نہر بہتی ہوئی دیکھی، جس کے دونوں کناروں پر موتیوں سے مرصع خیمے لگے ہوئے تھے۔ میں نے بہتے

Marfat.com

پانی میں ہاتھ مار کر دیکھا تو وہ مشک ازفر تھا۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا، یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا: یہ وہی کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطاء فرمائی ہے۔ (مسند احمد، ج ۳ ص ۱۰۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ بہشت کس چیز سے بنائی گئی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اس کی اینٹیں سونے اور چاندی کی ہیں، اس کا گارا خالص مشک سے تیار کردہ ہے، اس کی دیواریں یاقوت اور لولؤ سے بنی ہیں، اس کی مٹی ورس اور زعفران جیسی ہے جو اس میں داخل ہوگا وہ ہمیشہ اس میں رہے گا وہ کبھی نہیں مرے گا، اسے نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا۔ اسے کبھی تکلیف نہیں ہوگی اور نہ وہ کبھی خوفزدہ ہوگا، نہ اس کے کپڑے پھٹیں گے اور نہ کبھی اس کی جوانی میں زوال آئے گا۔ (ترمذی، رقم ۲۵۲۶) یہ حدیث شریف اس بات کی دلیل ہے کہ جنت اور جہنم پیدا کئے جا چکے ہیں اور جنت کی نعمتیں دائمی ہیں وہ کبھی فنا نہیں ہوں گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اکلھا دائم وظلھا (اس کا میوہ اور سایہ بھی دائمی ہیں۔ (الرعد: ۳۵) اسی طرح ایک اور آیت میں ہے: لامقطوعة ولاممنوعة (وہ نعمتیں نہ کبھی ختم ہوں گی اور نہ (ان کے استعمال پر) روک ٹوک ہوگی۔ (الواقعہ: ۳۳)

(غنیۃ الطالبین، حصہ اول، ص ۱۵۴)

آپ عالمگیر رسول ہیں اور قرآن آپ کا معجزہ ہے:۔ وما ارسلناک الا کافة للناس (ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے بھیجا ہے۔ (السبا: ۲۸) اسی طرح ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وما ارسلناک الا رحمة للعلمین. (ہم نے آپ کو عالمین کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (الانبیاء، ۱۰۷)

ان آیتوں سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انسانوں اور تمام جنوں کے لئے بھیجا ہے۔ حضرت ابوامامہ سے مروی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام پر چار باتوں پر فضیلت و برتری عطا فرمائی ہے اور یہ کہ مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔ (ترمذی، رقم ۱۵۵۳) مزید یہ کہ حضور اکرم ﷺ کو وہ معجزات دیئے گئے ہیں جو دوسرے پیغمبروں کو نہیں دیئے گئے۔ بعض اہل علم نے ان معجزات کی تعداد ایک ہزار شمار کی ہے اور ان معجزات میں سے ایک معجزہ قرآن مجید ہے جس کی ترتیب عبارت ونظم، کلام عرب کے تمام اسالیب بیان سے منفرد اور ان کے نظم وترتیب سے الگ ہے اس کی ترتیب، فصاحت وبلاغت ہر فصیح وبلیغ کی فصاحت وبلاغت سے اعلیٰ و برتر ہے۔ اہل عرب اس کی نظیر لانے سے عاجز آگئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فاتوا بعشر سور مثله (قرآن جیسی دس سورتیں از خود بنا کر لاؤ۔ (ہود، ۱۳) چنانچہ وہ اس کی مثل لانے سے عاجز آگئے حالانکہ وہ اپنے زمانے میں سب سے زیادہ فصیح تھے، لہٰذا ان کی زبانیں گنگ ہوگئیں اور حضور علیہ السلام کی فضیلت سب پر ظاہر ہوگئی اور قرآن آپ کا معجزہ قرار پایا۔ (غنیۃ الطالبین، حصہ اول، ص ۱۵۶)

آیت کے مصداق عشرۂ مبشرہ ہیں:۔ والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم رکعا سجدا یبتغون فضلاً من الله ورضوانا سیماهم فی وجوهم من اثر السجود ذٰلک مثلهم فی التوراة و مثلهم فی الانجیل کزرعٍ اخرج شطاه فازره فستغلظ فاستوی علیٰ سوقه یعجب الزراع لیغیظ بهم الکفار (اور جولوگ ان (محمد رسول اللہ) کے ساتھ ہیں کافروں پر انتہائی سخت اور آپس میں نرم دل ہیں تو ان کو دیکھتا ہے رکوع اور سجدہ میں، اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی تلاش کرتے ہوئے ان کی نشانی ہے ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے، یہ مثال ہے ان کی تورات میں اور اس کی مثال انجیل میں ہے جیسے کھیتی نے اپنا پٹھا (یعنی کوایا انگوری) نکالا پھر اس کی کمر کو طاقت ور بنایا پھر موٹا ہوا پھر کھڑا اپنی نال (یعنی پنڈلی) پر بہت اچھا لگتا ہے کھیتی والوں کو تاکہ جلائے اس سے کافروں کو۔ (فتح:۲۹)

حضرت امام جعفر صادق آیت 'محمد رسول الله والذین معه' کی تفسیر میں اپنے والد امام محمد باقر کا قول نقل کرتے ہیں کہ 'الذین معہ' سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو تنگی وفراخی، مشکل وآسانی، غار اور جھونپڑی (بدر کے دن) میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ رہے۔ 'اشداء علی الکفار' سے مراد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ 'رحماء بینھم' سے مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ 'تراھم رکعا سجدا'' سے مراد حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ 'یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا' سے مراد حضور اکرم ﷺ کے حواری حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما ہیں۔ 'سیماھم فی وجوھم من اثر السجو د' سے مراد حضرت سعد، حضرت سعید، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم ہیں یعنی ان جملوں سے مراد یہی دس ہیں۔ 'مثلھم فی التوراۃ و مثلھم فی الانجیل' یعنی ان دس حضرات کی صفت وتعریف توریت اور انجیل میں بھی ہے۔ 'کزرع اخرج شطاہ' یعنی جیسے کھیتی نے اپنا پٹھا (انگوری) نکالا، اس سے مراد محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں یا پھر 'مثلھم فی التوراۃ سے لے کر 'شطاہ' تک سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں، 'فازرہ' سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مضبوط کیا۔ 'فاستغلظ' سے مراد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں جن کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی قوت بڑھی یعنی انگوری نے تناور درخت کی شکل اختیار کی۔ 'فاستوی علی سوقہ' سے مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں جن کے وجہ سے وہ کھیتی اپنی ڈنڈی پر کھڑی ہوئی۔ 'یعجب الزراع' سے مراد حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں جن کی وجہ سے وہ اچھی لگنے لگی۔ لیغیظ بھم الکفار سے مراد نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں جن سے کافر جلتے تھے۔ (خلاصہ یہ کہ اس آیت کے ہر جملہ کا مصداق عشرۂ مبشرہ میں کوئی نہ کوئی صحابی ہے۔)

Marfat.com

اہلسنت اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کے مابین کوئی اختلافی باتوں کو بیان کرنے سے زبان کو روکا جائے اور ان کے فضائل ومحاسن کے اظہار میں مساوات کو قائم رکھا جائے۔ ان کے باہمی معاملات کو خدا کے سپرد کیا جائے۔ جیسا کہ حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت بی بی عائشہ صدیقہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے مابین اختلاف واقع ہوا، انہیں بیان نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو جو فضیلت دینی تھی وہ عطا فرمادی۔ ہمارے لئے ہر صحابی کی عظمت وفضیلت کا اعتراف لازمی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

والذین جاء وا من بعدھم یقولون ربنااغفرلناولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا ربنا انک رء وف رحیم ○ (اور جو لوگ ان کے بعد آئے ہیں وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم سے سبقت لے چکے ہیں اور ان کے بارے میں ہمارے دلوں میں کوئی کھوٹ پیدا نہ ہونے دے، اے ہمارے رب بے شک تو ہی شفقت ورحم فرمانے والا ہے۔ (الحشر: ۱۰) (غنیۃ الطالبین، حصہ اول، ص ۱۶۳)

شیطان کب مسلط ہوتا ہے:۔ حضرت الشیخ نے مزید فرمایا کہ: بندے کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھے اور اپنے تمام امور واحوال میں اسی کی طرف رجوع کرے۔ حرام اور حرام کے شبہ سے بھی گریز کرے۔ ان جیسی باتوں پر اس طرح ثابت قدم ہو جائے کہ شیطان اس سے مایوس ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ومدد سے ہر طرح محفوظ ہو جائے۔ اگر بندے نے ایسا نہ کیا اور امورِ خیر پر کاربند نہ رہا۔ دل کو یادِ الٰہی سے خالی رکھا تو شیطان اس کے دل اور سینے پر سوار ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض لہ شیطانا فھو لہ قرین (جو شخص رحمٰن کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے تو ہم اس پر شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں، پس وہی اس کا ساتھی ہوتا ہے۔ (الزخرف: ۳۶)

چنانچہ شیطان ساتھی بن کر کبھی اسے نماز میں وسوسہ ڈالتا ہے کبھی اسے باطل نفسانی خواہشات میں مبتلا کر دیتا ہے جو حرام ہوتی ہیں یا مباح ہوتی ہیں یا کبھی وہ بندے کو فرائض کی بجا آوری سے اور بھلائی کے کاموں سے روک دیتا ہے۔ سنن وواجبات کی ادائیگی، عبادات وطاعات میں رخنہ اندازی کرتا ہے، جس کے باعث بندہ دنیا وآخرت میں نقصان اٹھاتا ہے۔ حشر کے دن وہ شیطان کے ساتھ ہوگا۔ یہ شیطان بعض اوقات بڑھاپے میں اس کا ایمان چھین لیتا ہے، چنانچہ وہ بندہ شیطان، فرعون، ہامان، قارون کے ساتھ جہنم میں ڈالا جائے گا، ہم ایمان چھن جانے سے اور شیطان کی پیروی کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کے طلبگار ہیں۔ (غنیۃ الطالبین: حصہ اول، ص ۲۰۱)

دین کا معنی ومفہوم:۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم دینا۔ (آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور میں نے

Marfat.com

تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کرلیا ہے۔ (المائدہ:۳)

سیدنا الشیخؒ نے مذکورہ آیت کی درج ذیل تفسیر فرمائی ہے۔ یہ آیت کریمہ میدانِ عرفات میں نازل ہوئی۔ سورۃ المائدہ کی اس آیت کے علاوہ کوئی دوسری آیت مکی نہیں ہے یعنی اس آیت کے علاوہ باقی ساری سورت مدنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: 'الیوم اکملت لکم دینکم' کا معنی ہے کہ آج کے دن تمہارے دین کے احکام وحرام کے حوالے سے مکمل بتا دیئے گئے ہیں اور 'اتممت علیکم نعمتی' سے مراد ہے کہ میں نے تم پر یہ احسان کیا ہے کہ آج کے بعد کافر اور مشرک تمہارے ساتھ میدان عرفات میں جمع نہیں ہوں گے۔ 'ورضیت لکم الاسلام دینا' کا معنی یہ ہے کہ میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو منتخب کرلیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت عرفہ کے دن میدان عرفات میں حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی۔ اس آیت کے نزول کے بعد حضور اکرم ﷺ تقریباً اکیاسی دن دنیا میں جلوہ افروز رہے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رحمت ورضوان کی طرف طلب فرمالیا۔

حضرت محمد بن کعب قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ آیت فتح مکہ کے دن نازل ہوئی۔ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ 'الیوم' سے حضور اکرم ﷺ کی بعثت واعلان رسالت کی طرف اشارہ ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ 'الیوم' یوم ازل کی طرف اشارہ ہے اور 'الاتمام' سے وقت کی طرف اشارہ ہے اور 'الرضا' سے ابد کی طرف اشارہ ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ دین کی تکمیل دو چیزوں یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی میں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ دین کی تکمیل امن وفراغت میں ہے، اس لئے کہ جب تم امن میں ہو گے اور تمہارا ضامن اللہ تعالیٰ ہوگا تو تم اس کی عبادت کیلئے فارغ ہو گے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ دین کی تکمیل کا مطلب حول وقوت اور مخلوق سے اظہار برأت ہے اور تمام اشیاء سے کنارہ کش ہو کر اللہ کی طرف رجوع ہو جائے جو سب کا مالک ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ دین کی تکمیل سے مراد یہ ہے کہ حج کیلئے عرفہ کا دن معین کرنا کیونکہ اسلام سے پہلے لوگ ہر سال حج کے لئے ایک نیا مہینہ مقرر کر لیتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حج کیلئے ایک وقت مقرر کر دیا اور اسی وقت میں ہی حج کو فرض کر دیا اور فرمایا 'الیوم اکملت لکم دینکم' کہ آج تمہارا دین تمہارے لئے مقرر کر دیا گیا ہے۔

لفظ دین کے مختلف معانی: حضرت الشیخ نے قرآن کے حوالے سے لفظ دین کے مختلف معانی بیان فرمائے ہیں: دین بمعنی قانون واصول ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ماکان لیاخذ اخاہ فی دین الملک.** (یعنی حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتے تھے۔ (یوسف:۷۶) دین بمعنی حساب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ذلک الدین القیم.** یہ سیدھا سا حساب ہے۔ (التوبہ:۳۶، یوسف:۴۰) دین بمعنی جزاء ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **یومئذ**

یوفیھم اللہ دینھم الحق. یعنی اللہ تعالیٰ اس دن ان کو ان کے اعمال کا صحیح بدلہ دے گا۔ (النور: ۲۵)
دین بمعنی حکم ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ. یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ کرنے میں تمہیں ان دونوں (زانی وزانیہ) پر ترس نہ آئے۔ (النور: ۲) دین بمعنی عید ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وذرالذین اتخذو دینھم لعبا ولھوا. یعنی ان لوگوں کو چھوڑ و جنہوں نے عید کو کھیل کود بنا رکھا ہے۔ (الانعام: ۷۰) دین بمعنی نماز اور زکوٰۃ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ذلک دین القیمۃ یعنی یہ دین (نماز وزکوٰۃ) درست ہے۔ (البینۃ: ۵) دین بمعنی قیامت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: مالک یوم الدین یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ (الفاتحہ: ۴) دین بمعنی شریعت ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: الیوم اکملت لکم دینکم یعنی آج ہم نے تمہارے لئے تمہارے دین کی شریعت کو مکمل کردیا ہے۔ (غنیۃ الطالبین: جز ثانی، ص ۵۲۔۵۳)

ذکر کا معنی ومراد:۔ یایھا الذین امنوا اذکر اللہ ذکرا کثیرا. اے ایمان والو! تم اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔ (الاحزاب: ۴۱) ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: فاذکرونی اذکرکم واشکروا لی ولاتکفرون. تو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور تم میرا شکر ادا کرو اور (میری نعمتوں کا) انکار نہ کرنا۔ (البقرہ: ۱۵۶)

حضرت الشیخ فرماتے ہیں، ذکر کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، تم میرا ذکر کرو، میری اطاعت کے ساتھ تو میں اپنی مدد سے تمہیں یاد کروں گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا. اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا ضرور ہم انہیں اپنی راہیں دکھائیں گے۔ (العنکبوت: ۶۹) حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یعنی تم مجھے میری طاعت وبندگی کے ساتھ یاد کرو تو میں اپنی مغفرت سے تمہیں یاد کروں گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون. اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو تا کہ تم اس کے رحم کے حق دار ہو جاؤ۔ (آل عمران: ۱۳۲)

حضرت قاضی فضیل بن عیاض فرماتے ہیں، اس کا مطلب ہے: تم مجھے میری طاعت کے ساتھ یاد کرو تو میں تمہیں اپنے ثواب سے یاد کروں گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ان الذین امنوا وعملوا الصلحات انالانضیع اجرمن احسن عملا ○ اولئک لھم جنت عدن. بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے، یقیناً ہم اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کریں گے۔ ان کیلئے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں۔ (الکہف: ۳۰۔۳۱) نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا، اگرچہ اس کی نمازیں، روزے اور تلاوت قرآن کم ہوں اور جس

Marfat.com

نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گویا وہ اللہ تعالیٰ کو بھول گیا، اگرچہ اس کی نمازیں، روزے اور تلاوت قرآن بکثرت ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: 'توحید کیلئے عبادت کافی ہے اور جنت کیلئے ثواب کافی ہے'۔ حضرت ابن کیسان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے شکر کے ساتھ یاد کرو اور میں تمہیں زیادہ دینے کے ساتھ یاد رکھوں گا۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے: لئن شکرتم لازیدنکم اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں مزید عطا کروں گا۔ (ابراہیم: ۷) اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم مجھے توحید اور ایمان کے ساتھ یاد کرو تو میں تمہیں بلندیٔ درجات اور جنت کیلئے یاد رکھوں گا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وبشر الذین امنوا وعملوا الصالحات ان لھم جنت تجری من تحتھا الانھر. اور خوشخبری دیجئے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے کہ ان کیلئے ایسی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں۔ (البقرہ: ۲۵) اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم مجھے زمین کی پیٹھ (کمر، پشت) پر یاد کرو، میں تمہیں زمین کے پیٹ میں یاد کروں گا۔ اس وقت کہ جب دنیا والے تجھے بھول جائیں گے، جیسا کہ حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: عرفہ کے دن میں نے میدانِ عرفات میں ایک اعرابی کو کھڑے ہو کر یہ دعا مانگتے دیکھا: یاالٰہی! مختلف زبانوں میں تیری طرف آوازیں بلند ہو رہی ہیں، وہ تجھ سے اپنی حاجات طلب کر رہے ہیں اور میری حاجت صرف یہ ہے کہ مصیبت کے وقت جب اہل دنیا مجھے بھول جائیں تو اس وقت مجھے یاد رکھنا۔

اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ تم مجھے دنیا میں یاد کرو، میں تمہیں آخرت میں یاد کروں گا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ تم مجھے طاعت و بندگی کے ساتھ یاد کرو میں تمہیں بچانے اور تحفظ دینے میں یاد رکھوں گا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینه حیوۃ طیبة. جس مومن مرد اور عورت نے نیک عمل کئے تو ہم اسے (آخرت میں) ضرور پاکیزہ زندگی دیں گے۔ (النحل: ۹۷)

(غنیۃ الطالبین: جز ثانی، ص ۶۸۔۶۹)

دعا اور اس کے لغوی معنی: ارشاد ربانی ہے: وقال ربکم ادعونی استجب لکم. اور تمہارے رب نے فرمایا ہے مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ (المومن: ۶۰) ایک اور آیت میں ہے: فاذا فرغت فانصب. پس جب تم (نماز سے) فارغ ہو تو (دعا کیلئے) کھڑا ہو جا۔ (الانشراح: ۷) ایک اور آیت میں فرمایا: واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعانِ. اے رسول ﷺ! جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں (تو فرمائیے) میں قریب ہی ہوں اور دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ دعا کرتا ہے۔ (البقرہ: ۱۸۶)

کلبی بروایت ابی صالح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے فرمایا کہ اہل

Marfat.com

مدینہ کے یہود میں سے ایک یہودی نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ ہمارا رب ہماری دعا کو کیسے سنتا ہے کیونکہ آپ کے ہمارے آسمان اور دوسرے آسمان کے درمیان پانچ سو برس کا راستہ ہے اور ہر آسمان کی موٹائی بھی اتنی ہی ہے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: واذا سالک عبادی عنی فانی قریب. اور جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے پوچھیں تو (فرمادیں) بے شک میں (ان کے) قریب ہوں۔ (البقرہ:۱۸۶) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم ﷺ سے پوچھا کہ ہمارا رب کہاں ہے؟ تو ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت مذکورہ نازل فرمائی۔ حضرت عطا اور قتادہ رحمہما اللہ فرماتے ہیں، جب یہ آیت نازل ہوئی: و قال رب ادعوانی استجب لکم. اور تمہارے رب کا حکم ہے تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔ تو ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ ہم اپنے رب کو کس طرح اور کس جگہ سے پکاریں؟ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: واذا سالک عبادی عنی فانی قریب. اور جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے پوچھیں تو (فرمادیں) بے شک میں (ان کے) قریب ہوں اہل معانی کہتے ہیں کہ اس آیت میں ایک جملہ محذوف ہے جو کہ 'قل لھم' ہے یا 'فاعلمھم' ہے یعنی ترتیب یوں ہے۔ واذا سالک عبادی عنی (فقل لھم یافاعلمھم) انی قریب. تو اب معنی یہ ہوگا کہ جب آپ سے میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں تو ان سے کہہ دیجئے یا انہیں مطلع کر دیجئے کہ میں بہت قریب ہوں۔ اربابِ معرفت وارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان واسطے کو اٹھادینا۔ یہ قدرت کے اظہار کیلئے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی کا معنی استجابت بالطاعت ہے، استجاب اور اجاب کا ایک ہی معنی ہے۔ ابورجاء خراسانی کہتے ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ مجھ سے دعاء کرو۔ لغت میں اجابت کا معنی طاعت وبندگی اور سوال کا پورا کرنا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: اجابت السماء بالمطر۔ آسمان سے پانی مانگا گیا تو اس نے بارش دے کر سوال پورا کر دیا۔ یا اجابت الارض بالنبات۔ طلب کرنے پر زمین نے سبزہ دیا۔ پس جب اجابت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو تو اس کا معنی عطا ہوگا اور جب اس کی نسبت بندے کی طرف ہو تو اس کا معنی طاعت وبندگی ہوگا۔ ارشاد الٰہی ہے: ولیومنوا بی لعلھم یرشدون۔ اور وہ مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔ (غنیۃ الطالبین: جز ثانی، ص ۷۱-۷۳)

عطائے جمعہ کا پس منظر: ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون. اے ایمان والو! جب تمہیں بلایا جائے نماز کیلئے جمعہ کے دن تو اللہ تعالیٰ کے ذکر (نماز) کی طرف فوراً چلو اور خرید

Marfat.com

وفروخت چھوڑ دو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ (الجمعۃ:۹)

حضرت الشیخ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ: یایھا الذین اٰمنوا (اے ایمان والو) یعنی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا اور تصدیق کی، اذا نودیٰ للصلوٰۃ یعنی جب اذان کے ذریعے جمعہ کے دن نماز کیلئے بلایا جائے۔ فاسعوا الی ذکر اللہ۔ تو نمازِ جمعہ کیلئے چلو۔ وذروا البیع اور (اس نداء یعنی آواز کے بعد) خرید وفروخت چھوڑ دو۔ ذلکم خیر لکم یہ نماز تمہارے لیے کسب وتجارت سے افضل وبہتر ہے۔ ان کنتم تعلمون۔ اگر تم جانتے ہو۔ اس آیت کے نزول کا سبب یہ ہے کہ یہودی تین باتوں سے مسلمانوں پر اپنے فخر کا اظہار کرتے تھے۔

۱۔ وہ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے دوست اور اس کے محبوب ہیں تم نہیں ہو۔

۲۔ ہمارے پاس کتاب ہے اور تمہارے پاس کوئی کتاب نہیں ہے۔

۳۔ ہمارے لئے ہفتہ کا دن مخصوص ہے جب کہ تمہارے لئے کوئی دن مخصوص نہیں۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے دعوے کی تردید فرمائی اور اس آیت میں ان کی تکذیب فرمائی اور اپنے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: قل یایھا الذین ھادوا ان زعمتم انکم اولیاء للہ من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صٰدقین. ان یہودیوں سے فرمادیجئے اگر تم کو یہ پکا گمان ہے کہ دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر صرف تم ہی اللہ کے دوست ہو تو پھر موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ (الجمعۃ:۳) یعنی موت کے بعد تمہیں اپنے فخر ودعویٰ کا پتہ چل جائے گا اور یہ بھی کہ اللہ کے صرف تم ہی دوست ہو اور کوئی نہیں۔ ان کے دوسرے قول کہ ہمارے پاس کتاب ہے اور تم ام القریٰ والوں کے پاس کوئی کتاب نہیں ہے کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ. اللہ وہی ہے جس نے ام القریٰ والوں میں ایک رسول بھیجا ان ہی میں سے، وہ ان پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ (الجمعہ:۲) اور اس کے ساتھ ہی ان کے صاحب کتاب ہونے کے دعویٰ کی مذمت اس طرح فرمائی ہے: مثل الذین حملوا التوراۃ ثم لم یحملوھا کمثل الحمار یحمل اسفارا. ان لوگوں کی مثال جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا (اس) گدھے کے حال کی طرح ہے جس کی پیٹھ پر کتابوں کا بوجھ لدا ہوا ہے۔ (الجمعہ:۵) ان کے تیسرے دعوے یعنی ہفتہ کے دن پر فخر کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ذلکم خیر لکم ان کنتم

Marfat.com

تعلمون. اے ایمان والو! جب تمہیں بلایا جائے نماز کیلئے جمعہ کے دن تو اللہ تعالیٰ کے ذکر (نماز) کی طرف فوراً چلو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ (الجمعۃ:۹)

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: واذا راوا تجارۃ اولھون انفضواالیھا. اور جب وہ تجارت یا کھیل کی کوئی بات دیکھ لیتے ہیں تو اس کی طرف چلے جاتے ہیں۔ (الجمعہ،۱۱)

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جب مدینہ میں کوئی تجارتی قافلہ آتا تو لوگ طبل اور تالیاں بجا کر اس کا استقبال کرتے اور لوگ مسجد سے نکل کر قافلے کی طرف چلے جاتے۔ پھر ایک دن جیسے ہی قافلہ پہنچا تو لوگ مسجد سے چلے گئے صرف بارہ مرد اور ایک عورت مسجد میں بیٹھے رہے۔ اسی طرح ایک دفعہ پھر قافلہ آیا تو پہلے کی طرح سوائے بارہ مردوں اور ایک عورت کے باقی سب مسجد سے نکل گئے۔ پھر دحیہ بن خلیفہ الکلبی جو کہ بنی عامر بن عوف سے تھے ان تجارتی قافلہ شام سے آیا۔ اس وقت تک دحیہ کلبی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس کے پاس طرح طرح کا سامان تجارت تھا، چنانچہ لوگوں نے طبل اور تالیوں سے اس کا استقبال کیا۔ جس روز یہ قافلہ مدینہ میں وارد ہوا وہ جمعہ کا دن تھا اور نبی اکرم ﷺ منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ لوگ خطبہ چھوڑ کر قافلے کی طرف چلے گئے تو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، دیکھو مسجد میں کتنے آدمی ہیں، عرض کیا گیا، بارہ مرد اور ایک عورت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اگر یہ بھی نہ ہوتے تو اب سب کی ہلاکت کے لئے پتھروں پر نشان لگا دیئے جاتے۔ اسی حوالے سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جب یہ لوگ تجارت اور کھیل کو دیکھتے ہیں تو اس کی طرف چلے جاتے ہیں اور آپ کو منبر پر کھڑا چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ لہو یعنی طبل اور تالیاں بجانے سے اور تجارت یعنی دحیہ کے مال تجارت سے بہت زیادہ بہتر اللہ کا ذکر ہے۔ واللہ خیر الرازقین۔ اور اللہ تعالیٰ ہی بہترین رزق دینے والا ہے۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسجد میں رہ جانے والے بارہ مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ (بحوالہ درمنثور: ج ۶ ص ۲۲۱، غنیۃ الطالبین، جز ثانی، ص ۹۵۔۹۶) (۱)

(۱) ماخوذ: حضرت غوث اعظم کے صوفیانہ تفسیری نکات، ص ۱۵۴ تا ۲۲۲، مولفہ مولانا اعظم سعیدی، کراچی

باب پنجم

سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی کی بعض تصانیف اور عبارات پر اعتراضات کا علمی جائزہ

﴿باب پنجم﴾

سیدنا شیخ عبد القادر الگیلانی کی بعض تصانیف اور عبارات پر اعتراضات کا علمی جائزہ

۱) غنیۃ الطالبین:

حضرت شیخ کی معروف تصانیف میں ''الغنیۃ للطالب طریق الحق'' کی علم شریعت، طریقت، علم تصوف اذکار واشغال میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ حضرت شیخ نے اپنی کتاب ''غنیۃ'' کا آغاز شریعت اسلامی کے ارکان کی تفصیل اور متعلقہ مسائل فقہ کے بیان سے کیا ہے جس میں زیادہ تر فقہ حنبلیہ کے مسائل سے تعلق ہے۔ نیز مشہور مستشرق ڈی ایس مارگولیتھ نے بھی انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (اشاعت ۱۹۱۳ء) میں ''الغنیہ للطالب طریق الحق'' کو علم تصوف کی بنیادی تصانیف میں شمار کیا ہے۔ ایک دوسرا مستشرق پروفیسر ڈبلو براؤنے (برن یونیورسٹی برلن) انسائیکلوپڈیا آف اسلام کی طبع جدید ۱۹۶۰ء میں اپنے مضمون میں حضرت الشیخ کی تصانیف کے سلسلے میں رقمطراز ہے کہ حضرت نے جس دور میں اپنے مشن کا آغاز کیا وہ اپنی اس تصنیف ''الغنیہ للطالب طریق الحق'' مطبوعہ القاہرہ ۱۳۰۴ھ کی روشنی میں ایک ممتاز عالم دین، محدث، فقیہ نظر آتے ہیں۔ غنیۃ کی ابتداء میں ہی آپ ایک سنی مسلمان کے اخلاقی اور سماجی فرائض کیا ہوتے ہیں؟ مدلل بیان کرتے ہیں۔ آپ ایک ایسا حنبلی نقطۂ نظر اور ایک ایسا دستور العمل مرتب کرتے ہیں جس کا جاننا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے۔ اس مستشرق نے حضرت الشیخ کی مزید دو کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ مزید لکھتا ہے کہ آپ کی یہ کتاب کئی بار چھپ چکی ہے اور عقیدت کے ہاتھوں اور احترام کی آنکھوں نے ان کو لگایا ہے۔ اس کتاب کے سلسلے میں تمام تذکرہ نویسوں کا اتفاق ہے کہ یہ کتاب آپ ہی کی تصنیف کردہ ہے۔ واضح رہے کہ اس وقت عربی زبان میں جس قدر نسخے دستیاب اور موجود ہیں تقریباً تمام نسخوں میں یہ کتاب ''الغنیۃ للطالب طریقہ الحق'' کے نام سے موسوم ہے اور حضرت الشیخ خود کتاب کے دیباچہ میں فرماتے ہیں: ''وقد سمّیتہُ الغُنیَۃُ لِطالبِ طریق الحق عزوجل''۔(۱)

اب اس صراحت کے بعد مزید کسی بحث کی ضرورت نہیں کہ یہ کتاب حضرت الشیخ کی ہے اور اس کا اصل نام کیا ہے؟ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ''غنیۃ الطالبین'' نام کیوں مشہور ہوا؟ اس کی وجہ بجز اس کے اور کچھ

(۱) النسخۃ الاصلیہ مطبوعہ المکتبہ القادریہ العامہ بغداد ۱۹۸۲ء

Marfat.com

نہیں کہ چونکہ یہ نام بہت طویل تھا اور پورا نام لینا ایک عام آدمی کے لیے دشوار معلوم ہوتا تھا۔ اس لیے ''الغنیہ لطالب طریق الحق'' کو ''غنیۃ الطالبین'' سے بدل دیا گیا۔ گویا اصل نام کو مختصر کر دیا گیا۔ ایک دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ہندوستان میں جب اس کا پہلا ترجمہ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے فارسی زبان میں کیا تھا تو انھوں نے ترجمہ کو اصل نام سے مطابقت کلی کے طور پر غنیۃ الطالبین کے نام سے موسوم کیا۔ مولف سفینۃ الاولیاء شہزادہ داراشکوہ بھی مولانا محمد عبدالحکیم سیالکوٹی مرحوم کے معاصرین میں سے تھے۔ انھوں نے بھی اپنی کتاب ''سفینۃ الاولیاء'' میں غنیۃ الطالبین کو اسی نام سے موسوم کرنا مناسب سمجھا، ان کے پیش نظر بھی اصل کتاب کا کوئی مخطوطہ نہیں تھا۔ بلکہ اغلب یہ ہے کہ انھوں نے حضرت مولانا محمد عبدالحکیم کا فارسی ترجمہ ہی اپنے پیش نظر رکھا ہوا اور حسبِ صراحت اس کا نام ''غنیۃ الطالبین'' تحریر کر دیا۔

استاد محترم علامہ شمس بریلوی مرحوم کے مطابق اردو تراجم میں سب سے پہلا ترجمہ مطبع نول کشور لکھنؤ و کانپور سے متن کے ساتھ شائع ہوا، جس کے مترجم مولانا محبوب الدین ابن منشی جمال احمد تھے، ترجمہ انیسویں صدی کے ربع آخر میں شائع ہوا اور اس کا نام بھی غنیۃ الطالبین ہی رکھا گیا۔ بہرحال الغنیۃ للطالب طریق الحق عزوجل اور غنیۃ الطالبین ایک ہی کتاب کا نام ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب اپنے مراسم کی کثرت کے باعث اپنے اصل نام کے بجائے تراجم کے نام سے مشہور ہے تاہم اہل عرب آج بھی اس کتاب کو اصل نام کے ساتھ ہی پکارتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

الغنیۃ للطالب طریق الحق کا موضوع اور سبب تالیف:

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے ''الغنیۃ لطالب طریق الحق'' کا موضوع شریعت اسلامیہ ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے اس کتاب میں مسلمانوں کے کئی مختلف فرقوں کے عقائد کی مکمل تشریح اور غلط عقائد کا رد بھی فرمایا ہے۔ اس میں بعض قرآنی آیات کی تفسیر بھی موجود ہے اور بعض اعمال واذکار اور اشغال کا بیان بھی، گویا الغنیۃ لطالب طریق الحق شریعت اور طریقت کی تعلیمات کا لباب اور جوہر ہے۔ آپ نے اس کتاب میں احکامِ الٰہیہ اور اتباعِ نبویہ بڑے ہی دل نشین اسلوب اور دلوں کو خشیت الٰہی سے ہیبت زدہ کر دینے والے انداز میں پیش فرمایا ہے۔ آپ نے کتاب کے آغاز میں شریعت اسلامیہ کے آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے وحدانیت الٰہی کو مقدم رکھا ہے۔ آپ کے تمہیدی کلام کا سوز اور ارشادات کا گداز اور الفاظ کا جوش دلوں کو تڑپا دیتا ہے، آپ کے زور بیان اور سوز کلام کا ہی یہ اثر تھا کہ فسق وفجور سے بھرپور اور ایک بگڑے ہوئے معاشرے میں آپ کی دعوت حق نے لاکھوں بندگان خدا کی کایا پلٹ دی اور ہزاروں لاکھوں گم کردہ منزل آشنا ہوگئے۔

آپ غنیۃ الطالبین کا افتتاح حمد وصلوٰۃ سے کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

الحمد لله الذی بتحمیدہٖ یستفتح کل کتاب، وبذکرہ بصدرہ کل خطاب، و بِحمدہٖ

یتنعم اھل النعیم فی دار الجزاء، والثواب، وباسمہٖ یشفی کل داء، وبہٖ یکشف کل غمۃ وبلاء، الیہ ترفع الایدی بالتضرع والدعاء، فی الشدۃ والرخآء والسراء و الضراء، وھوَ سامع لجمیع الاصوات، بفنون الخطاب علی اختلاف اللغات، و المجیب للمضطر الدعاء، فلہ الحمد علی ما اولیٰ واسدی، ولہ الشکر علی ما نعم واعطیٰ، و وضح المحجۃ وھدی، وصلواتہ، علی صفیۃ و رسولہ الذی بہ من الضلالۃ ھدیٰ، محمد و آلہ واصحابہ واخوانہ المرسلین و الملائکۃ المقربین وسلم تسلیماً o

یعنی تمام تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جس کی حمد سرائی سے ہر ایک کتاب کی ابتداء ہوتی ہے اور جس کے ذکر سے ہر خطاب کا آغاز کیا جاتا ہے، اس کی حمد وثناء کی بدولت اہل نعم (اہل جنت) جزاء وثواب کے گھر یعنی جنت میں آرام وآرائش کی زندگی سے بہرہ ور ہوں گے۔ اس کے ذریعے سے ہر مرض کی شفاء اور ہر غم اور ہر بلاء سے نجات حاصل کی جاتی ہے۔ اس کے حضور ہر شدت وراحت اور مسرت اور مصیبت میں دست گریہ وزاری کے ساتھ اٹھائے جاتے ہیں، زبانوں کے اختلاف کے باوجود گونا گوں انداز تخاطب پر مشتمل تمام آوازوں کا سننے والا ہی ہے جو مجبور مضطر دل کی دعاء قبول کرتا ہے۔ پس ان تمام وسائل واحسانات پر جو اس نے عطا کی ہیں وہی قابل ستائش ہے اور ان تمام انعامات ونوازشات پر جو اس نے عنایات کی ہیں وہی لائق شکر ہے"۔

راقم الحروف کی رائے میں حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی کے مندرجہ بالا الفاظ و جذبات جو قرآن کریم کے توحیدی مفاہیم ومضامین کے عین مطابق ہیں جس خلوص وعجز ونیاز کے ساتھ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے گئے ہیں۔ ان سے آپ کے اس تعلق قلبی کا پتہ چلتا ہے جو آپ کو خدائے وحدہ لاشریک لہٗ سے تھا۔ عبارت بالا میں آپ نے خوشی وغمی ہر حال میں اللہ اور صرف اللہ کی طرف رجوع کر کے اور اسی کے حضور گڑگڑا کر ہمیں دعوت وہدایت دی ہے کہ ہر حال میں اور ہر موقع پر اس کے سامنے دستِ سوال ودعاء بلند کریں، کیونکہ وہی ہے جو ہر مرض کو دور کرتا ہے اور ہر بلا ٹالتا ہے اور کسی بھی زبان میں اسے پکارا جائے وہ پکار سنتا ہے اور قبول کرتا ہے جو کچھ ہمیں میسر ہے اسی مولیٰ کے کرم سے ہے اس لطف وکرم پر وہی اور صرف وہی حمد وثناء اور شکر وستائش کا مستحق ہے۔ یہی توحید خالص ہے اور اسی توحید کی طرف قرآن پاک جو کلام الٰہی ہے یوں ہمیں دعوت دیتا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین . ایاک نعبد وایاک نستعین ۔ یعنی تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام دنیاؤں کا رب ہے، جو رحمٰن و رحیم ہے جو روز جزاء کا مالک ہے۔ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

سورۃ البقرہ آیت ۱۸۶ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

واذا سألک عبادی عنی فانی قریبٌ اُجیبُ دعوۃ الداعِ اذا دعان. (البقرہ ۱۸۶)

یعنی ''اور (اے نبی) جب میرے بندے جب آپ سے میری بابت پوچھیں تو آپ انھیں بتادیں کہ میں ان سے قریب ہی ہوں، جب مجھے پکارا جاتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔ پس انھیں میری دعوت پر لبیک کہنا چاہیے اور مجھ پر ایمان لانا چاہیے شاید وہ راہِ راست پالیں۔

آیت بالا مبارکہ پڑھئے اور اس کی روشنی میں حضرت سیدنا الشیخ کے نظریہ توحید یا عقیدہ کا اندازہ لگائیے کہ آپ ان پر کس طرح مکمل مفصل ایمان رکھتے تھے۔ آپ نے الغنیۃ میں 'معرفۃ الصانع' کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے۔ آپ اس میں فرماتے ہیں کہ اللہ کی معرفت یہ ہے کہ اس بات کا ایمان ویقین کرلیا جائے کہ وہ اکیلا ہے، یکتا ہے، بے مثال ہے، بے نیاز ہے، وہ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ ہی بیٹا اور نہ ہی کوئی اس کا ہم پلہ ہے۔ اس جیسی کوئی چیز بھی نہیں، وہی سننے والا وہی دیکھنے والا۔ اس کا کوئی شبیہ ونظیر نہیں، معاون شریک نہیں، دست گرد وزیر نہیں۔ ہم سر ومشیر نہیں، وہ عزیز ہے، قاہر ہے، حاکم ہے، قادر ہے، ستر پوش کرنے والا، عزت ونصرت دینے والا، شفقت کرنے والا، عدم سے وجود بخشنے والا، وہی اول ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے، وہی یکتا ہے، معبود ہے، حی لایموت ہے، ازلی لایفوت ہے، ابدی الملکوت ہے، سرمدی جبروت ہے، غالب ہے، نیند سے بے نیاز ہے، مندرجہ بالا عبارت کا ہر ہر لفظ اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ آپ کا عقیدہ توحید بعینہٖ وہی تھا جسے اللہ تعالیٰ نے پوری صراحت ووضاحت کے ساتھ اپنے کلام مبین کی متعدد آیات میں بیان کیا ہے۔ اور حضرت سیدنا الشیخ نے اپنے کسی خیال ونظریہ میں کسی غیر کی ذرہ برابر بھی آمیزش نہیں ہونے دی، یہی نہیں آپ کی پوری زندگی اس توحید قرآن کا قولاً وعملاً ترجمان تھی۔

آپ نظریہ توحید پر نہ صرف ہمیشہ کاربند رہے بلکہ عام مسلمانوں کو بھی اس توحید کی طرف بلاتے رہے۔ آپ نے ایک بار ایک بہت بڑے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: **یا قوم اتبعوا ولا تبتدعوا**......یعنی اے لوگو! شریعت کی اتباع کرو بدعت کا ارتکاب نہ کرو۔ شریعت کے موافق رہو، مخالفت نہ کرو، اطاعت کرو نافرمانی نہ کرو، خالصتاً اللہ کی عبادت کرو۔ سب کچھ اسی سے مانگو، اس کے سواء کسی اور سے نہ مانگو، اسی پر بھروسہ کرو اور اس کے ماسواء پر بھروسہ نہ کرو۔ (فتوح الغیب کا مقالہ دوم)

آپ فتوح الغیب کے سولھویں مقالہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ کے فضل وکرم اور لطف و عنایت سے تو فقط اس لیے محروم نظر آرہا ہے کہ تو نے مخلوق، اسباب وسائل، اور اپنے دست وبازو پر تکیہ کیا ہوا ہے جب تک تو مخلوق کے ساتھ کھڑا رہے گا اور ان سے سوال کرتا رہے گا اور ان کے در پر آمد ورفت رکھے گا اس وقت تک تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی مخلوق کو شریک ٹھہرانے والا سمجھا جائے گا۔

Marfat.com

آپ کے نظریہ توحید کا اندازہ اس وصیت سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ آپ اس دارِ فانی سے حیات جاودانی کی جانب سفر کرنے لگے تو آپ کے بڑے صاحبزادے سیف الدین عبدالوہاب نے کچھ وصیت کی درخواست کی تو آپ نے اس وقت بھی دنیاوی غرض اور دنیاوی مال ومتاع اور جائیداد کی کوئی بات نہیں کی۔ فرمایا تو یہ فرمایا: علیک بتقویٰ اللہ عزوجل ولا تخف احداً، سوی اللہ ولا ترج احداً سوی اللہ، وکل الحوائج الی اللہ عزوجل ولا تعتمد الاعلیہ، اطلبھا جمیعاً منہ ولاتشق باحد غیر اللہ عزوجل (فتوح الغیب)

یعنی "اے صاحبزادے! تم اللہ عزوجل کے تقویٰ کو واجب ولازم جانو اور اس کے سوا کسی سے نہ ڈرو، اس کے سواء کسی سے آس نہ لگاؤ، تم ضروریات وحوائج کو اس کے سپرد کردو، اس کے لطف وکرم پر بھروسہ کرو، اس سے اپنی تمام حاجتیں اور مرادیں مانگو اور اس کے سواء کسی پر اعتماد نہ کرو۔ توحید کو لازمی جانو، توحید ہی تمام عقائد واحکام کا مرکز ومصدر ہے۔ جب تمہارے اندر یہ خوبی پیدا ہو جائے گی تو تم یقیناً اس مقام ومرتبہ پر فائز ہو جاؤ گے جو کمالِ عبودیت کہا جاتا ہے اور جس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے ایک حدیث قدسی میں فرمایا۔ جب میں اپنے بندے کو دوست رکھتا ہوں تو اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی بینائی ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ پھر آپ "غنیۃ الطالبین" کی اصل سبب تصنیف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فقد اَلَحَّ عَلَیَّ بعضُ اصحابی وشدد فی الخطاب، فی تصنیف ھذاالکتاب، لحسن ظنہ فی الاصابۃ والصواب، واللہ تعالیٰ ھوالعاصم فی الاقوال والافعال و المطلع علیٰ الضمائر و النیات، والمنعم المتفضل بستھیل مااراد، والیہ عزوجل الالتجاءُ للتطھیر القلوب من الریاء و النفاق و ابدال السئیات بالحسنات، انہ غافر الذنوب والخطیأت و قابل التوب من العباد. فلما رایتُ صدق رغبتہ، فی معرفۃ الادابِ الشرعیۃ من الفرائض والارکان و السنن و الھیئات، و معرفۃ الصانع عزوجل بالآیات و العلامات ثم الالفاظ بمواعظ القرآن و الالفاظ النبویۃ فی مجالس تذکرھا و معرفۃ اخلاق الصالحین نشیرلھا فی اثناء الکتاب لیکون عونا لہ علی سلوک طریق اللہ عزوجل و امتال اوامرہٖ، وانتھاء نواھیہ، وجدت لہ نیۃ صادقۃ، صدرت من فتوح الغیب فی اجابتہٖ الی ذلک، فسارعت مشمراً مبتغیاً محتسباً للثواب، راجیاً للنجاۃ فی یوم الحساب الی جمع ھذاالکتاب بتوفیق رب الارباب الملھم للصواب، وقد سَمَّیتُہُ الغینۃُ لطالبی طریق الحق عزوجل۔[1]

(۱) المصدر السابق، ص۴۹

Marfat.com

سبب تالیف:

یعنی مقصود نگارش یہ ہے کہ میرے بعض احباب نے جن کو میری صدق بیانی کے بارے میں حسنِ ظن تھا مجھ سے اس کتاب کی تصنیف کی پرزور درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ ہی ہم کو قول اور فعل کے لغزشوں سے بچانے والا ہے۔ اور وہی نیتوں اور ارادوں سے واقف ہے اور وہی میرے بعض احباب کی اس خواہش کی تکمیل میں سہولت عطا کرنے والا ہے، اتفاق سے دلوں کو ایک کرنے اور برائیوں کو نیکیوں سے بدل دینے کی اس سے امید ہے وہی گناہ اور قصور معاف کرنے اور وہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ جب مجھ پر اس بات کی صداقت (بذریعہ کشف) ظاہر ہوگئی کہ ایک ایسی کتاب کی واقعی ضرورت ہے جو فرض وسنت اور اسلامی آداب کے سلسلے میں عوام کی رہنمائی کرے اور لوگ دلائل و براہین سے خالق کی معرفت حاصل کریں اور قرآن مجید اور حدیث نبوی سے ہدایت یاب ہو کر راہِ حق اختیار کریں اور اس اصرار سے اس دوست کی غرض صرف یہ ہے کہ راہِ حق پر چلنے والے کو اوامر کی تعمیل اور نواہی سے گریز میں تعاون حاصل ہو، پس میں نے اس کی درخواست قبول کر لی، اُخروی نجات کی آرزو اور ثوابِ آخرت کی طلب کے ساتھ میں تالیف کتاب کے لیے بڑی مستعدی سے تیار ہوگیا اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوا جو دلوں میں حق بات کا القاء فرماتا ہے، میں نے راہِ حق کے طلب گاروں کو تمام دوسری کتابوں سے بے نیاز بنانے کے لیے اس کتاب کو ''الغنیۃ لطالب طریق الحق'' کے نام سے موسوم کیا۔ حضرت شیخ کے اپنے مقدمہ کتاب میں اس صراحت کے ساتھ فرما دینے کے بعد پھر اب یہ کہنا کہ حضرت شیخ کی یہ کتاب نہیں ہے غلط اور فرسودہ خیال ہے۔

البدایۃ والنہایۃ ج ۱۲ص ۱۴۹۱ (مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی) میں علامہ ابن کثیر نے اس کتاب پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت الشیخ نے اس کتاب میں ضعیف اور موضوع احادیث کو بھی شامل کر دیا ہے اور یہی موقف پاکستان و ہندوستان کے بعض غیر مقلدوں نے بھی اپنایا ہے، اگر ایسی تفتیش وکھوج لگائی جائے کہ اس کتاب میں احادیث ضعیفہ یا موضوعہ ہیں اس وجہ سے اس کتاب سے استفادہ صحیح نہیں ہے تو ایسی کتاب تو قرآن مجید ہی ہوسکتی ہے جو ہر قسم کے شبہات سے بالکل مبرا ہے۔ اس کے باوجود بعض لوگوں کے نزدیک بعض شبہات ہیں اور مسلمانانِ عالم اس سے واقف ہیں کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تاہم مسلمہ عقیدہ اور فرمانِ الٰہی سے اس بات کی تصدیق ہو رہی ہے کہ ''انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون''، یعنی ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اسی طرح بعض اہل علم بعد کتاب اللہ اصح الکتب الجامع الصحیح البخاری کو ترجیح دیتے ہیں، جب کہ محدثین ہی کی ایک جماعت بعد کتاب اللہ الجامع المسلم کو

اصح الکتب قرار دیتی ہے۔اس دعویٰ میں ہر ایک کیلئے اپنے اقوال وآراء ہیں۔الجامع الصحیح البخاری پر الزام ہے کہ انھوں نے اصول الحدیث کے ضابطہ سے ہٹ کر کئی احادیث مرسلہ کو بھی اپنے یہاں جگہ دی ہے جو اصولی اعتبار سے جائز نہیں ہے۔تو کیا ان اِکا دُکا روایات کے پیش نظر کسی اہم تالیف کی افادیت سے انکار کر دینا سراسر ظلم وزیادتی متصور نہیں ہوگی؟۔ جمہور علماء محدثین کے نزدیک احادیث ضعیفہ کا استعمال بعض شرائط کے ساتھ جائز ہے۔اگر اس ضابطہ پر عمل کرتے ہوئے غنیۃ میں کوئی حدیث ضعیف بھی ہے تو کیا حرج ہے، بالآخر محدثین ہی نے فضائل ومناقب کیلئے احادیث ضعیفہ کا استعمال جائز و مستحسن قرار دیا ہےاور حضرت الشیخ خود بھی محدثین کی جماعت کبریٰ سے تعلق رکھتے تھے، جہاں تک احادیث موضوعہ کا تعلق ہے، ابن کثیر نے ان کی وضاحت نہیں کی، لہٰذا اس حوالے سے اس پر گفتگو کرنا بے معنی و بے مقصد ہے۔

کتاب کا جائزہ پیش کرتے وقت تجزیہ نگار یا ناقد کو یہ بات ضرور پیش نظر رکھنی چاہیے کہ متعلقہ کتاب کن حالات، واقعات اور ادوار میں احاطہ تحریر میں لائی گئی ہے، اس کا مصنف اہل علم اور معاشرے کے کن طبقات سے تعلق رکھتا ہے؟ اس کا مبلغ علم کیا ہے؟ کن کن ماہرین اور اساتذہ سے علم حاصل کر چکا ہے، جس کی زندگی کی ابتداء ہی اس امر سے شروع ہوتی ہے کہ وہ کبھی بھی جھوٹ نہیں بولے گا۔جس کا خاندانی تعلق نجیب الطرفین حسنی وحسینی سادات اور سیدنا ابوبکر صدیق، عمر بن خطاب، عثمان غنی اور علی کرم رضی اللہ عنہم سے ہو، جس کی علمیت اور کرامات پر شیخ ابن تیمیہ اور حضرت شیخ عزالدین السلام الشافعی المصری جیسی شخصیت کا اتفاق ہو، اس شخصیت کی تصنیف پر اس قسم کی روایات کا سہارا لے کر تنقید کرنا مناسب بات نہیں۔حیرت ہے کہ ابن کثیر کے اُستاد شیخ ابن تیمیہ حضرت الشیخ کی کرامات اور علمی خدمات پر مدح وتوصیف کرتے دکھائی دیتے ہیں، لیکن شاگرد کو حضرت الشیخ کی کتاب میں ضعیف وموضوع روایات نظر آرہی ہیں۔

حضرت سیدنا الشیخ کی کتاب غنیۃ الطالبین کا ایک حصہ کتاب الادب کے حوالے سے ہے، جس میں انسان کے انفرادی اور مجلس زندگی کے بارے میں شرعی آداب کا مفصل ذکر کیا گیا ہے۔کتاب کے آخری فصلوں میں طریقت کے مباحث کی تشریح ہے، جن میں مبتدی مریدین سے لے کر شیوخ طریقت تک کے لیے آداب ملتے ہیں۔انہی فصول میں صحبتِ صالح، فقر، مجاہدہ، توکل، شر، صبر، رضا اور صدق کے مباحث بھی ملتے ہیں۔نیز امر بالمعروف میں امر بالمعروف کی اہمیت اور اس کی شرائط کا ذکر ہے۔اس عظیم تالیف کے مندرجات میں شریعت وطریقت کا اصل لب لباب بیان کرتے ہوئے مسلمانوں میں ایمان و عمل کے احیاء کی بھی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔اور ظاہر ہے اس دور میں مسلمانوں کے درمیان ایمان وعمل

Marfat.com

میں بہت زور سے مباحثے جاری تھے۔ کئی باطنی ومعتزلی گروہ میدان میں آچکے تھے۔ مصر میں باقاعدہ شیعیت کی شاخ اسماعیلیوں کی حکمرانی تھی اور اکابرین اہلسنت کا سرقلم کرنے میں مصروف تھی اس طاقت کی موجودگی سے بغداد میں رافضیت کو بھی تقویت مل رہی تھی، جس کا تحریری وتقریری طور پر مقابلہ کیا جانا ضروری تھا اور یہ کتاب اس دور میں لکھی گئی، کافی عرصے کے بعد یہ کتاب دو اجزاء میں بولاق مصر ۱۳۸۸ھ میں چھپی۔ مکہ مکرمہ سے اس کا ایک ایڈیشن ۱۳۱۴ھ میں شائع ہوا۔ پھر دہلی سے ۱۳۰۰ھ میں یہ کتاب مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی کے بین السطور فارسی ترجمہ اور عبداللہ لبیب سیالکوٹی کے مقدمے کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔ ۱۹۸۰ میں سیدی حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی کے سجادہ نشین السید یوسف عبداللہ الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ۵۰ ہزار عراقی دینار خرچ کر کے بغداد یونیورسٹی کے ایک اسکالر سے تحقیق کرا کر چھپوائی، راقم الحروف کے ذاتی لائبریری میں یہ جدید محققہ نسخہ موجود ہے۔ ۱۹۸۱ء میں پاکستان کے ایک معروف عالم دین اور مترجم حضرت شمس بریلوی مرحوم نے اردو میں اس کتاب کا ترجمہ کیا۔ اور حال ہی میں لاہور کے ایک ممتاز عالم مولانا محمد صدیق ہزاروی نے بھی ترجمہ کیا ہے جس کو فرید بک اسٹال لاہور نے شائع کیا ہے۔ ایک اور اردو ترجمہ عبدالدائم جلالی کا کراچی سے شائع ہوا ہے۔ حضرت الشیخ نے غنیۃ الطالبین میں گمراہ طبقات میں ''المرجیہ'' کے بارے میں جو گروہ بتائے ہیں۔ اس میں نویں نمبر پر ''الحنفیہ'' کو بھی المرجیہ میں شمار کیا گیا ہے۔

پاکستان کے ایک جلیل القدر عالم دین اور محدث حضرت الشیخ العلامہ عبدالعزیز الملتانی پرہاروی نے اپنی کتاب النبراس، ص ۶۷۴، مطبوعہ لاہور، حضرت علامہ الشیخ عبدالحکیم سیالکوٹی اور الشیخ علامہ عبدالوہاب الشعرانی کے نزدیک یہ عبارت تو حضرت شیخ کی ہے ہی نہیں، بلکہ بعض معاندین نے اپنی طرف سے داخل کی ہے۔ اور اسلاف کی کتابوں میں اس طرح کی اہل ہوا نے بہت گڑبڑ کی ہے اور یہ کام باقاعدہ منصوبہ بندی سے کیا گیا ہے، آج بھی بعض عرب نشریاتی ادارے اس طرح کی حرکتوں میں مصروفِ عمل ہیں۔ حضرت الشیخ کی طرف منسوب اس لفظ کی وجہ سے اکثر لوگوں نے ''غنیۃ الطالبین'' کو حضرت الشیخ کی تصنیف ماننے سے انکار کیا ہے۔ تفصیل کیلئے ''الغنیۃ الطالبین طریق الحق'' فارسی ترجمہ از مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی، ص ۲۲۷ ملاحظہ کیجئے۔

اور استاذی پروفیسر ڈاکٹر فرج ولید توفیق استاد بغداد یونیورسٹی کی تحقیق سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ''الحنفیہ'' سے مراد امام ابوحنیفہ کے اصحاب مراد نہیں ہیں بلکہ شیخ کے عہد میں فرقہ متکلمین کے ایک شخص کا نام تھا جو فرقہ مرجیہ سے تعلق رکھتا تھا۔ مولانا ابوالجلال ندوی نے قومی ڈائجسٹ لاہور کے ایک خصوصی ایڈیشن ''پیران پیر نمبر'' دسمبر ۱۹۹۴ء میں بھی اپنے ایک مقالہ میں اسی رائے کا اظہار کیا ہے اور مولانا

Marfat.com

صدیق ہزاروی نے غنیۃ الطالبین کے اردو ترجمہ مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور میں کتاب کے حاشیہ نمبر ۲۹۱ میں یہ بیان کیا ہے کہ! ''حضرت شیخ کے نزدیک حنفیہ سے مراد ایک فرقہ غسانیہ ہے جس کا عقیدہ تھا کہ ایمان زیادہ ہوتا ہے لیکن کم نہیں ہوتا۔ وہ حضرت عیسیٰ السلام کی نبوت کا بھی منکر تھا۔ اس کے نزدیک خدا اور رسول ﷺ کی معرفت اور ان چیزوں کو الگ جاننا ایمان ہے جو شارع علیہ السلام سے ہم تک پہنچیں ہیں''۔

یہ شخص اپنے مذہب کو رواج دینے کیلئے لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ امام ابوحنیفہ کی رائے بھی یہی ہے، حالانکہ اس کی جانب سے امام ابوحنیفہ پر ایک قسم کا یہ افتراء تھا۔ اور اس جماعت کے لوگ اپنے آپ کو حنیفہ بھی کہتے تھے اور اتباع امام کا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ اس نام سے مشہور ہوئے جس کی بناء پر حضرت شیخ نے ان کی اصولی عقائد کے پیش نظر ان کو ''مرجئیہ'' میں شمار کیا۔ دیوبندی عالم مولانا سعید الرحمٰن علوی نے قومی ڈائجسٹ کے پیران پیر نمبر کے صفحہ ۲۳۶ پر علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی کی توجیہہ سے اتفاق کیا ہے۔ حال ہی میں پاکستان کے بعض اہل حدیث (غیر مقلد) علماء کی دو کتابیں (۱) نتائج التقلید اور (۲) تاریخ اہل حدیث میں اسی شبہ کا اظہار کیا گیا ہے کہ حضرت شیخ نے امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو ''مرجئیہ'' لکھا ہے، لہٰذا پاکستان کے تمام حنفی بھی مرجئیہ ہیں۔ اگر بالفرض یہ بات مان بھی لی جائے تو راقم کی رائے میں حضرت شیخ (عبدالقادر الگیلانی) علیہ الرحمۃ نے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کو فرقہ مرجئیہ میں شمار ہی نہیں کیا بلکہ ان کے بعض اصحاب کو ''مرجئیہ'' کہا ہے اور ان کے مقلدین سب نہیں، بلکہ بعض ہیں جو باوجود فقہ میں حنفی مسلک رکھنے کے معتزلی بھی تھے، جیسے کہ علامہ زمخشری (المتوفی ۵۲۸ھ) وغیرہ، اسی طرح بعض لوگ فقہ میں حنفی مذہب رکھنے کے باوجود اصولاً وفروعاً مرجیہ کے اس باطل گروہ اور فرقہ سے تعلق رکھتے تھے، جو اہل سنت کے مسلک حق کے بالکل خلاف تھا۔ راقم کی رائے میں ان کے مرجئیہ ہونے کی وجہ سے حضرت امام ابوحنیفہ پر کیا زد پڑ سکتی ہے؟۔ امام موصوف اور آپ کے اصحاب کے مرجئیہ ہونے کی بحث حافظ ابن عبدالبر کی کتاب ''جامع بیان العلم'' ج ۲ ص ۱۴۸ میں اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب ''تفہیمات'' ج ۱، ص ۲۸ میں اور نواب صاحب بھوپالی کی ''دلیل الطالب'' (ص ۱۶۵) وغیرہ میں ملاحظہ کریں تو یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ بعض محدثین عظام کے نزدیک ایمان، تصدیق بالقلب اقرار باللسان اور عمل بالجوارح کے مجموعہ کو کہتے ہیں اور مرجئیہ صرف تصدیق قلبی کو ایمان کہتے ہیں کیونکہ یہ معنی لغوی معنی کے بالکل قریب ہے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ: ''اما الایمان فی اللغۃ فیطلق علی التصدیق المحض''، یعنی ''لغت میں ایمان محض تصدیق پر اطلاق ہوتا ہے''۔

اور حافظ ابن حجر لکھتے ہیں ''و الایمان لغۃ التصدیق'' اور قرآن کریم میں ایمان کو اعمال

صالحہ کا ایمان پر عطف کیا گیا ہے اور معطوف ومعطوف علیہ مغائر ہوتے ہیں، علاوہ ازیں بعض بداعمالیوں کے ساتھ بھی قرآن وحدیث سے نقص ایمان کا ثبوت ملتا ہے، اگر اعمال ایمان کا جزو ہیں تو ان کے فقدان سے ایمان کا تحقق کیسے ہوسکتا ہے؟ (دیکھئے تفسیر بیضاوی، ص ۱۸، شرح مواقف ص ۱۹۷، طبع نولکشور لکھنؤ اور شرح عقائد ص ۹۲ وغیرہ)

یہ حضرات اس کے ہرگز قائل نہیں کہ ثواب وعقاب کا اعمال پر ترتب نہیں؟ یا اعمال کے بغیر بھی کوئی شخص کامل مومن ہوسکتا ہے؟ یہ حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اور اعمال ایمان کے اجزاءِ حقیقیہ نہیں بلکہ اجزاء متممہ ومکملہ ہیں۔ الغرض علمی نقطہ نظر سے راقم کی نظر میں امام ابوحنیفہ اور آپ کے اکثر اصحاب جس معنی میں مرجئیہ ہیں وہ اہل سنت کے مسلک کے ہرگز خلاف نہیں اور نہ ہی اس سے ان کی ذات پر کوئی حرف آتا ہے اور نہ ہی اس کی وجہ سے ان کی دیانت وامانت اور مسلک مجروح ہوتا ہے۔ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم نواب صاحب کی اس پوری عبارت کو نقل کردیں، ممکن ہے بعض حضرات کو کتاب ''دلیل الطالب'' آسانی سے میسر نہ ہوسکے، نواب صاحب لکھتے ہیں:

''سوال: درغنیۃ الطالبین مرجیۂ اور اصحاب ابی حنیفہ نعمان ذکر کردہ اند، کذا غیرہ فی غیرہ جرآن چیست؟ جواب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وتفہیمات نوشتہ اند کہ ارجاء دوگونہ است یکی ارجاء است کہ قائل را از سنت بیروں میکند دیگر آنست کہ از سنت بیرون نمیکند اول آنست کہ معتقد آں باشد کہ ہر کہ اقرار بلسان وتصدیق بجناں کرد ہیچ معصیت اورا مضر نیست، اصلا دیگر آنکہ اعتقاد کند کہ عمل از ایمان نیست ولیکن ثواب وعقاب برآں مترتب است وسبب فرق میاں ہر دو آنست کہ صحابہ وتابعین اجماع کردہ اند، بر تخطیۂ مرجیہ وگفتہ اند کہ برعمل ثواب وعذاب مترتب می شو، پس مخالف ایشاں ضال ومتبدع است، ودر مسئلہ ثانیہ اجماع سلف ظاہر نسلہ بلکہ دلائل متعارض اند بعض آیات وحدیث واثر دلالت میکنند بر آنکہ ایمان غیر عمل است وایں نزاع راجع مشود بسوئے لفظ بجہت اتفاق ہو۔ بر آنکہ عاصی از ایمان خارج نمی شود اگرچہ مستحق عذاب است و صرف دلائل والہ بر آنکہ ایمان عبارت از مجموع ایں چیزہا است از ظواہرش بادنیٰ عنایت ممکن است انتہاء، و ازیں جا معلوم شد کہ مراد حضرت شیخ از مرجئیہ بودن اصحاب، ابی حنیفہ شق ثانی است ولاغبار علیہ اگرچہ ارجح از روئے نظر ودلائل ہماں مذہب اہل حدیث ست کہ ایمان عبارت است مجموع اقرار وتصدیق وعمل وبہ قال القاضی ثناء اللہ فی، مالا بد منہ فاندفع الاشکال وصفی مطلع البلال وباللہ التوفیق''۔

(دلیل الطالب ص ۱۶۵، طبع شاہجہانی بھوپالی ۱۲۹۵ھ)

نواب صاحب کی اس عبارت سے یہ بات تو بالکل واضح اور صاف ہی ہوگئی کہ جس معنی میں

Marfat.com

حضرت الشیخ نے اصحابِ ابی حنیفہ کو مرجئیہ کہا ہے وہ کوئی قابل اعتراض امر ہے ہی نہیں۔ لیکن چونکہ حضرت شاہ صاحب دہلوی کی پوری عبارت سے جو نواب صاحب نے نقل کی ہے۔ غنیۃ الطالبین کی عبارت کی پوری عقدہ کشائی نہیں ہوتی، کیونکہ حضرت الشیخ تو اصحاب ابی حنیفہ کو اس فرقہ میں داخل کرتے ہیں جو باطل فرقوں میں شمار ہوتا ہے جو اعمال کو ایمان کے ساتھ ترتب ثواب وعقاب کے درجہ میں بھی نہیں مانتے تو یہ پیش کردہ شق ثانی ان پر کیسے چسپاں ہوسکتی ہے جس میں اعمال پر ثواب وعقاب کے ترتب کے اصول کو تسلیم کیا گیا ہے؟ اس لیے ہمارے نزدیک یہی جواب متعین ہے کہ حضرت الشیخ نے ان اصحاب حنیفہ کو ہرگز مرجئیہ کے باطل فرقہ میں شمار نہیں کیا جو "مرجئہ السنۃ" تھے۔ ہاں وہ اصحاب اس سے مراد ہیں جو معتزلہ وغیرہ کی طرح فقہ حنفی مسلک رکھنے کے باوجود خلاف اہل سنت فرقہ مرجئہ میں تھے اور وہی فرقہ باطلہ ہے۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی تصریح کی ہے۔ (تفہیمات ج ۱، ص ۲۸) مگر ہٹ دھرمی کا کیا علاج ہوسکتا ہے۔

جبکہ حضرت شیخ ابن تیمیہ "احناف" کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: "والحنفیہ هم من اهل السنہ" احناف اہل سنت والجماعت سے ہیں۔ (منہاج السنہ، ج ۱، ص ۳۵، طبع مصر) لیکن مولف نتائج التقلید ص ۹۶ میں دل کی بھڑاس یوں نکالتا ہے کہ حضرت شیخ اپنی تصنیف لطیف، غنیۃ الطالبین میں اہل بدعت وگمراہ فرقوں کی تفصیل وفہرست بیان کرتے ہوئے "حنفی مذہب" کو بھی اہل سنت سے خارج مرجئیہ جیسے بدعتی وگمراہ فرقے کی شاخ شمار کرتے ہیں۔ یہ ہے اہلِ حدیث تحقیق انیق؟ سبحان اللہ!

اسی طرح یہ بات اہل علم سے پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرت شیخ مستند تواریخی روایات کے مطابق تقریباً ۹۱ سال کی عمر میں (۵۶۱ھ) میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ اب ان کے سانحہ ارتحال کے آٹھ سو پچیس (۸۲۵) سال کے بعد بعض محققین جدید پر یہ انکشاف ہوا ہے کہ یہ کتاب "الغنیۃ" حضرت شیخ کی تصنیف ہی نہیں ہے۔ یا ان کی طرف اس کا انتساب غلط ہے۔ معلوم نہیں اس انکشاف جدید کا پس منظر کیا ہے؟ اور وہ کیوں اس کتاب کو حضرت شیخ کی تصنیف قرار دینے پر آمادہ نہیں؟ مدت ہوئی تحقیق اپنا فرض ادا کر چکی اور تاریخ یہ فیصلہ دے چکی کہ یہ کتاب حضرت شیخ ہی کی ہے، اس ضمن میں اصولی طور پر ان اسلاف کی بات مانی جائے گی جو شیخ کے ہم عصر یا ان کے قریب العہد تھے، نہ کہ اخلاف۔

۲) الفتح الربانی والفیض الرحمانی:

یہ کتاب حضرت شیخ کے ۶۲ مواعظ پر مشتمل ہے۔ قاہرہ مصر سے ۱۲۸۱ھ اور ۱۳۰۲ھ میں طبع ہوئی، اس کا اردو ترجمہ ہمارے یہاں عام طور پر مل جاتا ہے۔ ایک اردو ترجمہ بنام "فیوض یزدانی" بھی ہے جو کراچی اور لاہور سے مطبوعہ ہے۔ حضرت شیخ نے اپنے ۶۲ مواعظ میں لوگوں کو ولی کامل کی طرف بالعموم

Marfat.com

توجہ دلائی ہے کیونکہ ان کے مخاطب صرف صوفیاء نہیں بلکہ بڑے بڑے علماء فقہاء محدثین امراء و حکام کے علاوہ عام انسان ہوتے تھے، حضرت شیخ نے اپنے مواعظ کے ذریعے جس نظریہ تصوف کی تعلیم دی ہے وہ کیا ہے؟ دائرۃ المعارف الاسلامیہ لاہور کا مقالہ نگار لکھتا ہے: ''انھوں نے جس تصوف کی تعلیم دی وہ ہوائے نفس کے خلاف جہاد کرنے پر مشتمل ہے۔ جو جہاد بالسیف (جو کفار کے مقابلے میں) سے افضل اور اکبر ہے۔ اسی طرح شرک خفی پر یعنی اپنے نفس کے بت کی پرستش پر نیز جملہ مخلوقات کے اقسام پر غلبہ حاصل کرنے اور ہر خیر وشر میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو کارفرما دیکھنے اور اس کی شریعت کے مطابق اس کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کا نام ہے۔ اس کتاب میں اس زمانے کے علماء فقہاء صوفیاء سے بھی خطاب شامل ہے۔ (۱)

۳) الفیوضات الربانیہ فی الاوراد القادریہ:

۱۳۰۳ھ میں قاہرہ مصر سے چھپی اور اس کا ایک عربی نسخہ پاکستان میں مقیم حضرت شیخ عبد القادر الگیلانی علیہ الرحمہ کے ایک نبیرہ حضرت حامد الگیلانی مدظلہ العالی کے پاس بھی ہے اور موصوف نے اس کا اردو ترجمہ راقم سے مکمل کرالیا ہے۔

۴) فتوح الغیب:

یہ کتاب ۷۸ مقالات پر مشتمل ہے اور اہل طریقت کے لیے خصوصی اہمیت کی حامل ہے اور ہر مقالہ انتہائی جامع اور پر معنی ہے۔ بغداد کے بعد استنبول ترکی سے ۱۲۸۱ھ میں طبع ہوئی، اس کتاب کے متعدد ایڈیشن پاک و ہند سے بھی شائع ہو چکے ہیں، جن میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی فارسی شرح اور ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب کی بعض عبارات پر بھی ابن کثیر کو اعتراض ہے اور اس اعتراض کا جواب بھی وہی ہے جو الغنیہ کے بارے میں جواب دیا جا چکا ہے۔

۵) بشائر الخیرات:

یہ کتاب اسکندریہ مصر سے ۱۳۰۴ھ میں طبع ہوئی۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے کے لیے متعدد طریقے اور عبارات مرقوم ہیں۔

اس کے علاوہ ''البغدادی'' نے حضرت شیخ کی درج ذیل تالیفات کا بھی ذکر کیا ہے:

۶) تحفۃ المتقین وسبیل العارفین

۷) حزب الرجاء والانتہاء

۸) الکبریت الاحمر فی الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غالباً یہی تالیف ہے، جس کا تذکرہ

(۱) ادارۃ المعارف، ج ۱۲ ص ۲۹۷

Marfat.com

سرکیسی نے بشائرالخیرات کے نام سے کیا ہے۔

۹) القصیدۃ القادریہ

حضرت شیخ کی طرف منسوب ''قصیدہ قادریہ'' کی نسبت کے بارے میں بھی بعض حضرات نے شک کا اظہار کیا ہے اور بعض عربی عبارات پر اعتراضات کیے ہیں۔ان اعتراضات کے مسکت جوابات اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنی کتاب ''الزمزمۃ القمریہ'' میں دے چکے ہیں۔محققین کو چاہیے کہ اس علمی کتاب کا مطالعہ فرمائیں:

۱۰) مراتب الوجود

۱۱) یواقیت الحکم

۱۲) معراج اللطیف المعانی وغیرہ بھی آپ کی تصانیف میں شامل ہیں۔

عمر رضا کحالہ نے اپنی کتاب معجم المولفین میں حضرت شیخ کی تالیفات میں مزید ناموں کا اضافہ کیا ہے جن میں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۳) جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر (لاہور پاکستان سے اس کا اردو ترجمہ طبع ہو چکا ہے)

۱۴) آداب السلوک والتواصل ال منازل السلوک (اردو میں ترجمہ بھی مطبوعہ ہے)

۱۵) تفسیر قرآن مجید: رشید رضا نے اپنے ایک مضمون میں بیان کیا ہے کہ مفتی طرابلس (شام) کے کتب خانہ میں اس تفسیر قرآن مجید کا ایک قلمی نسخہ محفوظ ہے۔اس بات کی تصدیق پاکستان میں عراق کے سابق سفیر اور نبیرہ حضرت الشیخ عبدالقادر الگیلانی کے بیان سے ہوتی ہے کہ انہوں نے ایک بار اپنے خلیفہ عبدالعزیز خان عرفی سے کہا کہ لبنان کے سابق وزیراعظم رشید کرامے کی لائبریری میں حضرت شیخ کے تفسیر قرآن کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے۔

۱۶) رضا کحالہ نے آپ کی ایک اہم اور نادر تصنیف ''سرالاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار'' کا بھی ذکر کیا ہے موضوع کے اعتبار سے اس کتاب کی انفرادیت دیگر تصانیف سے قطعی مختلف اور بے مثل ہے۔

سرالاسرار کی وجہ تصنیف:

اس کتاب کی وجہ تصنیف اور اہمیت کے بارے میں حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کتاب کے مقدمہ میں یوں بیان کرتے ہیں۔''علم تصوف میں یہ میری ایک اہم کتاب ہے جس میں ابتدائے خلق، شریعت و طریقت اور حقیقہ انسان سے تعلق رکھنے والے اہم مسائل زیر بحث لایا ہوں۔درحقیقت میرے ایک شاگرد رشید نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا کہ ایک ایسی کتاب لکھ دوں جو مختلف امور میں اس کی رہنمائی کر سکے۔الہٰذا

Marfat.com

اس کی فرمائش پر میں نے یہ مختصراً اور جامع کتاب ترتیب دی تاکہ وہ اور دوسرے بھی اس کتاب سے مستفید ہوسکیں اور میں نے اس کا نام ''سرالاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار'' رکھا اور یہ کتاب ایک مقدمہ کے علاوہ ۲۴ ابواب پر مشتمل ہے اور بہترین کلمہ طیبہ ''لاالہ الااللہ'' کے حروف کے تعداد کے عین مطابق ہے یعنی رات دن میں ۲۴ گھنٹے ہوتے ہیں اس لیے ۲۴ کا عدد انتہائی اہم ہے۔

سرالاسرار کا قلمی وقدیمی نسخہ:

''سرالاسرار'' کا ایک قلمی قدیم نسخہ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کی ذاتی لائبریری یعنی مکتبۃ القادریہ العامہ مدرسۃ القادریہ بغداد میں موجود ہے۔ ۱۹۷۳ء میں راقم نے مدرسہ قادریہ بغداد میں اس قدیمی نسخہ کا مطالعہ کیا اور ساتھ ہی اس کا فوٹو اسٹیٹ کاپی بھی کرائی۔ اس کتاب کا ایک دوسرا نسخہ وزارت الاوقاف بغداد کی لائبریری میں موجود ہے جس میں کتاب کے آخری ابواب مفقود ہیں۔ پھر ۱۹۸۴ء میں محترم عبدالعزیز عرفی ایڈووکیٹ (کراچی) کی ذاتی لائبریری میں کتاب مذکور کا ایک نسخہ نظر سے گزرا۔ اسی طرح لاہور پاکستان سے صوفی برکت علی قادری مرحوم کے پاس اس کتاب کا ایک قدیمی ترجمہ نظر سے گزرا۔ قیامِ بغداد مصر قاہرہ اور سعودی عرب سے کئی لوگوں نے اس طرف توجہ دلائی تھی کہ عصری خطوط پر اس کتاب کا اردو ترجمہ کیا جانا اشد ضروری ہے۔ پاکستان میں بھی کئی احباب علم ودانش کے اصرار میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔ اس خیال کے پیش نظر راقم نے اس کتاب کا اس طرح ترجمہ کیا کہ ہمارے تعلیم یافتہ حضرات کے علاوہ ایک عام آدمی بھی اس کتاب کے ترجمہ سے فائدہ اٹھا سکے۔ ترجمہ کے ساتھ ساتھ قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کے حوالے بھی درج کر دیئے گئے تاکہ وقت ضرورت اس حوالہ جات کی مدد سے اصل کتاب تک رسائی حاصل ہوسکے۔ حسب ضرورت مغلق عربی عبارات کی تشریح کردی گئی ہے۔ کتاب ابھی زیر طبع ہے۔

Marfat.com

(ب)

تحقیق قول ''قدمی ہذہ'' اور مقام سیدنا الشیخ الگیلانی

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی البغدادی اس مقام تعظیم کو پہنچ چکے تھے کہ سلطان وگدا، امیر وغریب، کبیر وصغیر، علماء ومشائخ، فقہا واولیاء اور مسلم وغیر مسلم سب ہی آپ کی محافل ومجالس میں شرکت کرتے اور آپ کی دست بوسی اور زیارت کو باعث افتخار جانتے اور سمجھتے تھے۔ آپ کا سن بھی اس وقت پچاسی نوے کے درمیان رہا ہوگا، سلسلہ رشد وہدایت بھی جاری تھا۔ محافل وعظ وتلقین بھی اپنے عروج پر تھیں۔ عراق کے نواحی علاقوں کے علاوہ دیگر بلاد اسلامیہ کے علماء اور مشائخ بھی بڑے ذوق وشوق کے ساتھ حاضر خدمت ہوتے اور اپنے دامن کو علم وعرفان کے موتیوں سے بھر بھر کر جاتے۔ ایک ایسی ہی محفل تھی۔ عام سامعین کے علاوہ مختلف مقامات سے آئے ہوئے تقریباً پچاس علماء کرام اور مشائخین عظام آپ کے منبر سے لگے آپ کا بیان سن رہے تھے۔ بات شریعت وطریقت کی ہو رہی تھی کہ حضرت قدس سرہ العزیز نے فرمایا۔ ''قدمی ھذہٖ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ (۱) (میرا قدم تمام ولی اللہ کی گردن پر ہے) آپ کے یہ الفاظ سنتے ہی ''الشیخ علی الہیتی (۲) اپنی جگہ سے اٹھے، آپ کے منبر کے قریب پہنچے، انتہائی محبت وعقیدت سے آپ کے قدم اقدس کو اپنی گردن پر رکھا اور آپ کے خرقہ عالیہ کے دامن کو اپنے سر پر ڈال لیا۔

الشیخ علی بن الہیتی المتوفی ۵۶۳ھ آپ سے عمر میں تقریباً اٹھائیس سال بڑے تھے۔ انھیں اپنے شیخ طریقت حضرت ابوالوفا سے خرقہ طریقت ملا تھا اور ان کا شمار بھی عراق کے مشائخ کبار میں ہوتا تھا۔ نہر الملک کے نواحی علاقے ''ہیت'' میں آباد تھے۔ حضرت شیخ سے بے پناہ محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ آپ کے علم وعرفان کی شہرت ہی انھیں بغداد لے آئی تھی۔ لہٰذا آپ اپنا زیادہ تر وقت شاہ جیلاں کی معیت ہی میں

---

(۱) ۱۹۹۴ء میں شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ کراچی کے زیر اہتمام منعقدہ صوفیاء کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ایک سینئر پروفیسر ڈاکٹر ریاض الاسلام نے اس عبارت پر شک کا اظہار کیا تھا، لیکن جب راقم الحروف نے وجۂ شک طلب کیا تو موصوف مطمئن نہ کر سکے تھے۔ (نوری)

(۲) نفحات الانس، ص ۴۵۸ میں ہے کہ آپ اپنے وقت کے ایک جلیل القدر فقیہ اور صوفی تھے۔ سفینۃ الاولیاء میں ہے کہ اگر کسی پر شیر حملہ کرتا اور اس کے سامنے آپ کا نام لے لیا جاتا تو شیر الٹے پاؤں لوٹ جاتا۔ آپ کا شمار عراق کے صاحب تصرف بزرگانِ دین میں ہوتا ہے۔ (نوری)

Marfat.com

گزارا کرتے تھے۔ اسی قرب نے محبت وعقیدت کو اور زیادہ بڑھا دیا تھا، لہٰذا جب آپ نے مذکورہ بالا الفاظ سنے تو اپنی کبرسنی اور دیگر مشائخ پر فضیلت کے باوجود بلا تامل الفاظ کی معنوی حیثیت کا عملی مظاہرہ کر کے اظہار تسلیم کیا۔ آپ کے عمل کی تائید کرتے ہوئے وہاں پر موجود دیگر مشائخ نے بھی اسی طرح حضرت الشیخ کے قدم مبارک کو اپنی اپنی گردنوں پر رکھا۔

صاحب ''بہجۃ الاسرار'' نے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے جن مشائخ کے اسمائے گرامی مرقوم کیے ہیں، ان میں شیخ بقا بن بطو نہر ملکی المتوفی ۵۵۲ھ، شیخ شریف ابو سعید قیلوی المتوفی ۵۵۷ھ، شیخ ابو نجیب عبدالقاہر بن عبداللہ سہروردی المتوفی ۹۵۰ھ، شیخ ابو الکرام معمر شیخ ماجد الکردی، شیخ مکارم اکبر، شیخ مطہر باورانی، شیخ ابو عمر عثمان بن مرد بطائحی، شیخ قضیب البان موصلی المتوفی ۵۷۰ھ، شیخ ابو البرکات بن حمدان عراق اور سید محمد کبیر الرفاعی علیہم الرحمۃ سرفہرست ہیں۔

یہ واقعہ حضرت شیخ کے دیگر تذکروں میں بھی مذکور ہوا ہے۔ حضرت شیخ ابو السعید قیلوی کا بیان ہے کہ جس وقت آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے انوار وتجلیات کی آپ پر خصوصی بارش نازل فرمائی تھی، سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے اور خلعت ولایت سے سرفراز فرمایا۔ اس وقت روئے زمین پر کوئی ولی ایسا نہیں رہا ہوگا کہ جس نے آپ کے حکم کی تعمیل میں اپنی گردنیں خم نہ کی ہوں اور جس نے سرکشی کی اور آپ کے حکم کی خلاف ورزی کی اس کی روحانی عظمت سلب کر لی گئی۔ (۱)

صاحب ''قلائد الجواہر'' نے بھی اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت اور بعض شبہات کا ابطال کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ''قدم کے یہاں پر حقیقی معنی مراد نہیں ہیں بلکہ یہاں پر اس کے مجازی معنی ہی مراد ہیں۔ چنانچہ شان ادب بھی اسی کی متقاضی ہے۔ قدم سے مجازاً طریقہ بھی مراد ہوتا ہے۔ جیسا کہ کبھی کبھار عربی میں کہا جاتا ہے کہ فلانٌ علیٰ قدمٍ حمیدٍ ای طریقۃٍ حمیدۃٍ او عبادتہ عظیمۃٌ او ادب جمیلٌ او نحو ذالک (فلاں شخص قدم حمید پر ہے۔ یعنی طریقہ حمید پر ہے یا عبادت عظیمہ یا ادب جمیل پر ہے یا پھر اس سے مراد رب الٰہی اور منتہائے مقام ہے، اگر قدم سے حقیقی معنی مراد لئے جائیں تو پھر اس کے معنی اللہ کو معلوم ہے، غالباً قدم حقیقی حضرت شیخ بھی مراد نہیں لے رہے ہیں کیونکہ یہ کئی وجوہ کی بناء پر نامناسب معلوم ہوتا ہے۔ (۲) جس کا ذکر مناسب نہیں۔

آپ کے اس قول کی صحیح تعبیر آپ کا قدم (طریقہ) ہر ایک ولی کی گردن پر ہے، یعنی آپ کا طریقہ اور آپ کے فتوحات تمام اولیاء کے طریقوں اور فتوحات سے ارفع واعلیٰ ہیں''۔

---

(۱) نفحات الانس، ص ۴۵۸ (۲) قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، ص ۸۱، مطبوعہ لاہور

Marfat.com

شیخ خلیفۃ الاکبر نے حضرت غوث الثقلین کے اس قول سے متعلق ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ”میں نے جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواب میں زیارت کی تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! شیخ عبدالقادر الگیلانی نے ”قدمی هذہٖ علی رقبۃِ کل ولی اللہ“ کہا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ”انھوں نے سچ کہا ہے چونکہ وہ قطبِ وقت ہیں اور وہ میری نگرانی میں ہیں“۔ صاحب قلائد الجواہر بروایت شیخ ماجد الکرخی یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی نے ”قدمی ہذہٖ“ فرمایا تھا تو اس وقت کوئی ولی اللہ زمین پر باقی نہ رہا تھا کہ اس نے تواضع اور آپ کے مرتبے کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی گردن نہ خم کی ہو اور نہ اس وقت صلحائے جنات میں سے کوئی ایسی مجلس تھی کہ جس میں اس امر کا ذکر نہ ہوا ہو، تمام آفاق کے صلحائے جنات کے وفد آپ کے دروازہ پر حاضر تھے، ان سب نے آپ کو سلام علیک کہا اور سب کے سب آپ کے ہاتھ پر تائب ہوئے“۔ (۱)

حضرت خواجہ سید محمد گیسودراز نے اپنے شیخ طریقت حضرت مخدوم ناصر الدین محمود چراغ دہلوی کے حوالے سے بیان فرمایا ہے کہ جس وقت حضرت غوث الثقلین شاہ گیلان نے مذکورہ قول کہا تو اس وقت حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ خراساں سنجر کی پہاڑیوں میں مصروفِ مجاہدات تھے، جونہی آپ پر اللہ تعالیٰ نے محبوب سبحانی کا یہ قول منکشف فرمایا تو انھوں نے اپنی گردن خم کر دی اور فرمانے لگے کہ آپ کا قدم میرے گردن پر ہی نہیں بلکہ میرے سر اور آنکھوں پر ہے اور حضرت خواجہ کے تعلق سے جب یہ بات آپ کے علم میں آئی تو آپ نے تمام اولیاء اللہ کے مجمع میں فرمایا کہ ”غیاث الدین کا لڑکا گردن جھکانے میں تمام اولیاء اللہ پر سبقت لے گیا اور اپنے تواضع وحسن ادب سے اللہ اور اس کے رسول کا محبوب بن گیا اور ہند کے تصرف کے باگ ڈور، میں اس کے قبضے میں دوں گا۔ (۲)

حضرت شیخ کا یہ ارشاد کہ ”قدمی ہذہٖ علی رقبۃ کل ولی اللہ“ کا حکم صرف انہی اولیاء اللہ کیلئے تھا جو روئے زمین پر بقید حیات ہوں یا کل نفس ذائقۃ الموت کا مزہ چکھ کر جوار رحمت باری میں جا بسے ہوں؟۔ اس سلسلے میں علماء کے مختلف اقوال ملتے ہیں۔ اکثر علماء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ یہ حکم مطلق ہے اور مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے یعنی یہ حکم تمام متقدمین ومتاخرین اولیاء کرام کو شامل ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اپنے ایک مکتوب میں اس قول مبارک کے تعلق سے لکھتے ہیں کہ: ”اس قول کا اطلاق انھیں اولیاء کرام پر ہوگا جو آپ کے زمانے میں تھے، پہلے اور بعد کے اولیاء کرام اس سے مستثنیٰ ہیں،

(۱) قلائدالجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، ص۸۲، مطبوعہ لاہور

(۲) بستان الناظر ترجمہ تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، ص ۳۹

کیونکہ پہلے کے اولیاء کرام میں صحابہ کرام اور بعد کے اولیاء کرام میں حضرت امام مہدی شامل ہیں۔ انھوں نے اپنے اس قول کے تائید میں شام کے ایک عالم دین (جن کا نام عبداللہ تھا اور غوث کے نام سے مشہور تھے اور جن دنوں حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی بغداد میں طلب علم کے لیے تشریف لے گئے وہ بزرگ وہاں پہلے سے موجود تھے) آپ نے اُن کا قول بھی نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''غوث کہ در بغداد بودہ است حضرت شیخ عبدالقادر و ابن سقا عبداللہ بزیارت او رفتہ بودند، آں غوث بطریق فراست، درحق شیخ گفتہ کہ می بینم تر در بغداد کہ نمبر برآمدہ می گوئی! قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ و حی بینم اولیاء وقت ترا کہ ہمہ گردمنہائے خود را بست کردہ اندا جلال و کرام تر از کلام این بزرگ نیز مفہوم میشود کہ آں حکم مخصوص باولیاء آں وقت بوددا ست''

ترجمہ: ''ایک غوث بغداد میں تھے، حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی اور ابن سقا عبداللہ ان کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس غوث نے اپنی ایمانی فراست سے شیخ عبدالقادر الگیلانی سے کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ بغداد میں آپ منبر پر چڑھ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں ''قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ'' اور میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ وقت کے تمام اولیاء نے آپ کی تعظیم میں اپنی گردنیں آپ کے سامنے خم کردی ہیں۔ اس کلام سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم اس وقت کے اولیاء کے لیے خاص تھا۔ بہر حال یہ مبارک صدا جب عالم قدس سے عالم ملکوت میں پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں سے فرمایا کہ تمام اربابِ ولایت خواہ زندہ ہوں یا مردہ فرما چکے ہوں، انھیں اس بات کی خبر کردو'' آنچہ محبوب من می گوید برائے حصول سعادت خودہا، اطاعت کنند، بموجب امر الٰہی ہمہ اولیاء متقدم و متاخر گردنہا خود بیست گردند چہ اہلِ حیات و چہ اہل ممات''۔(۱)

میرا محبوب جو کچھ فرمایا ہے سعادت کیلئے اس کی اتباع ضروری ہے حکم الٰہی کے بموجب تمام اولیاء متقدین و متاخرین اہلِ حیات و اہل ممات سب نے اپنی گردنیں خم کردیں۔ جب کہ قلائد الجواہر کے مصنف محمد یحیٰ نادنی نے ''قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ'' کے مجازی معنی مراد لینے پر زور دیا ہے۔ اس سلسلے میں کئی علماء اور مشائخ کے اقوال نقل کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں کہ: ''قدم کے معنی خواہ حقیقی مراد لیے جائیں یا مجازی، دونوں صورتوں میں حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور اس سے آپ کی روحانی عبقریت اور برتری تمام اربابِ تصوف اور مشائخ کرام پر ثابت ہوتی ہے''۔(۲)

اِس ارشادِ عالی ''قدمی ہذہ علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ'' کے اصل مفہوم سے متعلق جب کسی سائل نے

(۱) مکتوباتِ امام ربانی، ص ۶۱۴ بتصرف تاریخ مشائخ قادریہ، ص ۱۴۸، مولفہ ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم، دہلی انڈیا
(۲) قلائد الجواہر، ص ۸۴

Marfat.com

حضرت شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ سے دریافت کیا تو اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا ''اس کا ظاہری مفہوم تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سے ایسی خارق عادات کرامتیں ظہور پذیر ہوتی رہیں گی جن کا سوائے معاندین کے اور کوئی فرد انکار نہیں کرسکتا۔ کیونکہ ہمارے ائمہ کرام نے کرامتوں کیلئے یہ اصول بنایا ہے کہ اگر کسی سے مطابق شریعت کرامتیں ظاہر ہوں جیسے کہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی سے ہوتی رہی ہیں تو وہ مقبول ہیں، لیکن اگر مطابق شریعت نہ ہوں تو وہ مردود ہیں۔ (۱)

حضرت شیخ عبدالرحمٰن بن ابوالحسن علی بطائحی الرفاعی اپنے ذاتی مشاہدات اور اپنے بزرگ اکبر کی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''جب میں بغداد گیا تو حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی کی خدمت اقدس میں بھی حاضر ہوا اور جب میں نے آپ کے حال اور آپ کی فراغت قلبی وغیرہ کے علاوہ آپ کے دیگر حالات کو دیکھا تو میں حیران رہ گیا جب واپس آیا تو اپنے ماموں بزرگوار سے ان حالات کو بیان کیا، وہ کہنے لگے اے میرے فرزند شیخ عبدالقادر جیسی قوت کس کو نصیب ہے؟ اور جس حال پر وہ ہیں کون رہ سکتا ہے اور جہاں تک وہ پہنچے ہیں کون جاسکتا ہے''؟۔ (۲)

حضرت شیخ عدی بن مسافر کے مطابق حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی کو مقام فرد حاصل تھا اور قول ''قدمی ہٰذہ'' کہنے پر مامور تھے۔ آپ کو اس امر کا حکم ہوا تھا اور اولیاء کرام نے اپنے سروں کو اس امر ہی کی وجہ سے خم کیا تھا۔ (۳) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سیدنا شیخ احمد سرہندی کا زمانہ سولہویں صدی عیسوی کے آخر اور سترہویں صدی کے ربع اول پر پھیلا ہوا ہے۔ آپ کی علمی فضیلت اور میدانِ طریقت عظیم خدمات مسلمہ ہیں۔ علاوہ ازیں اسلام کے تحفظ اور اس کی عظمت وسربلندی کے لیے آپ نے مغل شہنشاہ اکبر کے مجوزہ دین الٰہی کے خلاف جو جہاد کیا، اس کا بھرپور اعتراف کیا گیا ہے۔ آپ کے اس تجدیدی کردار پر علامہ اقبال نے آپ کے حضور ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے:

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند — اب مناسب ہے تیرا فیض عام ہو اے ساقی
حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر — وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے — جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان — اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

آپ نے اپنے ایک مکتوب میں حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف لے جانے والے دو راستوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ اس ضمن میں آپ نے حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی کو کس مقام پر دیکھا انھیں کے الفاظ میں

(۱) قلائد الجواہر ص۸۴ (۲) قلائد الجواہر ص۵۴ (۳) بہجۃ الاسرار ۲۳

Marfat.com

ملاحظہ فرمائیے: ''جناب قدس جلّ جلالہ کی طرف لے جانے والے دو راستے ہیں، ایک وہ جو قرب نبوت سے تعلق رکھتا ہے اور اصل الاصول تک پہنچانے والا ہے۔ اس راستے کے پہنچنے والے باصلاحیت انبیاء علیہم السلام اور ان کے اصحاب ہیں اور امتوں میں سے بھی جس کسی کو چاہیں اس دولت سے سرفراز کرتے ہیں، مگر یہ لوگ قلیل بلکہ اقل ہیں، اس راستہ میں واسطہ اور حیلولہ نہیں، ان واصلوں سے کوئی فیض حاصل کرتا ہے اور کوئی ایک دوسرے کا حائل نہیں ہوتا۔ دوسرا راستہ وہ ہے جو قرب ولایت سے تعلق رکھتا ہے، قطبِ اوتاد، ابدال ونجیب اور عام اولیاء اللہ سب ہی اس راستے سے واصل ہوئے، اِس راہ کی واصلوں کے پیشوا اور ان کے گروہ اور اِن بزرگوں کے فیض کا سرچشمہ حضرت علی کرم اللہ وجہ ہیں اور یہ عظیم الشان مرتبہ انہی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس مقام میں گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدم مبارک حضرت علی مرتضیٰ کے سر مبارک پر ہیں اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسنین بھی اس مقام میں ان کے ساتھ شریک ہیں اور اِس راہ سے جس کو فیض وہدایت پہنچتا ہے انہی کے وسیلے سے پہنچتا ہے کیونکہ اس راہ کا آخری نقطہ یہی ہے اور اس مقام کا مرکز انہی سے تعلق رکھتا ہے۔ جب حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا دور تمام ہوا، یہ عظیم الشان مرتبہ ترتیب وار سپرد ہوا اور ان کے بعد اماموں میں سے ہر ایک کے ساتھ ترتیب وتفصیل وار قرار پایا، ان بزرگوں کے زمانے میں اور ان کے انتقال فرما جانے کے بعد جس کو فیض وہدایت پہنچتا رہا۔ انہی بزرگوں کے واسطے ہی پہنچتا رہا۔ گو اپنے زمانے کے بہت سے اقطاب اور نجباء ہوئے۔ لیکن سب کا ملجاو ماویٰ یہی بزرگوار ہوئے ہیں۔ اس واسطے میں تمام اقطاب ونجباء کے فیوض وبرکات پہنچنا حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی کے وسیلہ سے ہی مفہوم ہوتا ہے کیونکہ یہ مرکز حضرت شیخ کے سوا کسی اور کو میسر نہیں ہوا۔ (۱)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا دور اٹھارہویں صدی عیسوی کے نصف اول بلکہ اس سے کچھ زائد پر محیط ہے۔ آپ ۲۰ رتمبر ۱۷۶۲ء بمطابق ۱۱۷۶ھ کو دہلی میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کا علمی اور روحانی مرتبہ محتاج تعارف نہیں۔ صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ برصغیر کے تمام مکتب ہائے فکر اور کل مسالک کے لوگ آپ کو کسی نہ کسی طرح سند کا درجہ دیتے ہیں۔ حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی سے متعلق آپ کا ارشاد ہے۔ ''قادریت میں اگرچہ تعلیم بہ ظاہر شیخ ہی سے ہوتی ہے لیکن یہ اویسی روحانیت کا مرکز ومظہر ہے۔ شیخ کے ساتھ طالب کا ربط ہو، یا طالب کی طرف شیخ کی توجہ، اس طریقے میں دونوں ہی ایک ایسے مخصوص انداز سے ہیں جو دوسرے طریقوں میں نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی کی ذات گرامی اپنے اندر ایک ایسا سوتا رکھتی ہے جس کے اندر عالم میں بسیط ہو کر پھیل جانے کی صلاحیت موجود ہے

(۱) جلد سوم مکتوب، ۱۲۳

Marfat.com

کیونکہ وفات پا جانے کے بعد آپ نے ملاء اعلیٰ کی سی ہیئت اختیار کرلی ہے اور آپ کے اندر وہ حقیقت منعکس ہوگئی ہے جو سارے عالم میں جاری وساری ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کے طریقے میں خاص روح اور زندگی موجود ہے۔ (۱)

مذکورہ بالا آراء سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی کو بارگاہِ اُلوہیت سے وہ مقامِ قرب حاصل ہوچکا تھا جو اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص اور برگزیدہ بندوں کو عطا فرمادیتا ہے اور جس کی سند ختم الرسل مولائے کل دانائے سبل صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث قدسی سے بھی ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اگر میرا بندہ (عبادت وریاضت کے ذریعے) میرا قرب حاصل کرنا چاہے تو (فرائض کی ادائیگی کے بعد) اگر میرا بندہ متواتر اور پیہم نوافل (نفلی عبادت) کے ذریعے میرا قرب حاصل کرے تو آخر کار میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان (قوتِ سامعہ) بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے...... میں اس کی وہ آنکھیں (بینائی) بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے...... اور میں اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے...... اور میں اس کا وہ پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے...... اور اگر وہ مجھ سے کوئی سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ مانگے تو اسے ضرور پناہ دیتا ہوں''۔ (۲)

راقم کے خیال میں حضرت سیدنا الشیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی عبادات وریاضات واتباع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حصول رضائے الٰہی کی راہ میں عظیم مجاہدات کے ذریعے اپنی ہستی کو ختم کرکے وہ مقام قرب پاچکے تھے جس کا اشارہ مذکورہ حدیث قدسی میں ملتا ہے۔ اسی مقام سے آپ نے فرمایا تھا۔ ''اگر میرے مرید کا پردہ مشرق میں کھل جائے اور میں مغرب میں ہوں تو اس کو چھپاتا ہوں'' اور اسی مقام سے آپ نے ''قدمی ہذہٖ علی رقبۃ کل ولی اللہ'' فرمایا تھا۔ اس حقیقت کے منکشف ہوجانے کے بعد یہ بات کسی اہمیت کی حامل نہیں رہتی کہ یہ فرمان آپ کی ذات والا سے متعلق تھا یا آپ کے طریقہ عالیہ سے؟ چونکہ ہر دو کا مطلب ایک ہی ہے، آپ کی فضیلت کا اعتراف آپ کے طریقہ عالیہ کا اعتراف ہے اور طریقۂ قادریہ کی عظمت آپ ہی کی عظمت ورفعت ہے۔ حضرت خواجہ چشت عمر میں حضرت الشیخ سے کم از کم ساٹھ سال چھوٹے تھے۔ اس لحاظ سے مذکورہ واقعہ کے وقت ان کی عمر ۲۵، ۳۰ سال کے درمیان رہی ہوگی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ آپ ابھی ہندوستان تشریف نہ لائے تھے، بلکہ اپنے شیخ طریقت حضرت عثمان ہارونی کی تعلیم و تربیت کے بعد مجاہدات وریاضات کی منزلیں طے کررہے تھے۔ لہٰذا اس دور میں حضرت الشیخ کے مذکور

(۱) تفہیمات الٰہیہ، شاہ ولی اللہ دہلوی۔ مطبوعہ دہلی (۲) صحیح بخاری، جلد ۲ صفحہ ۹۶۳

Marfat.com

قول کا آپ پر منکشف ہونا اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ ابتدائے عمر ہی میں خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی کو وہ مقامِ ولایت حاصل ہو چکا تھا کہ آپ دنیائے اسلام کی ان چند اولیائے عظام میں سے شمار ہونے لگے تھے، جن پر اللہ عزوجل نے حضرت الشیخ کا مذکورہ قول منکشف فرما دیا تھا۔ یہاں سے اس امر کی ہدایت مل چکی تھی جس کے ذریعے آپ نے ظلمت کدہ ہند میں شمع توحید کو روشن کیا، جس کی روشنی میں لاکھوں گمراہ افراد نجات پا گئے۔ ''سیر الاقطاب'' اور ''احسن السیر'' میں مرقوم ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی ۵۵۱ھ میں بغداد تشریف لے گئے تھے اور حضرت غوث الاعظم سے ملاقات کی تھی۔ ڈاکٹر ظہور الحسن شارب اپنی کتاب ''خواجہ غریب نواز'' میں بعد تحقیق لکھتے ہیں کہ ''غوث الوریٰ کے دادا سید ابی عبداللہ ابن سید یحییٰ الزاہد خواجہ غریب نواز کی والدہ ماجدہ سیدہ بی بی ماہ نور کے بھی دادا تھے، اس روایت سے ہر دو اکابر شیوخ المشائخ کے درمیان رشتہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ (۱)

مذکورہ بالا حقائق سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ خواجہ غریب نواز جب کہ نوعمر و نوخیز تھے، حضرت الشیخ کی ملاقات سے نہ صرف شرف یاب ہوئے تھے بلکہ رشتہ کے پیش نظر یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ بغداد میں ان کا قیام بھی حضرت شیخ الشیخ کے پاس ہی رہا ہو۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت خواجہ غریب نواز حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر کی خدمت میں کئی ماہ تک بغداد میں مقیم رہ کر فیوض و برکات حاصل کیے اور دوران قیام ہی ایک دن خواجہ غریب نے حضرت شیخ سے فرمایا کہ مجھے کسی ملک میں بھیج دیجیے تاکہ وہاں خدمت اسلام انجام دے سکوں، تو جواب میں حضرت سیدنا الشیخ نے فرمایا کہ ملک ہندوستان تو روز اول ہی سے آپ کے نام مقدر ہو چکا ہے اور اسی ملک کے بارے میں جد امجد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا ہے کہ جائیے اور وہاں کا روحانی نظام اپنے ہاتھوں میں لیجیے۔ اتنا سننے کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز نے فرمایا: ''اگر مجھے عراق کی ولایت پر فائز کر دیا جائے تو میرے حق میں زیادہ مفید ہوگا''۔ یہ جملہ سن کر سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی نے فرمایا: ''عراق تو شہاب الدین کی ولایت میں دے چکا ہوں۔ یہ سننے کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز نے فرمایا کہ اگر آپ کی رضا اسی میں ہے کہ میں ملک ہندوستان جاؤں تو کیا ہی بہتر ہوتا کہ میری معاونت فرماتے ہوئے آپ بھی میرے ساتھ ہندوستان چلتے''۔ یہ سن کر سیدنا شیخ عبدالقادر نے جواب دیا کہ میرے لیے رب باری کا حکم آ چکا ہے کہ میں بغداد چھوڑ کر کہیں نہ جاؤں، لہٰذا اس موقع سے آپ کے ساتھ ہندوستان چلنے کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

یہ سن کر حضرت خواجہ غریب نواز گویا ہوئے۔ ''اگر آپ نہیں چل سکتے تو اپنے صاحب زادگان

---

(۱) عرفان قادر، ص ۱۸۸، مولفہ مولانا عبدالعزیز خان عرفی

Marfat.com

میں سے کسی ایک کو میرے ساتھ کر دیں تا کہ ان کی اعانتوں اور برکتوں سے ہندوستان میں دین حق کی اشاعت کا اہم فریضہ کماحقہ انجام دے سکوں۔ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی نے موجود اپنے تمام صاحب زادگان کو خواجہ غریب نواز کے سامنے پیش کر کے فرمایا کہ ان تمام صاحب زادگان میں سے جن کو آپ مناسب سمجھیں اپنے ہمراہ ہندوستان لے جائیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز کی نظر انتخاب سیدنا شیخ کے بڑے صاحبزادے حضرت قطب الہند سیدنا سیف الدین عبدالوہاب پر پڑی اور فرمایا کہ یہ اللہ کے دوست ہیں۔ معرفت ذات باری کے نور سے ان کا دل روشن و تابندہ نظر آتا ہے، انھیں ہندوستان چلنے کے لیے میرے ہمراہ کر دیں۔ حضرت سیدنا شیخ اپنے فرزند دلبند سیدنا سیف الدین عبدالوہاب سے مخاطب ہوئے اور فرمایا ''اے میرے لخت جگر ابن غیاث الدین کے ہمراہ ہندوستان چلے جاؤ تا کہ ہندوستان میں بھی ہماری ایک نشانی رہے۔[1] ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کے مطابق سیدنا عبدالوہاب اپنے والد کا حکم پاتے ہی خواجہ غریب نواز کے ہمراہ ہندوستان جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ دونوں حضرات سیدنا شیخ کی اجازت سے مختلف ممالک اور شہروں کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے ہندوستان پہنچے اور علاقہ مارواڑ (راجستھان) میں قیام کیا اور اس علاقہ میں تقریباً چھ ماہ تک مقیم رہ کر اشاعت دین حق کا اہم فریضہ انجام دیا۔[2]

خواجہ اجمیر اور سیدنا سیف الدین عبدالوہاب کا ہندوستان میں ورود مسعود

لہٰذا دنیائے ولایت کے ان دونوں آفتاب و ماہتاب کا یہ نورانی قافلہ سرزمین ہند کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم نے کئی اقوال درج کیے ہیں۔ ان میں ۵۸۷ھ/اور ۶۰۱ھ/۱۲۰۶ء کو آمد کا صحیح سن قرار دیا ہے۔ بعض مورخین کے نزدیک حضرت خواجہ غریب نواز نے ہندوستان کا پہلا سفر ۵۵۷ھ/۱۱۶۱ء میں کیا تھا۔ اس کے بعد کئی بار ہندوستان سے باہر آئے گئے۔ بلکہ اپنے مرشد اور دوسرے بزرگان دین سے فیوض و برکات حاصل کرنے کی غرض سے بیرون ہند کا بھی سفر کرتے رہے۔ بعض مورخین کے مطابق خواجہ غریب نواز نے ہندوستان کا جو پہلا سفر کیا تھا اس میں وہ اجمیر نہیں گئے تھے۔ جیسا کہ ایک ہندوستانی مورخ ''معین الارواح'' میں لکھتے ہیں:

''یہ ورود ہند بار اول بسلسلہ سیاحت تھا۔ اس لیے اس سفر میں اجمیر شامل نہیں تھا۔ علاوہ ازیں دلیل العارفین کی روایت سے یہ امر ثابت ہے کہ آپ ہندوستان میں صرف ملتان اور لاہور تک تشریف لے گئے تھے کیونکہ اس زمانہ ۵۶۱ھ میں ان ہر دو مقامات پر ہندوستان میں رونق اسلام اور مسلمانوں کی آمد و رفت زیادہ تھی اور یہی مقامات ایک مسلمان سیاح کیلئے سیر کے قابل تھے۔ حضرت خواجہ غریب نواز اپنے اس پہلے سفر

(۱) تاریخ مشائخ قادریہ حصہ اول، ص ۲۸۸، مولفہ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، دہلی

(۲) ایضاً ص ۲۸۹ (کسی بھی عربی تاریخی کتاب میں اس بات کی شہادت نہیں ملتی۔ نوری)

Marfat.com

میں حضرت شیخ علی ہجویری داتا گنج بخش کے مزار مقدس پر حاضری دی تھی اور وہاں تقریباً دو ہفتہ اور بعض کے بقول دو ماہ معتکف رہے تھے۔ آپ کا حجرۂ اعتکاف آج تک اندرون احاطہ مزار موجود ہے۔ اس موقع سے جو شعر آپ کی زبان فیض ترجمان سے جاری ہوا تھا آج بھی حضرت داتا گنج بخش کے آستانہ پر لکھا ہوا ہے۔

گنج بخش ہر دو عالم مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل، کاملاں را رہنما (۱)

حضرت خواجہ غریب نواز کے سفرِ ہندوستان کے تعلق سے اور کئی روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا ورود ہند میں مندرجہ ذیل تاریخوں اور زمانوں میں ہوا:

۱۔ زمانہ ورودِ اول ۵۶۱ھ۔ حسب ترجمہ فرشتہ ج ۲، آپ بتاریخ ۱۰ محرم الحرام ۵۶۱ھ واردِ اجمیر ہند ہوئے۔

۲۔ ورودِ دوم۔ بہ عہد پرتھوی راج درمیان ۵۷۲ھ و ۵۸۸ھ سیرُ الاولیاء، ص ۴۶، اخبار الاخبار، ص ۲۲ اور فوائد السالکین ص ۱۱۱ کے بیانات کے مطابق آپ اس وقت واردِ اجمیر ہوئے جب پرتھوی راج اجمیر میں موجود تھا۔

۳۔ ورود سوم ۵۸۹ھ حسبِ ترجمہ آئین اکبری ۳۲۷ آپ اس سال واردا جمیر ہوئے۔ جس سال معزالدین بعد زوال پرتھوی راج دہلی پر قابض ہوا۔ چونکہ بقول فرشتہ جلد اول، ص ۵۸، شہاب الدین غوری ۵۸۸ھ میں قابض ہوا، ممکن ہے اسی دور میں آپ واردِ اجمیر ہوئے۔ صاحب ''خزینۃ الاولیاء'' کا نقطۂ نظر اس سلسلے میں قدرے مختلف ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ خواجہ صاحب پہلے ہی سفر میں اجمیر تشریف لائے تھے اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب ۵۵۷ھ میں آپ نے بغداد سے ہندوستان کا سفر کیا تھا۔ اجمیر شریف کی سرزمین پر آپ کا ورودِ مسعود دسویں محرم الحرام ۵۶۱ھ کو ہوا تھا۔ جب کہ صاحب ''اخبارالاخیار'' کے مطابق حضرت خواجہ اجمیر جب بھی اجمیر وارد ہوئے ہوں۔ اُن دنوں راجہ رائے پتھورا وہاں موجود تھا۔

محترم ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم نے متعدد کتب بالخصوص عین القلوب العارفین مولفہ محمد یوسف بخاری محبوب المعانی در کشف تنزلات رحمانی، مولفہ محمد صادق لطیفی قادری خلاصۃ الامور قلمی وغیرھم کے اقتباسات سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آج ہندوستان بالخصوص راجستھان اور ہریانہ وغیرہ میں جو اسلام کی روشنی نظر آرہی ہے اس میں حضرت سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور قطب الہند سیدنا عبدالوہاب الجیلانی علیہما الرحمۃ کی مساعی جمیلہ کا اہم کردار رہا ہے۔ ڈاکٹر انجم کا پختہ خیال واعتماد

(۱) مقدمہ کشف المحجوب اردو ترجمہ مولانا غلام معین الدین نعیمی / خزینۃ الاصفیاء جلد دوم، ۲۳۴

Marfat.com

ہے کہ حضرت سیدنا عبدالوہاب الجیلانی ناگور راجستھان میں فوت اور مدفون ہوئے ۔ موصوف نے سفارت خانہ عراق دہلی، اور حضرت مولانا شاہ عبدالحمید محمد سالم قادری سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں (انڈیا) کے مکتوب کا بھی حوالہ دیا ہے جو انھوں نے ۱۹۹۵ء میں ڈاکٹر انجم کو تحریر کیا تھا کہ:

۱) بغداد میں سیدنا عبدالوہاب کے مزار سے متعلق کسی کو صحیح معلوم نہیں ۔ (۱)

۲) سفارت خانہ عراق دہلی نے خط تحریر کیا تھا کہ ہم عراق میں دفن ہوئے آدمیوں کا ریکارڈ نہیں رکھتے ۔ (۲)

۳) صاحبِ محبوب المعانی نے لکھا ہے کہ سیدنا عبدالوہاب کی ولادت اور وفات دونوں بغداد میں ہوئی ۔ (۳)

۴) ۱۹۹۵ء میں ہی شیخ محمد عبدالکریم الکسنز انی شیخ الحلتہ القادریہ الکسنز انیہ فی العالم نے دہلی کے ایک ملاقات میں بتایا کہ بغداد میں الشیخ عبدالوہاب کا گھر تو جانتا ہوں مگر مزار مقدس کا علم نہیں اور نہ ہی وہاں کے سجادگان کو ان کے مزار کے بارے میں کوئی اطلاع ہے ۔ (۴)

۵) صوفی حمید الدین ناگوری راجستھان کے سجادہ نشین کا خیال ہے کہ حضرت سیدنا عبدالوہاب کا مزار بغداد میں ہے ۔ موصوف نے کئی اور شخصیات اور متعدد دانشوروں سے بھی اس موضوع پر گفتگو کی مگر سب نے لاعلمی اور اپنی عدم معلومات کا اظہار کیا ہے ۔ محترم ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مستند سرکاری دستاویزات بالخصوص راجھستان گزٹ ۲۸ را پریل ۱۹۶۶ء، سید محمد ابراہیم البغدادی جو خانوادۂ غوث الاعظم سے تھے ۔ ۱۳۲۶ھ میں ناگور آئے تھے، ان کا ایک تحریری خط اور بعض شاہی دستاویزات وفرامین جن میں پروانہ قلی علی خان ۲۱ رشوال ۹۷۵ھ، جلال الدین اکبر رجب ۹۷۸ھ سلطان اورنگ زیب عالمگیر ۲۸ محرم ۹۵۱ھ اور دیگر کئی سرکاری دستاویزات کے ذریعہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ہندوستان میں حضرت سیدنا سیف الدین عبدالوہاب الجیلانی الرحمۃ مدفون ہیں اور ان کا مزار مقدس ناگور راجستھان میں ہے ۔ (۵) واضح رہے کہ سیدنا الشیخ کی اولاد میں کئی علماء ومشائخ گزرے ہیں اُن میں اکثر صاحب تصانیف بھی تھے ۔ ان میں سے کراچی میں مقیم ایک نبیرہ سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی علیہ الرحمۃ (المدفون لاہور) کے مکتبہ سے حاصل شدہ کتاب سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سیدنا عبدالوہاب کبھی ہندوستان گئے ہی نہیں، ان کا مزار کہاں سے آ گیا؟ ۔

سیدنا عبدالوهاب بن الشیخ عبدالقادر تفقه علی والده وسمع منه ومن ابی غالب بن البناء وغیرهما ورحل الی بلاد العجم فی طلب العلم ودرس بمدرسة والده من عمره و بعد والده وعظ وافتی و تخرج به جماعة منهم الشریف الحسینی البغدادی و احمد بن

---

(۱) تاریخ مشائخ قادریہ، جلد اول ص ۳۵۸ (۲) تاریخ مشائخ قادریہ، جلد اول ص ۳۵۸

(۳) ایضاً ص ۳۵۸ (۴) ایضاً ص ۳۵۸ (۵) ایضاً ص ۳۵۹

عبدالواسع وغیرهما ولم یکن من اولاد ابیه امین منه کان فقیهاً فاضلاً حسن الکلام فی مسائل الخلاف، له لِسانٌ فصیحٌ فی الوعظ، و ایرادٌ ملیح، مع عذوبة فی الالفاظ، وحدةِ خاطرٍ، وکان ظریفاً لطیفاً ملیحاً المنادرة، ذامزاح و دعابةٌ وکانت له مروةٌ وسخاوةٌ، وجعله، الامام الناصرلدین الله الخلیفه العباسی علی المظالم فکان یوصل الیه حوائج الناس. ذکره ابن النجار فی الجزء العاشر من تاریخه وذکره الذهبی فی تاریخهِ فقال: الشیخ عبدالوهاب بن الشیخ عبدالقادر الجیلی کان فاضلاً حَدَثَ وَوَعَظَ وافتی وناظر و ورسل من الدیوان العزیز وذکرهُ ابن رجب الحنبلی فی طبقاته: وکان فقیهاً مجرداً زاهداً، واعظاً وله قبول حسن و تولیٰ المظالم للناصر العباسی (۵۸۳ ھ) ولم یکن له من اولاد ابیه افقه منه. وقال غیره وکان قلمه شدیداً فی الفتویٰ واجاز لمحمد بن یعقوب بن ابی الدنیا ولد فی شعبان ۵۲۲ بغداد و توفی لیلة الخامسْ والعثرین من شوال ۵۹۳ ھ و دفن بمقبرة الحلبة جوار والده الشیخ عبدالقادر الجیلی رحمة الله علیه وهوکان یروی الحدیث عن حامد بن محمد بن شعیب البلخی وهو عن "یسوع بن یونس" وهو عن الولید بن مسلم وهو عن الاوزاعی وهو ابو جعفر محمد بن علی بن حسین وهو عن سعید بن المسیب عن ابن عباس قال، قارسول الله صلی الله علیه وسلم...... وکتب بخطهٖ کتاب "القول الحقیق فی سلوک الطریق، و هو محفوظ فی المکتبة الظاهریة بدمشق تحت رقم ۶۰ و الف الفتوه فی التصوف وهذالکتاب مخطوطٌ بخط الدرویش الرفاعی سنة ۱۰۸۲ ھ و هو ایضاً محفوظٌ فی المکتبة الظاهریة بدمشق۔ (۱)

مذکورہ بالا عبارت سے اس امر کی وضاحت ہو رہی ہے کہ حضرت سیدنا عبدالوہاب نے بغداد میں وفات پائی اور یہیں مدفون ہوئے۔ اور آپ کی بے شمار علمی و تصنیفی خدمات شام کی لائبریری میں محفوظ ہیں، یہاں تک کہ سیدنا الشیخ عبدالوہاب (بن الشیخ عبدالقادر الجیلی) کے اولاد کے حوالے سے اسی کتاب میں مسطور ہے کہ ان کے صاحب زادگان میں سے کان الشیخ سلیمان رجلاً صالحاً ورعاً ثقةً صدوقاً المتوفی ۵۵۳ ھ واشتغلَ بالفقه کثیراً. وحفظ القرآن الکریم وتوفی یوم الاربعاء تاسع جمادی الآخرة ۶۱۱ ھ ودفن بمقبرة حلبة عندابیهِ.

اور دوسرے صاحب زادے الشیخ عبدالسلام بن الشیخ عبدالوہاب کے حوالے سے مذکور ہے کہ:

ذکره ابن الساعی فی الجامع المختصر. وصاحب قلائد الجواهر فقال: تفقه علی والدهٖ

(۱) المختصر فی تاریخ شیخ الاسلام سیدنا عبدالقادر الگیلانی واولادہ، ص ۱۱۰، الفہ العلامہ ابراھیم الدروبی العراقی وطبع بامر سیدنا طاہر الگیلانی البغدادی فی کراتشی

Marfat.com

وجدہٖ وافتی و درس و تولیٰ عدۃ ولایات وکان حنبلی المذھب حج مرۃ. متولیاً کسوۃ البیت الشریف و رسوم اھل الحرمین و الشرقین وکان مولدہٗ فی لیلۃ ثامن ذی الحجہ. ٥٤٨ھ وتوفی ببغداد فی ثالث رجب ٦١١ھ ودفن بمقبرۃِ الحلبۃ من یومہ...... وذکرہٗ الحافظ شھاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی فی لسان المیزان فقال: عبدالسلام ھذا روی عن جدہٖ.......... یدخل فلسفۃ الاوائل فاُحرقت کتبہ، علانیۃ ببغداد...... نسال اللہ تعالیٰ الستر —— و کتب الذھبی فی تاریخہٖ، و النجار فی طبقاتہ و صاحبِ مرأۃِ الزمان، قدقرأ الفقہ علی ابیہ و درس بمدرسۃ جدہٖ وھو کان فی ایام المستنصر بااللہ العباسی، وذکر الشیخ یاسین الخطیب العمری فی کتابہ: "غایۃ المرام فی تاریخ بغداد دارالسلام" فقال رکن الدین عبدالسلام بن عبدالوھاب بن الشیخ عبدالقادر الجیلانی اوحد اھل فنہ بالعلوم فَاُتِھم بِالفسلفۃ...... وذکرہٗ ابن العماد الحنبلی فقال: ولد عبدالسلام ٥٤٨ھ وتوفی ٦١١ھ (کمافی شذرات الذھب)

یہ دونوں صاحب زادے بغداد ہی میں رہ کر مخلوق خدا کی ہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہے اور وصال کے بعد بھی بغداد میں اپنے والد اور دادا کے قرب میں باب الحلبہ میں سپرد خاک ہوئے۔ واضح ہو کہ اب باب الحلبہ کی جگہ باب الشیخ نے لے لی ہے اور سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی کے مزار کے عقب میں ایک قدیمی قبرستان ''مقبرۃ الگیلانی'' کے نام سے معروف ہے۔ اس مقبرہ میں صرف خانوادۂ گیلانیہ اور اعیان العراق بغداد کی درجنوں شخصیات مدفون ہیں۔ لہٰذا ڈاکٹر انجم کو اپنے موقف اور تحقیق پر مزید نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ (نوری)

ڈاکٹر عبدالمجید سندھی جامعہ سندھ کی تحقیقی کتاب ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں'' کے مطابق سید سیف الدین عبدالوہاب الگیلانی سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی کے بڑے صاحبزادے تھے۔ اپنے والد بزرگوار سے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد ۳۰ سال کی عمر میں سیاحت کرتے ہوئے ملتان پہنچے اور 18 ماہ تک ملتان کے مضافات میں سیاحت کرتے رہے۔ اس کے بعد پھر بغداد چلے گئے۔ آپ نے وہاں اپنے مدرسہ قادریہ میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۲/رجب ۶۱۱ھ کو فوت ہوئے اور بغداد میں مدفون ہوئے۔[1] راقم کی رائے میں ڈاکٹر عبدالمجید کی یہ روایت بھی محل نظر ہے۔

---

(۱) پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص ۸۱، مطبوعہ سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۴ء

گیارہویں شریف اور سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی

سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی البغدادی کا سالانہ عرس یعنی فاتحہ پوری دنیا میں گیارہ ربیع الثانی کو منعقد ہوتا ہے جو تاریخ کی نسبت سے پوری دنیا میں ''گیارہویں شریف'' کے نام سے موسوم ہے۔ اس موقع پر قرآن خوانی کا اہتمام کیا جاتا ہے، محافل منعقد ہوتی ہیں جن میں علماء کرام اور مشائخ عظام حضرت الشیخ کی حیات مبارکہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔ آپ کی خدمات، تعلیمات اور کرامات کا ذکر ہوتا ہے جس سے بارگاہ الوہیت میں آپ کا قرب ظاہر ہوتا ہے۔ ذکر الٰہی کی مجلس کا طریقہ بھی رائج ہے، جس کو عام طور پر ''ختم غوثیہ'' کہا جاتا ہے۔ آپ کے مریدین معتقدین اور محبین میں یہ بھی طریقہ صدیوں سے چلا آرہا ہے کہ وہ ہر قمری ماہ کی گیارہ تاریخ کو گیارہویں شریف کا اہتمام کرتے ہیں اور حسب توفیق نیاز و فاتحہ کا بندوبست کرتے ہیں اور صاحبان ثروت حضرت الشیخ کی روح پرفتوح کو ایصالِ ثواب پہنچانے کے علاوہ غرباء و مساکین میں کپڑے وغیرہ بھی تقسیم کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ صدقات وخیرات کے ثواب کا نفع مردوں کو پہنچانے والوں کو بھی ملتا ہے۔ کتب فقہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔

اس سلسلے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے سرکارِ دوعالم ﷺ سے دریافت کیا کہ، یارسول اللہ! ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ وحج کرتے ہیں اوران کیلئے دعاء کرتے ہیں تو کیا یہ ان کو پہنچتا ہے؟ سرکار ﷺ نے فرمایا، ہاں بلاشبہ پہنچتا ہے اوراس سے وہ خوش ہوتے ہیں اور خود حضور ﷺ کا تمام امت کی طرف سے قربانی فرماکے اس کا ثواب انھیں پہنچانا، اس کا بین ثبوت ہے جیسا کہ بخاری شریف میں مروی ہے۔ اگراس میں نفع نہ ہوتا تو حضور ﷺ ایسا کیوں کرتے؟ گیارہویں شریف کے منانے پر اکثر بزرگانِ دین کا عمل رہا ہے۔ سنی اور دیوبندی دونوں جماعتوں کے مقتدر رہنما محقق علی الاطلاق سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہر سال گیارہویں شریف بڑے ادب واحترام سے مناتے تھے۔

رہا یہ سوال کہ اس خاص دن کی تعین کیوں؟۔ تو اس سلسلے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ''تعین یوم سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس میں ایک قسم کی دعوت وضیافت ہوتی ہے اور یہ ضیافت مطلقاً سنت ہے، لہٰذا ایک دن خاص کر کے اہتمام ضیافت کرنا اس سنت مطلقہ کے دائرے سے خارج نہیں ہوگا اور کسی کار خیر کیلئے دنوں کا تعین تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، جیسا کہ محمد بن نعمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے مرفوعاً بیان کرتے ہیں، جو اپنے ماں باپ یا ان دونوں میں سے کسی ایک کی قبر کی ہر جمعہ کو زیارت کرے اس کو بخش دیا جاتا ہے۔ اوراس سے نیک وفرماں بردار لکھ دیا جاتا ہے (1)۔

(1) مشکوۃ المصابیح، باب زیارۃ القبور نقلاً عن جذب القلوب الی دیار المحبوب

Marfat.com

تعین یوم پر اعتراضات:

تعین یوم کے تعلق سے متعدد احادیث موجود ہیں، خود اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے رکھنے کے لیے دوشنبہ اور پنج شنبہ کا انتخاب کیا۔ اور ایک روایت کے مطابق آپ ہفتہ اور اتوار کو بھی روزہ رکھا کرتے تھے۔ دوشنبہ کے روزہ کے تعلق سے جب پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس دن میں پیدا ہوا اور اس دن قرآن حکیم کا مجھ پر نزول ہوا''۔ (الحدیث)

قرآن حکیم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعلق سے سورۂ مریم میں ہے۔ ''اور سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں اور جس دن زندہ اٹھایا جاؤں۔ (۱)

اس قرآنی آیت کے ترجمہ اور احادیث نبویہ سے ثابت ہوا کہ یوم ولادت اور یومِ وفات دونوں ہی محترم ہیں۔ اس لیے مشائخ کرام نے روز وصال کو دعوت طعام، تلاوت قرآن نیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحلیل اور مذکورہ دونوں مالی وبدنی عبادتوں کا ثواب بزرگان دین میں سے کسی بزرگ کی روح کو ہدیہ کرنے کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔ لہٰذا گیارہویں شریف ایک خاص دن منانا جائز اور مستحسن ثابت ہوا۔ واضح رہے کہ اس موقع پر جو جانور ذبح کیا جاتا ہے، اس پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا ہی نام مبارک لیا جاتا ہے اور بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ہی اس کو ذبح کیا جاتا ہے۔ اس جانور کو الشیخ عبد القادر کے نام سے ذبح نہیں کیا جاتا ہے کہ اس کا گوشت حرام قرار دیا جائے بلکہ اس موقع سے جانور ذبح کرنے کا مقصد فقراء وصلحاء کی ضیافت ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح شادیوں اور دوسری تقریبات میں مہمانوں کی ضیافت کیلئے جانور خدا کے نام پر ذبح کیے جاتے ہیں۔ اگر یہ کہہ کر حرام قرار دے دیا جائے کہ یہ غوث اعظم کا مرغا ہے تو اس کلیہ کی بنیاد پر تمام تقریبات میں ذبح ہونے والے جانوروں کو حرام کہنا پڑے گا۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جب ذبح کرتے وقت اس جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے تو پھر اس کا گوشت حرام کیونکر ہو جاتا ہے؟ جب کہ قرآن مجید کی صریح آیت ہے: ''کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اگر تم اس کی آیتیں مانتے ہو''۔ (۲) ''اور اسے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو''۔ (۳)

ایک دوسرے مقام پر اس قسم کا عقیدہ رکھنے والوں کی تنبیہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمائی ہے: ترجمہ: ''اے ایمان والو! حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں کہ اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں اور حد سے نہ بڑھو، بے شک حد سے بڑھنے والے اللہ کو ناپسند ہیں''۔ (۴)

---

(۱) سورۂ مریم، آیت ۱۵ (۲) سورۃ الانعام، آیت ۱۱۹ (۳) سورۃ الانعام، آیت ۱۲۲

(۴) سورۃ المائدہ، آیت ۸۷

Marfat.com

اس سے ثابت ہوا کہ باوجود "نسبت الی الغیر" کے چونکہ اللہ کے نام سے وہ ذبح کیے جاتے ہیں اور تقرب الٰی غیر اللہ مقصود بالذات نہیں ہوتا، لہٰذا یہ جانور یعنی ان کا گوشت حلال وطیب ہے۔ جب کہ تعین یوم اور گیارہویں شریف کے متعلق سے ہی پاک وہند کے ایک جلیل القدر عالم دین مفتی احمد یار خان نعیمی اشرفی (شیخ الحدیث مدرسہ غوثیہ گجرات، پنجاب) ایک اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں کہ "کسی جائز کام کے لیے دن تاریخ مقرر کرنے کا محض یہ مقصد ہوتا ہے کہ مقررہ دن پر سب لوگ جمع ہو جائیں گے اور مل جل کر یہ کام کریں گے اگر کوئی وقت مقرر ہی نہ ہو تو بخوبی طور پر یہ کام نہیں ہوتے۔ اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے وعظ کے لیے جمعرات کا دن مقرر فرمایا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا تھا کہ روزانہ وعظ فرمایا کیجیے، فرمایا کہ تم کو تنگی میں ڈالنا مجھ کو پسند نہیں"۔ (مشکوٰۃ، کتاب العلم)

امام بخاری نے تو باری مقرر کرنے کا باب باندھا ہے۔ یہ محض آسانی کیلئے ہوتا ہے۔ آج بھی مدارس کے امتحانی جلسے، تعطیلات کے مہینے اور تاریخیں مقرر ہوتی ہیں کہ لوگ ہر سال بغیر بلائے ان تاریخوں پر پہنچ جائیں، صرف یہی مقصد ان کا بھی ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ یہ ہی تاریخیں کیوں مقرر کیں؟ تو سنیے گیارہویں کے مقرر ہونے کی یہ ہوئی کہ سلاطین اسلامیہ کے تمام محکموں میں چاند کی دسویں تاریخ کو تنخواہ تقسیم ہوتی تھی اور ملازمین کا خیال یہ تھا کہ ہماری تنخواہ کا پہلا پیسہ حضور غوث پاک کی فاتحہ پر خرچ ہو۔ لہٰذا جو وہ شام کو دفتر سے گھر آتے تو کچھ شیرنی لیتے آتے، بعد نماز غرب فاتحہ دیتے اور یہی شب گیارہویں شریف کی ہوتی تھی۔ یہ رواج ایسا پڑا کہ مسلمانوں میں اس فاتحہ کا نام فاتحہ شریف ہو گیا۔ اب جس تاریخ کو بھی حضور غوث پاک کی فاتحہ کریں یا کچھ پیسہ ان کے نام پر خرچ کریں، اس کا نام گیارہویں ہوتا ہے۔ یوپی اور کاٹھیاواڑ میں ربیع الآخر میں سارے ماہ فاتحہ ہوتی ہے۔ مگر نام گیارہویں ہی ہوتا ہے۔ نیز بزرگوں کے بڑے بڑے واقعات دسویں تاریخ کو ہوئے جس کے بعد گیارہویں کی رات آتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر آنا، ان کی دعا قبول ہونا، نوح علیہ السلام کی کشتی کا پار لگنا، اسماعیل علیہ السلا کا ذبح سے نجات پانا، یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا، یعقوب علیہ السلام کا فرزند سے ملنا، فرعون سے نجات پانا، یونس علیہ السلام کا شفا پانا، امام حسین عالی مقام کا شہید ہونا اور سید الشہداء کا درجہ پانا وغیرہ سب دسویں تاریخ کو واقع ہوئے۔ اس کے بعد جو پہلی رات آئی وہ گیارہویں تھی، لہٰذا یہ نہایت ہی متبرک ہے۔ اس لیے گیارہویں کی فاتحہ اکثر شب گیارہویں میں ہوتی ہے کیونکہ متبرک راتوں میں ہی صدقہ وخیرات کرنا زیادہ اچھا لگتا ہے اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ بلکہ خود میرا بھی تجربہ ہے کہ اگر گیارہویں تاریخ کو کچھ مقرر پیسوں پر فاتحہ کی پابندی کی جائے تو گھر میں بہت برکت رہتی ہے۔ بحمدہ تعالیٰ میں اس کا بہت سختی سے پابند ہوں، بہت برکت دیکھتا ہوں۔ علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی مزید لکھتے ہیں کہ چونکہ حضور غوث پاک حضور

Marfat.com

علیہ السلام کی بارہویں یعنی بارہ تاریخ کی میلاد کو بہت پابندی سے اہتمام کرتے تھے۔ایک بار خواب میں سرکار نے فرمایا کہ عبدالقادر! تم نے بارہویں سے ہم کو یاد کیا، ہم تم کو گیارہویں دیتے ہیں یعنی لوگ تم کو گیارہویں سے یاد کیا کریں گے۔اس لیے ربیع الاول میں عموماً میلاد مصطفیٰ ﷺ کی محفل ہوتی ہے تو ربیع الثانی میں حضور غوث پاک کی گیارہویں، چونکہ یہ سرکار کا عطیہ تھا اس لیے تمام دنیا میں پھیل گیا۔لوگ تو شرک وبدعت کہہ کر گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں مگر اس کی ترقی ہوتی گئی۔ (۱)

تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے

جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا

اسی طرح بارہویں صدی کے ایک اور جلیل القدر الشیخ اور علامہ عبدالعلی بحرالعلوم فرنگی محلی لکھنوی کے شاگرد اور کئی کتب کے مصنف حضرت علامہ الزمان عبدالرحمٰن شکارپوری سندھی ثم لکھنوی المتوفی ۱۲۵۹ھ کی تحقیق یہ ہے کہ گیارہویں شریف حضرت سیدنا الشیخ کے پردہ فرمانے کی تاریخ نہیں بلکہ سرکار دوعالم ﷺ کے فاتحہ کی تاریخ ہے جسے غوث اعظم بڑی عقیدت اور احترام کے ساتھ منایا کرتے تھے۔آپ کے دوسرے متبعین بھی ماہ ربیع الآخر کی گیارہ تاریخ کو یہی فاتحہ گیارہویں کے نام سے منانے لگے۔رفتہ رفتہ یہ گیارہویں خود سیدنا الشیخ کی طرف منسوب ہوگئی۔آج کل جو گیارہویں منائی جاتی ہے اس میں سیدنا الشیخ کی فاتحہ ہوتی ہے اور ان کے نام سے نیاز دلائی جاتی ہے۔حالانکہ سیدنا الشیخ نے 17 ربیع الثانی کو پردہ فرمایا تھا۔ (۲) سیدنا الشیخ کے وصال کے تعلق سے شیخ شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی نے جو 17 ربیع الثانی تحریر کی ہے، یہی تاریخ ابن الجوزی کے نزدیک درست اور قابل ترجیح ہے۔علامہ ذہبی کی رائے یہ ہے کہ حضرت سیدنا الشیخ 20 ربیع الآخر ۵۶۱ھ کو فوت ہوئے۔ان کے نزدیک یہ تاریخ درست ہے۔ (۳)

گیارہویں کیلئے تاریخ اور دن مقرر کرنے کے تعلق سے یہ فعل ایک مستحسن امر ہے، اور صرف احباب کی آسانی کے لیے دن یا تاریخ کا تعین کیا جاتا ہے اور یہ امر تعامل صحابہ کرام سے بھی ثابت ہے، جیسا کہ حضرت شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی، حضرت سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہم الرحمۃ کی آراء سے معلومات ہوئیں۔

اس سلسلے میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی بھی تحریر فرماتے ہیں کہ مقصود ایماء رسم عرس سے یہ تھا کہ سب سلسلے کے لوگ ایک تاریخ میں جمع ہوجائیں، باہم ملاقات بھی ہوجائے اور صاحب قبر روح کو

---

(۱) جاء الحق، ص ۲۵۴، مولفہ مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور

(۲) المنتظم، ج۱۰/۲۱۹ (۳) سیر اعلام النبلاء، ج۲۰/۴۵۰

Marfat.com

قرآن و طعام کا بھی ثواب پہنچا دیا جائے۔ یہ مصلحت ہے یوم تعین میں"۔ (۱) گیارہ ربیع الثانی کو ہی حضرت سیدنا شیخ سید موسیٰ الحسینی البغدادی اور امام عبدالوہاب متقی مکی بھی گیارہویں شریف کا ختم پابندی سے دلایا کرتے تھے"۔ (۲) حضرت شاہ ولی اللہ دھلوی "کلمات الطیبات" میں عرس گیارہویں شریف کے فضائل و مناقب پر لکھتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور غوث الثقلین کا عرس منعقد ہوا ہے اور اس میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے ہیں"۔ (۳)

آپکے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ملفوظات عزیزیہ ص ۶۲ فارسی مطبوعہ دہلی میں یہ عبارات موجود ہیں کہ حضرت غوث الاعظم کے روضہ مبارکہ پر گیارہویں تاریخ کو بادشاہ وقت کے علاوہ شہر بغداد کے اکابرین جمع ہوتے تھے، اور نماز عصر کے بعد مغرب تک کلام اللہ کی تلاوت کرتے اور حضرت غوث اعظم کی مدح میں قصائد اور منقبت پڑھتے، مغرب کے بعد سجادہ نشین درمیان مجلس تشریف فرماتے اور حلقہ بگوش ہو کر ذکر جہر کرتے۔ اس کے بعد طعام شرینی جو نیاز کہا جاتا ہے تقسیم کی جاتی اور نماز عشاء پڑھ کر لوگ رخصت ہوتے۔ (۴) گیارہویں شریف کی فاتحہ دراصل اظہار محبت ہے اور اس موقع پر کھانا کھلانے کا طریقہ وہ عمل صالح ہے جو شیخ عبدالقادر الگیلانی کا محبوب عمل تھا چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ: "مجھے فرائض کے بعد محتاجوں اور مہمانوں کو کھانا کھلانے اور عام و خاص کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنے کے سوا کوئی کام بہتر معلوم نہیں ہوتا۔ اگر ساری دنیا کی دولت کا مالک ہو جاؤں تو سب کی سب بھوکوں کو کھلا دوں اور محتاجوں کو دے دوں۔ میرے ہاتھ میں روپیہ نہیں ٹھہرتا۔ ہزاروں اشرفیاں صبح سے شام تک ہاتھ میں آتی ہیں۔ مگر شام کو کچھ باقی نہیں رہتا۔ مستحقوں کو بانٹ دیتا ہوں"۔ (۵)

حضرت قدس سرہ العزیز کے یہ الفاظ محض آپ کی دلی خواہش نہ تھے بلکہ اس میں بھی اطاعت الٰہی اور اتباع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جذبہ کارفرما تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ دھلوی بھی "حجۃ اللہ البالغہ" میں ہادی برحق رحمت مجسم ﷺ کا یہ ارشاد عالی نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا "ایک رات جس قدر میرے مقدر میں تھی، میں نے نماز پڑھی اور پھر سو گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا مجھ سے کہا گیا "اے محمد (ﷺ) کفارات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ارشاد ہوا، پاپیادہ مسجد جانا

(۱) فیصلہ ہفت مسئلہ، ص ۸ (۲) ماثبت من السنۃ، ص ۱۲۴

(۳) کلمات طیبات فارسی، ص ۷۸، مطبوعہ دہلی

(۴) اور آج بھی اسی طریقہ پر بغداد اور عالم اسلام میں گیارہویں شریف کی تقاریب کا اہتمام ہوتا ہے۔

(۵) بروایت جبائی علامہ ابن النجار، انوار اولیاء

Marfat.com

اور بعد نماز کچھ دیر (ذکر الٰہی) کیلئے بیٹھے رہنا۔ مجھ سے پھر کہا گیا "اے محمد (ﷺ) درجات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ ارشاد ہوا، ناگوار اوقات میں وضو کرنا، رات کو جب لوگ سو رہے ہوں، نماز پڑھنا اور لوگوں کو کھانا کھلانا"۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت الشیخ کا کھانا کھلانے کا ذوق وشوق اطاعت الٰہی اور اتباع رسول ﷺ کا مظہر تھا۔ اللہ جل شانہ نے آپ کو ارفع واعلیٰ درجات سے بھی نوازا اور کھانا کھلانے کا یہ طریقہ، یہ ادائے مہماں نوازی اور تواضع اس درجہ پسند آئی کہ جو لنگر آپ نے اپنی زندگی میں جاری فرمایا تھا وہ تقریباً ساڑھے آٹھ سو سال سے اسی طرح جاری ہے، آج بھی آپ کے روضہ اطہر پر روزانہ سہ پہر بعد عصر شوربہ جو خالص بکرے کا گوشت چاول میں ڈال کر پکایا جاتا ہے اور آج بھی ہر روز تقریباً ۳۰ بکرے ذبح کئے جاتے ہیں اور کئی سو ضرورت مند یہاں سے کھانا لے کر جاتے ہیں، بغداد میں اس کھانے کا نام معروف شوربہ ہے اور بعد نمازِ فجر رغیف (بڑے نان) بطور لنگر تقسیم کئے جاتے ہیں۔

راقم الحروف کے لئے ۱۹۷۲ء تا ۱۹۷۷ء میں اپنے طالب علمی کے زمانے میں حضرت سیدی نقیب الاشراف سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی کے خصوصی حکم سے تینوں اوقات کھانا اور سال میں دو مرتبہ کپڑے دیئے جانے کے انتظامات کیے گئے تھے اور یہ جملہ انتظام حضور سیدنا الشیخ کے ایک پوتے سیدنا درویش الحیدری کے وقف سے دیئے جاتے تھے۔ لنگر حاصل کرنے والوں میں محتاج، مساکین، مسافر اور غرباء کے علاوہ صاحبان حیثیت بھی شامل ہوتے ہیں۔ لنگر کی یہی شان درحقیقت بہت سوں کی پردہ پوشی کا سبب بھی بن جاتی ہے۔ طریقہ قادریہ کے مشائخ اور دیگر محبین ومعتقدین کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ گیارہویں شریف کے موقع پر لوگوں کو کھانا کھلانے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ انھیں اپنے انعام واکرام سے نوازتا ہے اور ان کے دسترخوانوں کو برکتیں عطا فرماتا ہے۔ چونکہ یہ طریقہ بزرگوں سے بہ حدتواتر چلا آ رہا ہے اور اس میں کوئی بات خلاف شرع بھی نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی کج فہمی کی بناء پر کوئی بات غلط کہتا ہے یا کوئی فرد اپنی لاعلمی کی بناء پر کوئی غلط عمل کرتا ہے تو اس کا یہ انفرادی عمل ہے۔ اس سے گیارہویں شریف کے تقدس اور متبرک ہونے پر کوئی حرف نہیں آتا۔ لوگوں کو بلا امتیاز کھانا کھلانا محبوب سبحانی کا بارگاہِ ربوبیت میں محبوب ومقبول طریقہ تھا، اس طریقہ عمل میں جس قدر خلوص ہوتا ہے، اسی قدر بندہ بارگاہ الوہیت سے فیوض وبرکات سے نوازا جاتا ہے۔ نذر ونیاز سب اللہ جل شانہ کیلئے ہوتی ہے، جب کہ ایصال ثواب کسی کیلئے بھی کرنا شرعی لحاظ سے درست اور جائز ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ ہی نیتوں اور قلبی کیفیتوں کو جانتا ہے۔

Marfat.com

گیارہویں شریف کا اہتمام دیگر ایام میں بھی کیا جاسکتا ہے۔ درحقیقت گیارہویں شریف کا اہتمام عام لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ ہے۔ اس سے اتباع رسول ﷺ کا اقرار بھی ہے اور اطاعت الٰہی کا اظہار بھی اور اس کے اہتمام سے حضرت شیخ قدس سرہ العزیز کی ان خدمات جلیلہ کی یاد تازہ ہوجاتی ہے جو آپ نے تجدید احیائے اسلام کیلئے انجام دیں۔ اسی جذبے اور خلوص نیت سے گیارہویں شریف کا اہتمام کرنا احسن وافضل عمل ہے۔ (۱)

یہ عمل فرض ہے اور نہ ہی واجب اور موجودہ دور کی ایجاد نہیں بلکہ اسلاف کا طریقہ وسنت ہے اور صالحین کا پسندیدہ عمل بھی۔ اس حوالے سے نبی کریم ﷺ سے ایک حدیث میں وارد ہے۔

"ماراہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن"

ترجمہ: "جس امر کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا" ہے۔ (۲)

لہٰذا گیارہویں شریف کے بارے میں ماہنامہ محدث لاہور، اگست ۲۰۰۳ء کے تجزیہ نگار نے جو تجزیہ کیا ہے، نادرست، ناقابل عمل اور باطل قرار پاتا ہے، تجزیہ نگار کو مسلمانوں کے نیک عمل کے بارے میں بدگمانی سے توبہ کرنا چاہیے۔

---

(۱) عرفان قادر، مولفہ عبدالعزیز خان عرفی۔ اور اس سلسلے میں صاحبزادہ سید نصیر الدین نصیر گولڑوی کا مقالہ بعنوان "گیارہویں شریف" کا مطالعہ کیجئے۔

(۲) موطا امام احمد ص ۱۰۴، مسند امام احمد، ج ۵ ص ۲۲۱، مطبوعہ دار المعارف مصر، مرقات شرح مشکوۃ باب الاعتصام، ردّ المختار ج ۵۱۸/۳ مطبوعہ باب الحلبی القاہرۃ مطالعہ کیجئے۔

باب ششم

طریقہ القادریہ اورمرید کے فرائض ووظائف

سلسلہ قادریہ میں طالب حق کا اوّلین فرض

طریقہ قادریہ میں خرقہ کی اہمیت وضرورت

﴿باب ششم﴾

طریقہ قادریہ اور مرید کے فرائض ووظائف

طریقہ قادریہ کے نام سے گویہ تاثر ذہن نشین ہوتا ہے کہ اس کا سلسلہ حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی سے جاری ہوا، لیکن بات کچھ اس طرح نہیں۔ اس کی اساس تو سیدنا الانبیاء خیر البشر ﷺ کے ہاتھوں ان دنوں قائم ہوئی جب کہ آپ ﷺ بعثت سے قبل غار حرا کی تنہائیوں میں مصروف عبادت ہوا کرتے تھے۔ نزول وحی سے حکم عطاء ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا نے اس پر عمل پیرا ہونے کیلئے راہ طریقت مقرر فرمائی۔ اس امر کی وضاحت حضرت الشیخ نے خود فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ''اور میں اس طریقہ کو قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، جس پر آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آپ ﷺ کے تابعین قائم رہے۔ یہ آخری زمانہ ہے کہ اکثر لوگوں کے معبود دینار اور درہم بن گئے ہیں''۔

اس اقتباس سے دو باتیں قطعی عیاں ہوئیں: اول آپ کی کاوشوں کا حضور انور ﷺ کے قائم کردہ طریقہ سے تعلق اور تسلسل ہے اور دوم یہ کہ اس طریقہ عالیہ کو قائم کرنے کی غرض و غایت کہ رسول اکرم ﷺ کی کاوشوں سے جو ایک الہٰ العالمین کا تصور قائم ہوا تھا، وہ لوگوں کو دنیوی لہو ولعب کی کشش سے ناقص ہو گیا ہے، لہٰذا اس کا قیام ناگزیر ہے۔ (۱)

اس ضمن میں شاہ گیلان کی کاوشوں کا اصل تاریخی دور چھٹی صدی ہجری کے نصف سے اوپر عہد پر محیط ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ امت مسلمہ چوتھی اور پانچویں صدیوں کی پسپائی، ذلت اور رسوائی کے بعد پستیوں میں جا پڑی تھی۔ دشمن اسلام طاقتیں اسلام کے استحصال پر آمادہ تھیں۔ حضرت عمر کے دور خلافت میں حاصل کیے ہوئے بیت المقدس سے مسلمان محروم ہو چکے تھے۔ دیگر مسلم علاقے بھی رفتہ رفتہ ہاتھ سے نکلے جا رہے تھے۔ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار تھا۔ ان باتوں کا سرسری جائزہ صفحات گزشتہ میں کیا جا چکا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی محبت ان کے قلوب سے محو ہو چکی تھی۔ اسلام چند رسمی باتوں کا نام رہ گیا تھا۔ مسلمانوں کو مرکز کی طرف بلانے کیلئے ضروری تھا کہ ان کے قلوب سے دینار اور درہم کی محبت معدوم کی جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا تھا کہ مسلمانوں کو ختم المرسلین ﷺ کے طریقہ کے مطابق تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کیلئے آمادہ کیا جائے۔ در اصل تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے ضوابط ہی کو طریقت کہتے ہیں جو عرف

(۱) تفصیل کیلئے عرفان قادر اور تاریخ مشائخ قادریہ ملاحظہ کیجیے۔ (نوری)

Marfat.com

عام میں تصوف کے نام سے معروف ہے۔ تصوف آج زیادہ مشکوک نظروں سے دیکھا جاتا ہے بلکہ بعض حضرات تو نام نہاد صوفیوں کی حرکات کی بناء پر اس کو اسلام کے منافی کہنے سے بھی نہیں چوکتے، لہٰذا طریقہ قادریہ پر مزید گفتگو کرنے سے قبل ضروری ہے کہ تصوف کی حیثیت کا تعین کیا جائے تا کہ طریقت کے نقوش اپنے حقیقی رنگ و روپ میں نظر آسکیں۔

تصوف کی جامع تعریف:

تصوف کی اصطلاح خالصتاً اسلامی ہے، لہٰذا اسلام کے پیش کردہ تصوف کو اسلام کے منافی سمجھنا لاعلمی کی دلیل ہے جو تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے لیے اسلام اور غیر اسلامی مذاہب میں کی جانے والی کاوشوں کے درمیان نظر آتی ہے۔ دراصل دینوی مصائب و آلام سے نجات پانے کی تڑپ انسان کی ایک فطری خواہش رہی ہے اور الہامی و غیر الہامی مذاہب کے لوگ اس حقیقت پر بھی متفق رہے ہیں کہ انسان کا اپنے نفس کو زیر کرنا ہی اس کی نجات کا باعث ہو سکتا ہے، لہٰذا ان کاوشوں میں ہندو مت کے سادھو، بدھ مت کے بھکشو یہودیوں کے ربی اور عیسائیوں کے راہب ہم کو نمایاں طور پر نظر آتے ہیں، لیکن اس مماثلت کے باوجود اسلامی تصوف اور غیر اسلامی مذاہب کی مذکورہ کاوشوں میں بنیادی فرق ہے۔ یہ مذاہب دنیا کو تیاگ دینے یا رہبانیت کی تلقین کرتے ہیں جب کہ اس ضمن میں حضور نبی اکرم ﷺ کا واضح ارشاد ہے:

''لا رھبانیة فی الاسلام'' (یعنی اسلام میں رہبانیت نہیں ہے)۔ (۱)

ایک دوسرے مقام پر آپ ﷺ کا ارشاد عالی ہوا: ''بلاشبہ دنیا کو اس کے خالق نے تمہارے لیے پیدا کیا ہے اور تم کو آخرت کیلئے''۔ دنیا اور آخرت کے درمیان توازن ہی وہ نکتہ امتیاز ہے جو اسلام کو دیگر مذاہب کے مقابل ممتاز بناتا ہے۔ یہ بھی قابل غور ہے کہ اسلامی تصوف کسی بھی مقام پر شریعت سے انحراف کی اجازت نہیں دیتا۔ ان حقائق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی تصوف دیگر مذاہب کے بالمقابل ایک انفرادی اور جداگانہ حیثیت کا حامل ہے۔ واضح ہو کہ تصوف اور صوفی کا لفظ نہ قرآن حکیم میں آیا ہے اور نہ احادیث نبوی ﷺ میں ملتا ہے، البتہ تصوف کی تمام اساسی باتوں پر عمل آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں بھی موجود تھا اور قرآنی آیات سے بھی مترشح ہے۔ تصوف کے پس منظر کو بیان کرتے ہوئے امام قشیری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین کی اصطلاحیں ان لوگوں کیلئے استعمال کی گئیں جو رسول اکرم ﷺ کے طریقے پر عمل پیرا رہے، بعد کے زمانے میں تقویٰ و پرہیز گاری کے حامل افراد کو الزاہد اور العابد بھی کہا جانے لگا۔ (۲)

---

(۱) نیل الاوطار، ج ۶ کتاب النکاح

(۲) مقدمہ ''کشف المحجوب''، ص ۸، اردو ترجمہ مولانا ابوالحسنات قادری لاہور

Marfat.com

لیکن یہ اصطلاحیں اس لیے کارگر ثابت نہ ہوئیں کہ ان کو دوسرے مفاد پرست لوگ بھی استعمال کر سکتے تھے۔ لہٰذا دوسری صدی ہجری کے آخر میں تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے طریقوں پر عمل کرنے والوں کو صوفی کہا جانے لگا اور اہل سنت وجماعت میں یہ لفظ خصوصی طور پر مستعمل ہو گیا۔

تصوف اور اشتقاق:

صوفی کا لفظ مشتق ہے صوف سے اہل لغت نے کئی مشتقات بیان کیے ہیں۔ بعض کے نزدیک چونکہ ''صوف'' اس کپڑے کو کہتے تھے جو اون کا بنا ہوا اور کھردار ہوتا تھا۔ سید المرسلین ﷺ بھی بعض اوقات اونی کپڑے پہنا کرتے تھے اور عربی میں اون کو صوف کہتے ہیں لہٰذا آپ کی اتباع کرتے ہوئے صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین نے بھی اس کپڑے کو پہنا اور خاص طور پر ان صاحبان طریقت نے جنھوں نے تزکیہ نفس اور تصفیۂ قلب پر زیادہ توجہ دی تھی پہننے لگے تھے، لہٰذا بعد کے زمانے میں یہی لوگ صوفی کہلائے۔ حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری اپنی تصنیف ''کشف المحجوب'' میں اسی موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''لوگوں نے صوفی کے معنوں کی تحقیق میں بہت سے اقوال بیان کیے ہیں۔ ایک گروہ نے کہا ہے کہ صوفی کو اون کا کپڑا (صوف) پہننے کی وجہ سے صوفی کہتے ہیں۔ دوسرے گروہ کے قول کے مطابق یہ لوگ (روزِ قیامت) پہلے صف میں ہوں گے۔ تیسرے گروہ کے نزدیک چونکہ انھوں نے اصحابِ صفہ سے محبت کی تھی اِس بناء پر انھیں صوفی کہا گیا ہے۔ چوتھے گروہ کا خیال ہے کہ ''صوفی'' کا لفظ صفا سے مشتق ہے''۔

صاحب کشف المحجوب نے تصوف اور صوفی کی وضاحت کے لیے اولیاء کرام کے اقوال بھی نقل کیے ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ صوفی وہ ہے جو کچھ کہے تو اس کا کہنا اس کے حال کی حقیقت پر ہو۔ (حضرت ذوالنون مصری)

۲۔ تصوف ایک حقیقت ہے جس میں بندہ کا قیام ہوتا ہے۔ اس صفت کی حقیقت خالق کی صفت ہے۔ (حضرت جنید بغدادی)

۳۔ تصوف نفس کے واسطے تمام خوشیوں (خواہشات) کا ترک کرنا ہے۔ (حضرت ابوالحسن نوری)

۴۔ تصوف ایک حقیقت ہے جس کے لیے رسم نہیں۔ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ)

۵۔ تصوف نیک خو ہے جو زیادہ نیک خو ہوتا ہے وہ زیادہ صوفی ہوتا ہے۔ نیک خو دو طرح کا ہوتا ہے، ایک اللہ کے ساتھ، دوسرا خلقت کے ساتھ، اللہ کے ساتھ نیک خو ہونا اس کی قضا وقدر پر راضی ہونا ہے اور خلقت کے ساتھ نیک خو ہونا اللہ کے واسطے ان کی صحبت کا بوجھ اٹھالینا ہے''۔ (حضرت حسین ابن علی)

۶۔ تصوف نام ہے نیک خلق کا۔

Marfat.com

۱۔ نیک خلق اللہ کے ساتھ کہ بغیر ریا کے اس کے احکام بلا جائے۔

۲۔ نیک خلق لوگوں کے ساتھ کہ بڑوں کی عزت کرے، چھوٹوں پر شفقت رکھے اور سب کے ساتھ انصاف کرے۔

۳۔ نیک خلق اپنی ذات کے ساتھ کہ حرص اور شیطان کی پیروی نہ کرے۔ (حضرت مرتعش)

۷۔ تصوف پسند یہ خلق ہیں کہ بندہ تمام احوال میں اللہ پر کفایت کرنے والا ہو کہ راضی بہ رضا رہے۔

(حضرت ابوعلی قزدینی)

صوفی اور تصوف کی وضاحت کرنے میں وصیت کرتا ہوں کہ تو تصوف کے حق کی رعایت کر، انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دے، اپنا دعویٰ کوتاہ کر اور ان لوگوں سے جو صاحب تصوف ہیں، نیک اعتقاد رکھا کر"۔ مذکورہ اقوال صالحین سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ تصوف بندہ کا تعلق الی اللہ قائم کرنے کا ذریعہ بھی ہے اور مخلوق اللہ کی خدمت بھی یہی امر تعلیمات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ کا ماحصل ہے۔ (۱)

شاہ الگیلانی کے مذکورہ ارشادات سے امر کی سند ہیں کہ طریقہ قادریہ کی اساس و بنیاد تین باتوں پر ہے:

(۱) اطاعت اللہ (۲) اتباع رسول اللہ (۳) اور خدمت مخلوق اللہ

۱) اطاعت اللہ:

اس ضمن میں حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی کا مسلک یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو کلی طور پر حق سبحانہ تعالیٰ کی سپردگی میں دے دے یعنی اس کی قضا و قدر پر راضی برضا رہے اور ہر آن اس کی رضا کے حصول کی کوشش کرتا رہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ "اللہ عزوجل کی اطاعت زیادہ کرو کہ اس کی اطاعت ہی اس کو یاد رکھنا ہے"۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے حق تعالیٰ کی اطاعت کی پس بے شک اس نے اللہ کو یاد رکھا اگر چہ اس کی نماز، روزہ اور تلاوت کثیر ہو۔ مومن اپنے رب کا مطیع، اس کی موافقت رکھنے والا اور اس کے ساتھ صبر کرنے والا ہوتا ہے، یعنی روزہ، نماز اور تلاوت قرآن کی کثرت ہی اطاعت الٰہی نہیں بلکہ کاروبار حیات میں منشاء الٰہی کو سمجھنا اور اس کے مطابق عمل کرتے رہنا بھی اطاعت ہے۔ آپ نے اطاعت الٰہی کی وضاحت کرتے ہوئے ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا "صاحبزادہ! کوشش کر کہ حق تعالیٰ کے حضور میں یہیں مر مٹے۔ کوشش کر کہ بدن سے روح نکلنے کے قبل ہی تیرا نفس مر جائے اور نفس کا مرنا صبر اور اس کی مخالفت کرنے سے ہوگا"۔ آپ کا ارشاد عالی ہے "اپنی ساری حاجتیں اس پر پیش کر کوئی عمل اپنے نفس کے لیے مت کر۔"

(۱) مقدمہ کشف المحجوب، ص ۸۔ اردو ترجمہ مولانا ابوالحسنات قادری لاہور

Marfat.com

حضرت الشیخ نے اطاعت الٰہی کی منزلوں میں عظیم مجاہدات اپنے نفس کیخلاف کیے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، اسی لیے آپ نے مریدوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ''نفس تو شر ہی شر ہے، مگر جب مجاہدہ میں پڑتا اور مطمئنہ بن جاتا ہے تو خیر ہی خیر ہو جاتا ہے اور تمام طاعتوں کے بجالانے اور معصیتوں کو چھوڑ دینے میں موافقت کرنے لگتا ہے۔'' حضرت شیخ اللہ جل شانہ کی اطاعت کلی پر عمل کرنے کیلئے ذکر الٰہی کی تلقین فرماتے ہیں: ''بارگاہ الٰہی میں رسائی حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان احکام شریعت کی اتباع کرنے کے لیے صحیح راستہ پر اپنے وجود کی دن رات نگہداشت کرتا رہے اور ہمیشہ سراً و جہراً (پوشیدہ و آواز سے) ذکر الٰہی میں مشغول رہے، کیونکہ طالبان حق کے لیے ہمیشہ یادِ الٰہی میں مشغول رہنا فرض کر دیا گیا ہے''۔ (سر الاسرار) حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی کا یہ مسلک ہے کہ بندہ بارگاہِ الٰہی میں اس درجہ رسائی حاصل کرلے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو جائے اور معرفت بھی حاصل ہو جائے۔ آپ کے مطابق دیدار الٰہی کے دو طریقے ہیں:

۱۔ آخرت میں بلاواسطہ آئینہ قلب ۲۔ دنیا میں رہتے ہوئے بالواسطہ آئینہ قلب

حضرت الشیخ منزل معرفت کی نشاندہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''اللہ تبارک وتعالیٰ قدیم، ازلی، ابدی اور اس کی ذات غیر فانی ہے۔ اسی طرح اس کی صفات بھی ہیں کیونکہ اس کے انوار، تجلیات اور صفات اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں کیونکہ اس کے انوار، تجلیات اور صفات اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں، جب تک آئینہ دل سے حجاب دور نہ ہو جائے، اس کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی''۔ (سر الاسرار)۔ اطاعت الٰہی کی طرف بندہ منزل بہ منزل بڑھتا ہے۔ حضرت الشیخ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ''جب تیرے پاس اسلام ہی نہ ہوگا تو ایمان بھی نہ ہوگا اور جب ایمان نہ ہوگا تو ایقان بھی نہ ہوگا اور جب ایقان نہ ہوگا تو نہ اللہ کی معرفت ہوگی اور نہ واقفیت'' یعنی بندہ جب اسلام، ایمان، ایقان اور عرفان کی منزلوں سے گزرتا ہوا حقیقت کو پا جاتا ہے تو وہ اطاعت الٰہی میں کامیاب و کامران ہو کر رضائے الٰہی پالیتا ہے''۔

اتباع رسول اللہ ﷺ:

حضرت الشیخ کا مسلک یہ ہے کہ بندہ جب تک کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی اطاعت نہ کرے گا، اسے کسی قسم کی بھی فلاح نصیب نہ ہوگی۔ اسی اصول پر آپ خود عمل پیرا تھے اور اس کی تلقین اپنے مریدین اور محبین کو فرمایا کرتے تھے ایک مقام پر آپ نے ارشاد فرمایا ''اپنے دین کی پوشاک مجھ سے مانگو، میری اتباع کرو کہ میں رسول ﷺ کے راستے پر ہو، میں آپ ﷺ کا تابع ہوں۔ کھانے میں بھی پینے میں بھی، مباشرت میں بھی اور آپ کے جملہ احوال اور ان امور میں جن کی طرف آپ ﷺ اشارہ فرمایا کرتے

Marfat.com

تھے۔ حضرت الشیخ کا مسلک یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ بندہ اور اللہ کے درمیان وسیلہ ہیں، چونکہ ”آپ لشکر ارواح کے حاکم ہیں، طالبین کے مربی وسرپرست ہیں اور مطلوبین کے سردار ہیں۔ امیر الصالحین ہیں، حالات وصفات کی تقسیم فرمانے والے ہیں، چونکہ حق تعالیٰ نے یہ خدمت آپ ﷺ کے سپرد کردی اور آپ ﷺ کو سب کا سپہ سالار بنادیا“ لہٰذا آپ کا مریدوں اور محبین کیلئے مشورہ ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کو اپنا پشت پناہ اور استاد بنائیں اور آپ ﷺ کے دست مبارک کو اختیار دیں کہ وہ ان کا بناؤ سنگھار (یعنی سیرت وکردار کی تعمیر) کریں اور انھیں حق تعالیٰ کے حضور پیش کریں۔ حضرت الشیخ کا مسلک یہ ہے کہ اتباع رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ بندہ سید المرسلین ﷺ کا قرب حاصل کرلے اور آپ ﷺ اس کو حق تعالیٰ کا مقرب بنادیں (مجلس ۴۶) اس کو اپنی زرہ اور خود پہناتے اور اپنی تلوار اس کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ اپنے ادب اور اپنے خصائل اور عادات سے اس کو آراستہ کرتے ہیں اور اپنی خلعتوں میں سے اس کو خلعت بخشتے ہیں اور اس سے نہایت خوش ہوتے ہیں کہ آپ ﷺ کی امت میں کیا ہونہار نکلا اور اس پر اپنے پروردگار کا شکریہ ادا کرتے ہیں“۔ (مجلس ۲۳) سیدنا الشیخ کے مسلک میں ”صوفی تو وہ ہے جس کا باطن اور ظاہر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے صاف ہوجائے“۔ چونکہ آپ اتباع رسول اکرم ﷺ کو تمام خوبیوں کی جڑ سمجھتے ہیں۔ آپ کا ارشاد عالی ہے کہ ”بندہ جب اپنے قول وفعل میں رسول ﷺ اللہ کی اتباع کرتا ہے تو اس کا قلب صاف ہوتا چلا جاتا ہے، حتیٰ کہ اس کو حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوتی ہے، آپ ﷺ اس کو کسی چیز کے کرنے کا حکم کرتے ہیں اور کسی چیز کی ممانعت فرماتے ہیں۔ (مجلس ۵۹) حضور سیدنا الشیخ کے نزدیک قلب اللہ کا مسلک ہے کہ جب بندہ اتباع رسول ﷺ کرتا رہتا ہے تو آپ ﷺ بھی اس سے خوش ہوتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ آپ ﷺ اس کے قلب کیلئے اپنے پروردگار کی حضوری میں داخلے کی اجازت حاصل فرمالیتے ہیں۔

خدمت مخلوق اللہ:

حضرت الشیخ عبدالقادر الگیلانی کے مسلک کے مطابق جس طرح اطاعت اللہ کیلئے اتباع رسول اللہ ناگزیر ہے، اسی طرح اتباع رسول اللہ ﷺ کی تکمیل کے لیے خدمت مخلوق اللہ ضروری ہے۔ اس طرح ہر تین باتیں ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں یعنی بغیر خدمت مخلوق اللہ کے اتباع نبی اللہ کی تکمیل ممکن نہیں اور بغیر اتباع کے اطاعت اللہ کا تصور ناقص ہے۔ چونکہ احمد مختار نبی اکرم ﷺ کی تمام کاوشیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لیے وقف تھیں۔ آپ ﷺ ہی کی اتباع کرتے ہوئے حضرت الشیخ خدمت خلق اللہ میں مصروف رہے۔ آپ کی نظر میں خدمت خلق اللہ کا کیا مقام تھا؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے

فرمایا "پاک ذات ہے جس نے میرے قلب میں مخلوق کی خیر خواہی کا مضمون ڈالا اور اس کو میرا مقصود اعظم بنا دیا۔ میں خیر خواہ ہوں (مخلوق کا) اور اس پر معاوضہ نہیں چاہتا" (مجلس ۵)۔ حضرت الشیخ نے اللہ کی مخلوق کی خدمت کرتے وقت ان کے چہروں کو دیکھا اور نہ ان کی زبان وفکر کو، آپ کے دروازے تو ہر ایک کیلئے کھلے ہوئے تھے۔ جس طرح آپ کے مواعظ میں ہر طبقہ حیات اور ہر مکتبہ فکر کے لوگ آیا کرتے تھے، اسی طرح آپ کی قائم کردہ رباط اور لنگر خانے میں ہر شخص مساوی تواضع کا مستحق تھا۔ امداد کے وقت نہ آپ مستحق اور غیر مستحق کی بات کرتے اور نہ دوسروں کو ایسی تمیز اختیار کرنے کا مشورہ دیتے تھے۔ آپ کا ہر قدم رسول اکرم ﷺ کی اتباع میں اور اللہ عزوجل کی اطاعت میں ہوا کرتا تھا۔ حضرت الشیخ اپنے مریدین اور معتقدین سے کہا کرتے تھے کہ جب تک تم اپنے مال میں سے کسی قدر فقیروں کی دستگیری نہیں کرو گے، تم کو حق تعالیٰ کا وصال نصیب نہ ہوگا۔ چونکہ صدقہ دینا اللہ تعالیٰ سے معاملہ کرنا ہے جو کہ غنی اور کریم ہے، اگر تم اللہ کی راہ میں ذرہ خرچ کرو گے تو وہ تم کو پہاڑ عطا فرمائے گا۔ (مجلس ۱۴)

آپ کا فرمان ہے کہ جب قلب صحیح بن جاتا ہے تو مخلوق پر شفقت اور ترس کھانے سے لبریز ہو جاتا ہے، ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوا "جس شخص کی نظر صحیح ہو جاتی ہے وہ اپنے سر کی آنکھوں سے مخلوق کو دیکھتا ہے اور اپنے قلب کی آنکھوں سے اللہ عزوجل کے فعل کو جو مخلوق میں صادر ہو رہا ہوتا ہے" یعنی صاحب عرفان اللہ کی اس شفقت اور ربوبیت کو دیکھتا ہے جو وہ اپنے بندوں پر کرتا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے وہ بھی اللہ کی مخلوق پر شفیق ومہربان ہو جاتا ہے۔ حضرت الشیخ کا مسلک ہے کہ کسی ایک کو بھی ایذا نہ پہنچاؤ سوائے ان کے جن کی بابت شریعت اجازت دیتی ہے۔ (مجلس ۱۹) اسی لیے آپ تلقین فرمایا کرتے تھے کہ مخلوق اللہ کے ساتھ حسن ادب رکھو، نہ اپنے اوپر ظلم کرو نہ دوسروں پر، نہ ظلم کرنے والوں کی اعانت کرو، چونکہ ظلم دل کو تاریک اور نامہ اعمال کو سیاہ بنا دیتا ہے۔ (مجلس ۳۶) آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے ہو تو مساکین کو کبھی ناراض نہ رکھو۔ (مجلس ۳۸)

حضرت کے نزدیک مخلوق اللہ کی خدمت کرنے والے تین طبقات میں منقسم ہیں۔ ایک گروہ زاہدوں کا ہے جو دنیا سے متنفر ہوتے ہیں لیکن آخرت کی طلب میں خلق اللہ کی خدمت کرتے ہیں۔ دوسرا گروہ خائفین کا ہے جو جہنم سے خائف ہو کر اور جنت کے خواہاں بن کر خدمت خلق اللہ کرتے ہیں اور تیسرا گروہ عارفین کا ہے جو اللہ کی نظر عنایت کی خاطر اس کی مخلوق پر نظر رکھتے ہوئے خدمت کرتے رہتے ہیں۔ حضرت الشیخ آخر الذکر کو فضیلت دیتے ہیں ان کے متعلق آپ کا ارشاد ہے کہ یہ لوگ حق تعالیٰ کی ملاقات کے منتظر اور اپنے تمام اوقات میں اسی کے متمنی رہتے ہیں۔ (مجلس ۳۹) خدمت خلق اللہ کا یہی افضل ترین

Marfat.com

طریقہ ہے کہ جس میں بندے کے پیش نظر اول اور آخر اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے، اپنا مفاد یا نام ونمود نہیں ہوتا۔ حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی نے اسی جذبہ مقدسہ کے تحت خدمت خلق اللہ کی اور اس کی تلقین اپنے مریدوں کو فرمائی۔

شیخ طریقت کی ضرورت:

طریقہ قادریہ کی تینوں اساسی باتوں کا تعلق، جیسا کہ مذکورہ اقوال سیدنا الشیخ سے عیاں ہے، علم اور تربیت کیلئے ہے۔ اگر کوئی شخص اطاعت الٰہی کرنے کا خواہش مند ہے تو اس کیلئے اللہ تعالیٰ کے احکامات اور ان باتوں کو جنھیں اللہ جل شانہ پسند یا ناپسند کرتا ہے، جاننا ضروری ہے۔ اسی کو علم شریعت کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اس امر کو جاننے کا متمنی ہے کہ وہ اطاعت الٰہی کس طرح کرے اور کس طرح اللہ جل شانہ کی رضا کیلئے مخلوق اللہ کی خدمت بجالائے؟ تو اس کیلئے رسول اکرم ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کے طریقوں کا عمل حاصل کرنا ناگزیر ہے تا کہ اس کیلئے اتباع کی راہ سہل ہوجائے اور اس کو علم طریقت کہتے ہیں اور اسی کو تصوف بھی کہا گیا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ علم وتربیت کا طالب کس کی طرف رجوع ہو۔ اس ضمن میں حضرت کا ارشاد گرامی ہے ''اگر تو فلاح چاہتا ہے تو ایسے شیخ کی صحبت اختیار کر جو حق تعالیٰ کے حکم (شریعت) اور علم (طریقت) کا عالم ہو کہ وہ تجھ کو علم سکھائے اور مودب بنائے اور تجھ کو حق تعالیٰ کے راستے سے واقف کرے۔ مرید کیلئے دستگیر اور راہبر کے بغیر چارہ نہیں، کیونکہ وہ ایسے جنگل میں ہے جس میں سانپ، بچھو اور طرح طرح کی آفتیں، پیاس اور درندے ہیں۔ پس راہبر کو ان آفتوں سے بچاتا اور اس کو پانی اور پھل دار درختوں کی جگہ بتاتا رہے گا اور جب تنہا بغیر رہبر کے ہوگا تو درندوں والی پتھریلی زمین میں جا پڑے گا۔ جہاں کثرت سے درندے، سانپ، بچھو اور آفتیں ہوں گی''۔

حضرت الگیلانی نے اس فرمان کے ذریعے نہ صرف شیخ طریقت کی اہلیت بلکہ اس کی اہمیت کو بھی واضح فرمادیا ہے۔ دنیوی آفات ومصائب اور پیاس وہلاکت کو جن تشبیہات کے ذریعہ بیان فرمایا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہیں لیکن انھیں وہی آنکھیں دیکھتی ہیں جن کو بارگاہ ربوبیت سے علم وبصیرت عطا ہو چکے ہیں۔ ظاہر ہے جو خود علم وبصیرت نہیں رکھتا وہ نہ دوسرے کی رہبری کر سکتا ہے اور نہ کسی دوسرے کو آفات ومصائب اور پیاس وہلاکت سے بچا سکتا ہے۔

آپ اپنی شہرہ آفاق کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں مزید رقم طراز ہیں: ''شیخ طریقت کیلئے ضروری ہے کہ وہ محض اللہ کے لیے مرید کو قبول کرے، مرید کے ساتھ اٹھے بیٹھے اور محبت کی آنکھ سے اسے دیکھے۔ اگر مرید سے ریاضت برداشت نہ ہو تو نرمی کے ساتھ پیش آئے اور اس کی تربیت اس طرح کرے جیسے ماں

Marfat.com

اپنے بچہ کی یا دانش مند باپ اپنے بیٹے کی تربیت کرتا ہے اولاد سے نرم بات چیت کرے اور ناقابل برداشت بار اس پر نہ ڈالے"۔

مرید کے فرائض:

حضرت الشیخ نے خود اپنی ذات اقدس کیلئے ارشاد فرمایا کہ میں مشائخ کی صحبت میں حسن ادب اور احترام کے بغیر کبھی نہیں رہا۔ اسی لیے آپ کا اپنے مریدوں کیلئے حکم ہے کہ وہ مشائخ کی باتیں غور سے سنیں اس پر عمل کریں اور ان کا ادب واحترام ملحوظ رکھیں۔ (الفتح ربانی) غنیۃ الطالبین میں آپ کا ارشاد عالی ہے "مرید اگر شیخ سے کچھ سیکھنا چاہتا ہے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ اس کو شیخ پر یقین راسخ اور پختہ اعتقاد ہو کہ ملک میں میرے شیخ سے بزرگ اور کوئی شیخ نہیں۔ اس اعتقاد سے اس کو اپنے اصل مقصد میں فائدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کو قبولیت حاصل ہوگی۔ مرید کو چاہیے کہ شیخ کی مخالفت کسی حال میں نہ کرنے۔ مشائخ کی مخالفت مریدوں کے حق میں زہر قاتل ہے۔ اس لیے نہ صراحتاً مخالفت کرے اور نہ کسی تاویل کے ساتھ"۔ (۱)

حضرت سیدنا الشیخ اپنے طریقہ عالیہ کے مرید میں خلوص دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ رسمی پیری مریدی کی اجازت نہیں دیتے۔ آپ کا فرمان ہے کہ کوئی بھی فرد صرف آپ کے طریقہ کی اچھائی دیکھ کر اس میں داخل نہ ہو بلکہ اس نیت اور عزم کے ساتھ آئے کہ جو کچھ بھی اس کا شیخ اس کو کہے گا وہ اس پر عمل کرے گا۔ اگر وہ شیخ کی بات پر عمل نہ کرے گا تو اس کو نفع کی جگہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔ (الفتح الربانی)

ارکانِ طریقت:

حضرت الشیخ نے مریدین کی تربیت کے لیے طریقت کا ایک نصاب بھی مقرر فرما دیا ہے تا کہ مرید ظاہری اور باطنی کثافتوں سے پاک وصاف ہو جائے اور معاشرہ کا ایک بہتر فرد، ایک بہتر انسان اور ایک بہتر مسلمان بن کر خدمت بھی کرے اور اللہ جل شانہ کی رضا بھی پائے۔

۱۔ مجاہدہ:

مجاہدہ کی اساس اللہ جل شانہ کا یہ فرمان ہے:

وَالَّذین جاھدُوا فِینا لَنھدُ یَنَّھُمْ سُبُلَنَا ۔ (۲)

ترجمہ: "جو لوگ ہماری راہ میں سعی وکوشش کرتے ہیں ہم اپنا راستہ ان کو خود بتا دیتے ہیں"۔

عام لوگوں کا مجاہدہ یہ ہے کہ وہ اللہ کے احکام بجالائیں اور اپنے روزمرہ کے اعمال کو بہ طریق

(۱) مقدمہ کشف المحجوب ،ص ۸۔ اردو ترجمہ مولانا ابوالحسنات قادری لاہور (۲) سورۃ العنکبوت: آیت ۶۹

احسن پوری طرح انجام دیں۔خواص کا مجاہدہ یہ ہے کہ اپنے احوال کا تصفیہ کریں۔بھوک، پیاس، آفات اور مصائب کے وقت صبر و تحمل اختیار کریں۔شب بیداری اور دیگر نفلی عبادات کرتے رہیں۔صفاتِ رذیلہ کو قریب نہ آنے دیں اور صفات حسنہ کو اپنا شعار بنائیں۔

۲۔مراقبہ:

مراقبہ بھی راہ طریقت کی ضروری کڑی ہے بلکہ بغیر مراقبہ مجاہدہ کی تکمیل ممکن نہیں۔اس کی اساس سراج السالکین مصباح المقربین ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ 'فان لم تکن تراہ فانہ یراک' جسکا ترجمہ ہے "تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھتے ہو تو یقین جانو کہ وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے"۔حضرت الشیخ نے مراقبہ کو تمام خوبیوں اور بھلائیوں کی اصل بتایا ہے۔انہی راہوں پر گامزن ہو کر بندے کو نفس امارہ کی پہچان ہو جاتی ہے۔بندہ خود اپنا محاسبہ کرتا ہے۔ اس کے افعال واعمال میں جذبہ طاعت وخلوص مستحکم ہوتے چلے جاتے ہیں اور اسے معرفت الٰہی حاصل ہو جاتی ہے۔بندہ منشاء الٰہی کو پہچاننے لگتا ہے اور پھر اسی کے مطابق عمل کرتا ہے۔

۳۔دس خصائل:

اہل مجاہد کے لیے دس خصائل ضروری ہیں:

(۱) اللہ کی قسم نہ کھائے۔

(۲) جھوٹ سے پرہیز کرے۔

(۳) بغیر کسی عذر خاص کے کبھی وعدہ خلافی نہ کرے۔

(۴) کسی بھی مخلوق کی خواہ کتنی ہی کم حیثیت ہو ایذا نہ پہنچائے۔

(۵) کسی کے لیے بددعا نہ کرے، نہ ظلم کا اپنا کسی عمل سے بدلہ لے۔

(۶) اہل قبلہ میں سے کسی کے کفر اور نفاق پر قطعی شہادت نہ دے۔

(۷) ظاہری اور باطنی گناہ کی طرف نگاہ بھی نہ کرے۔

(۸) اپنا بار کسی مخلوق پر نہ ڈالے۔

(۹) لوگوں سے اور ان کے مال ومتاع سے کوئی امید نہ لگائے نہ توقع رکھے۔

(۱۰) ہر ایک کے ساتھ تواضع اختیار کرے۔

۴۔ذکر الٰہی:

ذکر الٰہی کی بڑی فضیلت ہے اس سے قلب کو سکون اور طمانیت حاصل ہوتی ہے، ذکر ہی سے مرید کی نظر وفکر کو وسعت ملتی ہے، چونکہ ان باتوں کا تعلق علم حقیقی سے ہے جس سے بندہ کا باطن منور اور ظاہر پاک

Marfat.com

وصاف ہوجاتا ہے۔لہٰذا صاحبِ اجازت اور صاحبِ مقامِ شیخ طریقت کی دستگیری ضروری ہوتی ہے۔

چند اذکار اور وظائف:

طریقہ قادریہ میں ذکر اولین لا الہ الا اللہ ہے۔ ہر نوار د طریقہ کو اس کی تلقین کی جاتی ہے۔کم سے کم تین بار اور زیادہ سے زیادہ ۶۵ بار اس کا ورد کرے۔ایک مقام پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر وفکر کی تلقین کرتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ لاَ اِلٰہ اِلا اللہ میرا قلعہ ہے اور اس کو پڑھنے والا میرے قلعہ میں داخل ہوجاتا ہے یعنی میری امان اور تحفظ میں آجاتا ہے''۔

دیگر اذکار یہ ہیں:

۱۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُلِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ.

۲۔ لَاحَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ .

۳۔ اَنۡتَ الۡھَادِیۡ اَنۡتَ الۡحَقُّ لَیۡسَ الۡھَادِیۡ اِلَّاھُوَ .

۴۔ لَا اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ لَہُ الۡمُلۡکُ وَلَہُ الۡحَمۡدُ یُحۡیِیۡ وَیُمِیۡتُ بِیَدِہِ الۡخَیۡرُ ط وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ.

۵۔ لَامَعۡبُوۡدَ اِلَّااللّٰہ لَامَقۡصُوۡدَ اِلَّااللّٰہ لَامَوۡجُوۡدَ اِلَّااللّٰہ.

۶۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ وَبِحَمۡدِہٖ.

۷۔ سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ وَبِحَمۡدِہٖ اَسۡتَغۡفِرُاللّٰہَ وَاَتُوۡبُ اِلَیۡہِ.

طریقہ قادریہ میں نمازِ تہجد کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے، چونکہ اس کی فضلیت قرآن حکیم فرقان مجید میں حق سبحانہ تعالیٰ نے خود بیان فرمائی ہے اور حضور سرور کائنات ﷺ کی محبوب عبادت میں سے تھی۔ اس پر عمل پیرا ہونے والے اپنے مریدین کے لیے حضرت الشیخ کا ارشاد ہے ''وفی ظلم اللیالی کا اللؤ'' (رات کی تاریکیوں میں موتی کی طرح چمکتے ہیں) حضرت الشیخ نے کچھ دیگر عبادات اور جل شانہ سے اپنی حاجات پیش کرنے اور مانگنے کے طریقے بھی بتائے ہیں۔جن پر عمل کر کے لوگ بارگاہ ربوبیت سے فیض یاب ہوئے ہیں۔(اوراد القادریہ)

۱۔صلوٰۃ غوثیہ یا صلوٰۃ الاسرار:

حضرت الشیخ سے منقول ہے کہ اپنی حاجت یا جائز مقصد کے حصول کیلئے اگر کوئی خلوص دل کیساتھ دو رکعت نماز پڑھے اور بعد نماز ہمارے وسیلہ سے بارگاہِ ربوبیت میں اپنی عرض داشت پیش کرے اور پھر ہماری طرف چلے اور یاد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے مقصود کو پورا کرنے والا ہے۔

طریقہ یہ ہے کہ تازہ وضو تازہ غسل کر کے دو رکعت نماز اس طرح ادا کی جائیں کہ ہر رکعت میں

Marfat.com

بعد سورۃ فاتحہ، گیارہ بار سورۃ اخلاق پڑھے۔ بعد نماز حضرت قدس سرہ العزیز کے توسل سے بارگاہ ربوبیت میں انتہائی عجز وانکساری اور صمیم قلب کے ساتھ اپنی عرض داشت پیش کرے اور آخر میں عرض کرے "اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ دُعَائِیْ وَ تُبْ عَلٰی اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ" (اے اللہ میری دعا قبول فرما اور میری توبہ قبول کر، بے شک تو بڑا توبہ کرنے والا اور رحمت والا ہے) بعدہٗ کھڑے ہو کر اپنی دائیں جانب یعنی بغداد کی طرف گیارہ قدم چلا جائے اور ہر قدم اٹھاتے ہوئے کہا جائے "یَاشَیْخ عَبْدُالْقَادِرِ جِیْلَانِیْ شَیْأً لِلّٰهِ" پھر اپنی جگہ بیٹھ کر ہدیہ درود بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پیش کرے۔ (۱)

ب۔ صلوٰۃ برائے تلاش مرشد:

حضرت الشیخ کا ارشاد ہے کہ "انسان کے لئے توحید بھی فرض ہے اور طلبِ مال بھی اور زندگی بہتر گزارنے کیلئے بقدر ضرورت علم بھی فرض ہے اور عمل میں اخلاق بھی فرض ہے اور عمل پر ہر قسم کے معاوضہ کا چھوڑنا بھی فرض ہے، لہٰذا ان باتوں کے حصول کیلئے ان بندوں میں سے کسی کو تلاش کر جو صالح اور صدیق ہیں۔ فاسقوں اور منافقوں سے بھاگ اور اگر تیرے لئے ان کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہو تو رات کو تہجد کے وقت اٹھ دو نوافل پڑھ، بہ نیت حصول معرفت اور اللہ تعالیٰ سے عرض کر کہ: "اے میرے پروردگار! اپنی مخلوق کے صالح بندوں کو مجھ پر مطلع کر، مجھے واقف کر، اس شخص سے جو مجھے تیرا راستہ دکھلائے، تیرا کھانا کھلائے، تیری شراب پلائے اور میرے قلب کی آنکھ میں تیرے قرب کی روشنی کا سرمہ لگائے اور مجھے ان باتوں کی خبر بتائے، جنہیں وہ خود مشاہدہ کر چکا ہے، نہ کہ اس نے دوسروں کی تقلید سے حاصل کی ہیں"۔ (۲)

یہ نماز عام طور پر معروف نہیں ہے، اسی لئے تقریباً حضرت الشیخ کے الفاظ میں منقول کی گئی ہے۔ اس سے یہ بات بھی عیاں ہے کہ مرشد کس مقصد کیلئے تلاش کیا جائے اور وہ کن صفات کا حامل ہو؟

ج۔ صلوٰۃ برائے استخارہ:

اگر کوئی شخص اپنے کسی مجوزہ کام کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے استخارہ کرنا چاہتا ہے تو وہ شخص عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب بستر پر جانے لگے تو دو رکعت نماز بہ نیتِ استخارہ ادا کرے۔ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد تین تین بار سورہ اخلاص پڑھنی چاہئے۔ نماز کے بعد بستر پر اس طرح دراز ہو کہ سر شمال کی جانب اور چہرہ قبلہ کی طرف رہے، بعدہٗ ورد شروع کرے "النور الظاهر الباسط" جب تک نیند نہ آجائے پڑھتا رہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مطلوبہ بات کا جواب خواب میں نظر آجائے گا۔ استخارہ کے اور بھی طریقے آپ سے روایت ہوئے ہیں۔ جن کا ذکر بخوفِ طوالت ترک کیا جاتا ہے۔ (۳)

(۱) تفصیل کے لیے عرفان قادر اور قلائد الجواہر کا مطالعہ کیجیے۔ (۲) الفتح الربانی، ۲۶
(۳) عرفانِ قادر، ص ۱۲۲، مولفہ مولانا عبدالعزیز خان عرفی، مطبوعہ الگیلانی پبلشر، کراچی

(ب)

سلسلہ قادریہ میں طالب حق کا اوّلین فرض

یہ ہے کہ علم حاصل کرے اور جہاں تک ممکن ہو اس میں کمالیت کے درجہ تک پہنچے، کیونکہ علم شریعت ہی علم حقیقت اور دیگر علوم لدنی وغیرہ کی اصل ہے اسی لیے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ اُطلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّينِ. (۱) چنانچہ اس حدیث پاک کا اطلاق اسی علم شریعت وطریقت پر ہے نہ کہ دیگر علوم وفنون کسبیہ پر حضرت مولانا روم انہی علوم کے متعلق مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

علم باطن ہمچو مسکہ علم ظاہر ہمچو شیر
کے شود بے شیر مسکہ کے بودلے پیر پیر

مطلب واضح ہے کہ بدوں حصول علوم شریعت وطریقت انسان جاہل مطلق ہے اور علم باطنی کا نااہل۔ بلکہ مسائل شریعیہ سے بے علمی کے باعث وہ خودغرض حریص مکار دغاباز خلاف شرع شیطان صفت مصنوعی پیروں کے دام تزویر میں پھنس کر وہ اپنا دین ودنیا تباہ کر لیتا ہے، لہٰذا طالب صادق کو واجب ہے کہ جہاں تک ہو سکے علم شریعت مشرع عالموں کی زیر تربیت رہ کر پڑھے اور عمل پیرا ہو اور ساتھ دیگر علوم ضروریہ متعلقہ شریعت مثلاً علمِ نجوم، علم فلک، علم طلب، علم حساب وغیرہ میں ملکہ پیدا کرے۔ علم نجوم اتنا کہ رات کو ستاروں کی طرف نگاہ کر کے اوقات نماز اور رخ کعبہ کی شناخت کر سکے۔ علم طب اس لیے کہ مدتِ عدت حیض ونفاس وطلاق ونکاح نجات وغلاظت کی تشخیص اور مسائل وراثت وغیرہ کے سمجھنے کیلئے اور ان کے علاوہ دیگر علوم بھی علم شریعت کو درست کرنے کیلئے حاصل کرے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: المتعبد بلافقه كا الحمار فى الطاحونة (۲) یعنی علم وشعور کے بغیر عبادت کرنے والا شخص خراس کے گدھے کی مانند ہے، یعنی جیسے خراس کا گدھا چلتے رہنے کے باوجود وہیں کا وہیں رہتا ہے، جہاں سے چلا تھا ویسے ہی علم کے بغیر عبادت کرنے والا غیر عابد کے حکم میں ہے، کیونکہ عمل بے علم خود عمل نہیں مثلاً اگر نمازی کو ارکان فرائض وسنن۔ طہارت کی پہچان قبلہ کی شناخت نیت نماز کی کیفیت وغیرہ کا علم نہ ہو تو اس کی نماز ہرگز نہ ہوگی۔ اسی طرح بغیر عمل کے علم نہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَٰبَ كِتَٰبَ اللَّهِ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ. (۳)

(۱) موضوعات کبیر، ص ۲۰، ابن جوزی (۲) ایضاً ص ۲۱ (۳) سورۃ البقرہ، آیت ۱۰۱

Marfat.com

یعنی ''پھینک دیا اہل کتاب کے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب کو اپنی پشت کے پیچھے گویا کہ وہ نہیں جانتے''۔
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عالم بے عمل کو علما کے زمرہ سے خارج فرمادیا ہے اور علم سے جاہل کا کام صرف سنی سنائی بات کا روایت کر دینا ہے۔اس لیے جاہل علماء کے طبقہ سے خارج قرار دیے گئے ہیں۔نیز جو شخص اپنے علم سے محض دنیاوی مراتب اور جاہ وحشمت کا طالب ہوتا ہے وہ عالم نہیں، کیونکہ علم ان خواہشات سے بلند وبالا ہے۔بے علم آدمی اللہ تعالیٰ کی کسی پسندیدہ بات کی شناخت نہیں کر سکتا، بخلاف اس کے ایک صاحبِ علم شخص حقیقتِ حال کے تمام مقامات وشواہد وامتیازات کا شناسا اور مستحق ہوسکتا ہے، لہٰذا علمِ شریعت کا حاصل کرنا لازمی ہے، بعدہٗ علم طریقت مرشدِ کامل سے جس کی شناخت وتعریف درج ذیل ہے حاصل کرے تاکہ دین ودنیا میں سرخرو ہو اور سعادت دارین حاصل ہو۔

مرشدِ کامل کے اوصاف اور اس کی شناخت:

جاننا چاہیے کہ مرشد کامل کے اوصاف، علامات ونشانات جو اس کی کمالیت پر دلالت کرتے ہیں پندرہ ہیں۔
اوّل: یہ کہ حرام اور مکرہ اور جن چیزوں کے استعمال سے جن پر شبہ کا احتمال ہو، مکمل طور پر پرہیز کرنے والا ہو۔جاننا چاہیے کہ پرہیزگاری (ورع) یہ ہے کہ انسان ہر لغو اور شبہ والی چیز کا قولاً فعلاً ظاہراً باطناً تارک ہو۔ چنانچہ حضرت شبلی فرماتے ہیں۔پرہیزگاری کی تین قسمیں ہیں:
اول، ورع باللسان یعنی پرہیزگاری زبان کے متعلق وہ لایعنی اور فضول باتوں سے خاموشی ہے۔دوئم، ورع بالارکان یعنی پرہیزگاری اعظم یہ کہ شبہات اور خیالات کا ترک کرنا ہے۔سوئم، ورع بالجنان یعنی پرہیزگاری دل۔وہ خیالات فاسدہ اور غم وغصہ اور مضمرات رویہ کا ترک کرنا ہے اور وہ چیزیں ہیں جن میں شک اور یقین پایا جاتا ہو۔پس ان سے منع کرانے اور فہرست دلانے والا ہو نیز ان کھانوں اور مشروب کے استعمال سے جو ظالموں اور فاسقوں کی چاپلوسی سے حاصل ہوا ہو مکمل طور پر پرہیز کرنے والا ہو اگر روزہ رکھنے والا ہو تو سب سے بہتر ہے۔
دوم: یہ کہ ان باتوں اور کاموں کو جو لاحاصل اور بے معنی ہوں زیرِ نظر نہ رکھے یعنی اسلام کی خوبیوں اور نیکیوں کو چھوڑ کر ان کاموں اور مشاغل کی طرف متوجہ ہونا جن سے کچھ فائدہ باطنی حاصل نہ ہو۔
سوم: یہ کہ پرہیزگار دانا خوش طبع ہو اور کبیرہ گناہوں مثلاً زنا، لواطت، اغلام اور شہوت انگیز خیالات، شراب نوشی اور چوری وغیرہ سے مکمل پرہیز کرنے والا ہو، چنانچہ کبیرہ گناہوں کے نزدیک کبھی نہ بھٹکنے والا ہو نہ ہی صغیرہ گناہوں کی طرف رغبت کرنے والا ہو۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

Marfat.com

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلاً كَرِيْمًاo (۱)

یعنی "جو کوئی تم میں سے گناہان کبیرہ کو جن کے ارتکاب سے منع کیا گیا ہے ترک کردے گا تو ہم اس کے صغیرہ (گناہ) دفع کر دیں گے اور اس کو عزت والے مقام میں (یعنی بہشت میں) داخل کر کے جگہ دیں گے"۔

چہارم: حسن خلق، اس سے مراد نیک خو اور اچھی خصلت ہے۔ چنانچہ بزرگان کا قول ہے کہ سالک کبھی پیری کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ حقیقت اس کے وجود میں جاگزیں نہ ہو اور حسن خلق کے اوصاف کی بڑی علامت یہ ہے کہ جب کسی مرید پر غصہ آوے اور سزا دینا چاہے تو نفس کو ہدایت کرے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے:

اَلْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۔ (۲)

یعنی "آتش غصہ کو فرو کرنے والا اور تقصیر کنند کی تقصیر کو بخشنے والا ہو"۔

پس اس کی طبیعت اور خو نیک اور بردبار ہونی چاہیے نہ کہ بری اور غیر متحمل خواہ وہ صغیرہ گناہوں تک سے بھی مجتنب ہو۔ جاننا چاہیے کہ مُرشد بردُبار اور حلیم ہو اور مرید کی ہر حرکت پر غصہ لانے والا نہ ہو اور مخلوق سے نرمی اور حلیمی سے زندگی بسر کرنے اور ہر ایک کا مرتبہ ملحوظ رکھنے والا ہو اور جاہلوں کی گفتگو سے دل کو مشغول رکھ کر تسکین پانے والا ہو۔ حلم یہ ہے کہ غصہ کی حالت میں آپ سے باہر نہ ہو اور غصہ دلانے والے پر غصہ کی سزا روا نہ رکھے بلکہ بخشنے والا صاحبِ عقل خوش باش خوشحال اور خندہ پیشانی والا ہو۔ جاننا چاہیے کہ خوشرو سالک کو جب دوامی بصیرت کے باعث جمالِ ازلی اور کمالِ علم یزلی فیض مقدس کی امداد کے باعث اس کے دل و جان میں پہنچتا ہے تو ہر حالت میں اثر تعریف اور مدح سے خوش نہیں ہوتا نہ برا سننے سے اندوہگین ہوتا ہے اور جس طرح چھوٹے سے پیش آتا ہے اسی طرح بڑے سے سلوک کرتا ہے چنانچہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے حُسْنُ الْخُلُقِ مِنْ خِصَالِ اَهْلِ الْجَنَّةِ یعنی خوش خلقی اہل جنت کی خصلتوں سے ہے۔

پنجم: پردہ پوشی۔ یہ کہ آدمیوں کے عیب چھپانے والا اور ان کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہو۔ چنانچہ مرشد کو چاہیے کہ مرید سے اگر بے ادبی سرزد ہو بھی جائے تو اس سے درگزر فرمادے اور اگر کسی شخص نے اس کی بے ادبی کی ہو یا تکلیف پہنچانے میں کوشش کی ہو۔ اس کے ساتھ بھی نیکی کرے نہ کہ بدی کا بدلہ لینے پر آمادہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" (۳) یعنی اللہ تبارک تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے بلکہ ان کو ہمیشہ نیکی سے یاد کرے اور اگر ان سے پھر بھی بدی دیکھے تو ان سے پوشیدہ رکھے۔ جاننا چاہیے جب کسی مرید کے متعلق برے کاموں کی اطلاع پائے جس پر کہ اس کو زجرو

---

(۱) سورۃ النساء، آیت ۳۱ (۲) سورۂ آل عمران، آیت ۱۳۴ (۲) سورۂ آل عمران، آیت ۱۳۴

Marfat.com

توبیخ کرنا ضروری ہو تو مجلس عام میں نصیحت کے معینہ طریقہ پر ہدایت کرے چنانچہ رمز و کنایہ اور اشارہ کے طریقہ پر روئے سخن حاضرین مجلس کی طرف کر کے صراحت کرے، جس سے مفہوم سخن اس پر دلالت کرے اور اگر اس سے کوئی نیکی دیکھے تو اسے بے شک ظاہر کر دے جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ (۱) یعنی وہ لوگ جو کسی ایماندار کی برائی یا بدفعلی کو فاش کرنا اچھا سمجھتے ہیں ان کے لیے دنیا میں دردناک عذاب بدنامی اور آخرت میں جانگداز عذاب آتش ہے۔ چنانچہ اسی بارے میں آنحضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ مَنْ ھَتَکَ سِتْرًا اَخِیْهِ فِی الدُّنْیَا ھَتَکَ اللّٰهُ تَعَالیٰ سِتْرَهٗ یَوْمِ الْقِیَامَتِه عَلیٰ رُؤُسِ الْخلائِق وَمَنْ سَتَرَ اَخَاهُ فِی الدُّنْیَا سَتَرَ عَلَیْهِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ. (۲) یعنی جو کوئی اپنے بھائی کا پردہ دنیا میں فاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا پردہ قیامت کے روز تمام آدمیوں کے سامنے فاش کرے گا اور جو کوئی کسی کا پردہ دنیا میں ڈھانپے گا اس کی اللہ تعالیٰ دنیا اور دین میں پردہ پوشی فرما دے گا کیونکہ اس کو بخشنے کی قوت ہے۔

ششم: یعنی شریعت کے احوال کی شناخت کرنے والا ہو۔ اس لیے کہ شریعت اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے انسانوں کیلئے دینِ محمد میں عبادتوں اور اعمال صالح سے راہِ مستقیم پر چلتے رہنے کا نام ہے اس لیے مرشد کو چاہیے کہ وہ علم شرعی میں عالم ہو اور علم طریقت میں مکمل طور پر بہرہ اندوز ہو۔ اگر کسی مرید کو علم شریعت کے متعلق ضرورت پیش آئے تو اس کی حاجت روائی کر سکے اور صحیح جواب دے سکے اور اگر طریقت کے راستہ میں کوئی مشکل لاحق ہو تو اس کی اس مشکل سے باہر نکال سکے جتنی کہ احکامِ عبادت میں سے کسی چیز کی اس کو ضرورت ہو۔ پس یہی اسلام، ایمان، احسان کا رکنِ اعظم ہے۔

دراصل رکن اسلام پانچ ہیں، پہلا یہ کہ گواہی دینا باقرار زبان وتصدیق قلب کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔ دوئم قائم رکھنا نماز پنج وقتی کا، سوئم ادا کرنا زکوٰۃ کا۔ چہارم روزہ رکھنا ماہ رمضان کا پنجم حج خانہ کعبہ عمر میں ایک بار بشرط استطاعت۔ نیز یہ بھی جاننا چاہیے کہ اسلام اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے احکام کو ماننا اور اس کی فرمانبرداری میں لگے رہنا اور مسلمانی کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگنے کا نام ہے اور رکن ایمان سات ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، کتابوں، اس کے رسولوں اور روز قیامت، نیکی بدی کا اندازہ منجانب اللہ تعالیٰ اور مرنے کے بعد قبروں سے جی اٹھنے پر ایمان لانا ہے۔

---

(۱) سورۃ النور، آیت ۱۹ (۲) ابوداؤد

Marfat.com

فائدہ: اسلام اور ایمان ایک ہی ہے جو مسلم ہے وہ مومن ہے، جو مومن ہے وہ مسلم ہے، البتہ احسان یہ ہے کہ خاص خداوند تعالیٰ کی عبادت اس طریقہ سے کرے کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو نہیں دیکھ سکتا پھر سمجھ لے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے نیز احسان سے یہ بھی مراد ہے کہ بدی کے مقابلہ میں نیکی کرے بمصداق فرمان خداوندی "هَلْ جَزَاءُ الاحسانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ"۔(۱)

ہفتم: دیانت۔ یعنی تعین اوقات یہ کہ امور دینی میں ہمیشہ کسی نہ کسی کام پر مشغول رہنا اوقات معینہ پر نماز پنجگانہ باجماعت بدوں کاہلی اور سستی ادا کرنا اور ہمیشہ طاعت اور فرمانبرداری مثلاً نماز نفل تہجد۔ مستحب دیگر نوافل اور اسی قسم کا دوسری عبادات کا ادا کرنا اور روزے نفلی اور داؤدی رکھنا اور ان پر ہمیشہ قائم رہنا ہے۔

ہشتم: اہلِ بصیرت ہو۔ وہ یہ کہ احکامِ دین مثلاً عقائد مذہب۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، وضو، طہارت سے بخوبی واقف ہو، کیونکہ بنائے اسلام وایمان عقائد پر قائم ہے۔ جب تک عقیدہ صحیح اور درست نہ ہوگا ارکان اسلام متزلزل رہیں گے اور ایمان کے گھر میں اندھیرا رہے گا۔ بس عقیدہ کا صحیح اور مستقل ہونا خانہ ایمان کی روشنی کا موجب ہے اور جو احکامِ دین اس کے متعلق ہیں وہ یہ ہیں کہ جب مرشد کسی طالب کو مرید بنادے تو خود اس کا رہنما بنے اور اس کو دین ودنیا کے کام سکھادے کیونکہ مرید اپنے پیر واستاد کے ہاتھ میں اس طرح ہوتا ہے جس طرح غسال کے ہاتھ میں مردہ۔ کیونکہ مرید اللہ تعالیٰ پر صحیح طور پر اعتماد اور بھروسہ کر کے بالیقین اپنی جان کو اس اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف راہ پانے کے لیے مرشد کے سپرد کر دیتا ہے جس طرح ایک اندھا اپنی لاٹھی کسی بینا کے ہاتھ میں راہ دکھلانے کے لیے دیتا ہے تا کہ اس کی رہبری کرے اور جائے مہلک سے نگاہ میں رکھے تا کہ درطہ ہلاکت میں نہ پڑے۔

نہم: وہ یہ کہ پیر واستاد کو مرید پر اس طرح شفقت کرنی چاہیے جس طرح ماں باپ اپنے بیٹے پر مہربانی کرتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ شفقت یہ ہے کہ تمام مخلوق پر مہربان ہو خصوصاً اپنے مریدوں پر وہ اس طرح کہ ان کا کوئی وقت خلاء ملا میں رات دن ضائع و بیکار نہ گزرے اور ان کو ہمیشہ ایک عبادت سے فارغ ہونے پر دوسری طاعت میں اور ایک نیکی سے دوسری نیکی میں مشغول رکھے اور اس کے لیے بھی اس چیز کا خواہاں رہے جو کچھ کہ اپنے واسطے چاہتا ہے۔ یاد رہے کہ ابتدائی مریدوں کو ان کی قوت بضاعتِ استطاعت اور طاقت سے زیادہ کام نہ فرمائے تا کہ دل برداشتہ نہ ہوں اور راہِ راست سے بھٹک نہ جاویں۔ بس مرشد کو چاہیے کہ مرید کو آہستہ آہستہ کام میں لگادے تا کہ اس کا شوق درجہ بدرجہ بڑھے اور کمال کو پہنچے کیونکہ جب تک طلب نہ ہوگی روزِ محشر کو بھی اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کو بے شوق عبادتوں کا معاوضہ نہیں ملے گا۔

(۱) سورۃ الرحمن، آیت ۶۰

Marfat.com

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ (١)

یعنی تم سب حاکم ہو اور سب سے اپنی اپنی رعیتوں کے متعلق پوچھا جائے گا''۔

اسی طرح مرید کے متعلق جس نے فی الحقیقت اپنی روح کے آرام کو امانت کے طور پر اپنے مرشد واستاد کو امین مان کر سپرد کر دیا ہے تو جب مرشد امانت کے طریقہ کے خلاف عمل کرے گا تو وہ خیانت کرنے والا ٹھہرا اور خائن ہی ضامن ہوا۔ پس مرشد واستاد کو لازم ہے کہ مرید کے لیے ذریعہ ہدایت بنے اور دونوں جہان میں اس کے کام اور حال کو نیکی کی طرف لانے کی کوشش کرے۔ یہی وجہ ہے کہ مرشد کے حقوق باپ کے حقوق سے فائق ہوتے ہیں۔

دہم: صدق یعنی مرشد کو اپنی گفتار واقوال میں راست گو اور افعال میں راست رو ہونا چاہیے اور ہر کام میں تحقیق یعنی تحقیق کرنے والا ہو اور باریک بین اور نکتہ داں جو دلیل کو دلیل سے ثابت کرے نہ کہ جھوٹ بول کر۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا ہے: فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (٢)

یعنی ''جھوٹوں پر لعنت بھیجتے ہیں ہم''۔

اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّلْعَنَ نَفْسَهٗ فَلْيَكْذِبْ (٣) یعنی جو کوئی اپنے آپ پر لعنت کرنے کا ارادہ کرے وہ جھوٹ بولے یہ بھی جان لے کہ جھوٹا ہر جگہ شرمسار ہوتا ہے اور جھوٹے کی خاص علامت ہے کہ اس کا حافظہ نہیں ہوتا اسی لیے ہر جگہ ذلیل وخوار ہوتا ہے۔

یازدہم: انصاف یہ ہے کہ اپنے نفس کے واسطے بھی منصف ہو اور اس کے احکام کی تعمیل میں برابری کرنے والا ہو اور مریدوں کے حالات ومقامات سمجھنے والا ہو (جاننا چاہیے کہ اصطلاح سالکان میں مقام کا مفہوم ابتدائے سلوک میں قائم ہونا ہے اور سالک کی شرط یہ ہے ایک مقام سے دوسرے مقام پر ترقی کرے تاکہ ننانوے دفعہ تلوین سے اور سو دفعہ تمکین سے گزر جائے) پس ہر حقدار کو اس کا جائز حق مطابق حال واحوال اور اس کی قابلیت اور مرتبہ روحانیت کے اندازہ کے مطابق عطا کرے اور جو حدیں کہ از روئے شریعت طریقت حقیقت اور معرفت مقرر ہیں۔ ان میں سے کسی ایک حد سے بھی تجاوز نہ کرے۔

پس مذکورہ بالا حدود سے کسی ایک حد سے بھی تجاوز کرے گا تو ظالم کہلانے کا حقدار ہے کیونکہ ظالم وستم گار وہ ہے جو حد شرعی سے تجاوز کرے (کیونکہ طریقت، حقیقت، معرفت کا انحصار اسی شریعت پر ہے) نیز کسی چیز کو بے جا و بے محل استعمال نہ لادے، مثلاً مسجدیں ذکر واذکار کرنے کی جگہیں ہیں چاہیے کہ

---

(١) مشکوٰۃ المصابیح ص8 (٢) آل عمران، آیت ٦١ (٣) مشکوٰۃ المصابیح

Marfat.com

ان میں سے کسی کو ذکر کرنے سے منع نہ کرے اگر کوئی منع کرے تو وہ ظالم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَاللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِیْ خَرَابِهَا.(۱)

اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو مسجدوں میں ذکر الٰہی کرنے سے منع کرے جہاں کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہے اور اس کو خراب کرنے کی کوشش کرے"۔ یہاں ذکر سے مراد ذکر جَھرِی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا (۲)

یعنی "بہر حال ہم نے ظالموں کے واسطے آگ تیار کر رکھی ہے جو ان کو خیموں کی مانند گھیرے گی"۔ پھر فرمایا:

مَنْ یَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِیْرًا (۳)

یعنی جو کوئی تم میں سے ظلم وستم روا رکھے گا وہ عذاب الیم چکھے گا۔

وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۴)

یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ کی متعینہ حدوں سے تجاوز کرے گا وہ ظالموں سے ہوگا"۔

پس جو کچھ بیان ہوا فی الحقیقت اسی سے ظلم مراد ہے تو ہر گز ظلم نہ کر کیونکہ ظلم وستم عیب وننگ ہے اور ظلم ہے اور ظلم کا بدلہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک دوزخ ہے اور ہمارا ارادہ و مقصود ظلم سے اس جگہ یہی ہے جو بیان ہوا، یعنی کسی چیز کو بے موقع و بے محل استعمال کرنا یا رکھنا یا دینا ہے پس مرشد کامل وہادی اکمل پر واضح رہے کہ اس مرید کو جو اس کے اہل نہ ہو کوئی چیز نہ دیوے جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ لَا تُعْطُوا الْحِكْمَةَ غَیْرَ اَهْلِهَا (۵) ماسوائے اہل کے رموزاتِ حکمت نااہل کو نہ سکھائے جاویں۔ حکمت سے مراد یہاں علم حقیقت ہے اگر یہ نااہل کو دیا گیا تو اس علم پر ظلم ہوا بصورت دیگر جو اس علم کا اہل ہے اس سے نہ تو اس کو روکے نہ دینے سے گریز کرے۔ اگر روک رکھے گا تو اس نے ان پر ظلم وستم کیا، یہ تو کسی صورت میں روا نہیں کہ نااہل کو علم باطنی عطا کرے اور اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ جس چیز کا وہ اہل ہے اس کو نہ دیوے پس مرشد کو یہ نگہداشت لازمی ہے کہ توجہ باطنی کرنے پر مرید کی لیاقت پر نظر کرے اگر اس کی قابلیت کو مقربین کے طریقہ پر قابلِ سلوک پائے تو اس کو حکمت کے طور وطریقہ سے اہل قرب کے احوال کا اشارہ دے کر فیض کرے، اگر اس میں قابلیت نہ پائے تو فقط نیک نصیحتوں سے ہدایت کرے۔

دوازدہم: نصیحت خلقِ خدا یہ کہ مسلمانوں کو پند ونصیحت دینا لازم سمجھے اور ان کیلئے ان چیزوں کو دوست رکھے جو اپنے لیے پسند رکھتا ہے اور وہ چیزیں جو خود ناپسند رکھتا ہے ان کیلئے بھی ناپسند سمجھے چنانچہ حضرت ابی رقیہ تمیم ابن اوس الداری سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضور ﷺ نے:

(۱) سورۃ البقرہ، آیت ۱۱۴ (۲) الکہف، ۲۹ (۳) القرآن (۴) البقرہ، آیت ۲۲۹ (۵) الحدیث

Marfat.com

اَلـدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ قُلْنَا لِمَنْ یَا رَسُوْلُ اللّٰہِ؟ قَالَ، لِلّٰہِ تَعَالیٰ وَلِکِتَابِہٖ وَرَسُوْلِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَتِھِمْ (۱)

یعنی دین سے مراد خیر خواہی ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ خیر خواہی کس کے واسطے (یعنی خیر خواہی کس سے کرے) فرمایا حضور ﷺ نے خداوند تعالیٰ سے اس کی کتاب (قرآن مجید) سے اس کے رسول ﷺ سے اور اس کے گھر والوں سے اور تمام مسلمانوں سے بلکہ تمام مخلوق سے نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اُدْعُ اِلیٰ سَبِیْلِ رَبِّکَ بِاالْحِکْمَۃِ وَالْمَوعِظَۃِ الْحَسْنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِی ھِیَ اَحْسَنْ (۲)

یعنی ''لوگوں کو اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف عقل مندی اور پند و نصائح سے بلا اور ان کے ساتھ بطریق احسن مناظرہ کر''۔ کیونکہ داناؤں نے کہا ہے کہ خوش خلقی ظاہری حالات و واقعات کی درستی کے لیے اور دانائی یا حکمت خاصوں کو بلانے کیلئے اور پند و نصیحت عوام کے لیے اور جنگ دفع دشمنان کے لیے ہے۔ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ جاہلوں کو نصیحت کرتے وقت سخت و ست الفاظ نہ کہے۔

سیزدہم: مخالفت نفس: یعنی نفس کی خواہشات غلبۂ قہر و ستم اور اس کے گناہوں کی مخالفت اتنی کہ اپنے نفس کو مغلوب کرے اس طریقہ پر کہ جو نفس ارادہ کرے اس کی متابعت نہ کرے بلکہ اس کی بہمہ وجوہ مخالفت کرے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النفس عَنِ الْھَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاوٰی. (۳)

یعنی ''جو کوئی اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو حرام اور ناشائستہ حرکات سے باز رکھا پس بہشت اس کے لیے آرام گاہ ہے''۔ پس اس فرمان الٰہی کا مفہوم یہ ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کی شان میں نازل فرمائی ہے، جنھوں نے اپنے گھر میں جہاں کسی قسم کا خوف، خطرہ نہ ہو اور تنہائی میں اس فعل قبیح پر قادر بھی ہو، محض خدائے تعالیٰ سے ڈر کر اپنے نفس کی خواہش کے خلاف اس فعل شنیع سے باز رہے۔

نکتہ: ہر چیز جو زندہ ہے پاک ہے مگر جب مر جاتی ہے پلید ہو جاتی ہے مگر نفس جب تک زندہ ہے پلید ہے جب مر جاتا ہے پاک ہو جاتا ہے۔ (۴)

چہاردہم، تواضع: یہ کہ بزرگوں، عالموں، پیروں، پیر بھائیوں اور اس مخلوق خدا کے ساتھ جو اہل طریقت سے نہ بھی ہوں عاجزی اور فروتنی سے پیش آئے۔ حتیٰ کہ مخلوق خدا سے کسی ایک کے ساتھ بھی غرور و تکبر نہ کرے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

(۱) الحدیث (۲) النحل، آیت ۱۲۵ (۳) النازعات، ۴۰

(۴) تذکرۂ قادریہ، ص ۲۲۱، مولفہ سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی البغدادی

Marfat.com

سَاَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (۱)

یعنی "ہم بہت جلد ان لوگوں کو آیات قرآنی کی قبولیت سے منحرف کر دیں گے جو دنیا میں بناراستی تکبر کرتے ہیں"۔ یعنی ان متکبروں کے دلوں پر مہر کر دیں گے تاکہ وہ ہماری باتوں کو نہ سمجھ سکیں"۔ حضرت ذوالنون مصری سے منقول ہے کہ خداوند تعالیٰ ہرگز ہرگز جھوٹے مدعیان کے دلوں کو قرآنی حکمتوں کے قیمتی موتیوں سے مزین کرنا نہیں چاہتا۔ اس لیے ان کے دلوں سے ان کے قبول کرنے کی قابلیت سلب کر دیتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ وَمَنْ تَكَبَّرَ عَلَى اللّٰهِ وَضَعَهُ اللّٰهُ (۲)

یعنی "جو کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے عاجزی اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کا رتبہ بلند کرے گا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے تکبر کرے گا اس کو پست کر دے گا"۔ پھر فرمایا:

يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِثْلَي الذَّرَّاى النَّبْلَةِ الصَّغِيْرَةِ يَعْلُوْهُمْ كُلُّ صَغِيْرًا (۳)

یعنی قیامت کے روز لوگ چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑوں کے بچوں کی طرح اٹھائے جائیں گے، تاکہ چھوٹی سے چھوٹی مخلوق بھی ان پر بلندی پائے۔ چنانچہ جس نے دنیا میں تواضع اختیار کی ہے قیامت کے روز اس قدر قد و قامت پائے گا کہ ہر متکبر اور سرکش پر اس کا قدم ہوگا۔ لہٰذا تو بھی اگر تواضع اختیار کرے گا تو بلندی اور بزرگی پالے گا۔

جاننا چاہیے کہ تواضع سے مراد خداوند تعالیٰ کے ساتھ مقام عبودیت میں مشغول رہنا ہے، جس کا ماحصل یہ کہ فرمانبرداری، عاجزی اور امر و نہی پر استحکام یا تجلیاتِ یا فنائے تجلیاتِ ذات کی حالت میں فرمانبرداری اور فروتنی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قائم رہنا ہے۔ یہی سالکوں کی تواضع نفس ہے۔ نیز تجلیات اور صفات کا دل کے اندر قبول کرنا یا اپنی مرضی کو خدا تعالیٰ کی مرضی میں فنا کرنا حق کا درمیانی درجہ ہے اور تجلی ذات کا روح میں قبول کرنا یا اپنی نفس کو وجود مطلق میں فنا کرنا تواضع انتہائی ہے، مگر تواضع خلقت کے ساتھ انصاف کے مقام میں نفس کے قرار پکڑنے یا تو قبولِ حق سے یا رعایت حقوق کو ملحوظ رکھنے سے یا ترفع و توقع کے چھوڑنے سے مرتب ہوتی ہے اور قبولِ حق سے مراد یہ ہے کہ جب مناظروں اور مجادلوں میں جانب مخالف سے سچائی دیکھے تو انکار نہ کرے بلکہ مان لے اور گردن تسلیم خم کرے۔ نیز رعایت حقوق کا مقصد یہ ہے کہ دوسروں کے حقوق اپنے حقوق کے برابر بلکہ اس سے بھی مقدم جانے اور ترک ترفع اور توقع سے یہ مراد ہے کہ خلقت کے روبرو اس کیفیت کے باوجود اس کو جو حاصل ہے، تذکرہ نہ کرے بلکہ اپنے رتبہ کے اظہار کی توقع دوسروں سے نہ رکھے۔

---

(۱) الاعراف، آیت ۱۴۶ (۲) الحدیث (۳) الحدیث

Marfat.com

پانزدہم: حسن صحبت والسیرت والعشرت۔ یعنی مخلوق خدا کے ساتھ خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، خوش خلقی، خندہ پیشانی، خوبروی، نیک نہادی خوش زبانی عادت صالح اور اوصاف حمیدہ وخصائل پاکیزہ سے پیش آنے والا ہو اور شیریں گفتار و نیک کردار ہو اگر اس خلق عظیم سے متخلق ہوگا تو دنیا اور آخرت میں نیکی فلاح اور سرخروئی پائے گا اور حقیقی راحت حاصل کرے گا اور جو نہی اوصاف حسنہ سے متصف ہوگا مرشد و رہنما بنے اور مکمل طور پر ارشاد و ہدایت کرنے کے قابل ہوگا، اگر یہ خوبیاں اس میں نہ ہوں تو نہ وہ کامل ہے نہ ارشاد کے قابل ہے۔

ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْم (۱)

یعنی جس پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہو اور جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو اور اس کے حبیب پاک کی نظر عنایت ہو اس کو یہ مرتبہ عطا کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ ہی فضل عظیم کا مالک ہے۔

طریقہ بیعت قادریہ:

مرشد کو چاہیے کہ سب سے پہلے تین بار سورۃ الحمد شریف پھر اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا (۲) ایک بار پڑھے۔ پھر اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ تین بار خود کہے اور مرید سے کہلائے۔ پھر اپنے دائیں ہاتھ کا پنجہ مرید کے دائیں ہاتھ کے پنجہ میں ڈالے اس طرح سے کہ مرشد کی ہتھیلی مرید کی ہتھیلی کے اوپر ہو اور انگوٹھے ہر دو کے بالمقابل کھڑے اور پیوستہ ہوں۔ پس مرشد مرید کو تلقین کرے کہ کہے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور اس کے پیغمبر اور اس کے مرسل اور حاضرین مجلس گواہ ہیں کہ تحقیق میں رجوع کرنے والا ہوں، اس کی فرمانبرداری پر جیسا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فرمان ہے۔ خدا تعالیٰ کے محرمات سے پرہیز کرنے والا اور اس کی عبادت اور فرمانبرداری (طاعت) پر کوشش کرنے والا اور رجوع کرنے والا ہوں۔ طرف حق تعالیٰ کے اور ہمیشہ تیار ہوں حسب استطاعت بشری فقیروں اور مسکینوں کی خدمت پر اور یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقرر کردہ ہمارے سردار بہتر و برتر رہنما۔ پیرو مرشد و پیشوا السید محی الدین عبدالقادر جیلانی دنیا اور آخرت میں ہیں۔ بعد ازیں کہے۔ اللہ تعالیٰ میرے دل اور زبان کو مذکورہ بالا اقراروں اور وعدوں پر دنیا کی زندگانی اور آخرت میں قائم رکھ۔ پس مرشد فرمادے کہ یہ ہاتھ سید الشیخ محی الدین عبدالقادر الگیلانی ہمارے سردار اور رہبر حقیقی کا خدا کی طرف سے ہے اور قسم اور پیمان خاص خدا تعالیٰ کے ساتھ اور یہ عہد اس کے پیغمبر برحق کے ساتھ ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ کی ذات

---

(۱) سورۃ الحدید، آیت ۲۱ (۲) سورۃ الفتح، آیت ۱۰

بابرکات پر درود پڑھے اور چاہیے کہ پہلے ہی مرشد کے روبرو اس طرح دوزانو بیٹھے جس طرح کہ نماز میں بحالت قعدہ بیٹھتے ہیں اور اپنی آنکھیں بند رکھے اور اگر حجام موجود ہو تو سر منڈا دے اور منہ اور لبوں کے بال کٹا دے (بلکہ ہر آدمی کو چاہیے کہ لبوں کے بال کٹا دے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی لبوں تک نہیں کٹواتا وہ ہم سے نہیں ہے) پس تین بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ کر ختم کرے اس کے بعد حاضرین مجلس بیعت کے ساتھ مل کر فاتحہ پڑھیں یہی طریقہ بیعت دوسری کتب ہائے معتبرہ میں بھی درج ہے۔

طریقۂ بیعت سلسلۂ قادریہ:

۱۔ مرید ہونے والے پر لازم ہے کہ پہلے وضو کرے پھر دوزانو قبلہ رو ہو کر بیٹھے، مرید کرنے والا (مرشد یا پیر) اس کے روبرو اس طرح بیٹھے کہ اس کا منہ مرید کی طرف اور پشت قبلہ کی جانب ہو۔

۲۔ پہلے مرید ہونے والے سے پوچھنا چاہیے کہ حضور غوث پاک کے طریقہ میں ان کا مرید جان و دل سے ہونا چاہتا ہے؟ اگر وہ اقرار کرے تو پھر اسے ہدایت کریں کہ جو کچھ اسے تلقین کیا جائے گا قبول کرے گا۔ اس کے جواب میں کہے کہ مجھے قبول ہے تاکہ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب ہو۔

۳۔ پھر اسے مرشد پڑھائے:

اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الملک یُحْیِ وَ یُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ نَبِیَّنَا مُحَمَّدً صَلَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ خَاتِمُ الْاَنْبِیَاءِ وَ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَo

۴۔ پھر اسے توبہ کرائے اور پڑھائے:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِی لَا اِلٰہَ اِلَّاھُوَا الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ o

۵۔ اس سے اقرار کرائیں وہ کہے کہ میں نے توبہ کی خدا کے سامنے اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے اور غوث پاک کے سامنے اور پیر صاحب کے سامنے اور خلیفہ صاحب کے سامنے میں نے توبہ کی آئندہ گناہ اور برا کام نہیں کروں گا اور انشاء اللہ آئندہ جھوٹ نہیں بولوں گا اور مسلمان کی خیانت نہیں کروں گا اور ظلم نہیں کروں گا۔

۷۔ وظائف: ہر نماز کے بعد جب وقت ملے ۷۵ مرتبہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ اول اور آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے۔ اس کے علاوہ شجرہ شریف میں درج شدہ وظائف سلسلہ قادریہ قصیدہ غوثیہ درج ہیں، ان سب کے پڑھنے کی اجازت ہے۔

۸۔ عشاء کی نماز کے بعد گیارہ مرتبہ الحمد شریف گیارہ دفعہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ شریف اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ رسول اللہ ﷺ و حضور سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی اور تمام بزرگان سلسلہ قادریہ اور دوسرے بزرگان دین کی ارواح کو ثواب بخشے۔

۹۔ سونے سے پہلے بشرطیکہ بدن پاک ہو جب سر تکیہ پر رکھے۔ سات بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ الَّذِیْ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہ، سات دفعہ درود شریف پڑھے اور پھر سو جائے۔ اس عمل سے پہلے کم از کم دو منٹ یہ سوچنا چاہیے کہ یوم گزشتہ میں نے کون سا نیکی کا کام کیا ہے اور کونسا برائی کا۔ پھر برائی پر توبہ کرنا لازمی ہے۔

۱۰۔ ہر مہینے حضور سیدنا الشیخ کے لنگر اور دربار شریف کے لیے اگر توفیق ہو تو کچھ نذرانہ دینا چاہیے۔

۱۱۔ اگر مرید کو کوئی حاجت تکلیف یا پریشانی در پیش ہو تو بذریعہ خط ان کو مطلع کریں۔

۱۲۔ مرشد کو اس کے بعد مرید کے دستِ راست کو اپنے سیدھے ہاتھ میں لینا چاہیے اور پڑھنا چاہیے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم. اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یبایِعُونَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَکَثَ فَاِنَّما یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَیُوْتِیہِ اَجْرًا عَظِیْمًاo(۱)

ترجمہ: ''جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے پھر جو عہد توڑتے ہیں تو عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے اور جو اس بات کو جس کا اس نے عہد کیا ہے پورا کرے تو اسے عنقریب اجر عظیم دے گا۔ پھر پانی پر یہ پڑھ کر دم کرے۔

بِسْمِ اللّٰہَ الرَحْمٰنِ الرَحِیْم ط وَنُنَزِّلَ مِنَ الْقُرْآن مَاھُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَۃٌ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ط اللّٰھُمَّ نُوِّر قَلْبَہٗ بنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّحِمِیْنَ ط اور یہ پانی اسے پلادے۔

اس کے بعد خود پڑھے اور اگر پڑھ سکتا ہے تو مرید بھی پڑھے۔ ایک دفعہ سورۃ فاتحہ شریف اور تین دفعہ قل شریف اور ایصال ثواب روح رسول پاک ﷺ و حضرت الشیخ اور تمام مشائخ طریقہ قادریہ کی ارواحِ مقدسہ پر کرے۔ شجرہ شریف پر دستخط کرے اور اس کے حوالے کرے۔ اگر بیعت عورت کیلئے کرے تو اس طرح پڑھے:

یَآیُّھَا النَّبِیُّ اِذجَآئَکَ الْمُوْمِنَاتُ یُبَایِعْنَکَ اَن لاَیُشْرِکْن بِااللّٰہِ شَیْئًا وَلاَ یِسرُقْنَ وَلاَ یَزْنِیْنَ وَلاَ یَقْتُلْنَ اَوْلاَ دَھُنَّ وَلاَ یَاتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یِفْتَرِیْنَہٗ بین اَیْدِیْھِنَّ وَ اَرْجُلِھِنَّ وَلاَ یَعْصِیْنَکَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَا یِعْھِنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہُ غَفُوْرٌ الرَّحِیْم۔(۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیعت کرتے وقت صرف زبان مبارک سے ارشاد فرماتے تھے اور دستِ مبارک سے کسی عورت کے ہاتھ کو نہ چھوتے تھے۔ منقول ہے کہ عورتیں پانی کے پیالہ میں ہاتھ ڈالتی تھیں، اس کے بعد آنحضرت ﷺ اپنا دستِ مبارک اس پیالہ میں ڈالتے۔ بس یہی طریقہ بیعت عورتوں کے لیے مقرر تھا۔

(۱) سورۃ الفتح، آیت ۱۰ (۲) سورۃ الممتحنہ، ۱۲

Marfat.com

۵

طریقہ قادریہ میں خرقہ کی اہمیت وضرورت (۱)

طریقہ قادریہ عالیہ میں خرقہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے (۱) چونکہ خرقہ کو شجرہ طریقت کی اساس قرار دیا گیا ہے، صاحب ''قلائد الجواہر'' حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی کی خرقہ پوشی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خرقہ شریف آپ نے قاضی ابوسعید المبارک المخرمی (۲) موصوف الصدر سے پہنا اور انھوں نے شیخ ابو الحسن علی بن محمد القرشی سے، انھوں نے ابوالفرح الطرطوسی سے، انھوں نے ابوالفضل الطرطوسی سے، انھوں نے ابوالفضل الواحد التمیمی سے، انھوں نے شیخ شبلی سے، انھوں نے شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی سے، انھوں نے سری سقطی سے، انھوں نے معروف کرخی سے، انھوں نے داؤد طائی سے، انھوں نے سید حبیب عجمی سے، انھوں نے حسن بصری سے، انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور آپ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے خرقہ پہنا''۔

صاحب ''قلائد الجواہر'' نے حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر الگیلانی کے دوسرے سلسلہ خرقہ کا ذکر کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں: ''خرقہ کا ایک اور طریقہ ہے جس کی سند علی بن رضا تک ملتی ہے، لیکن حدیث کی سند کی طرح وہ ثابت نہیں''۔ حضرت الشیخ کو حق سبحانہ تعالیٰ نے وہ شان محبوبیت اور مقامِ رفعت وعظمت عطاء فرمایا تھا کہ دیگر سلاسل سے متعلق اکابرین بھی آپ کے خرقہ عالیہ کی عظمت تسلیم کرتے تھے۔ شیخ عدی بن مسافر، غوث الاعظم کے ہم عصر مشائخ میں سے تھے۔ آپ کا حلقہ ارادت بڑا وسیع تھا۔ ایک مقام پر آپ نے حضرت الشیخ کے خرقہ عالیہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''دوست مشائخ کے مزید اگر مجھ سے خرقہ طلب کرتے ہیں تو میں بلا تامل دے دیتا ہوں لیکن حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی کے مریدوں کو دینے کی ہمت نہیں ہوتی، لیکن آپ کے مرید دریائے رحمت میں غرق ہیں اور قاعدہ ہے کہ کوئی دریا کو چھوڑ کر سقاوہ اور سبیل کی طرف نہیں آتا۔ (۳)

---

(۱) راقم الحروف کا تفصیلی مقالہ مطبوعہ جمعیۃ المحبین غوث الاعظم دستگیر کراچی ۱۹۸۷ء میں مطالعہ کیجیے۔

(۲) آپ سیدنا الشیخ کے علوم عقلیہ ونقلیہ کے استاد کے علاوہ مرشد روحانی بھی تھے۔ آپ ہی نے سیدنا الشیخ کو اپنا قدیمی مدرسہ دے دیا تھا تا کہ آئندہ اس مدرسے سے علماء، فقہا، مفسرین، ادباء اور صاحب فکر ونظر فارغ التحصیل ہو سکیں، یہی مدرسہ آگے چل کر مدرسہ قادریہ کے نام سے مشہور ہوا۔ راقم الحروف اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کر چکا ہے۔

(۳) اخبار الاخیار، ص ۴۹

Marfat.com

حضرت الشیخ سے خرقہ طریقت آپ کی آل کے علاوہ آپ کے خلفائے عظماء کو بھی عطاء ہوا۔ خرقہ کی حرمت وتقدس کے پیش نظر خرقہ خانوادوں تک مخصوص ہوگیا۔اسی لیے بہت سے شیوخ اس نعمت عظمیٰ سے محروم رہے۔ بہت سے سلسلوں میں بطور نعم البدل دستار کا سلسلہ جاری ہوا لیکن خرقہ طریقت کی فضیلت مسلمہ رہی چونکہ اس کی اصل سنت مطہرہ میں موجود بتائی گئی ہے۔ بغداد کے گیلانی خاندان میں خرقہ عالیہ عام طور پر وہی حضرات پہنتے ہیں جنھیں طریقت باقاعدہ ملی ہوتی ہے۔اسی نسبت سے وہ گیلانی کے ساتھ قادری بھی لکھتے ہیں اور انہی سے سلسلہ جاری ہوتا ہے۔

خرقہ کی اہمیت:

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کی معروف کتاب ''عوارف المعارف'' تصوف کی مستند کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔انھوں نے خرقہ کی اہمیت وفضیلت اور تقدس پر ایک باب قلم بند کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''خرقہ پوشی یا خرقہ'' شیخ اور مریدین کے مابین ایک رشتہ ارتباط ہے اور مرید کی جانب سے شیخ کی خدمت میں ایک ذریعہ تحکیم ہے۔ جب مصالح دنوں کے لیے یہ تحکیم شریعت میں جائز اور پسندیدہ امر ہے تو پھر منکر خرقہ پوشی اس کا کس طرح انکار کرتا ہے؟ جو ایک طالب صادق کو اپنا رہبر بناتا ہے جو اس کے پاس عقیدت سے آتا ہے اور مذہبی امور میں اس کو اپنا رہبر بناتا ہے تاکہ شیخ اس کو راہ ہدایت پر لگائے اور اس کو آفات نفس کی بصیرت عطاء کرے۔ اعمال کے فساد سے وقوف بخشے اور بتائے کہ نفس دشمن کن کن راستوں سے دل میں راہ پالیتا ہے۔ اس طرح مرید اپنے نفس کو شیخ کے حوالے کر دیتا ہے اور اس کی رائے کو تسلیم کر لیتا ہے اور تمام معاملوں پر اس کے صوابدید کا پابند ہو جاتا ہے پس خرقہ پوشی اس بات کا اظہار ہے کہ اب شیخ کو اس پر پورا پورا تصرف حاصل ہوگیا ہے اور جب مرید نے خرقہ پہن لیا تو گویا اس نے خود کو شیخ کے سپرد کر دیا اور مرید کا شیخ کے حکم کا تابع ہو جانا اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے تابع ہو جانے کا مترادف ہے اور اس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کو تازہ کرتا اور اسی طرح تجدید کرتا ہے جو ایک سنت ہے۔'' (ص ۲۳۶)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی خرقہ پہنانے کی وضاحت کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں: ''پس مرید کو سمجھ لینا چاہیے کہ شیخ کے ان تمام تصرفات میں جن میں مرید کو بظاہر اشکال نظر آتے ہیں۔ شیخ کے پاس ان کی صحبت کی حجت اور دلیل موجود ہے۔ مرید کو یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ شیخ کے خرقہ پہنانے میں شیخ کا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی نیابت کر رہا ہے اور آپ ﷺ کے دست مبارک کا قائم مقام ہے پس وہ شیخ کی قیادت کو تسلیم کر کے اللہ اور اس کے رسول اکرم ﷺ کی قیادت کو تسلیم کر رہا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

(اے پیغمبر!) بے شک جو لوگ آپ ﷺ سے بیعت کر رہے ہیں وہ تو اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے، سو جو کوئی عہد توڑے گا سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو کوئی اس چیز کو پورا کرے گا جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے، سو اللہ اسے عنقریب بڑا اجر دے گا"۔ (۴۸/۱۰)

خرقہ کی دو اقسام:

صاحب عوارف المعارف نے خرقہ کی دو اقسام بھی بیان کی ہیں۔ ارشاد ہوا: "خرقہ مشائخ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک خرقہ ارادت اور دوسرا خرقہ تبرک، مشائخ اپنے مریدوں کے لیے جو خرقہ اختیار کرتے ہیں اور پہناتے ہیں وہ خرقہ ارادت ہے۔ خرقہ ارادت مرید حقیقی کیلئے مختص ہے اور خرقہ تبرک متشبہ (مرید غیر حقیقی) کیلئے یعنی جو حقیقتاً مرید نہیں ہوتا لیکن ان جیسا ہونا چاہتا ہے"۔

اسی لیے خرقہ ارادت شیخ طریقت اپنے ہاتھوں سے یا ان کی طرف سے کوئی صاحب اختیار اس کام کو انجام دیتا ہے۔ اس کے برعکس خرقہ تبرک پہنایا نہیں جاتا بلکہ دیا جاتا ہے، یہ امتیاز بغیر کسی اظہار کے ہر دو کے درمیان باقی رکھا جاتا ہے ورنہ ظاہری طور پر ہر دو ہیئت کے اعتبار سے یکساں ہوتے ہیں۔ خرقہ ارادت ہی کو خرقہ خلافت کہا جاتا ہے، کیونکہ وہی جانشینی کا اہل تسلیم کیا گیا ہے۔

خرقہ پوشی کی مصلحتیں:

موجودہ دور میں تصوف پر لکھی جانے والی کتب میں "سر دلبراں" کو بھی خصوصی مقام حاصل ہے۔ صاحب کتاب حضرت شاہ محمد ذوقی نے خرقہ کی وضاحت کرتے ہوئے اس کے مختلف پہلوؤں پر بھی اظہار خیال کیا ہے۔ خرقہ پوشی کی مصلحتیں بہ اختصار کچھ اس طرح بیان ہوئی ہیں: خرقہ کی اصل سنت مطہرہ میں موجود ہے۔ اس کے تحت میں نیکی کی جانب لے جانے والی مصلحتیں بھی موجود ہیں جن میں چند حسب ذیل ہیں:

۱۔ خرقہ پوشی کا تقاضا ہے کہ سالک ان عادات کو ترک اور ان خصائل میں تغیر و تبدل کا محتاج ہو جو مالوفات طبعی اور حظوظ نفسانی سے متعلق ہوں۔

۲۔ خرقہ دراصل ظل ولایت شیخ ہے اور اہل ولایت کے سائے سے شیطان بھاگتا ہے۔

۳۔ خرقہ ظاہری تغیر کے ساتھ باطنی تغیر کی خبر دیتا ہے۔

۴۔ خرقہ بارگاہ حق تعالیٰ میں مقبولیت کی خبر دیتا ہے، چونکہ شیخ کی نگاہ میں قبولیت نتیجہ ہے، حق تعالیٰ کی نگاہ میں مقبولیت کے حصول کا۔

۵۔ خرقہ ارادت مرید اور محبت شیخ کا پتہ دیتا ہے اور بسا اوقات تکمیل حال کا ذریعہ بنتا ہے کیونکہ شیخ قوی الحال ہوتا ہے۔ اس کا حال اس کے لباس میں سرایت کیے ہوتا ہے۔ جب شیخ اپنے جسم سے لباس اتار کر

مرید کو پہناتا ہے تو شیخ کا حال مرید میں سرایت کر جاتا ہے اور باعث ترقی مدارج ہوتا ہے۔

چند مشائخ عظام کی خرقہ پوشی

خرقہ پوشی کی اہمیت چوں کہ تمام سلاسل میں مسلمہ رہی ہے، لہٰذا مستند کتب میں دیگر مشائخ عظام کی خرقہ پوشی کا بھی ذکر ملتا ہے، چند اقتباسات منقول ذیل ہیں:

۱۔خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی:

آپ نے ریاضت ومجاہدہ میں سخت کوشش کی جب وہاں کا کام انجام کو پہنچ گیا تو حضرت غوث العالم حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ سے خرقہ خلافت پہنا۔(۱)

۲۔حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی:

اپنی کتاب ''دلیل العارفین'' میں حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں اپنی خرقہ پوشی کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ ''اس فقیر نے سر تسلیم جھکا دیا۔ پھر فرمایا کہ ذرا قریب ہو جاؤ، میں قریب ہوا تو دستار وکلاہ میرے سر پر خواجہ عثمان ہارونی کا عصا عطاء فرمایا اور خرقہ پہنا کر قرآن کریم، جائے نماز اور نعلین عطاء فرمائے''۔(۲)

۳۔حضرت بابا فرید الدین گنج شکر:

حضرت خواجہ قطب الدین علیہ الرحمۃ کی وفات کے وقت بابا گنج شکر دہلی میں نہ تھے، ہانسی میں تھے مگر حضرت خواجہ قطب صاحب نے وصیت فرمادی تھی کہ میرے سب تبرکات مسعود کو دیے جائیں اور وہی میرا جانشین ہو۔ چنانچہ وہ ہانسی سے دہلی آئے اور خواجہ قطب صاحب کا خرقہ پہنا اور تبرکات حاصل کیے''۔(۳)

۴۔حضرت علاؤالدین علی احمد صابر کلیری:

بعد عطائے خرقہ خلافت حضرت بابا صاحب نے آپ کی ولایت کی سند تحریر فرمادی۔(ص ۴۴۹) حضرت نے آخری عمر میں خرقہ خلافت حضرت شیخ شمس الدین ترک کو عطاء فرما کر پانی پت کا صاحب ولایت فرمایا۔(۴)

۵۔حضرت شیخ نصیر الدین چراغ:

مولانا زین الدین علی نے عرض کیا کہ اے مخدوم آپ کے بہت سے مرید صاحبانِ حال اور اہل کمال ہیں،

---

(۱) سیر الاقطاب، ص۱۰۲/ سیر العارفین، ص۳ (۲) اخبار الاخیار، ص۶۲، مولفہ شیخ عبدالحق دہلوی

(۳) سیر العارفین، ص۴۰/ انوار الاولیاء، ص۲۳۰ (۴) انوار الاولیاء، ص۴۵۰

Marfat.com

ان میں سے کسی ایک کو حکم دیجیے کہ آپ کی جانشینی کرے کہ یہ سلسلہ نہ ٹوٹے (حضرت شیخ نصیرالدین چراغ نے) حکم دیا کہ جاؤ جن درویشوں کے متعلق تمہارا حسن ظن ہے، ان کی فہرست بنا کر لاؤ تا کہ ملاحظہ کی جائے۔ فہرست ملاحظہ کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ مولانا زین الدین، وہ لوگ جو اپنے اپنے ایمان کا غم اٹھا رہے ہیں، کیا مناسب ہے کہ دوسروں کا غم بھی اٹھائیں۔ اس کے بعد وصیت فرمائی کہ میرے دفن کے وقت حضرت نظام الدین اولیاء کا خرقہ جو مجھے انھوں نے عنایت فرمایا ہے، میرے سینے پر اور حضرت کا عصا میرے برابر قبر میں رکھ دیں"۔ (۱)

۶۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء:

"محبوب سبحانی خواجہ نظام الدین اولیاء کو جب قبر میں اتارا گیا تو وہ خرقہ جو آپ کو شیخ فرید الدین گنج شکر نے عنایت فرمایا تھا وہ آپ کے جسم پر اڑھا دیا گیا"۔

۷۔ حضرت شاہ کمال قادری کھیتلی:

حضرت الشیخ کا خرقہ آپ کے صاحبزادے سید عبدالرزاق قدس سرہ سے سلسلہ بہ سلسلہ حضرت شاہ کمال کھیتلی تک پہنچا۔ پھر آپ کے نبیرہ خلیفہ حضرت شاہ سکندر کھیتلی کو ملا، جنھوں نے حضرت مجدد الف ثانی کو اس سے سرفراز فرمایا۔ (۲)

۸۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی:

حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی نے ایک مراقبہ کے دوران ساعت بہ ساعت بڑھنے والے نور کا مشاہدہ فرمایا۔ القاء ہوا کہ اس نور کا صاحب وہ عزیز امت ہے جو پانچ سو سال بعد ہمارے پیغمبر کی تجدید کرے گا اور اس کے فرزند خلفاء بارگاہ احدیث کے صدر نشینوں میں سے ہوں گے۔ حضرت الشیخ نے اس مشاہدے کے بعد اپنا ایک خرقہ اپنے ایک خلیفہ اکبر کے سپرد کیا اور کہا کہ یہ خرقہ امانت ہے۔ اس شخص کی جس کے متعلق یہ القا ہوا۔ چنانچہ وہ خرقہ حضرت امام ربانی کو حضرت شام کمال کھیتلی کی وساطت سے پہنچا"۔ (۳)

۹۔ حضرت شاہ معروف قادری چشتی:

بابا فرید الدین گنج شکر کی اولاد سے تھے۔ اپنے والد سے سلسلہ چشتیہ میں مقامات سلوک طے کیے۔ پھر میراں سید مبارک حقانی بن سید محمد غوث گیلانی کے خدمت پہنچے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت فرمائی اور خرقہ خلافت پا کر شاہ معروف کے نام سے مشہور ہوئے"۔ (۴)

---

(۱) سیر العارفین، صفحہ ۱۳۲ (۲) جواہر مجددیہ، تذکرہ مشائخ قادریہ (۳) انوار اولیاء کامل، ص ۴۶۹
(۴) تذکرہ مشائخ قادریہ، ص ۱۴۲

Marfat.com

۱۰۔ حضرت میر سید جلال الدین جہانیاں جہاں گشت:

مخدوم نے اپنے بیعت سلسلہ سہروردیہ میں اپنے والد سے کی۔ بعد وہ اپنے چچا شیخ صدر الدین محمد غوث سے خرقہ تبرک حاصل کیا۔ اس کے بعد شیخ رکن الدین ملتانی سے خرقہ خلافت پایا''۔

۱۱۔ حضرت شیخ سلیم چشتی:

قطب العارفین شیخ ابراہیم چشتی کے مرید ہو کر خرقہ خلافت حاصل کیا۔ پھر عرب شریف میں آئے اور سید محمد مدنی اور شیخ رجب علی کو خرقہ خلافت عطا فرمایا''۔ (۱)

۱۲۔ سید غلام حیدر شاہ جلال پوری:

جب چھٹی مرتبہ (خواہ شمس الدین سیالوی) کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

۱۳۔ مولانا قاری محمد مصلح الدین الصدیقی:

۱۳۷۶ھ میں حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی نے آپ کو خرقہ خلافت اور سند سے سرفراز فرمایا۔

۱۴۔ راقم الحروف:

۱۔ (جلال الدین احمد نوری) کو موجودہ سجادہ نشین غوث الاعظم دستگیر الشیخ السید یوسف عبداللہ الگیلانی نے ۱۹۷۸ء میں ایک خصوصی تقریب میں خرقہ ارادت سے مشرف فرمایا۔

۲۔ نیز مرشدی حضور مفتی اعظم ہند علامہ الحاج محمد عبدالمصطفیٰ رضا خان بریلوی نوری برکاتی قادری (ابن مولانا احمد رضا خان البریلوی) نے سند خلافت اور ''خرقہ'' عطا کیا۔

۳۔ ۱۹۷۹ء میں دیگر سلاسل کے مشائخ بالخصوص سیدی الشیخ عبدالباقی شیخ الحلقہ القادریہ بالجامع الحضرۃ الگیلانیہ بغداد عراق حضرت شیخ العلامہ محمد یوسف ہاشم الرفاعی الکویت، سیدی فوزی الجیلانی البغدادی کی جانب سے بھی خرقے ارادت عطا کیے گئے، جو راقم الحروف کے پاس بطور امانت محفوظ ہیں۔

۱۵۔ علامہ الحاج عبدالعزیز خان عرفی القادری:

حضور سیدی کمال الدین السید عبدالقادر الگیلانی سابق سفیر عراق بغداد (مقیم پاکستان) نے جناب عرفی کو کراچی میں ۱۹۷۶ء میں خرقہ خلافت وسند عطا فرمائی۔ (۲)

---

(۱) انوار الاولیاء، ص ۴۲۹ (۲) انوار الاولیاء، ص ۴۳۸

(۳) مجلہ ''عین القادر''، مرتبہ راقم الحروف میں ملاحظہ فرمائیے۔ (نوری)

Marfat.com

باب ہفتم

آل سیدنا الشیخ اور عالم عرب

آل سیدنا الشیخ اور پاکستان

(ہفتم)

آل سیدنا الشیخ اور عالم عرب

آپ کے فرزند ارجمند شیخ عبدالرزاق سے مشہور مورخ محب الدین بن نجار نے روایت بیان کی ہے کہ آپ کی چاروں ازواج سے تسع واربعون ولداً تولد ہوئے جن میں ستائیس ذکور اور باقی اناث یعنی لڑکیاں تھیں۔ ان میں سے صرف گیارہ کے اسمائے گرامی اور حالات آپ کے تذکروں میں منقول ہیں۔ باقی یا تو عالم کم سنی میں انتقال کر گئے یا خدمت خلق کی خاطر دور دراز علاقوں میں چلے گئے اور ان کے حالات وقت کے دھند تلے معدوم ہو گئے۔ آپ کے تذکروں اور قدیم کتابوں میں گیارہ لڑکوں اور چار لڑکیوں کے اسماء گرامی ملتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) سیدہ خدیجہ (۲) سیدہ عائشہ (۳) سیدہ زہرہ (۴) سیدہ فاطمہ الثمینہ

صاحب قلائد الجواہر کے مطابق سیدہ زہرا، ایک عظیم صالحہ اور محدثہ عالمہ خاتون تھیں اور خواتین کو درس حدیث دیا کرتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا الشیخ نے صاحبزادوں کے علاوہ اپنی صاحبزادیوں کو بھی اعلیٰ تعلیم دی تھی کہ انھیں عالمہ محدثہ کا بھی مقام حاصل ہوا۔ اس واقعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان دنوں عورتوں کی روایتی تعلیم کے علاوہ اعلیٰ تعلیم دینے کا بھی طریقہ رائج تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام بلا کسی امتیاز کے حصول علم کی ترغیب دیتا ہے۔ (۱) یہ واضح رہے کہ حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر نے جن چار خواتین سے عقد کیا ان میں سے ایک حضرت شیخ احمد بدوی کی دختر تھیں جن کا نام نامی بھی بی بی فاطمہ تھا۔ ان ہی سے تین لڑکے متولد ہوئے۔

(۱) سیف الدین عبدالوہاب (۲) تاج الدین عبدالرزاق (۳) عبدالعزیز

اور دوسری بیوی کے پانچ فرزند متولد ہوئے۔ تیسری بیوی جو شیخ نعمان کی دختر نیک اختر تھیں ان سے تین لڑکے متولد ہوئے۔ اس طرح کل گیارہ فرزند تھے، لیکن اوّل الذکر اہلیہ محترمہ جن سے تین صاحبزادگان متولد ہوئے، انھیں سے سلسلہ نسب جاری رہ سکا، باقی آٹھ فرزند سے کوئی اولاد نرینہ نہ ہوئی۔ مشہور مورخ ابن النجار نے اپنی تاریخ میں اولاد کی جو تعداد بتائی ہے، وہ مذکورہ تعداد سے کہیں زیادہ ہے اور صاحب قلائد الجواہر کی رائے بھی اسی تعداد کی تائید کرتی ہے۔ آپ کے فرزندوں کا ذکر سیر وسوانح کی کتابوں میں منتشر اوراق میں ملتا ہے، ان کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے۔

---

(۱) عرفان قادر، مولفہ عبدالعزیز عرفی

Marfat.com

ا۔الشیخ سیف الدین السید عبدالوہاب المتوفی ۵۹۳ھ:

اولادامجاد میں سب سے بڑے تھے۔آپ کی ولادت ماہ شعبان ۵۲۲ھ میں بغداد میں ہوئی۔ آپ نے سیدنا الشیخ کی زیر نگرانی تعلیم حاصل کی۔حدیث وفقہ کے درس تو خود حضرت الشیخ دیا کرتے تھے۔ آپ بغرض تعلیم ممالک غیر بھی تشریف لے گئے اور تعلیم حاصل کی اور ۵۴۳ھ میں حضرت الشیخ نے آپ کی علمی فضیلت کو دیکھتے ہوئے اپنی جامعہ قادریہ میں آپ کو مدرس مقرر فرمایا جب کہ آپ کی عمر اس وقت ۲۱ برس تھی۔حضرت الشیخ کے پردہ فرمانے کے بعد مسند وعظ وتلقین پر آپ ہی جلوہ آراء ہوئے۔آپ اعلیٰ درجہ کے ادیب اور خوش بیانی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔آپ تدریسی خدمات کے علاوہ مظلوموں کی معاونت اور ان کی فریاد رسی کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔حق سبحانہ تعالیٰ نے آپ کو بھی وہ شیریں بیانی اور تفقہ فی الدین کی نعمت عطا فرمائی تھی کہ کثیر تعداد میں لوگ آپ کا وعظ سننے آیا کرتے تھے،غریبوں اور مسکینوں کی امداد اور مخلوق خدا کی خدمت کا جو سلسلہ حضرت الشیخ نے شروع کیا تھا اس کو بصد ادب واحترام آپ اسی طرح چلاتے رہے تھے۔عباسی خلیفہ ناصر الدین الظاہر بامر اللہ نے ۵۸۳ھ میں آپ کو افسر تعلقات عامہ مقرر کیا۔آپ نے عہدے پر رہتے ہوئے مظلوم اور ستم رسیدہ لوگوں کی بے انتہا مدد کی۔آپ نے فقہی معاملات میں سرکاری اور غیر سرکاری مسائل کے حل کے لیے فتاویٰ بھی دیئے۔ابن رجب حنبلی نے اپنے طبقات میں بیان کیا ہے کہ آپ سے کثیر تعداد میں علماء نے علم حدیث وفقہ میں درس لیا، آپ اپنے عہد کے ایک عظیم فقیہہ تھے۔ذہبی اور ابن خلیل وغیرہ نے آپ سے روایت کی ہے۔

واضح رہے کہ عرب مورخین کے حوالے سے یہ بات نظر سے نہیں گزری کہ آپ کبھی ہندوستان بھی تشریف لے گئے۔(۱) بعض مورخین عرب نے آپ کے سن وفات میں اختلاف کیا ہے لیکن ابن النجار نے اپنی تاریخ اور ابن رجب الحنبلی نے اپنے طبقات اور محمد یحییٰ تادنی نے قلائد الجواہر میں تحریر کیا ہے کہ **ھوتوفی لیلۃ السبت الخامس و العشرین من شوال ۵۹۳**ھ اور ایک روایت میں لیلۃ السبت کے بجائے لیلۃ الاربعاء کا ذکر کیا گیا ہے۔البتہ جائے مدفن اور سن وفات میں سب کا اتفاق ہے اور علم تاریخ میں ایام وسنون کا تھوڑا بہت فرق تو ہوتا ہی ہے۔۲۵ رشوال ۵۹۳ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ودفن بمقبرۃ الحلبۃ جوار والدہ الشیخ عبدالقادر الجیلی آپ کے علمی آثار میں کتاب ''القول الحقیق فی سلوک الطریق'' ہے جو مکتبہ الظاہریہ دمشق میں نمبر ۱۶۰ کے تحت محفوظ ہے۔اسی طرح آپ کی دوسری کتاب ''الفتوۃ فی التصوف'' ہے جو آپ نے درویش الرفاعی کو املاء کرایا تھا اور یہ بھی مکتبہ الظاہریہ دمشق میں محفوظ ہے۔آپ کے حوالے سے صاحب قلائد الجواہر نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ آپ کے دونوں صاحبزادوں شیخ ابوالفتح سلیمان بن الشیخ عبدالوہاب اور شیخ ابومنصور عبدالسلام کا شمار بغداد کے جید علمائے کرام میں ہوتا تھا۔آپ ایک جلیل القدر عالم

(۱) لہٰذا پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کو اپنے تحقیقی نکتہ نظر پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔(نوری)

Marfat.com

دین صالح، نیک تقی انسان تھے، ۵۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ حافظ قرآن کے ساتھ ساتھ علم فقہ حنبلیہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور جمادی الآخرۃ بروز بدھ ۶۱۱ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے اور اپنے والد کے پہلو میں مقبرہ حلبۃ بغداد میں دفن ہوئے۔ دوسرے صاحبزادے الشیخ ابو منصور عبد السلام بن الشیخ عبد الوہاب بھی اپنے عہد کے ممتاز اہل علم میں شمار ہوتے تھے۔ اور علم الہیئت والتوقیت والفلک میں ملکہ رکھتے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں مشہور مسلم سائنس دان ابن الھیثم کی کتاب ''کتاب الہیئت'' رہا کرتی تھی اور حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر العسقلانی نے اپنی کتاب ''لسان المیزان'' اور ابن الساعی نے فی الجامع المختصر اور فی مختصر اخبار الخلفاء اور قلائد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ آپ ۸/ ذی الحجہ ۵۴۸ھ میں بغداد میں تولد ہوئے اور ۳/ رجب المرجب ۶۱۳ھ کو بغداد میں وفات پائی اور اپنے والد کے قرب مقبرہ حلبۃ میں دفن ہوئے۔ آپ حنبلی المذاہب تھے، علم فقہ میں اپنے والد اور جد امجد الشیخ عبد القادر الجیلانی سے تفقہ حاصل کیا۔ درس و تدریس کے علاوہ فتوے بھی دیئے اور آپ متعدد مذہبی امور کے متولی بھی رہے۔ ۶۰۰ھ میں آپ کو عمید بغداد کا منصب عطا ہوا۔ اور ۱۳/ محرم الحرام ۶۰۶ھ کو امیر ابو الحسن علی بن الامام الناصر الدین اللہ العباسی نے قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز کیا اور آپ کو ہر سال کیلئے کسوۃ بیت اللہ شریف کا متولی بنا دیا گیا اور اسی اثناء میں آپ نے کئی حج بھی ادا کیے۔

نیز ذہبی نے بیان کیا ہے کہ الشیخ عبد السلام عبد الوہاب اور ابن الجوزی کے درمیان علم نجوم کے حوالے سے ایک بحث میں جھڑپ بھی ہوئی ان کے خیال میں ابن الجوزی تشیع کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ جبکہ عراق کے معروف مورخ شیخ یاسین الخطیب العمری اپنی کتاب ''غایۃ المرام فی تاریخ بغداد دار السلام'' میں بیان کرتے ہیں کہ چونکہ الشیخ عبد السلام ابن الشیخ عبد الوہاب اپنے عہد کے ایک ممتاز اہل نجوم وفلسفیوں میں شمار ہوتے تھے اور ان پر فلسفی کا الزام لگا کر ان کی اس فن میں بے شمار کتابوں کو جلا دیا گیا تھا۔ انھیں کچھ عرصہ نظر بند بھی کیا گیا۔ مدرسہ قادریہ جو اس وقت ان کے زیر اہتمام ہاتھ سے نکل گیا تھا اور ابن الجوزی نگراں بنا دیئے گئے تھے۔ اس واقعہ کو ابن العماد الحنبلی نے اپنی کتاب شذرات الذہب میں بھی بیان کیا ہے۔ عرب مورخین کے علاوہ کتاب الفتح المبین مولفہ ظہیر الدین عبد الرحمن المحض القادری الجیلانی میں بھی یہ واقع مذکور ہے۔

الشیخ شرف الدین السید عیسیٰ:

آپ نے بھی اپنے والد ماجد حضرت الشیخ سے تفقہ اور حدیث میں کمال حاصل کیا اور ایک عرصہ تک بغداد کے مفتی رہے۔ تدریسی فرائض انجام دیئے، آپ سے جلیل القدر علماء نے حدیث سنی اور اسناد حاصل کیں لیکن آپ تصوف کی طرف زیادہ مائل تھے اور تصوف کے موضوع پر آپ کی کئی تصنیفات

Marfat.com

بتائی گئی ہیں جن میں ''جواہر الاسرار'' اور ''لطائف الانوار'' نے خاصی شہرت ومقبولیت پائی۔ ابن نجار نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ آپ حضرت الشیخ کے انتقال کے بعد ۵۶۲ھ میں دمشق ہجرت کر گئے اور وہاں اپنے والد ماجد کی سند سے حدیث بیان کی۔ بعد میں مصر بھی تشریف لے گئے اور وہیں مستقل قیام کیا۔ مصر میں رہتے ہوئے آپ نے اس قدر انہماک کے ساتھ طریقہ قادریہ کی تلقین وتبلیغ فرمائی کہ اپنے مولد بغداد جانے کے لیے بھی وقت نہ نکال سکے۔ گو بغداد کی جدائی بسا اوقات آپ کے قلب پر بڑے گہرے اثرات مرتسم کرتی رہی۔ اس کی جھلک آپ کی شاعری میں نمایاں ہے۔ آپ کی ہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ ہمہ وقت لوگ آپ کے گرد جمع رہتے تھے۔ بقول حافظ منذری جب مصر تشریف لے گئے تو وہاں بھی آپ نے حدیث بیان فرمائی۔ ابن نجار کہتے ہیں کہ میں نے مصر میں آپ کے مزار شریف پر لکھا دیکھا کہ ۱۲ ر رمضان المبارک ۵۷۳ھ بمطابق ۱۱۷۸ء کو مصر میں آپ کا انتقال ہوا اور وہیں آپ کی تدفین ہوئی۔ آپ کو شعر وسخن کا بھی مذاق حاصل تھا۔ مندرجہ ذیل اشعار آپ ہی کے کہے ہوئے ہیں:

تحمل سلامی نحو ارضی محبتی　　　وقل لهم ان الغریب مشوق

تم میرے دوستوں کی طرف جاؤ تو ان کو میرا اسلام پہنچا کر یہ کہہ دینا کہ وہ غریب تمہارے اشتیاق محبت سے بھرا ہوا ہے۔

فان سألو کُم کیف حالی بعدهم　　　فقولوا بفران الفراق حریق

پھر اگر وہ تم سے میرا کچھ حال دریافت کریں تو کہہ دینا کہ وہ بس تمہاری آتش ہجر سے سوزاں ہے۔

فلیس له الف یسیر بقربهم　　　ولیس له نحو الرجوع طریق

اس کا کوئی بھی ایسا رفیق ہے کہ جو اس کے احباب کے پاس پہنچا دے۔ غرض اس کے تمہارے پاس آنے کی کوئی بھی صورت نہیں۔

غریبٌ یقاسیُ الهم فی کل بلدةٍ　　　ومن لِغریبِ فی البلاد صدیقُ

غریب اپنی غربت کی وجہ سے جہاں بھی جاتا ہے سختیاں جھیلتا ہے اور ظاہر ہے کہ بلادِ اجنبیہ میں مسافر کا کون غمخوار بنتا ہے؟

وانی اصوم الدهر ان لم اراکم　　　ویومَ ارَاکُم لایَحِلُّ صیامی

اے محبوب میں صائم الدھر رہوں گا اگر تم کو نہ دیکھ سکا اور اگر تمہیں دیکھ لیا تو میرا روزہ میرے لیے جائز نہیں۔

الا ان قلبی قد یذمم فی الهویٰ　　　الیکم فجدلی منعماً بذمامی

میرے دل نے تمہاری محبت میں مجھے عار دلایا ہے کہ اس میں اس نے منعمین کی طرح احسان کر کے مجھ پر بڑا سلوک کیا ہے۔ (۱)

(۱) ماخوذ قلائد الجواہر، ص ۱۱۲

۳۔ الشیخ ابوبکر السید عبدالعزیز:

۲۷ر شوال ۵۳۲ھ کو بغداد میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ دیگر بھائیوں کی طرح علوم شرعیہ کی تعلیم شاہ گیلان کے زیرِ نگرانی حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے بھی اپنے تبلیغ و تلقین کیلئے وقف کر دیا۔ حضرت الشیخ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد ۵۸۰ھ میں عراق کے شمالی علاقے جبال قصبہ سنجار حدود ایران ترک سکونت کر گئے۔ جیسا کہ یاقوت الحموی نے معجم البلدان میں ذکر کیا ہے اور آج کل اس علاقے کا نام عقرہ معروف ومشہور قصبہ ہے اور کرد علاقہ میں واقع ہے۔ وہاں رہتے ہوئے آپ نے نہ صرف طریقہ قادریہ کی زبردست تلقین و تبلیغ کی، بلکہ اپنی شعلہ بیانی سے اس علاقے میں آباد کردوں میں روح جہاد بیدار کر دی۔ یہ وہ دور تھا کہ جب مسلمان بیت المقدس سے محروم ہو چکے تھے۔ عیسائیوں کی طرف سے صلیبی جنگوں کا سلسلہ جاری تھا اور صلاح الدین ایوبی بیت المقدس کی بازیابی اور عیسائیوں کی سرکوبی کیلئے مصروفِ جہاد تھا۔ آپ کی کاوشوں سے ہزاروں کرد صلاح الدین ایوبی کی فوج میں شامل ہو گئے جو خود بھی کرد تھا۔ آخر کار ۲۰ر رجب ۵۸۳ھ کو بیت المقدس فتح ہوا۔ ۱۸ر ربیع الاول ۶۰۲ھ کو آپ کا انتقال ہوا اور ''عکرہ'' (۱) کی پہاڑی مقام پر تدفین ہوئی جہاں آپ کا روضہ اطہر آج بھی مرجع خلائق ہے۔ الاوقاف القادریہ بغداد کے موجودہ متولی اور شیخ سجادہ حضرت السید یوسف الگیلانی اور حضرت السید احمد ظفر الگیلانی اور سیدنا طاہر علاء الدین الگیلانی البغدادی مدفون لاہور آپ ہی کی آل میں ہیں۔

۴۔ الشیخ السید عبدالجبار:

آپ اپنے دیگر بھائیوں سے طبائع وعادات میں قدرے مختلف تھے، صوفی منش تھے۔ طبیعت میں درویشی کی طرف رجحان غالب تھا۔ اپنے والد ماجد حضرت الشیخ سے علوم شرعیہ میں تعلیم حاصل کی اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد علم حدیث پر خصوصی توجہ دی۔ ابھی جوان العمر ہی تھے کہ ۹ر ذی الحجہ ۵۷۵ھ کو اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ حضرت الشیخ کے قائم کردہ مسافر خانے کے گوشے میں مدفون ہوئے۔ آپ کا مدفن خانقاہ عالیہ غوثیہ کے احاطے میں کتب خانے کے زینے کے قریب ہے اور آپ کے مزار کے اوپر ایک قبہ بنا دیا گیا ہے۔ حضرت الشیخ عبدالباقی شیخ الحلقہ القادریہ الگیلانیہ بھی اسی مزار کے گوشہ میں بعض طلاب علم کو قرآن کریم کی تعلیم دیتے ہیں اور مشق کراتے ہیں۔ راقم نے بھی پڑھا ہے۔ سیدنا الشیخ عبدالجبار الگیلانی

---

(۱) جب میں ۱۹۷۲ء تا ۱۹۷۸ء بغداد میں زیرِ تعلیم تھا اور حضور سیدی نقیب الاشرف السید یوسف عبداللہ الگیلانی کے ہدایت خاص و دیوان خانہ القادری میں مقیم تھا تو عکرۃ خانقاہ القادری کے مدیر جناب محمد سعید القادری سے ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ آپ جب بھی بغداد آتے تھے بہت سارے تحفے لے کر آتے تھے۔ بالخصوص باغان گیلانی عکرۃ کے مختلف اقسام کے فواکہ شامل ہوتے تھے۔ آپ عکرۃ (عقرۃ) خانقاہ کے خصوصی وکیل اور نمائندے تھے۔ (نوری)

Marfat.com

غیر شادی شدہ تھے۔ اور قلائد الجواہر کے حوالے سے یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ آپ کبھی بغداد سے باہر بھی گئے، برصغیر پاک و ہند کے بعض لوگ اپنا نسبی سلسلہ آپ سے بھی جوڑتے ہیں حیرت ہے۔ (نوری)

۵۔ الشیخ تاج الدین حافظ عبدالرزاق:

۸ر ذیقعد ۵۳۰ھ کو بغداد میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ بھی اپنے والد ماجد حضرت الشیخ الجیلانی علیہ الرحمۃ سے تعلیم حاصل کی اور علوم شرعیہ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ بغداد کے اکابر محدثین وفقہاء حنابلہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ اپنے والد کی اسناد سے روایات بیان کرتے تھے۔ قلائد الجواہر تاریخ ابن نجار، طبقات ابن رجب حنبلی کے مطابق آپ اپنے عہد کے ایک جلیل القدر عالم حافظ حدیث وفقیہ حنبلی المذہب تھے۔ قبلہ والد ماجد کی وفات کے بعد محلہ حلبہ میں سکونت اختیار کی اور اسی نسبت سے حلبی (۱) مشہور ہو گئے۔ طبیعت گوشہ نشینی کی طرف مائل تھی، لہٰذا بہت کم اپنے دولت کدہ عالیہ سے باہر تشریف لاتے تھے۔ مالی حالت گو زیادہ اچھی نہ تھی، لیکن حضرت الشیخ سے ورثے میں پائی ہوئی سخاوت کسی سائل کو در سے خالی نہ جانے دیتی۔ حتی المقدور غرباء، مساکین اور حاجت مندوں کی اعانت فرماتے رہتے تھے۔ بروز ہفتہ مورخہ ۷ر شوال ۶۰۳ھ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے، لوگوں میں آپ کی مقبولیت عام کی بناء پر جنازے میں شرکت کے لیے ایک انبوہ کثیر چلا آ رہا تھا، لہٰذا جوں جوں لوگ آتے جاتے تھے شریک ہوتے جاتے تھے۔ ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی کہ وہ نماز جنازہ میں شرکت کرے۔ اس طرح آپ کی تین مرتبہ نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ باب حرب بغداد میں امام احمد بن حنبل کے جوار میں بعد جنازہ آپ کی تدفین ہوئی۔ علامہ المفسر السید محمود الالوسی مفتی بغداد نے اپنی کتاب شرح ''قصیدہ الباز الاشھب'' میں یہی بیان کیا ہے۔ آپ کے صاحبزادگان میں شیخ ابو صالح نصر، شیخ ابو المحاسن فضل اللہ، شیخ عبدالرحیم اور شیخ اسماعیل کا بغداد کے اکابرین مشائخ وعلماء میں شمار ہوتا تھا۔ شیخ ابو صالح نصر، بغداد کے قاضی القضاۃ بھی مقرر کیے گئے۔

ایک ضرورت وضاحت:

بغداد کے اس محلہ حلبہ کے حوالے سے یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ خلیفہ عباسی منصور نے بغداد کے تعمیر کے وقت چار بڑے بڑے ابواب بنوائے تھے اور ان میں باب شرقی کا نام باب حلبہ رکھا گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا علاقہ باب الازج بھی تھا جس میں حضرت فقیہ العراق والمحدث والصوفی حضرت ابو سعید مبارک المخر می البغدادی الحنبلی الجنیدی کا مدرسہ کام کر رہا تھا۔ جب حضرت سیدنا ابو سعید البغدادی نے یہ مدرسہ اپنے شاگرد رشید سیدنا الشیخ محی الدین عبدالقادر الگیلانی کو سپرد کیا تو اس وقت یہ جگہ کم پڑ گئی اور لوگ تنگی کی وجہ سے مدرسہ کے اندر نہیں جا سکتے تھے اور باہر فصیل کے نزدیک سرائے کے دروازے

(۱) واضح رہے کہ ملک شام میں بھی ایک شہر کا نام حلب ہے اور یہاں کے باشندے بھی اپنے نام کے ساتھ حلبی لکھتے ہیں۔ (نوری)

Marfat.com

سے ٹک کر سڑک پر بیٹھ جاتے اور ہر روز ان کی آمد میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے اہل ثروت کے تعاون سے مدرسہ کے قرب وجوار کے تمام مکانات کو خرید کر مدرسہ کے ساتھ ملا دیا گیا اور اس طرح یہ مدرسہ ایک کمرے سے نکل کر پانچ سو گز پر محیط ہو گیا۔ اس وقت کے امراء نے اس مدرسہ کی تعمیر میں بہت سا مال صرف کیا۔ اور فقراء اس عمارت کے تعمیر کے وقت مزدور بنے، تعمیر کے موقع پر ایک اہم جذبہ دیکھنے میں آیا کہ ایک مسکین عورت اپنے شوہر کو ہمراہ لے کر سیدنا الشیخ عبدالقادر کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ یہ میرا شوہر ہے اور اس پر بیس دینار میرا مہر ہے۔ اس سے نصف حصہ معاف کرتی ہوں بشرطیکہ نصف باقی کے عوض یہ آپ کے مدرسہ میں مزدوری کرے۔ اس کے شوہر نے بھی منظور کر لیا۔ عورت نے مہر وصول پانے کی رسید لکھوا کر آپ کے ہاتھ میں دے دی، اس کا شوہر مدرسہ میں کام کرنے کے لیے آنے لگا۔ آپ نے دیکھا کہ یہ شخص غریب ہے تو آپ ایک روز اس کو اس کے کام کی اجرت دیتے اور ایک روز نہیں دیتے تھے، جب یہ شخص پانچ دینار کا کام کر چکا تو آپ نے اسے مہر کی رسید نکال کر دے دی اور فرمایا کہ باقی پانچ دینار میں نے تمہیں معاف کیے۔ (۱)

۵۲۱ھ میں یہ مدرسہ ایک وسیع عمارت کی صورت میں بن کر تیار ہو گیا اور آپ ہی کی طرف منسوب کیا گیا۔ اس وقت اس مدرسہ قادریہ میں ایک ہال کمرہ، ایک خانقاہ، ایک مسجد، دارالاقامہ برائے طلباء وفقراء کے لیے مختص کیا گیا۔ چاروں طرف سے دور دور سے طلباء آپ کے درس گاہ میں آنے لگے اور آگے یہی مدرسہ قادریہ حنبلیوں اور شافعیوں کیلئے مرکزی درس گاہ قرار پایا۔ اس لیے کہ آپ دونوں مذاہب میں درس وتدریس دیتے تھے اور فتوے بھی دیتے تھے اور آپ کے اساتذہ میں حنبلی، شافعی، مالکی اور حنفی بھی تھے۔ روحانی اعتبار سے آپ کے اساتذہ میں زیادہ تر حنفی تھے۔ بڑے بڑے علماء وفضلاء نے آپ سے کئی علوم بالخصوص حدیث وفقہ میں کمال حاصل کیے۔ صاحب المغنی ابن قدامہ بھی آپ ہی کے تلامذہ میں سے تھے۔ سیدنا عبدالرزاق کے روایات میں حضرت عبداللہ بن شداد سے ایک روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

قُرِءَ عَلَى ابی القاسم عبیدالله بن محمد البغوی وانا اسمع قال حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة حدثنا ابن کیسان، اخبرنا عبدالله بن شداد، عن ابیه عن ابن مسعود: قال قال رسول الله ﷺ انا اولی الناس یوم القیامة اکثرهم علی صلاةً. (۲)

اسی مدرسہ قادریہ کے ساتھ کئی ہزار گز پر مشتمل ایک قبرستان کی زمین تھی جو باب الحلبہ کے نام سے معروف تھی اور اس میں بغداد کے مشاہیر بالخصوص خانوادہ گیلانیہ کے مشاہیر مدفون ہوئے۔ آج بھی مدرسۃ القادریہ الگیلانیہ، جامع الگیلانی اور مزار سیدنا الشیخ کی دیوار کے ساتھ ساتھ ایک طویل پٹی ہے جس کی

(۱) قلائد الجواہر، ص ۱۲۲ (۲) الشیخ عبدالقادر الگیلانی واولادہ، ص ۱۲۲

Marfat.com

چوڑائی ۱۵۰ فٹ اور لمبائی دو ہزار ۲۴ گز پر مشتمل ہے اور اب یہ مقبرہ گیلانی کے نام سے معروف ہے۔ البتہ اسی قبرستان میں بعض علماء دین اور مشائخ کے بھی مزارات ہیں جو گیلانی فیملی سے نہیں ہیں اور اب نہ اس علاقہ کو باب الازج کے نام سے کوئی جانتا ہے اور نہ ہی باب الحلبہ کے نام سے واقف ہے، البتہ باب الشیخ یا باب الگیلانی کے نام سے ہر خاص و عام جانتا ہے۔(۱)

۶۔ الشیخ ابواسحاق السید ابراہیم:

آپ نے علوم شرعیہ علم فقہ میں دسترس حاصل کی، آپ کا شمار اپنے وقت کے اکابر فقہاء میں ہوتا ہے۔ تصوف میں بھی خصوصی دلچسپی رکھتے تھے۔ اپنے والد کے انتقال کے بعد عراق کے معروف شہر ''الواسط'' ہجرت کر گئے اور وہیں ۵۹۰ھ بمطابق ۱۱۹۶ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی قبر کی نشاندہی نہیں ہوسکی، البتہ الواسط العراق میں ایک قبر اولاد الشیخ کے نام سے مشہور ہے۔

۷۔ السید محمد بن الشیخ عبدالقادر الجیلی:

علوم شرعیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد علم حدیث میں آپ کی خصوصی دلچسپی قائم رہی، لہٰذا اپنے وقت کے اکابر محدثین سے دورِ حدیث کیا۔ اسی طرح بہت سے طالبان حدیث نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ علم فقہ پر بھی دسترس رکھتے تھے اور اپنے والد سے علم فقہ پڑھا تھا۔ ۲۵/ذیقعد ۶۰۰ھ میں بغداد میں انتقال ہوا اور حلبہ قبرستان (۲) میں مدفون ہوئے۔

۸۔ الشیخ السید عبداللہ:

آپ بھی علم حدیث وفقہ پر عبور رکھتے تھے، ۵۰۸ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور بغداد کے اکابر فقہاء ومحدثین میں شمار ہوتا تھا۔ آپ سے کثیر طلباء نے استفادہ علمیہ کیا تھا۔ ۵۸۹ھ بمطابق ۱۱۹۳ء کو بغداد میں انتقال ہوا اور اپنے والد حضرت الشیخ کے قرب میں مقبرہ حلبہ میں دفن ہوئے۔

۹۔ الشیخ السید موسیٰ:

۵۳۵ھ میں بغداد میں ولادت ہوئی۔ حضرت الشیخ الگیلانی سے علم حدیث اور فقہ میں کمال حاصل کیا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد دمشق چلے گئے اور وہیں مقیم ہوگئے پھر کچھ عرصہ کے بعد مصر تشریف لے گئے اور شام واپس آگئے۔ صاحب ''قلائد الجواہر'' نے لکھا ہے کہ آپ اپنے عہد کے ایک جلیل القدر محدث، مفسر اور فقیہ وصوفی تھے۔ زندگی بھر طریقہ قادریہ کی تبلیغ وتلقین میں مصروف رہے۔ ۶۱۸ھ بمطابق

(۱) تفصیلات ''المختصر تاریخ شیخ الاسلام سیدنا عبدالقادر الگیلانی واولادہ'' میں دیکھئے۔ (نوری)

(۲) اب یہ قبرستان ''الگیلانی'' کے نام سے معروف ہے، اس قبرستان میں زیادہ تر گیلانی فیملی کے لوگ مدفون ہیں۔ (نوری)

Marfat.com

۱۲۲۱ء انتقال ہوا۔ مدرسۃ المجاہدیہ دمشق میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور دمشق کے اہم مقام جبل قاسیون پر آپ کا مدفن بنا۔ آج اس جبل کو جبل المہاجرین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور آج بھی مرجع خلائق ہے۔

۱۰۔ الشیخ السید عبدالرحمٰن:

دیگر بھائیوں کی طرح علوم شرعیہ میں فارغ التحصیل ہو کر تبلیغ و تلقین میں مصروف رہے۔ ۵۸۷ھ بمطابق ۱۱۹۱ء انتقال فرمایا۔

۱۱۔ الشیخ السید یحییٰ:

۵۵۰ھ میں بغداد میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اپنے والد ماجد سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی سے علوم شرعیہ میں کمال حاصل کیا اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد مصر چلے گئے۔ زیادہ عرصہ وہیں گزارا۔ آپ حضرت الشیخ سیدنا عبدالقادر الگیلانی کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے اور ایک حبشہ خاتون کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ بقول سیدنا الشیخ عبدالوہاب بن الشیخ عبدالقادر الگیلانی، سیدنا الشیخ کے آخری اولاد میں حضرت یحییٰ کا نام آتا ہے۔ آپ نے ایک مصری خاتون سے عقد کیا اور اس کے بطن سے ایک لڑکا تولد ہوا، اس کا نام عبدالقادر رکھا۔ سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی کے زندگی کے آخری حصے میں یعنی انتقال سے گیارہ سال پہلے ہی مصر سے بغداد واپس آ گئے۔ ۶۰۰ھ میں راہی ملک عدم ہو گئے۔ حضرت الشیخ کی رباط حلبہ میں اپنے بھائی عبدالوہاب کے پہلو میں دفن ہوئے۔ حضرت سیدنا الشیخ کے دیگر صاحبزادگان کا ذکر بھی بعض ہندوستانی مولفین کے کتب میں ملتا ہے، لیکن زیادہ تر اسماء محل نظر ہیں۔

آپ کا روضۂ اطہر:

حضرت الشیخ کے وصال کے بعد اس حجرہ سے ملحق جہاں آپ کی قبر انور بنائی گئی تھی، آپ کے صاحبزادگان، خلفاء، مریدین اور محبین نے ایک مسجد تعمیر کرائی اور اس میں دو فصلے حنفیہ، شافعیہ نصب کیے گئے اور ایک کتب خانہ بھی قائم کیا گیا۔ بعد میں یہ مدرسہ تو آپ کے حیات مبارکہ سے ہی قائم تھا، اب یہ پورا علاقہ خانقاہ عالیہ الگیلانیہ باب الشیخ کے نام سے موسوم ہو گیا اور آج تک اسی نام سے معروف و مشہور ہے۔ علمائے کرام اور مشائخ عظام اور طالبان سلسلہ کا ہمہ وقت ہجوم رہتا ہے۔ آپ کے مزار مبارک پر ایک بلند قبہ بھی تعمیر کرایا گیا۔ خلیفہ مستنجد باللہ العباسی جو آپ کا پہلے سے معتقد تھا۔ ممکن ہے کہ آپ کے دامن ارادت سے بھی منسلک رہا ہو۔ اس بارے میں قطعی کچھ کہنا ممکن نہیں۔ ہاں آپ کے روضہ اطہر پر حاضر ہوتا تھا۔ اسی نے سب سے پہلی بار اپنے ہاتھوں سے آپ کی قبر انور پر چادر چڑھائی تھی اور سرکاری طور پر یہ رسم ادا کی تھی۔ ۵۶۶ھ میں خلیفہ مقتفی بامراللہ جب اپنے باپ مستنجد کی وفات کے بعد مسند آرائے خلافت ہوا تو اس نے بھی اظہارِ عقیدت و محبت کرتے ہوئے ایک اعلیٰ قسم کی ریشمی چادر روضہ پر چڑھائی۔ حکمرانوں اور صاحبانِ

Marfat.com

تخت وتاج کے علاوہ اکابرین اور شیوخ سلسلہ روضہ انور کی زیارت کیلئے آتے اور محبت وعقیدت کے گراں مایہ پھول پیش کرتے تھے۔ عمار بن سلام حنبلی اس عہد کے بہت بڑے تاجر اور حضرت الشیخ کے معتقد تھے۔ انھوں نے ۵۷۳ھ میں خصوصی اہتمام کے ساتھ آپ کی قبر انور پر چادر چڑھائی۔ ۶۰۳ھ میں بغداد کے قاضی القضاۃ شیخ عماد الدین القاسم دامغانی نے حضرت الشیخ کے پوتے الشیخ نصر بن عبد الرزاق کی موجودگی میں سبز رنگ کی ریشمی چادر چڑھانے کی رسم ادا کی۔ آپ کی قبر انور پر چادر چڑھانے اور نذر عقیدت ومحبت پیش کرنے کا سلسلہ اسی زمانے سے چلا آرہا ہے۔ صاحبِ بازُ الاشہب علامہ الآلوسی کی حاصل کردہ تحقیقی معلومات کے مطابق ۶۹۵ھ میں شیخ عماد الدین ابن جمال الدین قاضی بغداد نے ۱۰۴۸ھ میں سلطان مراد نے اور ۱۲۳۳ھ میں سیدہ عاتکہ بنت السید علی الگیلانی النقیب نے چادریں چڑھائیں۔

سیدہ عاتکہ عراق کی معروف ذی علم خاتون تھیں، جنھوں نے ایک بڑی علمی درس گاہ قائم کی اور اپنا مکمل اثاثہ اسی مقصد کیلئے وقف کر دیا تھا۔ ۱۲۵۲ھ میں رسول اکرم ﷺ کے مرقد اقدس کے غلاف اطہر کا ایک ٹکڑا آپ کی قبر پر رکھا گیا جس کو اسی مقصد کیلئے سلطان ترکی محمود خان عثمانی نے بھیجا تھا۔ یوں تو دنیا بھر کے علمائے کرام اور مشائخ عظام کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے اپنے ملک سے آپ کے روضہ کی زیارت کیلئے آتے ہیں اور نذرانہ عقیدت ومحبت پیش کرتے رہتے ہیں لیکن برصغیر کے ممالک پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش اور سابق حیدر آباد دکن کے بہت سے خانوادے پابندی سے عقیدت ومحبت کا نذرانہ لیے حاضر ہوتے رہے ہیں۔ مولانا عبد القدیر بدایونی القادری جب تک حیات رہے، ہر سال غلاف لے کر حاضر ہوتے رہے۔ ان کے صاحبزادے سالم میاں قادری بدایونی بھی اس سلسلے کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ یہی طریقہ حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف کا رہا ہے اسی طرح اور بھی صاحبان محبت اسی طریقے پر عمل پیرا ہیں۔ روضہ اطہر کے مشرقی اور مغربی جانب دو محراب ہیں، ایک میں شوافع اور دوسری میں احناف نماز ادا کرتے ہیں۔ جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ مسجد میں محفل ذکر وفکر کا ایک بڑا حلقہ ہوتا ہے۔ جس میں بغداد کے بڑے بڑے علماء ومشائخ سلسلہ شرکت فرماتے ہیں۔ ویسے ہر روز بعد نماز عشاء حلقہ ذکر وفکر منعقد ہوتا ہے اور حضرت الشیخ کے عربی نظم قصیدۃ القادریہ دف کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ ۱۹۷۸ء میں جب راقم الحروف وہاں زیر تعلیم تھا، حضرت سیدنا عبد الباقی ''شیخ الحلقہ القادریہ'' کے فرائض انجام دیتے تھے اور ان کی غیر موجودگی میں ان کے چھوٹے بھائی الشیخ صبیح القادری حلقہ درس میں قیادت کرتے تھے۔

مزارِ حضرت الشیخ کے سرہانے مسجد سے بالکل ملحق ایک چھوٹا سا کمرہ ہے جس سے نمازیوں کی صفیں ملی ہوئی ہیں۔ یہ کمرہ عام طور پر بند رہتا ہے اور خاص اوقات میں کھولا جاتا ہے۔ ماضی میں سربراہانِ مملکت باجماعت نماز کی ادائیگی کیلئے اسی جگہ آتے تھے۔ آج بھی مخصوص لوگوں کو یہاں عبادت کی اجازت

Marfat.com

مل جاتی ہے۔ راقم الحروف نے اس مقام کے علاوہ آپ کے بائیں جانب اور قبلہ کی طرف بھی کھڑے ہو کر کئی سال نوافل پڑھنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ حضرت الشیخ کی قبر انور کے اوپر دوہرا گنبد بنایا گیا ہے اور چھوٹے چھوٹے کئی گنبد ہیں۔ بہرحال اندرونی حصہ پر سیدی و مرشدی حضرت یوسف الگیلانی کی نگرانی میں بہت ہی خوبصورت، شیشے کی مینا کاری اور خطاطی کی گئی ہے۔ حضرت درویش محی الدین الگیلانی کی قبر پر ایک چوبی صندق کی رکھی گئی ہے جس کی لمبائی نو فٹ، چوڑائی چھ فٹ اور اونچائی ساڑھے پانچ فٹ ہے، اس کے چاروں طرف چاندی کی بنی ہوئی جالی ہے جس کو ''ضریح'' کہتے ہیں۔ شمالی جانب دروازہ ہے، باقی تین طرف سے بند ہے۔ اب تازہ ترین اطلاع کے مطابق اس جالی کی جگہ ایک دوسری جالی نصب کر دی گئی ہے جو کہ عراق کے شمالی علاقہ کردستان کے محبین غوث الوریٰ کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔ آپ کے روضہ اقدس کے لیے ایک جالی کراچی کے محبین کی جانب سے ۱۸ اپریل ۱۹۸۷ء کو بغداد بھیجی گئی اور غوث الاعظم دستگیر کے جانشین سیدنا یوسف الگیلانی نے اپنے دست مبارک سے نصب فرمایا۔ ابتدائی طور پر یہ جالی بنوانے میں محترم عبدالعزیز خان عرفی ایڈووکیٹ نے بھی نے نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ جالی کی تیاری کے وقت میں سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی نے کراچی کا دورہ بھی فرمایا تھا۔ اس جالی کا نقشہ صفحہ آخر پر ملاحظہ کیجیے۔

خانقاہ عالیہ الگیلانی باب الشیخ میں مشرقی اور مغربی جانب دو دروازے ہیں۔ مشرقی دروازہ خاصہ بلند اور پروقار ہے۔ اس کے مقابل ہی ایک پرانی عمارت میں خانقاہ عالیہ کا دفتر ہے جو دیوان خانہ کے نام سے معروف ہے اور بالائی منزل کے کمرے بطورِ مہمان خانہ استعمال ہوتے ہیں۔ راقم الحروف اسی بالائی منزل کے ایک کمرے میں تقریباً آٹھ سال تک قیام کر چکا ہے۔ یہ پورا علاقہ باب الشیخ کے نام سے موسوم ہے۔ ماہ رمضان المبارک میں ادارۃ الاوقاف القادریہ کی جانب سے ہر روز افطار و طعام کا اہتمام کیا جاتا ہے، ہر دن شہر بغداد، بصرہ، کوفہ سامراء، تکریت، اور دیگر شہروں کے اکابر، علماء، مشائخ اور امراء باری باری مدعو کیے جاتے ہیں۔ یہ اہتمام مذکورہ پرانی عمارت میں ہوتا ہے۔ افطار اور نماز کا اہتمام زیریں منزل پر کیا جاتا ہے، لیکن طعام کے لیے بالائی منزل پر باقاعدہ ایک بڑی میز لگائی جاتی ہے اور متفرق انواع و اقسام کے کھانے بڑے اہتمام کے ساتھ مہمانوں کو پیش کئے جاتے ہیں۔

راقم الحروف بھی آٹھ سال تک ایسی پروقار دعوتوں میں شرکت کرتا رہا ہے جبکہ حضرت السید یوسف الگیلانی بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ میزبانی فرماتے ہیں۔ میزبانی کا یہ سلسلہ حضرت الشیخ کے ہاتھوں ہی آغاز ہوا تھا اور آج تک آپ کی اولاد اسی طریقۂ میزبانی خوبی ادا کر رہی ہے، بعض حضرات اس قسم کے توریثی عمل کو مناسب نہیں سمجھتے۔ اس سلسلے میں عبدالعزیز عرفی ایڈووکیٹ نے ایک واقعہ سنایا کہ: ''عراق کے ایک سفیر برائے انڈونیشیا بغداد سے جکارتہ جاتے ہوئے کراچی میں چند یوم کے لیے رکے۔ یہ غالباً

Marfat.com

۶۸ء کی بات ہے۔ وہ سیدی و مرشدی السید عبدالقادر الگیلانی (سابق سفیر عراق برائے پاکستان) سے ملنے کیلئے بھی تشریف لائے تھے۔ انھوں نے اپنے بچپن کا ایک واقعہ سنایا کہ سفیر موصوف کا مکان خانقاہ عالیہ کے مغربی دروازے کی طرف تھا، لہٰذا جب انھیں خانقاہ عالیہ کے مشرقی علاقے میں جانا ہوتا تو وہ راستے کی طوالت کے پیش نظر خانقاہ عالیہ کے اندر سے گزر کر جاتے اور جب روضہ اطہر کے سامنے سے گزرتے تو رُک کر فاتحہ پڑھتے۔ اس راہ سے گزرنے والوں کا یہ عام طریقہ چلا آرہا ہے) ان کی نوعمری کا زمانہ تھا۔ ایک دن ان کے ذہن میں خیال آیا کہ میں تو دن میں کئی بار یہاں سے گزرتا ہوں، کیا ضروری ہے کہ ہر بار فاتحہ پڑھوں؟۔ لہٰذا اسی خیال کے تحت آگے بڑھ گئے، چند ہی قدم گئے تھے کہ ایک شخص نے انھیں روک کر کہا کہ ''کیا شیخ عبدالقادر الگیلانی کو تمہاری فاتحہ کی ضرورت ہے''؟۔ سفیر موصوف متحیر رہ گئے، چونکہ وہ بات صرف ان کے ذہن ہی میں رہی تھی اور کہنے والا قطعی اجنبی شخص تھا۔ اس دن سے ان کا طریقہ ہو گیا کہ وہ جب بھی روضہ اطہر کے سامنے سے گزرتے تو فاتحہ ضرور پڑھتے۔

درحقیقت اولیاء اللہ کے مزارات پر تو حق سبحانہ تعالیٰ کا فیض برستا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے جویا ہوئے، اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے انعام واکرام سے نوازا، لہٰذا ان مقامات مقدسہ پر فاتحہ پڑھنے والا بھی اللہ عزوجل کی رحمت کا مستحق بن جاتا ہے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تو قطب الاولیاء ہیں۔ اللہ جل شانہ نے تو انھیں وہ رفعت عطا فرمائی ہے کہ جنھیں تمام سلاسل کے اولیاء اپنا رہبر و رہنما تسلیم کرتے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کے روضے پر ہمہ وقت سایہ فگن رہتی ہے۔ (۱)

یہ آپ ہی کی تعلیم و تربیت کا فیضان تھا کہ آپ کی تمام اولاد امجاد نے علم و عرفان کی شمع کو ہی اپنا رہبر و رہنما بنایا۔ اسی روشنی سے خود منازل حیات طے کیں اور اسی روشنی سے دوسروں کی اعانت فرمائی۔ فقہی اعتبار سے سب حنبلی تھے لیکن طریقت ان کیلئے مرکز اتحاد اور بنائے محبت بنی رہی۔ جس طرح حضرت الشیخ نے جمیع انسانیت کی خدمت کیلئے اپنے کو وقف کیا تھا اسی طرح آپ کے فرزندگان اور آپ کی آل در آل اس پر عمل پیرا رہی۔ طریقہ عالیہ قادریہ کی تبلیغ و تلقین کا جذبہ ہی انھیں دنیا کے گوشہ گوشہ میں لے گیا، اس طرح آل سیدنا الشیخ منتشر تو ہوگئی لیکن حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی کا پیغام محبت دور دراز علاقوں تک پہنچ گیا۔

حضرت الشیخ کی آل اور سیاسی و مذہبی حالات:

حضرت الشیخ کے بڑے صاحبزادے سید عبدالوہاب، حضرت الشیخ حافظ عبدالرزاق اور آپ کے چند اور دیگر صاحبزادگان نے بغداد میں سکونت اختیار کی تھی۔ ۶۵۶ھ بمطابق ۱۲۵۸ء میں ہلاکو خان نے جب بغداد کو تاراج کیا، معصوم اور بے گناہ مسلمانوں کا خون بے دریغ بہایا تو ان شہدائے بغداد میں آل

(۱) عرفانِ قادر، مولفہ عبدالعزیز خان عرفی

Marfat.com

غوث الوریٰ کا خونِ اطہر بھی شامل تھا۔ اس سانحہ عظیم کا ذکر کرتے ہوئے علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں رقم طراز ہیں: ''چالیس روز تک تاتاریوں کی تلواریں میان سے باہر رہیں اور خون بہاتی رہیں۔ لاکھوں مسلمان قتل ہوئے، جو لوگ کنوؤں اور تہہ خانوں میں چھپ رہے تھے، وہ زندہ بچے ورنہ کوئی بھی ان کی تلوار سے محفوظ نہ رہا تھا''۔ حضرت الشیخ کی آل میں صرف وہی لوگ بقید حیات رہے جو دیگر علاقوں میں پہلے سے آباد ہو گئے تھے، یا وہ جو کسی نہ کسی طرح اس دریائے خون کی موجوں کی زد سے بچ نکلے تھے۔ حضرت الشیخ کے تذکروں میں آپ کی آل میں ان لوگوں کا بھی ذکر ملتا ہے، جنھوں نے طریقہ قادریہ کی تلقین اور ملت مسلمہ کی عظمت و سربلندی کیلئے خدمات انجام دیں، اس وقت ان کا اجمالی تذکرہ ناگزیر ہے۔

۱۔ حضرت الشیخ سیف الدین السید عبدالوہاب کی آل کے مختصر حالات ملتے ہیں، آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ الشیخ سلیمان اور الشیخ عبدالسلام، دونوں اکابرین مشائخ میں سے تھے، جیسا کہ سابقہ باب میں گزرا۔ دونوں ہی علم و فضیلت کے علاوہ، تقویٰ و پرہیزگاری بھی ورثہ میں پائی تھی۔ دونوں بغداد میں ہی رہے اور خانقاہ عالیہ غوثیہ کی خدمات کے علاوہ درس و حدیث و فقہ میں یدطولیٰ کہتے تھے۔ عرصہ تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ الشیخ عبدالسلام کی آل کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔ یعنی مورخین نے کچھ بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ ہاں الشیخ سلیمان کے صاحبزادے داؤد نے بڑی شہرت پائی۔ آپ نے قرآن حکیم کی تفسیر بھی لکھی جو چار جلدوں پر مشتمل تھی۔ آپ نے اپنے جد امجد کی خانقاہ عالیہ کی زبردست خدمت انجام دی۔ ۱۸ ربیع الاول ۶۴۸ھ بمطابق ۲۰ جون ۱۲۵۱ء کو بغداد میں داعی اجل کو لبیک کہا اور حلبہ یعنی مقبرہ گیلانیہ کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔ جبکہ ڈاکٹر یحییٰ انجم ہمدرد یونیورسٹی دہلی کے محققہ اندازے کے مطابق حضرت الشیخ عبدالوہاب کے چار فرزند تھے ان میں سے تیسرے کا نام شفیع الدین محمد اور چوتھے کا نام الشیخ عبدالرحمٰن تھا اور ہندوستان میں شیخ عبدالوہاب کے بعد شاہ شفیع الدین محمد کی ذات ستودہ صفات سے سلسلہ رشد و ہدایت آگے بڑھا۔ (۱) تاہم کسی عرب مورخ سے یہ بات ثابت نہیں۔

۲۔ حضرت الشیخ حافظ السید عبدالرزاق کی آل کے حالات قدرے تفصیل سے ملتے ہیں۔ آپ کی اولاد امجاد میں سے جو معروف ہوئے، ان میں صاحبزادے اور صاحبزادیوں کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل تھے:

(۱) الشیخ سید ابو صالح نصر (۲) السید سلیمان
(۳) الشیخ السید عبدالرحیم (۴) الشیخ ابوالمحاسن السید فضل اللہ
(۵) الشیخ السید عبدالسلام (۶) الشیخ سید شہاب الدین احمد
(۷) سیدہ سعدہ (۸) سیدہ عائشہ

(۱) تاریخ مشائخ قادریہ، مطبوعہ دہلی

Marfat.com

الشیخ السید ابو صالح نصر کی ولادت ۱۴ربیع الثانی ۵۳۹ھ کو بغداد میں ہوئی۔ بغداد کے ممتاز محدثین اور فقہاء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کو خلیفہ وقت نے بغداد کا قاضی القضاۃ بھی مقرر فرمایا تھا اس خدمت کو آپ بہ طریقہ احسن ادا کرتے رہے۔ آپ حضرت الشیخ کے قائم کردہ اوقاف کے متولی مقرر ہوئے۔ ۶رسوالی ۶۳۴ھ بمطابق ۱۲۳۵ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ باب حرب بجوار قبر امام احمد بن حنبل بغداد میں تدفین ہوئی۔ آپ کے صاحبزادگان میں سے الشیخ السید محمد، بغداد کے قاضی مقرر ہوئے لیکن کچھ عرصہ کے بعد مستعفی ہوگئے اور اپنے کو تبلیغ و تلقین کیلئے وقف کردیا۔ برصغیر ہندو پاکستان میں حضرت الشیخ کی آل کے جتنے بھی خانوادے آباد ہیں، ان میں سے تقریباً ہر ایک کا نسبی تعلق حضرت الشیخ حافظ عبدالرزاق سے ہی جاملتا ہے۔ ہلاکو خان کے ہاتھوں بغداد کی تاراجی سے بہت پہلے آپ کی اولاد میں سے بیشتر لوگ قاہرہ ترک وطن کرکے چلے گئے تھے۔ بعدۂ ان مقامات سے ان کی آل طریقہ قادریہ کی تبلیغ و تلقین کے لئے دیگر اور مقامات پر بھی سکونت پذیر ہوئی۔ ممکن ہے اسی دور میں آپ کی آل کے کچھ لوگ برصغیر کی طرف بھی آکر آباد ہوگئے ہوں۔ بہر حال ان خانوادوں کی صحیح تاریخ تو انہی کے پاس ہوسکتی ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی اولاد سندھ میں بھی تشریف لائی اور ان کا بڑا مرکز اوچ شریف تھا۔ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کے تحقیق کے مطابق سید سیف الدین عبدالوہاب حضرت خواجہ غریب نواز کے ہمراہ بغداد سے ہندوستان پہنچے تھے پھر حضرت الشیخ کے صاحبزادگان سندھ اور پنجاب کے علاقوں کو عرفان و آگہی کی پیاسی روحوں کو سیراب کرتے رہے تھے۔

ڈاکٹر عبدالمجید سندھی ''پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں ص ۸۱'' میں رقم طراز ہیں کہ حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی کے بڑے صاحبزادے سید عبدالوہاب گیلانی سجادہ نشین ہوئے اور بغداد میں ان کی وفات کے بعد ان کے بڑے لڑکے سید صفی الدین الگیلانی صاحب سجادہ ہوئے اور آپ کی ولادت ۸ر ذی الحجہ ۵۴۸ھ کو بغداد میں ہوئی۔ جبکہ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کی تحقیق کے مطابق حضرت سید صفی الدین الگیلانی حضرت سیف الدین عبدالوہاب الگیلانی کے چوتھے صاحبزادے تھے جو غیر عراقی خاتون کے شکم سے تھے اور ہندوستان میں پیدا ہوئے۔(۱) اور راجہ شہر گوکل کی دختر نیک سے آپ کا عقد ہوا۔ خاتون کے قبول اسلام کے بعد شاہ بانو نام رکھا گیا اور شاہ بانو کے بطن سے حضرت سید نصیر الدین کی ولادت ہوئی جو اپنے والد سید صفی الدین محمد کی وفات کے بعد منصب سجادگی پر رونق افروز ہوئے اور دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ناگور راجستھان میں اپنے آباء و اجداد کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ بلکہ ایک غیر مصدقہ روایت کے مطابق ڈاکٹر عبدالمجید سندھی یہ تحریر کرتے ہیں کہ حضرت الشیخ بھی سیاحت کرتے ہوئے ۱۵ر جمادی الثانی ۴۹۸ھ کو

(۱) تاریخ مشائخ قادریہ، ص ۱۲۰

Marfat.com

روہڑی سندھ میں بھی آئے اور اسی نسبت سے روہڑی شہر کا نام کچھ عرصہ کیلئے غوث پور رکھا گیا تھا۔

مؤلف مشائخ سندھ کے نزدیک ٹھٹھہ سندھ میں سب سے نمایاں درگاہ حضرت السید عبداللہ صحابی کی ہے، جو کہا جاتا ہے کہ آپ سیدنا عبدالرزاق کی آل سے ہیں۔ آپ سندھ میں کب آئے؟ کوئی تاریخی سند موجود نہیں۔ آپ کو حضور سید عالم ﷺ سے بے پناہ محبت تھی۔ یہی محبت بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے قربت خاطر کا سبب ہوئی۔ روایات کے مطابق اسی بناء پر آپ ''صحابی'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت عبداللہ کے تفصیلی حالات معلوم نہیں۔ آپ کا شجرہ عالیہ سندھ کے کسی بزرگ کے پاس بتایا جاتا ہے۔ آپ گیارہویں صدی ہجری میں سندھ میں تشریف لائے اور ٹھٹھہ میں قیام کیا۔ شاید یہ عہد شاہ ارغوان حاکم سندھ کا تھا۔ تقویٰ و پرہیزگاری تو آپ کو جد اعلیٰ حضرت الشیخ سے ورثہ میں چلی آرہی تھی۔ طبعاً انتہائی حلیم، منکسر المزاج اور متواضع تھے۔ جلد ہی لوگ آپ کی طرف راغب ہوگئے۔ سندھ میں رہتے ہوئے آپ نے دین حنیف کی زبردست تبلیغ کی۔

روایات میں آیا ہے کہ مکلی کی پہاڑیوں میں آپ ایک شب مصروف عبادت تھے کہ ایک قافلے نے آپ کے قریب ہی ایک میدان میں قیام کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ سب ہندو ہیں اور دریا میں اشنان کیلئے واردھا جارہے ہیں جو ان کے مذہبی ارکان کا ایک حصہ ہے۔ حضرت الشیخ کی تعلیمات تو ہر فرد کیلئے تھیں۔ آپ نے کبھی مسلم اور غیر مسلم کے درمیان فرق نہ رکھا۔ ہر ایک کو صراط مستقیم کی دعوت دی تاکہ وہ فلاح پاجائیں۔ یہی تعلیم و تربیت حضرت عبداللہ نے بھی پائی تھی۔ لہٰذا ان کے قلب میں بھی وہی وسعت تھی۔ آپ اہل قافلہ کی خیریت معلوم کرنے کیلئے خود ہی ان کے درمیان تشریف لے گئے۔ اہل قافلہ موہانہ قبیلے کے ہندو بتائے جاتے ہیں جو کہ اپنی دنیوی دولت پر انتہائی مغرور و متکبر تھے، ان کے یہاں دولت کی بھی فراوانی تھی اور نرینہ اولاد کی بھی۔ سونے پر سہاگہ اللہ تعالیٰ نے انھیں حسن و جمال سے بھی نوازا تھا۔ ان لوگوں نے جو ایک غیر مذہب کے درویش آدمی کو دیکھا تو ان کے ساتھ زیادہ اچھا برتاؤ نہ کیا۔ کچھ دیر آپ کی باتیں سنتے رہے، پھر جان چھڑانے کیلئے آپ سے کہا ''اگر آپ سچی باتیں کرتے ہیں تو ہم کو واردھا کا اشنان اسی جگہ کرادیں'' آپ نے فرمایا ''اچھا اگر تم کو اشنان اس جگہ ہوجائے تو کیا تم میری بات مان لوگے؟'' وہ لوگ راضی ہوگئے۔ آپ واپس اپنی جگہ آگئے۔ رات کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں دست بہ دعا ہوئے کہ بارالٰہی تو میری اعانت فرما۔ آپ کی دعا کو شرفِ قبولیت عطاء ہوا۔ وہ لوگ رات کو جب محوِ خواب تھے تو انھوں نے اپنے آپ کو واردھا میں اشنان کرتے ہوئے دیکھا۔ صبح جب بیدار ہوئے تو ہر ایک کے کپڑے اسی طرح پانی میں تر تھے جیسے ابھی دریا سے باہر آئے ہوں۔ ہر ایک نے اپنا اپنا انفرادی خواب بیان کیا۔ حالات نے شہادت دی۔ وہ لوگ سب حضرت عبداللہ صحابی کے دست اقدس پر ایمان لے آئے۔ آپ نے ان لوگوں

Marfat.com

کے کہنے پر کثرتِ مال اور کثرتِ اولادِ نرینہ کیلئے بھی دعا فرمائی اور انھیں مومن بن جانے پر مبارک باد دی۔ ایک روایت کے مطابق وہی لوگ آج ''میمن'' کہلاتے ہیں۔ یہ حضرت الشیخ کے بیٹے کی دعاؤں کا فیضان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ آپ نے ٹھٹھہ کے ایک معزز خاندان میں شادی کی اور دو صاحبزادے تولد ہوئے۔ سید حسن اور محمد فاضل۔ آپ کا وصال ۱۴ رشعبان ۱۰۶۰ھ بمطابق ۱۶۵۰ھ کو ٹھٹھہ میں ہوا۔ آپ کا روضہ اقدس مرجع خلائق ہے۔ ڈاکٹر عبدالمجید سندھی کے مطابق سندھ میں سلسلہ قادریہ کے اولین بزرگ شیخ عیسیٰ تھے جو حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی کے فرزندار جمند تھے اور آپ کا قیام کچھ عرصہ تک سندھ کے معروف شہر ہالہ میں رہا۔(۱) اور ۵۵۳ھ میں مصر میں انتقال ہوا۔ غالب امکان یہ ہے کہ مصر جانے سے پہلے سندھ میں آئے ہوں۔ جب کہ سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی کی تحقیق کے مطابق آپ سب سے پہلے مصر گئے اور بغداد واپس آکر پھر مصر چلے گئے اور وہیں وفات ہوئی۔ (۲)

بقول ڈاکٹر عبدالمجید سندھی سندھ اور پنجاب میں حضرت الشیخ سید عبدالقادر الگیلانی کے فرزند ارجمند سید عبدالجبار الجیلانی کی بھی اولاد پائی جاتی ہے اور سید عبدالجبار کے چار فرزند تھے۔ سید عبدالرحمٰن، سید عبدالجلیل، سید ابوالحسن اور سید فرخ برصغیر پاک وہند میں ان میں سے سید عبدالجلیل اور سید ابوالحسن کی اولاد آباد ہے یہ روایت بھی تاریخی اعتبار سے محل نظر ہے۔ قلائدالجواہر اور دیگر عربی کتب تاریخ میں ہے کہ:

شیخ عبدالجبار ابن عبدالقادر الگیلانی وھو شابٌ مات فی تاسع عشر ذی الحجة ۵۷۵ ھ و دفن برباط والده با الحلبة فی بغداد و کانت ولادته رمضان ۵۲۲ھ۔ (۳)

اس تاریخی روایت کی روشنی میں ڈاکٹر عبدالمجید سندھی کی روایت درست نہیں۔ رزاقیہ شاخ سیدنا عبدالرزاق بن الشیخ عبدالقادر کے کچھ لوگ مصر، ترکی، شام اور دیگر عرب علاقوں سے بغداد میں دوبارہ آکر آباد ہوگئے۔ وقت کا تعین تو ممکن نہیں لیکن صدیوں پہلے کی بات معلوم ہوتی ہے۔ ان میں سے جو لوگ معروف ہوئے چند کے اسمائے گرامی ہیں:

- السید عبدالرحمٰن فیض اللہ ۱۲۱۲ھ میں فوت ہوئے۔
- السید عبدالعزیز بن السید عبدالقادر ۱۲۴۶ھ میں فوت ہوئے۔
- السید محمود بن السید زکریا ۱۲۵۸ھ میں فوت ہوئے۔

السید علی الکبیر ۱۲۸۱ھ میں فوت ہوئے، ان کی صاحبزادی سیدہ عاتکہ خاتون بہت ہی عابدہ اور خیر کثیر کرنے والی تھیں۔ انھوں نے اپنے ذاتی مکان اور دیوان خاص کو وقف کیا اور اسی میں دینی مدرسہ قائم

(۱) پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص ۸۱ (۲) تذکرۂ قادریہ، ص ۲۶۰
(۳) المختصر تاریخ الشیخ عبدالقادر الگیلانی واولادہ، ص ۱۰۹، مولفہ الشیخ ابراہیم الدروبی البغدادی

فرمایا۔ انھوں نے مصر، شام اور استنبول سے دینی کتب منگوائیں اور اسی مدرسہ میں کتب خانہ قائم کیا، بعد میں عاتکہ خاتون نے اپنی مزید املاک وقف کر دیں جس کا مقصد علمی اور دینی خدمت تھا اور انھوں نے ملک شام میں بھی ایک قطعہ زمین خرید کر مسجد تعمیر کرائی تھی۔ ۱۲۳۹ء میں حج کر کے واپس آ رہی تھیں شام اور لبنان کے پہاڑی راستے میں ہودج سے گر کر فوت ہوگئیں۔ لہٰذا ان کی لاش شام لے جائی گئی اور مسجد سے متصل ان کی تدفین ہوئی۔ بغداد میں آپ کے نام سے ایک مسجد بنام عاتکہ خاتون آج بھی موجود ہے اور وزارۃ الاوقاف بغداد کا علمی مجلہ الرسالۃ الاسلامیۃ کا دفتر بھی اسی مسجد کے ایک حجرے میں قائم کر دیا گیا ہے۔

خانوادہ گیلانیہ کے بعض انقلابی حضرات:

السید رشید عالی الگیلانی دوسری جنگ عظیم سے قبل عراق کی انقلابی شخصیت بن کر ابھرے۔ ایک عرصہ تک بغداد کے کلیۃ قانون کے پرنسپل تھے۔ ہمیشہ انگریز حکمرانوں کے خلاف برسرپیکار رہے۔ دوسری جنگ عظیم جب شروع ہوئی تو بغداد سے فرار ہو کر جرمنی چلے گئے۔ اس وقت سیدنا عبدالقادر الگیلانی سابق سفیر عراق برائے پاکستان جو وزارت خارجہ میں تھے عراق سے گرفتار ہو کر افریقہ بھیجے گئے تھے۔ غالباً جنگ ختم ہونے کے بعد بغداد واپس آئے، انگریزوں نے رشید عالی گیلانی پر مقدمہ چلایا، رہا ہوئے اور بغداد میں انتقال ہوا۔ مقبرہ گیلانیہ میں دفن ہوئے۔ صاحب قلائد الجواہر نے الشیخ شرف الدین السید عیسیٰ کی آل کے متعلق لکھا ہے کہ یہ لوگ بغداد سے ترک سکونت کر کے حلب شام میں آباد ہوئے اور وہیں رہ کر طریقہ قادریہ کی خدمت انجام دیتے رہے۔ (۱)

حضرت الشیخ ابوبکر السید عبدالعزیز نے عراق کے شمالی علاقہ جبال میں سکونت اختیار کر لی تھی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ آپ ہی کی آل آج بغداد میں حضرت غوث الوریٰ کے روضہ اطہر کی خدمت انجام دے رہی ہے۔ موجودہ متولی بھی آپ کی آل سے ہیں۔ ان میں سے بیشتر کے حالات دستیاب ہیں اور بعض کے قدرے تفصیل طلب۔ آپ کے دو صاحبزادوں سید محمد الہتاک، سید عثمان (متوفی ۶۳۲ھ بمطابق ۱۲۳۵ء) اور ایک صاحبزادی شیخۃ النساء سیدہ زہرہ (محدثہ) نے علم وفضیلت میں بڑی شہرت پائی۔ آپ کی آل کا ذکر اختصار بہ اعتبار نسب درج کیے جا رہے ہیں۔

نسبی سلسلہ نمبر (۲/۱) السید محمد الہتاک جبال عقرہ میں رہتے ہوئے اپنے والد حضرت الشیخ ابوبکر السید عبدالعزیز کی قائم کردہ خانقاہ عالیہ میں طریقہ قادریہ کی خدمت انجام دیتے رہے۔ الشیخ السید شرشیق ابن السید محمد الہتاک طریقہ عالیہ میں اپنے والد کے جانشین ہوئے لیکن ۲۵۲ھ میں جوان العمری میں انتقال کر گئے۔ الشیخ السید شمس الدین اپنے والد السید شرشیق کے وفات کے وقت تقریباً ایک سال

(۱) اس سلسلے میں ڈاکٹر عبدالمجید سندھی کی روایت درست نہیں۔ (نوری)

Marfat.com

کے تھے۔تقریباً اٹھاسی (۸۸) سال کی عمر پائی۔علوم شرعیہ کی تحصیل سے فراغت کے بعد بلاد اسلامیہ کا سفر اختیار کیا۔ مکہ، مدینہ، دمشق، بغداد اور دوسرے مقامات پر بھی گئے۔آپ کی علمی فضیلت، تقویٰ اور پرہیزگاری نے ہر جگہ آپ کے بے شمار مداح بنادیئے۔آخر عمر میں لوگوں کے اصرار پر جبال سے ترک سکونت کر کے بغداد تشریف لے گئے اور دم واپس تک طریقہ قادریہ کی خدمت انجام دیتے رہے۔ ۷۳۹ھ بمطابق ۱۳۳۸ء میں انتقال ہوا۔آپ کے پانچ فرزند تھے۔ (۱) السید شرف الدین (۲) السید حسام عبدالعزیز (۳) السید بدر حسن (۴) السید حسن (۵) السید شمس الدین سعد

السید شرف الدین اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔آپ کے علاوہ دیگر بھائیوں کا ذکر تفصیل سے نہیں ملتا۔آپ نے اپنے والد کی طرح شہرت پائی۔حضور غوث الثقلین کے روضے کی زبردست خدمت انجام دی۔۸۹۱ھ میں آپ کے یہاں ایک لڑکا تولد ہوا۔جس کا نام زین الدین رکھا گیا۔

۶) السید زین الدین نے اپنی خاندانی روایات کے مطابق علوم شرعیہ کی تعلیم حضرت الشیخ کے قائم کردہ مدرسہ میں حاصل کی۔ابھی تعلیم سے فارغ ہوئے تھے کہ ۹۱۴ھ میں ایرانیوں نے بغداد کا محاصرہ کرلیا اور قابض ہوگئے۔ان دنوں آپ نے اپنے شہر والوں کی زبردست خدمت کی۔گو بہت سے لوگ بغداد چھوڑ کر چلے گئے لیکن گیلانی خاندان کے افراد حضرت سیدنا زین الدین الگیلانی کی قیادت میں ان تمام حالات کا مقابلہ کرتے رہے اور اپنے ہم وطنوں کی ہر طرح سے امداد کرتے رہے۔

نقیب الاشراف کا عہدہ تفویض ہوا:

۹۴۱ھ میں عثمانی لشکر نے طویل جنگ کے بعد ایرانیوں کو بغداد سے بے دخل کردیا۔اسی سال ترکی سلطان سلیمان بغداد آیا اور حضرت الشیخ کے روضہ اقدس پر حاضری دی۔۲۰ر رمضان المبارک ۹۴۱ھ بمطابق ۲۵ر مارچ ۱۵۳۵ء خانقاہ عالیہ غوثیہ کی مسجد میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں تمام مشائخ عظام اور علمائے کرام شریک ہوئے۔اس تقریب میں سلطان ترکی نے الشیخ السید زین الدین الگیلانی کو نقیب الاشرف مقرر فرمایا اور شاہی سند دی، چونکہ سند ترکی زبان میں ہے اس لیے اس کا ترجمہ اردو میں حسب ذیل ہے۔

''مفخر السادات المکرّم السید الشیخ زین الگیلانی دام سیادت میں صحیح النسب سادات کی توثیق وتصدیق کرنے کے بعد شیخ زین الدین الگیلانی کو نقابت الاشراف کی سند دیتا ہوں اور وصیت کرتا ہوں کہ شیخ زین الدین الگیلانی شہر بغداد کے نقیب الاشراف ہیں اور جو شخص صحیح النسب سادات نہ ہو اور نہ ہی اس کے پاس کوئی فرمان شاہی ہوگا وہ قوم کا سردار اور نقیب نہیں سمجھا جائے گا۔جس کے پاس نقابت الاشرف کی سند ہوگی وہی مستحق شاہی وظیفہ کا ہوگا۔ (دستخط السلطان غازی سلیمان خان قانونی)

اس عثمانی سند کے بعد نقابت الاشراف کا سلسلہ جاری ہوگیا۔تقریباً چار سو سال سے یہ سلسلہ جاری

Marfat.com

ہے۔فرمان سلیمان ترکی کے بعد ۹۷۸ھ میں السید زین الدین الگیلانی نے اپنی جملہ املاک اور جائیداد پر مشتمل ''الاوقاف القادریہ'' کے نام سے ایک وقف تشکیل دیا جو آج تک قائم ہے لیکن حکومت کی تحویل میں جاچکا ہے،البتہ اوقاف کے متولی گیلانی خاندان سے ہی لیے جاتے ہیں۔

نقیب الاشرف کا منصب جلیلہ آپ کے بعد بھی جاری رہا۔جس کا انتخاب گیلانی خاندان کے جملہ افراد کیا کرتے تھے،لیکن ۱۹۶۲ء میں پیر السید ابراہیم الگیلانی کے انتقال کے بعد حکومت نے نقیب الاشراف کا عہدہ واپس لے لیا اور اس طرح وہ سلسلہ منقطع کردیا جو سلاطین ترکی نے عطا کیا تھا گو اب نقیب الاشراف کا سرکاری منصب ختم ہوگیا لیکن الاوقاف القادریہ کے متولی کو شیخ سجادہ کا ہی منصب جلیلہ حاصل ہوتا ہے۔ساری دنیا کے لوگ آج بھی سرکاری حیثیت سے قطع نظر آپ کی بے مثال تعظیم وتکریم کرتے ہیں اور شیخ سجادہ کہتے ہیں۔السید زین الدین الگیلانی کے بعد آل غوث سے جو نقیب الاشرف کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

۷۔ سیدنا شیخ ولی الدین (متوفی ۱۰۲۷ھ بمطابق ۱۶۱۸ء)

۸۔ سیدنا شیخ نورالدین (متوفی ۱۰۷۵ھ بمطابق ۱۶۶۵ء)

۹۔ سیدنا شیخ حسام الدین (متوفی ۱۱۶۳ھ بمطابق ۱۷۵۰ء)

۱۰۔ سیدنا شیخ محمد درویش (متوفی ۱۱۷۵ھ بمطابق ۱۷۶۲ء) (۱)

۱۱۔ سیدنا شیخ زین الدین (متوفی ۱۱۹۲ھ بمطابق ۱۷۷۸ء)

۱۲۔ سیدنا شیخ مصطفیٰ (متوفی ۱۲۰۱ھ بمطابق ۱۷۸۷ء)

۱۳۔ سیدنا شیخ سلمان بن الشیخ مصطفیٰ (متوفی ۱۲۳۵ھ بمطابق ۱۸۲۰ء)

۱۴۔ سیدنا شیخ علی (متوفی ۱۲۸۹ھ بمطابق ۱۸۷۲ء)

بغداد میں آپ سب کا وصال ہوا اور مقبرہ الگیلانیہ میں آپ آسودہ خواب ہوئے۔۱۳۶۱ھ میں استنبول ترکی نے ایک خصوصی فرمان شاہی جاری کیا جس میں نقباء بغداد کی تفصیلات بیان کی گئیں۔باب الشیخ کے مغربی دروازے کے ساتھ ہی جامع مسجد کے ایک چھوٹے سے کمرے میں آپ کا مزار مبارک ہے۔سیدنا شیخ علی الگیلانی کی آل آج روضہ غوث الوریٰ کی منتظم ہے۔سیدنا علی کی علمی فضیلت اس درجہ مسلمہ تھی کہ آپ کو مجدد کہا جاتا تھا۔آپ نے روضہ اطہر کی بے انتہا خدمت کی۔آپ کی چار ازدواج تھیں جن سے آٹھ صاحبزادے تولد ہوئے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) الشیخ السید سلمان بن علی النقیب (۲) الشیخ السید عبدالرحمٰن الگیلانی بن علی النقیب

---

(۱) آپ کے نام سے قائم وقف سے راقم الحروف کو تقریباً ۵ دینار عراقی ۱۹۷۲ تا ۱۹۷۷ء ماہانہ وظیفہ ملتے رہے تھے۔(نوری)

Marfat.com

(۳) الشیخ السید زین الدین الگیلانی بن علی النقیب (۴) الشیخ السید محمد درویش الگیلانی بن علی النقیب
(۵) الشیخ السید احمد بن علی النقیب (۶) الشیخ السید عبداللہ بن علی النقیب
(۷) الشیخ السید حسن بن علی النقیب (۸) الشیخ السید عبدالسلام بن علی النقیب

(۱) الشیخ سید سلمان الگیلانی ابن الشیخ السید علی:

نقیب الاشرف مقرر کیے گئے الاوقاف القادریہ کے متولی بھی رہے تھے۔ آپ نے ایک مسجد اور ایک تالاب محلہ ''السینک'' بغداد میں تعمیر کرایا اور وقف قائم کیا۔ آپ کا ۱۱رذی الحجہ بروز پیر ۱۳۱۵ھ بمطابق ۱۸۹۸ء کو انتقال ہوا۔ ۱۳۱۳ھ میں آپ نے اپنے تمام جائیداد وقف القادریہ میں جمع کرا دیئے تھے۔ آپ کے صاحبزادے سید مصطفیٰ گیلانی نوعمر ہی تھے کہ انتقال کر گئے۔

(۲) سید ابراہیم سیف الدین الگیلانی ابن السید مصطفیٰ ابن السید سلیمان نقیب الاشراف انہی کے فرزند تھے جو برصغیر بالخصوص بمبئی میں ''پیر ابراہیم'' کے نام سے معروف ہوئے۔ آپ نے بمبئی میں تقریباً تیس (۳۰) سال قیام فرمایا اور طریقہ قادریہ کی خدمت انجام دی۔ ۱۹۳۸ء میں جب آپ کو حکومت عراق کی طرف سے نقیب الاشراف کی خدمات سونپی گئیں تو آپ بغداد واپس تشریف لے گئے۔ ۱۹۶۲ء میں بغداد میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کا مزار الشیخ عبدالجبار الگیلانی ابن الشیخ عبدالقادر الگیلانی کے مزار کے ساتھ ہی واقع ہے۔ آپ کے ایک ہی صاحبزادے تھے۔ ان کا نام تھا پیر السید نجم الدین الگیلانی ان کی شادی بلوچستان پاکستان کے ایک مقتدر پٹھان خاندان میں ہوئی تھی۔ آپ کا حلقہ مریدین پاکستان ہندوستان بالخصوص بمبئی اور حیدرآباد دکن میں کافی وسیع ہے۔ آپ کا انتقال ۸رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ بمطابق ۱۹۷۷ء کراچی میں ہوا اور حضرت عبداللہ شاہ غازی کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ آپ کے پسماندگان میں ایک بیوہ، چار صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ السید سلمان الگیلانی ہیں۔ آپ راقم الحروف سے بہت محبت فرماتے ہیں۔ آپ کے والد ماجد نجم الدین الگیلانی سے بغداد اور کراچی میں ملاقاتیں رہیں، بہت ہی شفیق اور ملنسار شخصیت تھے۔ ۱۹۸۷ء میں آپ کے داماد السید صلاح الدین الگیلانی نے امام اعظم ابوحنیفہ اسلامک فاؤنڈیشن اور الگیلانی میڈیکل سینٹر کراچی کا سنگ بنیاد رکھا۔

پاکستان کے ممتاز عالم دین اور خطیب اہلسنت حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی اپنے دورۂ بغداد کے ضمن میں پیر ابراہیم الگیلانی کے اخلاق کریمانہ اور حاضری دربار الشیخ عبدالقادر الگیلانی کے کیفیات بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ: ''مورخہ ۱۷رجنوری ۱۹۶۲ء کو کراچی سے ہوائی جہاز کے ذریعہ چار گھنٹے کے بعد میں بغداد پہنچا۔ اس وقت غالباً عبدالسلام عارف صدر عراق تھے۔ جہاز سے اتر کر کسٹم کے کمرے میں پہنچا چونکہ میرے پاس کسٹم کی کوئی چیز نہ تھی لہٰذا جلدی ہی فراغت ہوگئی۔ باہر آ کر ٹیکسی لی اور باب الشیخ کی

Marfat.com

طرف روانہ ہوگیا، دس بارہ منٹوں میں باب الشیخ آ گیا۔ ایک خادم سے پوچھا کہ نقیب الاشراف کہاں ہیں؟ جواب ملا اس وقت اپنے گھر میں ہیں۔ پھر پوچھا ان کا گھر کہاں ہے؟ جواب ملا یہاں سے دور ہے۔ خیال کیا کہ اب کیا کروں؟ ذرا اور ہوا تو بائیں طرف دروازہ تھا جس میں لوگوں کی آمد ورفت تھی۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اس کے اندر سیدنا الشیخ کا مزار ہے۔ میں دروازے کی طرف منہ کر کے دست بستہ کھڑا ہو گیا اور آہستہ آہستہ کہنے لگا۔ السلام علیک یا سیدی یا غوث الاعظم، السلام علیک ایها العبد الولی الصالح السلام علیک یا ولی الله، السلام علیک یا قطب الاقطاب و رحمة الله و برکاته یا سیدی انا ضیفکم جئت فی حضرتکم لزیارتکم. پڑھتا رہا چونکہ جمعہ کا دن تھا۔ اپنے سامان کو ایک افغانی صاحب کے حجرے میں رکھا اور نماز کی تیاری میں لگ گیا۔ ابھی وضو کر رہے تھے کہ اذان شروع ہوگئی۔ اذان سن کر دل بہت خوش ہوا۔ عرب کے مخصوص لہجے میں موذن صاحب کی آواز فضاء میں گونج رہی تھی۔ اذان کے کچھ دیر بعد صلوٰۃ شروع ہوئی: الصلوة و السلام علیک یا سیدنا یا رسول الله، الصلوة والسلام علیک یا حبیب الله. الصلوة والسلام علیک و علی آلکَ و اصحابک یا خاتم رسولِ الله. مزا آ گیا۔ وضو کے بعد مسجد میں آیا، سنتیں پڑھیں اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کی، مسجد حضرت غوث الاعظم دستگیر نہایت خوبصورت ہے۔ پوری مسجد میں قالین بچھے ہوئے ہیں، لوگ ذوق وشوق سے نماز پڑھنے آتے ہیں۔ مسجد کے پچھلے بائیں کونے سے دربار شریف کی طرف ایک دروازہ نکلتا ہے، نماز کے بعد جوں ہی مزار شریف کے دروازے پر پہنچے دل فرط عقیدت سے جھک گیا، چوکھٹ کو بوسہ دیا اور اندر داخل ہو گیا۔ جھک کر قدموں کے مقام پر بوسہ دیا اور کہا قدمک علی عینی و علی رأسی پھر رخ انور کی طرف تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ اور مختلف الفاظ والقاب کے ساتھ سلام عرض کرتا رہا پھر باادب دوزانوں بیٹھ گیا، کچھ دیر بیٹھنے کے بعد فاتحہ خوانی کی اور ثواب ہدیہ کیا۔

پھر تھوڑی ہی دیر کے بعد کلیدار صاحب نے اشارہ کیا کہ اب باہر آ جائیے۔ میں نے دعا کی اور باہر آ گیا۔

چنانچہ یہی معمول ہے کہ ہر نماز کے بعد مزار شریف اور مسجد کا دروازہ کھلتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد بند کر دیا جاتا ہے۔ پھر نماز مغرب سے فارغ ہو کر دربار اقدس کی حاضری دی، سبحان اللہ دربار کی کیفیت کیا بیان کی جائے؟ حضرت صاحب الفضیلۃ السید محمد ابراہیم صاحب الگیلانی نقیب الاشراف بڑے عالم فاضل اور بڑے ہی مہمان نواز ثابت ہوئے۔ آپ اگرچہ اس وقت بہت بوڑھے اور ضعیف ہو گئے ہیں اور آپ کا رہائشی مکان بھی دربار شریف سے بہت دور ہے مگر باوجود اس کے ہر روز اپنی موٹر پر تشریف لاتے ہیں اور مسجد الگیلانی میں عشاء کی نماز باجماعت پڑھتے ہیں۔ نماز کے بعد چند منٹ وظیفہ پڑھتے ہیں اور پھر دربار شریف میں حاضری دیتے ہیں۔ حاضری کا انداز یہ ہے کہ داخل ہوتے ہی کہتے ہیں السلام علیک یا

Marfat.com

سیدی یا غوث الاعظم پھر چہرۂ انور کی طرف آکر کھڑے ہو کر فاتحہ خوانی کرتے ہیں اور حضور سید المرسلین ﷺ و جمیع انبیاء علیھم السلام اور صحابۂ کرام واہل بیت وتابعین وجمیع اولیاء وصلحاء کا نام لے کر حضرت غوث الاعظم، آپ کے والدین، اجداد، امہات اور اولاد کی ارواح کو ثواب ہدیہ کرتے ہیں۔ پھر جالیوں کو تھام کر اس انداز سے عاجزانہ دعا کرتے ہیں کہ سبحان اللہ کہ ایک عجیب رقت معلوم ہوتا ہے جس وقت آپ غوث الاعظم سے مخاطب ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے سچ مچ باتیں کر رہے ہیں اور بعض مرتبہ تو عجیب و غریب انداز اختیار فرما لیتے ہیں کہ حاضرین پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ آپ کی تمام دعائیں عموماً تمام مسلمانوں اور قادریوں کیلئے ہوتی ہیں۔ اس کے بعد حضرت غوث الاعظم کے تمام اولاد کے مزارات جو دربار کے اردگرد کمروں میں مدفون ہیں حاضر ہو کر فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ حضرت سیدنا نقیب الاشراف جب اپنے مشاغل سے فارغ ہوئے تو میں نے سلام کے بعد حضرت مخدوم ومحترم علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی قادری(۱) کا تعارفی خط پیش کیا۔ خط پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔ فرمایا، ہوٹل میں رہنا پسند کرو گے یا درگاہ شریف میں؟ میں نے عرض کیا درگاہ شریف میں۔ فوراً باہر نکلے اور خاص دیوانہ خانہ میں تشریف لے گئے۔ اتفاق سے وہاں صاحب الفضیلہ السید یوسف عبداللہ الگیلانی جو صاحب الفضیلہ السید عبدالقادر الگیلانی سفیر عراق پاکستان کے چھوٹے بھائی ہیں تشریف فرما تھے، ان سے میرا ذکر کیا۔ انھوں نے بھی مجھ پر شفقت فرمائی اور اپنے بھائی کی خیریت پوچھی اور ایک کمرہ جو نہایت صاف ستھرا تھا، اس کی چابی خادم دیوانہ سے لے کر میرے حوالے کی۔ کمرے کے اندر لوہے کی چارپائی جس پر صاف ستھرا بستر تھا بجلی لگی ہوئی تھی اور باہر بیت الخلاء اور وضو وغیرہ کی جگہ بھی تھی، پھر سیدنا نقیب الاشراف نے ایک خادم کو ایک طرف لے جا کر ایک دینار دیا اور فرمایا کہ اس مہمان کو دو وقت کا کھانا اور دونوں وقت چائے ناشتہ وغیرہ لا کر دینا ہے۔ اس کے بعد نقیب الاشراف صاحب خادم کو یہ ہدایات دے کر تشریف لے گئے کہ انشاء اللہ کل ملاقات ہوگی۔

میں بغداد میں ایک ہفتہ رہ کر تمام زیارات گاہوں بالخصوص حضرت امام ابو حنیفہ، امام موسیٰ الکاظم، امام حسن عسکری، حضرت معروف الکرخی، جنید بغدادی، سری سقطی، کربلا ونجف وکوفہ وغیرہ گیا۔ یہی وہ سرزمین ہے جو چمن زہرہ کے جنتی پھولوں سے مہک رہی ہے جہاں آسمان وفا کے تارے چمک رہے ہیں، جہاں راکب دوش رسول کو گھوڑوں سے گرا کر خاک وخون میں تڑپایا گیا۔ جہاں تصویر مصطفیٰ حضرت علی اکبر کو نیزوں پر اچھالا گیا۔ جہاں گلشن زہرا کی وہ کلی جو ابھی کھلنے بھی نہ پائی تھی، شہید کر دی گئی۔

شہیدوں کی یہ خوشبو ہے کہ سب جنگل مہکتا ہے ‌‌ ‌ زمین کربلا پر فاطمہ کے پھول بکھرے ہیں (۲)

---

(۱) اب آپ بھی دنیا میں نہیں رہے اور کلفٹن میں مزارِ عبداللہ شاہ غازی کے احاطہ میں آسودہ خواب ہیں۔ (نوری)

(۲) ماخوذ ''راہ عقیدت''، ص ۳، مطبوعہ کراچی

Marfat.com

(۲) الشیخ السید عبد الرحمٰن الگیلانی:

آپ سید علی کے دوسرے صاحبزادے تھے اور سید سلمان الگیلانی کے بعد نقیب الاشرف مقرر ہوئے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد جب انگریزوں نے عراق کی ۱۹۱۹ء میں بادشاہت آپ کو پیش کی تھی جس کو آپ نے یہ کہتے ہوئے مسترد کر دیا تھا کہ ہم غوث الاعظم کے در کے فقیر ہیں۔ ہم کو بادشاہت سے کیا تعلق؟ آخر کار لوگوں کے اصرار پر اپنے ملک کی فلاح و بہبود کی خاطر عراق کی وزارت عظمیٰ قبول کی اور کچھ عرصہ حکومت میں رہے لیکن آخر وقت تک درگاہ عالیہ غوثیہ کی خدمات انجام دیتے رہے تھے۔ ۲/ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۷ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کے عہد میں سلسلہ قادریہ کو کافی وسعت ہوئی، کئی عیسائی خاندان آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے، خانوادہ گیلانیہ میں آپ اپنے عہد کے بڑے عالم باعمل، متشرع، زاہد و متقی، خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ کا دروازہ ہر وقت امیر و غریب کیلئے کھلا رہتا تھا۔ آپ کی تصانیف میں ''الفتح المبین'' مطبوعہ مکتبہ القادریہ بغداد بہت معروف ہے اور اہل علم سیرت الشیخ عبد القادر الگیلانی کیلئے اس کتاب کو بنیادی ماخذ میں شمار کرتے ہیں۔ آپ کا مزار بھی باب الگیلانی کے پہلے ہی کمرے میں بائیں طرف موجود ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین دہلوی تلمیذ مولانا صدر الدین آزردہ دہلوی نے آپ سے خلافت پائی تھی۔ (۱) آپ کے کئی صاحبزادے اور صاحبزادیاں تھیں، جن میں سید محمود حسام الدین نقیب الاشرف ۱۳۵۷ھ، سید ہاشم محمود الگیلانی ۱۹۴۱ء میں نقیب الاشراف رہے، انگریزوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔

(۳) سید احمد عاصم نقیب الاشراف ابن الشیخ عبد الرحمٰن نقیب ۱۹۴۱ء سے ۱۹۵۳ء تک نقیب رہے۔ آپ ۱۹۵۳ء میں گورنر جنرل غلام محمد کی دعوت پر پاکستان آئے اور واپسی کے بعد انتقال فرما گئے۔ آپ پاکستان سے بہت محبت فرماتے تھے۔

(۴) سید برہان الدین الگیلانی (۲) متولی اوقاف القادریہ تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد السید سالم الگیلانی متولی ثانی اوقاف قادریہ بغداد مقرر ہوئے۔ آپ بھی پاکستان کراچی تشریف لائے اور علامہ عبد العزیز عرفی ایڈووکیٹ کی رہائش گاہ پر منعقدہ پروگرام میں شریک ہوئے۔ (۳) سید محمود حسام الدین کے صاحبزادوں میں پیر سید جمال الدین الگیلانی بمبئی میں آ کر آباد ہوئے اور وہیں انتقال ہوا۔ بمبئی میں آپ کا مزار ہے۔ نواب

---

(۱) آزاد کی کہانی اپنی زبانی ص ۱۲۰ (۲) راقم الحروف ۱۹۷۱ء میں جب برائے تعلیم بغداد پہنچا تھا، اس وقت آپ باحیات تھے اور متولی اوقاف کے منصب پر فائز تھے۔ راقم الحروف پر بہت شفقت فرماتے تھے۔

(۳) ۱۹۸۷ء میں آپ راقم الحروف کی دعوت پر کراچی میں الگیلانی میڈیکل سینٹر کراچی کی تقریب سنگ بنیاد میں تشریف لائے تھے۔ کراچی میں آپ کا انتقال ہوا اور حضرت عبداللہ شاہ غازی کے مزار کے قریب پیر نجم الدین الگیلانی کے پہلو میں دفن ہوئے۔

Marfat.com

چترال کی صاحبزادی سے آپ کی شادی ہوئی تھی، ان کے بطن سے آپ کے دو صاحبزادے پیر السید صلاح الدین الگیلانی اور پیر سید معز الدین الگیلانی پیدا ہوئے، پیر صلاح الدین کی شادی پیر نجم الدین الگیلانی ابن پیر ابراہیم سیف الدین الگیلانی کی صاحبزادی سے ہوئی۔ اور ان کے بطن سے دو صاحبزادیاں ہوئیں اور ایک صاحبزادہ السید طارق پیدا ہوئے حضرت محمود حسام الدین الگیلانی کے دوسرے صاحبزادے السید احمد ظفر الگیلانی سعودی عرب اور پاکستان میں سفیر رہ چکے ہیں، اور کئی بار پاکستان آ چکے ہیں۔ راقم الحروف پر خاص کرم فرماتے ہیں۔ کراچی میں الگیلانی ریلوے اسٹیشن کی بنیاد آپ کے یادگار اداروں میں سے ایک ہے۔ آج کل الاوقاف القادریہ بغداد کے آپ متولی ہیں۔ تیسرے صاحبزادے السید طاہر علاؤ الدین الگیلانی تھے۔ ان کی شادی خان قلات بلوچستان کی صاحبزادی سے ہوئی، آپ زیادہ تر کراچی میں سکونت پذیر رہا کرتے تھے۔ ۱۹۹۰ء میں آپ کے انتقال کے بعد سے آپ کے صاحبزادگان سید محمود محی الدین الگیلانی اور سید عبدالقادر جمال الدین الگیلانی طریقہ قادریہ کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

نوٹ: سید علی الگیلانی کی صاحبزادگان میں الشیخ عبداللہ بن السید علی الگیلانی بھی تھے۔ ۱۲۷۵ھ میں ۷ محرم ۱۳۳۹ھ کو آپ بغداد خانوادہ گیلانیہ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کا تعلق خاندان عبدالعزیز بن عبدالقادر الگیلانی سے تھا۔

الشیخ السید عبداللہ الگیلانی:

حضرت نقیب الاشرف السید علی الگیلانی کا جب انتقال ہوا تو ان کے صاحبزادوں میں یہ کم سن تھے۔ یعنی اس وقت آپ کی عمر تقریباً بارہ برس رہی ہوگی لہٰذا آپ کے برادر اکبر حضرت السید عبدالرحمٰن الگیلانی سابق وزیر اعظم عراق اور نقیب الاشرف نے آپ کی تعلیم و تربیت فرمائی۔ خانوادہ عالیہ کی روایات کے مطابق سب سے پہلے درگاہ شریف قادریہ کی جامعہ سے علوم عربیہ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ باغبانی اور زراعت سے فطری لگاؤ تھا، لہٰذا اسی میں دلچسپی برقرار رکھی، لیکن زیادہ تر وقت مطالعہ اور ملکی معاملات میں گزرتا تھا، کچھ عرصہ عدالت عالیہ بغداد کے رکن بھی رہے۔ پھر خلافت عثمانیہ کے دور میں ۱۹۳۰ء میں صوبائی اسمبلی کے ممبر ہوئے۔ اور برطانوی سامراج سے آزادی کے بعد اپنے ملک کی سینیٹ کے رکن، نائب صدر اور بعد میں صدر بھی رہے۔ آپ کی شادی السید درویش الحیدر الگیلانی کی صاحبزادی سیدہ منورۃ الحیدری کے ساتھ ہوئی جو حضرت امام موسیٰ الکاظم (۱) کی آل میں سے تھیں۔ یہ خاندان نہ صرف اپنی نسبی عظمت بلکہ علمی فضیلت کی وجہ سے عراق، بغداد میں معروف رہا ہے۔ اس خاندان میں متعدد فقیہ ہوئے، خود السید درویش الحیدری علم فقہ میں مقام رفعت کے حامل تھے۔

---

(۱) تذکرہ قادریہ، ص ۸۹، مولفہ پیر طاہر علاؤ الدین الگیلانی البغدادی مطبوعہ کوئٹہ، ۱۹۷۰ء

Marfat.com

السید عبداللہ الگیلانی کے دو فرزند السید عبدالقادر الگیلانی اور السید یوسف الگیلانی اور ایک صاحبزادی ہوئی۔ گو السید عبداللہ الگیلانی نے علوم جدید کی تعلیم نہ پائی تھی، لیکن اپنے دونوں صاحبزادوں کو علوم شرعیہ کے علاوہ علوم جدیدہ کی تعلیم بھی دلائی۔ ملکی سیاست سے متعلق ہونے کی وجہ سے ان کے خیالات میں وسعت اور نظریات میں آفاقیت آگئی تھی اور یہی آپ کی کاوش تھی کہ ان کے صاحبزادے بھی آنے والے زمانے میں اپنے ملک اور ملت اسلامیہ کی خدمت کرنے کے اہل ہو جائیں۔ اسی خیال کے پیش نظر وہ اپنے صاحبزادوں سے دورانِ تعلیم اور اس کے بعد بھی اکثر و بیشتر سیاسی اور ملکی معاملات پر بے تکلفی سے گفتگو کیا کرتے تھے تا کہ انھیں بھی اپنے خیالات کے اظہار کرنے کا موقع ملے اور ان کی جھجک دور ہو جائیں۔ السید عبداللہ نے زہد، تقویٰ اور پرہیزگاری تو ورثے میں پائی تھی لیکن ذہانت بھی بے پناہ اللہ تعالیٰ نے عطاء فرمائی تھی، گو تمام عمر بغداد کی حدود کے اندر ہی رہے لیکن اپنے پٹھان خادموں سے پشتو زبان اس طرح سیکھ لی تھی کہ بے تکان بولتے تھے اور سننے والا یہی سمجھتا تھا کہ آپ عرب نہیں بلکہ پٹھان ہیں۔ بروز منگل ۷رمحرم الحرام ۱۳۳۹ھ بمطابق جون ۱۹۳۰ء اور ایک روایت کے مطابق ۱۹۳۶ء کو اپنے مالک حقیقی کی طرف رحلت فرما گئے۔ اس وقت آپ کے فرزند اصغر السید یوسف الگیلانی آکسفورڈ یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے لیکن فرزند اکبر حضرت السید عبدالقادر الگیلانی جو بعد میں مصر اور پاکستان میں عراق کے سفیر ہوئے۔ درگاہ عالیہ گیلانیہ کے اسی کمرے میں آپ کی تدفین ہوئی جو آپ کی نشست گاہ تھی، اور یہیں سے آپ ملی وملکی خدمات انجام دیتے رہے تھے۔ جب ۱۹۷۶ء میں راقم الحروف مدرسہ قادریہ بغداد میں زیر تعلیم تھا، اس وقت بمبئی کے حاجی عبدالغفور مزار مبارک کی جاروب کشی اور صفائی وغیرہ پر مامور تھے۔ راقم الحروف پر مہربان تھے۔ آپ کے روضہ اقدس پر ایک کتبہ ہے جس پر دیگر تفصیلات کے علاوہ یہ عبارت مرقوم ہے۔

''یہاں وہ شخص آسودہ خواب ہے جس نے اپنی قوم کیلئے عظیم خدمات انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے''۔ (۱)

آپ کے انتقال کے بعد آپ کے دونوں صاحب زادگان کے تعلقات و روابط جنوب ایشیا بالخصوص پاکستان کے ساتھ مستحکم بنیادوں پر قائم رہے، یہاں تک سیدنا کمال الدین السید عبدالقادر الگیلانی نے عراقی حکومت کی سفارتی فرائض کے خاتمہ کے بعد کراچی میں رہنا قبول فرمایا اور یہیں پر ۱۹۷۶ء میں وفات پائی۔ تفصیلات آئندہ سطور میں ملاحظہ کیجیے۔

(۱) تذکرہ قادریہ، ص ۸۹، مولفہ پیر طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی مطبوعہ کوئٹہ، ۱۹۷۰ء

Marfat.com

(ب)

آل سیدنا الشیخ اور پاکستان

سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی البغدادی:

حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی البغدادی کا سلسلہ نسب ۲۸ واسطوں سے حضور ﷺ سے جا ملتا ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت باب الشیخ القادریہ بغداد میں ۱۸/ربیع الاول ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۲ء کو ہوئی۔ مدرسہ قادریہ بغداد کے علاوہ جامع مسجد سلطان علی بغداد میں دینی تعلیم حاصل کی۔ آپ کی روحانی تعلیم و تربیت میں والد گرامی نے اہم کردار ادا کیا۔ آپ کا تعلق خانوادہ گیلانیہ کی جس شاخ سے ہے اسے حضرت الشیخ کی وفات سے لے کر آج تک دربار غوثیہ کی تولیت کی نگرانی کا شرف حاصل رہا ہے۔ اس ذمہ داری و خدمت پر فائز شخص نقیب الاشراف کے لقب سے موسوم کیا جاتا ہے۔ خاندان گیلانیہ میں نقیب الاشراف کے منصب کیلئے اسے منتخب کیا جاتا ہے جو عمر کے لحاظ سے بڑا ہو اور اصلاح، تقوی، خیر و فلاح کے حوالے سے ممتاز مقام کا حامل ہو۔ حکومت کے ہاں نقابت ایک شریف عہدہ ہونے کی بناء پر قابل تکریم گردانا جاتا ہے، جس طرح شاہان وقت کے ناموں سے پہلے His Majesty لکھا جاتا ہے اسی طرح نقیب الاشراف کے نام سے پہلے His Holiness بطور عزت و تکریم لکھا جاتا ہے۔ نقیب الاشراف کی ذمہ داریوں میں دربار غوثیہ کے تمام انتظامی معاملات، اوقاف کی دیکھ بھال، زائرین کی خبر گیری اور فقراء و مساکین میں وظائف کی تقسیم کے امور شامل ہیں۔ آپ کے خاندان نے اپنے ملک میں نہ صرف روحانی ذمہ داریوں کو نبھایا بلکہ اس خاندان کے افراد نے سیاست، علم و ادب، زہد و عبادت، تبلیغ و اشاعت دین، دفاع ملک و ملت اور انتظامی مملکتی امور کو عمدہ طور پر نبھا کر ان میدانوں میں بھی اپنی قابلیت اور خداداد صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔

۱۔ سیدنا شیخ علی نقیب الاشراف (پردادا حضرت سیدنا علاؤ الدین الگیلانی):

حضور سیدنا الشیخ کی وفات کے بعد جملہ امور کی نگرانی حضرت الشیخ کے صاحبزادوں سیدنا عبدالرزاق اور سیدنا عبدالعزیز نے فرمائی اور ان کے بعد یہ سلسلہ دونوں کی اولاد افہام و تفہیم سے جملہ امور کی نگرانی سے فرائض انجام دیتی رہی۔ سید محمود نقیب الاشراف جو سیدنا عبدالرزاق کی اولاد میں سے تھے، جب عراق بغداد میں ہیضہ کی وبا کا شکار ہونے سے خاندان کے کئی لوگ وفات پا گئے اور ان کے بعد سیدنا عبدالرزاق کی تمام اولاد ماسوائے ایک بیٹی کے ہیضہ کی وبا کا شکار ہو کر دارِ فانی سے کوچ کر گئے تو اس وقت سیدنا عبدالعزیز کی اولاد میں پانچ ذکور و اناث بچ گئے تھے، جب وبا ختم ہوئی اور حالات درست ہوئے تو سلیمانی فرمان جاری ہوا کہ جس کا اس دختر نیک اختر سے نکاح ہوگا وہ نقابت کا حقدار ہوگا۔ چنانچہ چھ سال

Marfat.com

تک یہ دختر نیک اختر خود ہی عہدہ نقابت وتولیت پر فائز رہیں ان کا شمار اس وقت کے بڑے اکابر محدثین اور فقہاء میں ہوتا تھا۔آپ کے روحانی اثرات کے بارے میں برصغیر پاک وہند کے معروف بزرگ حضرت غوث علی شاہ پانی پتی تذکرہ غوثیہ میں بیان کرتے ہیں کہ بغداد شریف میں سیدنا شیخ علی النقیب کی صحبت اور توجہ کے فیض سے انھیں وہ مقام عطا ہوا کہ سوتے جاگتے ان پر پانچ سو میل تک سارے حجابات اٹھا دیئے گئے۔اللہ اکبر۔اس سے سیدنا علی کے مقام ومرتبہ ولایت کا اندازہ باآسانی لگایا جاسکتا ہے۔سیدنا علی ۳۰ سال تک عہدہ نقابت پر فائز رہے تھے۔اس خاتون کے نکاح کے ساتھ ہی عہدۂ نقابت خاندان شاہ عبدالرزاق بن عبدالوہاب سے نکل کر خاندان عبدالعزیز میں منتقل ہوگیا۔

سیدنا عبدالرحمٰن النقیب:

سیدنا شیخ علی النقیب، حضور قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤالدین کے دادا جان تھے۔برصغیر کے بہت سارے اکابرین کیلئے حصول فیض اور خلافت کے منبع آپ ہی کی ذات تھی۔آپ تقریباً ۲۵ سال تک عہدۂ نقابت پر فائز رہے تھے۔حضرت الشیخ کے مزار اقدس کے دائیں طرف والے حجرے میں آپ آرام فرما ہیں۔سیدنا شیخ علی کی پہلی بیوی سے سیدنا سلیمان بھی عہد نقابت پر فائز رہے۔ان کے پوتے سید شیخ ابراہیم سیف الدین الگیلانی بھی نقیب الاشراف رہے اور بمبئی انڈیا میں کافی عرصہ مقیم رہے اور بغداد والے بابا کے نام سے مشہور تھے۔پھر عبدالسلام عارف کے عہد صدارت میں بغداد واپس چلے گئے اور عہدۂ نقابت پر فائز رہے۔جبکہ سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی متولی اوقاف القادریہ مقرر کیے گئے۔آپ اس وقت وزارتِ خارجہ عراق میں وکیل خارجہ تھے۔

سیدنا محمود حسام الدین الگیلانی:

سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی کے والد گرامی، سیدنا محمود حسام الدین الگیلانی کا شمار اولیاء کبار میں ہوتا ہے۔علی برادران یعنی مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہران کے مریدین میں سے تھے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کے خلفاء میں حضرت مولانا محمد ضیاء الدین مدنی ایک منفرد مقام کے حامل بزرگ تھے، وہ بھی آپ سے بیعت میں منسلک تھے۔آپ کو انگریزوں کی جانب سے حکومت عراق کی پیشکش بھی کی گئی، مگر آپ نے لندن جانے سے انکار کردیا۔آپ ۱۶ سال عہدہ نقابت پر فائز رہے۔اللہ نے آپ کو چھ فرزند عطا فرمائے۔ان میں حضرت سیدنا پیر جمال الدین، حضرت سیدنا علی کمال الدین (یہ دونوں حضرت عمر بھر دین کی خدمت میں مصروف رہے اور رشد وہدایت کے چراغ جلاتے رہے۔)، حضرت الشیخ احمد ظفر الگیلانی (بغداد میں وزارت خارجہ کے نائب وزیر رہے، دربار عالیہ کی تولیت کی ذمہ داریاں بھی ادا کیں، ۱۹۷۲ء تا ۱۹۷۸ء پاکستان میں عراق کے سفیر بھی رہے تھے۔آج کل عراق میں مقیم ہیں)، پروفیسر

ڈاکٹر عبدالرحمٰن گیلانی (تاریخ میں ڈاکٹریٹ کے بعد بغداد یونیورسٹی میں لیکچرر ہیں)، سید یوسف ضیاء الدین (شعبۂ قانون سے وابستہ ہیں اور بغداد سپریم کورٹ میں وکالت کرتے ہیں اور دربار عالیہ کی ذمہ داریاں بھی ادا کر رہے ہیں۔ سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی کی غیر موجودگی میں بھی آپ متولی کے فرائض انجام دیتے تھے)۔ سیدنا حسام الدین الگیلانی کی وفات کے بعد نقیب الاشراف کا عہدہ آپ کے سب سے بڑے بیٹے سیدنا جمال الدین کو پیش کیا گیا مگر عرصہ دراز سے آپ بمبئی میں سکونت پذیر تھے، اس لیے انھوں نے یہ عہدہ اپنے بھائی سیدنا علی کمال الدین کے حوالے کر دیا مگر انھوں نے اپنے حقیقی چچا سیدنا سید ہاشم مسعود اور سیدنا عاصم کی موجودگی میں اس عہدہ کو قبول کرنا مناسب نہ سمجھا، بالآخر یہ عہدہ جلیلہ سیدنا عاصم نے قبول کیا اور سیدنا ہاشم مسعود متولی الاوقاف مقرر ہوئے بعد میں متولی الاوقاف کا عہدہ بھی سیدنا عاصم کے پاس آ گیا۔ چنانچہ سیدنا محمود حسام الدین کی اولاد سرکاری سطح پر اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کی وجہ سے تولیت کی ذمہ داریاں نبھانے سے قاصر رہیں۔ سید عاصم ۱۹۵۳ء میں گورنر جنرل پاکستان کی دعوت پر پاکستان آئے تھے اور دو ماہ کے بعد واپسی پر ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بعد پیر ابراہیم سیف الدین کو نقیب الاشراف کا عہدہ دیا گیا۔ آپ بھی عرصہ تک بمبئی انڈیا میں رہ چکے تھے، تفصیلات صفحات سابقہ میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔

یہ بات نہایت قابل ذکر ہے کہ السید ہاشم مسعود الگیلانی اور السید رشید عالی الگیلانی جو ابناء السید علی سے تھے دونوں کی حکومت عراق کے ساتھ مخالفت چلی آ رہی تھی۔ رشید عالی الگیلانی کو جرمنی کے ساتھ دوستی رکھنے کے الزام میں حکومت نے جلاوطن کر دیا۔ اس وقت السید ہاشم مسعود کو ۱۹۴۳ء میں متولی الاوقاف مقرر کر دیا گیا۔ آپ ۱۹۵۱ء تک اسی عہدہ پر فائز رہے۔ یہ اتفاق ہے کہ حکومت عراق کے وزیر اعظم نوری السعید (جو ترکی الاصل تھے) اور بادشاہ عبداللہ نے دینی و سیاسی خطرہ محسوس کرتے ہوئے سید ہاشم مسعود کو بھی عہدہ تولیت سے برطرف کر دیا اس کے بعد یہ عہدہ ۱۹۵۱ء سے لے کر ۱۹۵۳ء سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی کے خسر اور چچا سیدنا احمد عاصم الگیلانی کے زیر تولیت آ گیا اور خاندان عبدالعزیز میں کافی عرصہ تک رہا۔ پھر سیدنا عبدالرحمٰن اور سیدنا محمود حسام الدین الگیلانی کے افراد خاندان نے عہدہ نقابت کیلئے حکومت سے رجوع کیا، لیکن اس وقت کے وزیر اعظم نوری سعید اور عبداللہ نے بایں وجہ رد کر دیا کہ ان افراد سے حکومت کو خطرات لاحق ہیں۔ پھر حکومت نے پیر ابراہیم ابن السید مصطفیٰ الگیلانی کو بمبئی سے بلوا کر عہدہ نقابت ان کے سپرد کیا۔ موصوف کے حوالے سے بات گزر چکی ہے۔

حضرت سیدنا پیر ابراہیم الگیلانی کے ۱۹۶۲ء میں انتقال کے بعد حکومت عراق نے ۱۳۸۰ھ میں نقیب الاشراف کا عہدہ سید برہان الدین بن سید عبدالرحمٰن القادری الگیلانی کو متولی و نقیب الاشراف کا عہدہ عطا کیا۔ ۱۹۷۲ء میں سید برہان الدین کا انتقال ہوا۔ راقم الحروف پر آپ بہت مہربان تھے۔ آپ کے بعد

Marfat.com

چھوٹے بھائی السید سالم الگیلانی کو متولی مقرر کیا گیا۔ آپ بھی راقم الحروف کو بہت چاہتے تھے، آپ کئی بار پاکستان آچکے ہیں، آپ کے انتقال کے بعد السید احمد ظفر الگیلانی سابق سفیر عراق برائے پاکستان کو متولی بنایا گیا۔

حصول علم: سیدنا طاہر علاؤ الدین نے دریائے دجلہ کے کنارے واقع مسجد سید سلطان علی اور مدرسہ قادریہ میں دینی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ کرام میں ملا سید آفندی، مفتی قاسم القیسی اور سید خلیل الراوی جیسی علمی شخصیات شامل ہیں۔ آپ نے اپنے خاندانی مدرسہ دربار غوثیہ میں مفتی العراقیہ سے بھرپور اکتساب علم کیا۔ آپ کی روحانی تعلیم وتربیت میں آپ کے والد گرامی شیخ سید محمود حسام الدین نے اہم کردار ادا کیا۔ والد گرامی کی خصوصی نوازشات وعنایات کے پیش نظر آپ نے تصوف وطریقت کی مسافتیں بہت جلد طے کرلیں۔

عبادت وریاضت: آپ نے اپنی اوائل عمری میں ہی پوری پوری رات حضرت الشیخ کے مزار کی طرف متوجہ ہوکر کھڑے رہتے۔ آپ کے والد گرامی نے تصوف وسلوک کے میدان میں آپ کی کامیابیوں کے پیش نظر خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ مولانا عبدالقادر بدایونی فرماتے ہیں کہ میں آپ کو دور جوانی میں دیکھا کرتا تھا کہ آپ عشاء سے لے کر فجر تک ساری رات حضرت الشیخ کی بارگاہ میں کھڑے رہتے اور ریاضت میں مصروف رہتے۔ علمیت کا عالم یہ تھا کہ دنیا کے بیشتر ممالک، ان کی آبادی، وہاں بولی جانے والی زبانیں، کرنسی، رہنے والی کمیونٹیز، پیدا ہونے والی اجناس، پھل، پھول، حیوانات، لباس، انڈسٹریز، تعلیم کی شرح، مذہب، پیدائش، اموات وغیرہ کے بارے میں بھرپور آگاہی رکھتے تھے۔ ہر سال کے تازہ ترین اعداد وشمار اور یہ اعداد وشمار صرف امریکہ، فرانس، کویت، افریقہ کے متعلق ہی نہیں بلکہ ان ملکوں سے متعلق بھی جن کا نام بھی ہم سے اکثر نے نہیں سنا ہوگا، اپنے اپنے فن کے ماہرین، آپ سے جدید ترین کمپیوٹر سائنس، جدید ترین لباس، جدید ترین اسلحہ، جدید ترین الیکٹرونکس غرض دنیا کے کسی بھی موضوع پر بات کرکے ششدر رہ جاتے۔

مرحوم حکیم محمد سعید سے طب پر گفتگو کی تو حکیم صاحب عش عش کر اٹھے اور کہا کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کسی انسان کی ذہنی صلاحیت وقوت اس قدر بھی ہوسکتی ہے کہ اسے بیسیوں کتابوں کے صفحہ نمبر حتیٰ کہ پیرا گراف نمبر تک زبانی یاد ہوں۔ آپ سے کسی قسم کا سوال کیا جاتا خواہ اس کی نوعیت علمی ہوتی یا فنی یا کوئی جغرافیہ کی بات ہوتی آپ کی معلومات اتنی وسیع تھیں کہ انسان سوچ سوچ کر پاگل ہوجاتا تھا۔ افریقہ کے کسی جزیرے اور کسی شہر اور علاقے کا ذکر ہوتا تو آپ بتادیتے کہ وہاں مسلمانوں کی تعداد اتنی ہے اور اتنی مسجدیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔ کوئی شخص دنیا جہاں کے کسی موضوع پر بات چھیڑ دیتا اور کسی علم وفن کے

Marfat.com

بارے میں اظہار خیال کرتا تو آپ گفتگو فرمانے لگتے، جس سے یوں محسوس ہونے لگتا کہ کائنات کے سب حجابات آپ کی نظروں کے سامنے سے اٹھا دیئے گئے ہیں اور آپ اپنی آنکھوں س دیکھ کر یہاں فرمارہے ہیں۔ آپ کے حافظہ، علم اور کشف وکمالات سے انسان سراپا حیرت بن جاتا تھا۔ جس شخص نے جو بات پوچھ لی اسے کامل تشفی بخش جواب ملا۔ آپ کے تصرف کا یہ عالم تھا کہ رب ذوالجلال نے آپ کو مقام تکوین کا مالک بنادیا تھا۔

پاکستان میں قیام: بغداد شریف (عراق) میں دوبار عالیہ غوثیہ کے جنوبی دروازہ کے عین مقابل سڑک (شارع گیلانی) پر ایک عالی شان عمارت جہاں آپ کے آباء واجداد آباد رہے ہیں۔ آپ رہائش پذیر رہے تھے۔ ۱۹۵۶ء میں آپ اپنے جد امجد حضرت الشیخ کے حکم کے مطابق اشاعت دین حق اور انسانیت کی رشد و ہدایت کا فریضہ ادا کرنے کیلئے پاکستان تشریف لائے اور عارضی مسکن کے طور پر شہر کوئٹہ (بلوچستان) کو منتخب فرمایا اور ایک ادارہ بنام دربار غوثیہ قائم کیا۔

خانگی زندگی اور اولاد پاک: آپ کی عمر مبارک چالیس سال کے لگ بھگ ہوگئی اور آپ کے شب وروز کے معمولات کا بیشتر وقت اشاعت اسلام اور ریاضت وعبادت میں بسر ہوتا تھا۔ اس وقت آپ کمال فطری معصومیت اور بے پناہ حسن وجمال کی قابل رشک اور پرکشش تصویر تھے۔ بڑے بڑے رؤسا، نوابوں اور بادشاہوں کی طرف سے شادی کیلئے پیغامات موصول ہوتے رہے مگر سب کو ایک ہی جواب فرماتے کل امر مرھون باوقاتھا جب اللہ تبارک منشائے ایزدی کے مطابق وہ مسرت گھڑی آگئی اور آپ نے ۱۹۷۶ء میں عزت مآب خان اعظم خان آف قلات سردار احمد یار خان کی صاحبزادی فرخندہ اختر کو اپنے رشتہ ازدواج میں منسلک کیا جن کے بطن مبارک سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین فرزندان ارجمند السید محمود محی الدین الگیلانی (۱۹۶۸ء) السید عبدالقادر جمال الدین الگیلانی (۱۹۶۹ء) السید محمد ضیاء الدین الگیلانی (۱۹۷۶ء) اور تین صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ جن میں علویہ آمنہ الگیلانی (۱۹۷۰ء) علویہ مریم الگیلانی نے ۱۹۸۷ء قابل ذکر ہیں۔ (۱)

دین کی تبلیغ اور حضرت الشیخ کے فیض کو عوام الناس تک پہنچانے کیلئے آپ نے مشرقی افریقہ، مصر، سویڈن، ناروے، ہالینڈ، مغربی جرمنی، مناکو، بیلجیئم، امریکہ، کینیڈا، کوریا، سائیگاؤن، انڈونیشیا، سیلوج، برما، جاپان، سری لنکا، سنگاپور، بھارت، افغانستان، مشرقی وسطی کے تمام عرب ممالک، کا بارہا سفر کیا اور اسلام کی تعلیمات کو حقیقی معنوں میں آگے پہنچایا۔

☆ عراق کے صدر صدام حسین پاکستان کے صدر ایوب خان بھی آپ کے ارادت مندوں

(۱) ماخوذ: ماہنامہ "منہاج القرآن" منہاج پبلی کیشنز لاہور 2004ء

Marfat.com

سے تھے۔ایک دفعہ صدر ایوب نے آپ کو مالی اعانت کی پیشکش کی مگر آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جب خدا نے اپنے خزانوں کا دروازہ بند کر لیا تو پھر اس کے بندوں سے مانگ لوں گا۔

☆ پاکستان کے سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو بھی اکثر دعا کیلئے آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہتے تھے۔

☆ پاکستان کے سابق صدر جنرل ضیاء الحق اور ان کا پورا گھرانہ آپ کا عقیدت مند تھا اور آج بھی آپ کے حلقہ ادارت میں شامل ہے۔

☆ پاکستان کے سابق وزیراعظم میاں محمد نواز شریف اور اس کی پوری فیملی بھی آپ کے دیرینہ نیاز مندوں میں شامل ہے۔

☆ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کے فرزند مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی، سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی کے قیام بریلی کے دوران ادباً ننگے پاؤں رہے اور خانوادہ اعلیٰ حضرت کی کئی بزرگ شخصیات نے حضور سے بیعت کی ان میں حضرت مولانا اختر رضا خان بھی شامل ہیں۔حزب الاحناف لاہور کے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا ابوالبرکات مولانا سعید احمد قادری بھی حضور پیر صاحب کے محبین میں شمار ہوتے تھے۔مولانا ضیاء الدین قادری مدنی کئی سال تک حضور پیر صاحب کے خانوادہ کی ذاتی خدمت میں رہے۔آپ کا وصال ۲۳/ذی قعدہ، ۷/جون ۱۹۹۱ء بروز جمعہ جرمنی میں ہوا۔آپ کی نماز جنازہ کراچی کے نشتر پارک اور لاہور میں بھی ادا کی گئی۔بغدادی ٹاؤن لاہور میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

آپ کے اوصاف:

آپ کے مریدین پاکستان کے علاوہ بیرون ممالک میں بھی دینِ اسلام کی تبلیغ اور نشر و اشاعت میں مصروف عمل ہیں۔آپ نے اپنے مریدوں کو خاص ہدایت فرمائی کہ ہر موقع، ہر قصبہ، اور ہر شہر و اضلاع میں خواہ تھوڑی تعداد میں کیوں نہ ہوں، خانقاہ یعنی مجلس قادریہ ضرور قائم کریں اور ایک قادری فنڈ قائم کریں جس سے غرباء و مساکین کی ہر صورت مدد کی جاسکے۔آپ ہر سال سری لنکا تشریف لے جاتے تھے اور آپ نے وہاں ایک بہت بڑا دارالمساکین قائم فرمایا جو آج بھی مسلمانوں کی خدمت کر رہا ہے۔واضح رہے کہ آپ سے پہلے ہندوستان سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خلیفہ مولانا شاہ محمد عبدالعلیم الصدیقی نے ۱۹۳۶ء میں سری لنکا کا دورہ کیا تھا اور وہاں کے مسلمانوں کے تعاون سے ایک جامع مسجد بنام مسجد حنفی اور ایک خانقاہ قادریہ قائم فرمایا اور کئی مساجد بھی تعمیر فرمائیں۔(نوری)

حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی بیرون ممالک کے سفر سے واپسی کے بعد کراچی کے علاوہ کوئٹہ بلوچستان میں دربار غوثیہ میں قیام فرما ہوتے تھے۔سال کے چند ماہ آپ خصوصیت سے شہر کراچی

Marfat.com

میں گزارتے تھے۔ جہاں آپ کی قیام گاہ پر روزانہ بڑی تعداد میں آپ کے مریدین ومعتقدین حاضر ہو کر آپ سے رشد وہدایت سے فیضاب ہوتے تھے۔ راقم الحروف سے سب سے پہلے آپ کی ملاقات ۱۹۷۲ء میں بغداد شریف میں ہوئی تھی، جب آپ ضروری کاغذات کی تصدیق کیلئے پاکستان سے بغداد تشریف لائے تھے۔ راقم الحروف نے آپ کے تمام کاغذات جو عربی زبان میں تھے اردو میں ترجمہ کیا تھا اور عراقی محکمہ میں جا کر گواہی دی تھی۔ آپ ایک ماہ تک بغداد میں رہے اور ہر روز راقم الحروف کو اپنے عزیز و اقارب سے متعارف کراتے رہے تھے۔ راقم الحروف ۱۹۸۱ء میں جب مستقل طور پر پاکستان آ گیا تو حضرت والا نے اپنی رہائش گاہ ڈیفنس کراچی پر اعلیٰ نوع کی ضیافت کا اہتمام کیا تھا اور راقم حضرت والا کی گاڑی پر تقریباً دو بجے شب اپنے گھر نیو کراچی پہنچا تھا۔ حضرت والا تقریباً ہر ہفتہ اپنی گاڑی بھیج کر راقم الحروف کو بلوالیا کرتے تھے اور کئی کئی گھنٹے عربی اور اردو میں گفتگو ہوتی رہتی تھی اور کئی سال تک یہی معمول رہا تھا۔ اور ہدایت فرماتے تھے کہ عزیزم طاہر القادری کے ساتھ تعاون کرتے رہنا وغیرہ وغیرہ۔ اب حضرت کے تینوں صاحبزادے پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری (بانی منہاج القرآن) کی معیت میں سلسلہ قادریہ کے فروغ دینے میں مصروف عمل ہیں۔

ب) الشیخ کمال الدین عبدالقادر الگیلانی بغداد (سفیر عراق برائے پاکستان، مدفون کراچی (م ۱۹۷۶):

شیخ طریقت سیدنا السید عبدالقادر الگیلانی سابق سفیر عراق برائے پاکستان کی ولادت یکم جمادی الثانی بمطابق ۳/اگست ۱۹۰۵ء اپنے آبائی مکان بغداد میں ہوئی، جو محی الدین عبدالقادر الگیلانی کے روضۂ اطہر کے بائیں جانب تھا اور قدیم زمانے سے یہ مکان خاندان گیلانیہ کیلئے مسکن چلا آ رہا تھا۔ گیلانی خاندان کی روایات کے مطابق آپ نے علومِ شریعہ کی تعلیم خانقاہِ عالیہ القادریہ کے مدرسہ قادریہ میں حاصل کی۔ بعدۂ آپ کے والد محترم سیدنا الشیخ عبداللہ الگیلانی نے لاء کالج بغداد میں آپ کو داخل کرا دیا۔ لہٰذا تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کو عراقی وزارت خارجہ میں ملازمت تو مل گئی اور آپ کا انتخاب بیرونِ ملک ملازمت کیلئے ہوا لہٰذا آپ کو لندن بھیج دیا گیا۔ آپ کی فرض شناسی اور احساس ذمہ داری کے سبب ترقی کی راہیں کھلتی چلی گئیں۔ کچھ عرصہ بعد حکومت عراق نے آپ کو بحیثیت تھرڈ سیکریٹری برائے سفارت خانہ عراق قاہرہ بھیج دیا۔ جہاں آپ کے قیام کی مدت خاصی طویل رہی۔ قاہرہ میں رہتے ہوئے ہی آپ ناظم الامور کے عہدے تک پہنچے۔ اسی زمانے میں آپ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ آپ کی شادی مصر کے ایک معزز خاندان میں ہوئی۔ زوجہ محترمہ سیدہ ناہید ایک سابق وزیر اعظم مصر سعید پاشا کی بھتیجی تھیں۔

دوسری جنگ عظیم شروع ہونے سے قبل آپ کا تبادلہ بغداد کر دیا گیا، جہاں آپ عراقی وزارت

Marfat.com

خارجہ میں افسر مہماندار اور وزیرِ محل مقرر ہوئے، جنگ شروع ہونے سے کچھ عرصہ قبل ہی انگریز کی اتحادی فوجوں نے بغداد پر قبضہ کرلیا اور مقتدر عراقیوں کو بھی گرفتار کیا گیا، جن کی حریت پسندی انھیں معلوم تھی۔ سیدنا عبدالقادر مرحوم بھی ایک زمانے میں عراق کے انقلابی قائد اور خاندان گیلانیہ کے نوجوان لیڈر السید رشید عالی الگیلانی کے ہم خیال رہے تھے۔[1] ''حریت پسند'' بھی تھے۔ آپ بھی گرفتار کر لیے گئے، انگریزوں نے دیگر رہنماؤں کے ساتھ آپ کو ایک افریقی ملک، رہوڈیشیا بھیج دیا۔ (چونکہ آپ نے عراق پر انگریزوں کے تسلط کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا اس لیے ایسے باغیوں کو) جوہانسبرگ کے ایک قدیم ریسٹ ہاؤس جس میں کھٹمل، مچھر اور بے شمار بھڑیں تھیں اور ان سے بچاؤں کیلئے کوئی انتظام بھی نہیں تھا اس قید خانے میں نظر بند کر دیئے گئے۔ شاید اس طرح اللہ تعالیٰ کو مجاہدات کی منزلیں طے کرانا مقصود تھا۔ صاحب ''عرفانِ قادر'' کے مطابق آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''اگر مصائب و آلام کا ظہور نہ ہوتو ایمان بھی تقویت نہ پائے'' دنیا پرست مصائب و آلام کی جھلک پر ہی واویلا مچا دیتے ہیں۔ جبکہ اہلِ اللہ مصائب و آلام کے وقت صبر وتحمل کا دامن تھامے رہتے ہیں۔ انھیں راہوں پر تو آزمائش کی منزل آتی ہے۔ جب دوسری جنگ کا اختتام ہوا۔ آپ دیگر لوگوں کے ساتھ رہا ہو کر ایک آزاد شہری کی حیثیت سے بغداد واپس آ گئے۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو جب پاکستان وجود میں آیا تو عراق کی جانب سے آپ کو عراق کا سفیر بنا کر پاکستان بھیج دیا گیا۔ جب آپ بحیثیت نمائندہ عراق کراچی تشریف لائے تو قائداعظم محمد علی جناح بقید حیات تھے۔ سفارتی آداب کے مطابق آپ نے انھیں اپنی تعارفی اسنادِ سفارت پیش کیں۔ آپ کی آمد کی خبر جونہی اخبارات میں شائع ہوئی تو حضرت الشیخ کے محبین اور معتقدین میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ علمائے کرام میں سب سے پہلے مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا عبدالعلیم صدیقی نے جو آپ سے متعارف تھے، آپ کو کراچی میں خوش آمدید کہا۔ آپ کے اعزاز میں ایک عظیم الشان استقبالیہ دیا گیا، جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد اور پاکستان کی تاریخ میں پہلی ضیافت تھی، جو علماء اور کراچی کے عوام کی جانب سے ایک دوسرے ملک کے سفارتی نمائندے کو دی گئی تھی، قائداعظم کے وفات کے وقت آپ کراچی ہی میں تھے تدفین میں بھی شامل ہوئے تھے اور سابق وزیراعظم پاکستان خان لیاقت علی خان کی درخواست پر آپ ہی نے دعا فرمائی تھی۔ تقریباً ایک سال کے بعد پھر آپ کا تبادلہ قاہرہ کر دیا گیا۔ جہاں آپ تقریباً دو سال تک رہے اور پھر ۱۹۵۲ء میں آپ کو پاکستان بھیج دیا گیا۔ ۱۹۶۱ء کی بات ہے کہ عراق کے ایک سابق صدر

---

(۱) رشید عالی الگیلانی انگریزوں کو عراقی سرزمین پر ایک لمحہ کیلئے بھی دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے۔ آج بھی خانوادہ گیلانیہ عراقیہ کا یہی موقف ہے۔ (نوری)

Marfat.com

عبدالسلام عارف پاکستان کے دورے پر تشریف لائے۔ ان دنوں کشمیر کا معاملہ خصوصی اہمیت کا حامل تھا۔ اول تو عراق میں ۱۹۵۸ء کے انقلاب کے بعد بغداد پیکٹ ختم ہو چکا تھا۔ دوم عراق میں حکومتوں کی تبدیلی اور غیر یقینی حالات کے تحت نئی حکومت نے کشمیر سے متعلق اپنی کسی پالیسی کا اعلان اس وقت تک نہیں کیا تھا۔ سوم صدر عراق پاکستان کے دورے کے بعد بھارت کے سرکاری دورے پر جا رہے تھے اور مذکورہ حالات میں وزیر اعظم ہند کی کوشش تھی کہ وہ عراق کو کشمیر سے متعلق سابقہ پالیسی سے منحرف کرا دیں تا کہ پاکستان کا ایک حمایتی ملک اور کم ہو جائے۔ دوسری جانب پاکستان کے صدر ایوب خان کی کوشش تھی کہ عراق اپنی سابقہ پالیسی پر قائم رہے۔ اس سفارتی جنگ میں سیدنا عبدالقادر الگیلانی کی کوششوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ صدر عراق نے دہلی پہنچنے سے قبل ہی کشمیر پر پاکستان کے موقف کی حمایت کا واضح اور بھرپور اعلان کر دیا، لہٰذا جب وہ دہلی پہنچے تو حکومت ہند کو اب کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی تھی۔ ان کا استقبال محض رسمی اور سرد طریقہ پر ہوا۔ پاکستان میں جب خطاب یافتگان کی فہرست، یومِ آزادی کے موقع پر جاری ہوئی تو اس میں سرِ فہرست السید عبدالقادر الگیلانی البغدادی سابق سفیر عراق کا نام تھا اور آپ کو ''ہلال پاکستان'' کا سب سے بڑا اعزاز دیا گیا تھا۔

۱۹۶۵ء میں جب پاکستان پر بھارتی فوجوں نے بھرپور حملہ کر دیا اور مسلمانانِ پاکستان اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہے تھے، اس وقت السید عبدالقادر الگیلانی بھی یہ بھول گئے تھے کہ وہ عراق کے شہری ہیں اور اپنے ملک کے سفارتی عہد پر فائز ہیں۔ تقریباً آپ نے روزانہ اخبارات میں پاکستان کی حمایت میں بیانات جاری کیے اور بھارتی جارحیت کی بھرپور مذمت کی، جنگ ختم ہوئی تو حکومت ہند نے آپ کے خلاف حکومت عراق سے زبردست احتجاج کیا۔ حکومتِ عراق نے احتجاج کی نقل آپ کو ارسال کر دی جو ردی کی ٹوکری کی زینت بنی۔ ۱۹۷۱ء میں جب بھارت نے پاکستان پر دوبارہ حملہ کیا تو آپ نے پاکستان کی حمایت میں بیان جاری کر دیئے اور بھارتی جارحیت کی بھرپور مذمت کی، لیکن اس وقت حالات تبدیل ہو چکے تھے۔ بھارت روس معاہدے کے تحت پاکستان پر حملہ کیا گیا تھا اور دوسری جانب بغداد روس حلیف تھے۔ روس کو سیدنا سید عبدالقادر الگیلانی کے بیان پر سخت دکھ ہوا تھا اور حکومتِ عراق سے احتجاج کر دیا گیا تھا، بالآخر جنگ کے اختتام پر آپ نے عراقی وزارتِ خارجہ کی ملازمت سے سبکدوشی حاصل کر لی۔ آپ پاکستان میں عراق کے سفیر ہونے کے ساتھ ساتھ سری لنکا اور تھائی لینڈ کے بھی سفیر رہ چکے تھے لیکن دفتر کراچی میں تھا۔ علاوہ ازیں گیارہ سال تک کراچی میں غیر ملکی سفیروں کی جماعت کے امیر بھی رہے۔ منصب سفارت اور مسند طریقت فی زمانہ، دو متوازی خطوط ہیں، جن کے اتصال کا تصور بھی ممکن نہیں لیکن آپ کی زندگی میں طریقت کے نقوش موروثی ہونے کے سبب اس درجہ مستحکم تھے کہ آپ کی رفتار و گفتار سے بالکل عیاں تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ایک ہی تصویر کے دو رخ ہیں، نہ تضاد، نہ ٹکراؤ، بلکہ بہت سے مقامات پر طریقت تو سفارت

Marfat.com

کو ہی سہارا دیتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ قدیم و جدید کا وہ لطیف امتزاج کہ نہ اجنبیت نظر آتی تھی اور نہ ہی غیریت بلکہ آپ کی زندگی سے یہ درس ملتا ہے کہ اسلامی اقدار ہر دور اور ہر زمانے کیلئے ہیں۔

آپ نے کراچی میں اتوار کا دن طریقت کیلئے مختص کر دیا تھا۔ ہر اتوار کی صبح گیارہ بجے گیارہویں شریف کی محفل آپ کے دولت کدہ پر منعقد ہوا کرتی تھی۔ نعت خوانی ہوتی، حضرت الشیخ کی شان میں منقبت پڑھی جاتی، بعد میں سلام بحضور سرورِ کائنات ﷺ پیش ہوتا اور آپ آخر میں دعا فرماتے تھے اس موقع پر جو حضرات بیعت کے خواہش مند ہوتے، انھیں آپ داخل سلسلہ بھی کرتے۔ لوگوں کو کھانا کھلانے میں آپ کی بڑی مسرت ہوا کرتی تھی۔ یہی شانِ غوثیت تھی، آپ کی زندگی انتہائی سادہ اور ہر طرح کے تکلفات سے مبرا تھی۔ نہ آپ میں جذبہ خودستائش تھا اور نہ احساسِ برتری، آپ ہر ایک سے اس طرح ملتے تھے کہ ہر ایک آپ کی ذرہ نوازی پر مطمئن اور خوش ہوتا تھا۔ صلح وانکساری کے ساتھ محبت اور شفقت نے آپ کی شخصیت کو اس درجہ پرکشش بنا دیا تھا کہ اجنبی بھی آپ کی محفل میں اجنبیت محسوس نہیں کرتا تھا۔ آپ کی نجی زندگی میں فرائض کی ادائیگی کو خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ نماز کا اہتمام بڑی پابندی سے کرتے تھے۔ آپ کو ہر مکتبہ فکر کے علماء سے قریبی لگاؤ تھا۔ آپ ہر مکتبہ فکر کے علماء سے ملاقات بھی کیا کرتے تھے۔ ان میں علامہ محمد یوسف بنوری دیوبندی بانی مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن، مولانا عبدالغفار سلفی اہلِ حدیث غیر مقلد، مولانا رشید ترابی اہلِ تشیع، مولانا عبدالقادر نیازی، حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف، مولانا جمال میاں فرنگی محلی، مولانا عبدالحامد بدایونی، پیر ذہین شاہ تاجی، پیر صاحب دیول شریف، پیر صاحب شاہ محمد فاروق رحمانی، استاذی علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری (شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی) اور مولانا قاری محمد مصلح الدین صدیقی سے خصوصی لگاؤ تھا۔ آپ کے جانشین اور خلیفہ مجاز ہونے کا شرف پاکستان کے کئی لوگوں کو حاصل ہے۔

چونکہ راقم الحروف کو بھی حضرت سیدی عبدالقادر الگیلانی سفیرِ عراق پاکستان نے خصوصی طور پر بغداد شریف مدرسہ قادریہ میں بغرض تعلیم بھیجا تھا۔ قلمی اور سرکاری تحریر صفحہ آخر پر دیکھیے۔ راقم تقریباً دس سال تک دربار عالیہ بغداد شریف میں مقیم رہا اور راقم کو قیامِ بغداد میں دنیا بھر کے مشائخ اور علماء کی کفش برداری کا شرف حاصل ہوا۔ سیدی کے چھوٹے بھائی سیدنا السید یوسف عبداللہ الگیلانی جو اس وقت متولی اور سجادہ نشین بغداد تھے، راقم کو خصوصی خلافت اور ''خرقہ'' پہنایا۔ کئی مرتبہ ذکر فرمایا کہ طریقہ قادریہ میں ''خرقہ'' کو بڑی اہمیت حاصل ہے چونکہ ''خرقہ'' ہی شجرہ طریقت کی اساس ہے۔ بغداد کے گیلانی خاندان میں خرقہ عالیہ عام طور پر ان ہی حضرات کو حاصل ہیں، جنھیں طریقت باقاعدہ ملی ہوئی ہوتی ہے۔ اس نسبت سے وہ گیلانی کے ساتھ قادری بھی لکھتے ہیں اور انہی سے سلسلہ جاری ہوتا ہے۔ سیدنا یوسف الگیلانی نے مزید فرمایا کہ خرقہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک تو ارادت ہے جو مرید حقیقی کیلئے مختص ہے اور یہی خرقہ خلافت کہا جاتا ہے، کیوں کہ وہ جانشینی کا اہل تسلیم کیا گیا ہے اور خرقہ تبرک دے دیا جاتا ہے پہنایا نہیں جاتا۔

Marfat.com

السید عبدالقادر الگیلانی سفیرِ عراق پاکستان کی زندگی کا ایک اصول یہ بھی نمایاں تھا کہ کسی بھی فرد کی "دل شکنی نہ ہو۔ اس ضمن میں تلخ گھونٹ بھی مسکرا کر پی جاتے تھے۔ آپ فطری طور پر پیکر محبت واخوت تھے۔ آپ کے چہرہ پر ہر وقت نور ضیاں تبسم رہتا تھا، آپ میں اپنے جداعلیٰ حضرت الشیخ کی صفات کی جھلک نمایاں تھی۔ آپ ایک طویل عرصہ تک سفارت اور طریقت کی خدمات انجام دینے کے بعد ۱۹۷۶ء میں کراچی میں انتقال فرما گئے اور اپنے قائم کردہ "المرکز القادری" (نزد حسن اسکوائر گلشن اقبال) میں سپرد خاک کیے گئے۔ گلشن اقبال میں آپ کے مزار کے قریب ہی سابق وزیر اعظم محمد خان جونیجو (مرحوم) کے خصوصی حکم سے آپ کی یاد میں "گیلانی ریلوے اسٹیشن" قائم کیا گیا۔ نیز آپ نے اپنے دست مبارک سے ایک ادارہ بنام "دارالعلوم القادریہ" دوسرا جامع مسجد الگیلانی اور تیسرا المرکز القادری قائم فرمایا۔ اور کئی ادارے آپ کی سرپرستی میں قائم کیے گئے جو آپ کی دینی وعلمی روحانی اور سماجی خدمات کو یاد دلاتے رہیں گے۔ (۱)

ج) سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی البغدادی اور پاکستان

حضرت سیدنا یوسف بن عبداللہ الگیلانی البغدادی سجادہ نشین الشیخ عبدالقادر الگیلانی، آپ شیخ عبدالقادر الگیلانی سفیر عراق پاکستان کے چھوٹے بھائی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے خاندانِ گیلانی میں آپ کو بھی ایک نمایاں مقام عطا فرمایا تھا۔ آپ حضرت الشیخ کے تیسرے فرزندِ ارجمند الشیخ ابوبکر عبدالعزیز کی اولاد سے تھے۔ چنانچہ آپ کا سلسلہ نسب صرف ۱۷ واسطوں سے ہی حضرت الشیخ تک جا پہنچتا ہے۔ تقریباً ۴۰ سال تک روضۂ غوث الوریٰ کی بے مثال خدمات انجام دینے کے بعد آپ ۶ ستمبر ۱۹۹۶ء کو بغداد عراض میں انتقال فرما گئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) اور اپنے آبائی قبرستان "مقبرہ گیلانیہ" جو حرم دیوان خانہ، قادریہ بغداد، باب الشیخ کے نام سے معروف ہے میں مدفون ہوئے۔

آپ کی ولادت باسعادت یکم محرم الحرام ۱۳۲۷ھ بمطابق ۲۳ جنوری ۱۹۰۹ء خانقاہِ عالیہ قادریہ بغداد کے ملحق آبائی مکان میں ہوئی، خاندانی روایات کے مطابق مذہبی تعلیم مدرسہ قادریہ میں پائی، بعد میں آپ کے والد ماجد حضرت الشیخ عبداللہ الگیلانی جو اپنے وقت کے ایک عظیم عالم دین اور کافی عرصہ تک مملکت عراق کے قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز رہے۔ جدید تعلیم کیلئے آپ کو بیروت کی امریکن یونیورسٹی میں بھیج دیا، چونکہ آپ کے اندر ابتدا ہی سے مذہبی لگاؤ اور جذبۂ حریت نمایاں تھی، اس لیے آپ کو بیروت کی آب وہوا راس نہ آئی اور امریکن یونیورسٹی کی غیر اسلامی پابندیوں نے آپ کے جذبہ اسلامی کی مہمیز لگائی اور چند ہم خیال دوستوں کے ہمراہ آپ نے صدائے احتجاج بلند کی اور بغداد واپس آ گئے۔

والد ماجد نے حالات دریافت کیے تو فرزند کے جذبۂ حریت اور اسلام نوازی کو قابل قدر پایا۔

---

(۱) ماخوذ مقدمہ، تعارف "جمعیۃ محبین غوث الاعظم دستگیر" کراچی، ص ۲ تا ۸، مطبوعہ کراچی

Marfat.com

اس کے بعد والد ماجد نے آپ کو آکسفورڈ یونیورسٹی لندن بھیج دیا۔آپ آکسفورڈ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے بغداد لوٹے تو آپ کو وزارت خارجہ میں سیکریٹری کے منصب پر تقرر کرلیا گیا، ۱۹۵۸ء میں عراق کی شاہی حکومت کے خلاف عبدالکریم قاسم کی سربراہی میں جب فوجی انقلاب نے راہ پائی تو اس وقت آپ سیکریٹری برائے وزارت خارجہ کے عہدۂ جلیلہ پر فائز تھے، بدلتے ہوئے حالات میں آپ نے ملازمت سے ریٹائرمنٹ لے لی اور اپنے آپ کو درگاہ عالیہ قادریہ کی خدمت کیلئے وقف کر دیا جو تقریباً ۴۰ سال تک یہ خدمت جاری وساری رہی۔واضح رہے کہ آپ کے بڑے حقیقی بھائی السید کمال الدین شیخ عبدالقادر الگیلانی (سابق سفیر عراق برائے پاکستان، مدفون کراچی) بھی اس وقت عراقی وزارت خارجہ میں افسر مہمانداری اور وزیر محل کے منصب پر فائز تھے اور انقلابیوں کے نشانہ پر تھے، چنانچہ انقلابیوں نے پہلی ہی فرصت میں سید کمال الدین الشیخ عبدالقادر گیلانی کو گرفتار کرلیا اور عراق کی ایک قدیمی عباسی جیل میں بند کر دیا گیا جس جیل میں کئی اعلیٰ شاہی افراد بھی قید کیے گئے تھے۔واضح رہے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد انگریزوں کی اتحادی فوجوں نے بھی بغداد پر قبضہ کرلیا تھا اور عراق میں کوئی ایسا لیڈر نہیں تھا جو عراقی عوام کو متحد کر کے عراق کو انگریزوں کے مظالم سے بچا سکے اور انگریزوں کے خلاف زبان کھول سکے۔ایسے حالات میں خاندانِ گیلانیہ کے ایک عظیم رہنما حضرت الشیخ السید رشید عالی الگیلانی نے انگریزوں کے خلاف عراق کے منتشر عوام کو نہ صرف متحد کیا بلکہ بڑی قوت سے ان پر حملہ بھی کیا تھا، چونکہ انگریز جدید اسلحہ سے لیس تھے، اس لیے عراقی افواج کو بہت نقصان اٹھانا پڑا، سیدنا رشید عالی الگیلانی عراق کے انقلابی قائد کی حیثیت سے شہرت پا چکے تھے اور جنگی حکمت عملی کے تحت بغداد کے پڑوسی ملک ترکی منتقل ہو چکے تھے، کئی سال بعد دیگر لوگوں کی طرح ایک آزاد شہری کی حیثیت سے آپ بھی بغداد واپس لوٹے۔۱۹۲۷ء میں انگریزوں نے آپ کے حقیقی چچا حضرت سیدنا الشیخ العلامۃ عبدالرحمٰن ظہیر الدین القادری المحض نقیب الاشراف بغداد کو عراق کا وزیر اعظم مقرر کر دیا، لیکن آپ نے ایک ہفتہ کے بعد ہی اس عہدہ سے سبکدوشی حاصل کرلی تھی اور برطانیہ کو یہ لکھ کر بھیج دیا تھا کہ ”فقیر کے پاس فرصت نہیں کہ انگریزوں کی تابعداری میں اس منصب پر ایک منٹ بھی خدمات انجام دے سکوں۔خاص طور پر ایسے حالات میں جب عراقی عوام کی کثیر تعداد جیلوں میں ہو اور بے گناہ لوگوں کا قتل عام جاری ہو اور ہزاروں لوگ معذور اور لنگڑے ہو چکے ہوں“۔

۱۹۵۸ء کے انقلابی فوجیوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ السید رشید عالی الگیلانی، السید عبدالقادر الگیلانی، اور السید یوسف الگیلانی، اسی خاندان کے چشم و چراغ ہیں جن کی دینی، ملی وسیاسی خدمات سے عراقی تاریخ کے صفحات جگمگا رہے ہیں تو انھوں نے آپ کو فوراً رہائی کا حکم دے دیا۔کرنل عبدالکریم قاسم اس وقت انقلابیوں کے سربراہ تھے اور بعد میں صدر عراق بنے تھے۔باب الشیخ حاضر ہو کر سیدنا الشیخ عبدالقادر

الگیلانی سے معذرت کی تھی اور سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی نے اپنے بھائی کی گرفتاری پر انقلابیوں کی سخت مذمت کی تھی اور بعد میں گرفتار کر لیے گئے تھے۔ کرنل عبدالکریم قاسم نے باب الشیخ میں آکر ان کیلئے رہائی کا اعلان کیا تھا۔

۱۹۶۵ء میں سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی نے صدرِ عراق کرنل عبدالکریم کی شدید مخالفت کرتے ہوئے اعلان کیا تھا کہ سیدنا الشیخ کے وقف کے بارے میں فوجیوں نے اپنی پالیسی میں تبدیلی نہیں کی تو حالات بگڑ سکتے ہیں، مذمتی بیان اس وقت سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی کے بیان پر آپ کے ایک دیرینہ دوست عبدالسلام عارف (جو بعد میں صدرِ عراق بھی بنے تھے) اس مذمتی بیان پر زبردست حمایت کی تھی پھر بعد میں کرنل عبدالکریم قاسم نے دونوں کو گرفتار کرا دیا تھا اور دونوں پر جیل ہی میں مقدمہ چلایا گیا، فوجی عدالت نے فیصلہ سناتے ہوئے کرنل عبدالکریم قاسم صدر جمہوریہ عراق سے یہ درخواست کی تھی کہ ایک سیدزادے پر سختی کرنے سے شدید ردعمل ہوگا اور اس میں تمہاری حکومت کیلئے خطرہ ہوسکتا ہے لہٰذا فوری طور پر رہا کر دیا جائے۔ کرنل عبدالکریم قاسم نے سیدزادے کے ساتھ عبدالسلام عارف کو بھی رہا کرنے کا حکم دے دیا، اس رہائی کے سال بھی نہیں گزرے تھے کہ جنرل عبدالسلام عارف نے عبدالکریم قاسم کا تختہ الٹ دیا اور عراق کا صدر بن گیا اور عراقی عوام کے ساتھ ساتھ خاندانِ گیلانیہ کے ساتھ اچھا حسن وسلوک وبرتاؤ رکھا، ہر ہفتے روضۂ غوث الوری کی حاضری بھی اس کے معمول میں شامل ہوگیا تھا، خاندان گیلانیہ کی ذاتی کوششوں کی بدولت ہی عبدالسلام عارف پاکستان کے دورے پر آئے تھے اور ان دنوں کشمیر کا معاملہ بھی خصوصی اہمیت اختیار کر گیا تھا، اس وقت کرنل جمال عبدالناصر صدر عرب جمہوریہ مصر نے کشمیر کے مسئلے پر بھارتی پالیسی کی مکمل حمایت کا اعلان کیا تھا، چونکہ اس وقت جمال عبدالناصر کی سیاست ماسکو اور یوگوسلاویہ کے مشورے پر قائم تھی اور ۱۹۵۸ء میں انقلاب کے بعد بغداد پیکٹ جو پاکستان، ایران اور ترکی پر مشتمل تھا، ختم ہو چکا تھا، نیز عراق میں حکومتوں کی تبدیلی اور غیر یقینی حالات کے تحت نئی حکومت نے کشمیر سے متعلق اپنی کسی پالیسی کا اس وقت تک اعلان نہیں کیا تھا۔ صدرِ عراق پاکستان کے دورے کے بعد امارات کے سرکاری دورے پر بھی جا رہے تھے اور اس وقت وزیر اعظم ہند پنڈت نہرو کی کوشش یہ تھی کہ مذکورہ حالات میں عراق کو کشمیر سے متعلق سابقہ پالیسی سے منحرف کرا دیں تاکہ پاکستان کا ایک حمایتی ملک اور کم ہوجائے، کہا جاتا ہے کہ صدر مصر جمال عبدالناصر جنھوں نے کرنل عبدالکریم قاسم کے خلاف عبدالسلام عارف کی فوجی مدد کی تھی بھارت کو یقین دلایا تھا کہ وہ عراق کو بھی کشمیر کے بارے میں بھارتی موقف کا حمایتی بنالیں گے۔ دوسری جانب صدرِ پاکستان جنرل ایوب خان مرحوم کی بھرپور کوشش تھی کہ عراق اپنی سابقہ پالیسی پر ہی قائم رہے اس سفاری جنگ میں سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی سجادہ نشین بغداد اور ان کے بڑے بھائی السید عبدالقادر الگیلانی جو اس وقت عراق کے

Marfat.com

سفیر کی حیثیت سے پاکستان میں سفارتی فرائض انجام دے رہے تھے۔ دونوں کی کوششوں سے نتیجہ یہ نکلا کہ صدرِ عراق عبدالسلام عارف نے دہلی پہنچنے سے قبل ہی کشمیر پر پاکستانی موقف کی بھرپور حمایت کا واضح اعلان کردیا، ریڈیو پاکستان کراچی سے یہ خبر نشر ہونے کے بعد صدرِ عراق، جب دہلی پہنچے تو حکومت ہند نے ان کا استقبال محض رسمی اور سرد طریقہ پر کیا، اس وقت صدرِ عراق کو بہت غصہ آیا اور انھوں نے بغداد آکر ہندو ذہنیت کی بہت مذمت کی اور کہا جاتا ہے کہ جمال عبدالناصر صدر مصر نے جنرل عبدالسلام عارف کو بصرہ کے ایک فضائی حادثہ میں ہلاک کرنے میں ایک خاموش کردار ادا کیا۔ اس کے بعد ان کے چھوٹے بھائی جنرل بعدالرحمان عارف صدرِ عراق بنے۔ موصوف طبعاً فوجی سے زیادہ صوفی صفت انسان تھے اور روضۂ غوث الواری کی حاضری ان کے معمول میں شامل تھا۔ انھوں نے کشمیری مسئلہ کو ہمیشہ عراق ہی کا مسئلہ سمجھا اور اقوام متحدہ میں پاکستانی موقف کی واضح طور پر حمایت جاری رکھی۔

۱۹۶۵ء میں جب پاکستان پر بھارتی فوجوں نے حملہ کردیا اور مسلمانانِ پاکستان اپنی بقا کی جنگ لڑ رہے تھے تو اس وقت سجادہ نشین السید یوسف عبداللہ الگیلانی اور ان کے بھائی السید عبدالقادر الگیلانی (مدفون کراچی) یہ بھول گئے تھے کہ وہ عراق کے شہری ہیں، سیدنا یوسف تقریباً ہر روز عراقی اخبارات میں پاکستان کی حمایت میں بیانات جاری کراتے اور بھارتی جارحیت کی بھرپور مذمت کراتے تھے۔ ۱۹۷۱ء میں جب بھارت نے پاکستان پر دوبارہ حملہ کیا تو اس وقت بھی آپ نے بھارتی جارحیت کی بھرپور مذمت کی تھی اس وقت حالات اتنے نازک اور گھمبیر تھے کہ سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی کیلئے مشکلات کا سبب بن سکتے تھے۔ یہ بات واضح رہے کہ پاکستان پر امریکہ، بھارت اور روس کے مشترکہ معاہدے کے تحت حملہ کیا گیا تھا اور دوسری جانب بغداد و روس حلیف بھی تھے۔ اس وقت عراقی حکومت نے سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی کے مذمتی بیان پر افسوس کا اظہار بھی کیا تھا تو آپ نے اس وقت کے صدرِ عراق احمد حسن البکر اور نائب صدر صدام حسین سے ایک ملاقات میں باور کرایا تھا کہ پاکستان اور یہاں کے عوام کئی اعتبارات سے عراق کے دوست اور ساتھی رہے ہیں اور ان کی دوستی پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان مذہبی، سیاسی، علمی، تہذیبی، تاریخی رشتے بہت گہرے اور مستحکم بنیادوں پر قائم ہیں لہٰذا پاکستان کی حمایت جاری رکھی جائے۔ سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی خاموش سفارت کاری کے قائل تھے۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ ۱۹۹۰ء تک تقریباً دس سال تک ایران اور عراق کے درمیان شدید جنگ کا سلسلہ جاری رہا، دونوں ممالک کے لاکھوں مسلمان مرد و عورت، بوڑھے، نوجوان اور بچے شہید ہوئے۔ دونوں ملکوں کے درمیان مصالحت اور جنگ کے خاتمہ کے سلسلے میں سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی جو ایک عراقی شہری تھے اور انھیں عراقی حکومت نے کئی عرب اور یورپی ممالک میں ایک وفد سمیت اپنا نمائندہ بنا کر

بھیجا تھا۔ اس سلسلے میں کئی بار پاکستان بھی تشریف لائے اور ہر بار کراچی، لاہور، اسلام آباد کے عوام نے آپ کا والہانہ استقبال کیا، عراق اور ایران کے درمیان خون ریز جنگ کے خاتمہ کیلئے حکومتی اداروں سے رابطے کیے اور آپ کے اعزاز میں ورلڈ اسلامک مشن کے سربراہ مولانا شاہ احمد نورانی نے کراچی کے ایک مقامی ہوٹل میں استقبالیہ دیا تھا جس میں کراچی کے ممتاز سیاست دانوں کے علاوہ، صحافی، دانشور، وکلاء اور تقریباً زندگی کے ہر طبقہ کے لوگ موجود تھے۔ حضرت سیدنا یوسف الگیلانی البغدادی کے متعدد عربی خطابات کی ترجمانی کرنے کا شرف راقم الحروف کو ہی حاصل ہوتا رہا۔ نیز حضرت سیدنا الگیلانی اپنے خطابات میں یہ جملہ بار بار دہراتے تھے کہ اس جنگ سے امریکہ اور اسرائیل کو براہِ راست فائدہ پہنچ رہا ہے، لہٰذا دونوں ممالک کو یہ جنگ ختم کر کے آپس میں بھائی چارگی کا رشتہ مضبوط کرنا چاہیے، اور اپنی قوت اور توانائی کو بیت المقدس کی آزادی کیلئے صرف کرنا چاہیے، آپ نے اپنے دورۂ کراچی کے دوران کئی بار کراچی میں واقع ''المرکز القادری'' کے عہدیداروں کے درمیان پیدا شدہ اختلافات کو ختم کرانے کی کوشش بھی کی تھی۔ ایک مرتبہ مولانا عبدالعزیز عرفی خلیفہ سیدنا عبدالقادر الگیلانی سابق سفیر عراق اور راقم کی موجودگی میں آپ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ حضرات اپنے اختلافات کو فراموش کر کے ''المرکز القادری'' کے مفاد میں کام کریں۔ دورانِ گفتگو جب کوئی فریق قابل قبول نتیجہ پر تیار نہ ہوا آپ نے فرمایا کہ اگر حکومتِ پاکستان ''المرکز القادری'' کراچی کو اوقاف کی تحویل میں لے لے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا، آج بھی یہ مطالبہ زندہ ہے کہ صوبہ سندھ کے وزیرِ اوقاف فوری طور پر اس المرکز القادری کو اپنے تحویل میں لے کر فریقین کے درمیان تنازع ختم کرانے میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

نیز سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی البغدادی (علیہ الرحمۃ) نے اپنی سرپرستی میں راقم (جلال الدین احمد نوری) کے زیر انتظام ایک روحانی مرکزی تنظیم بنام ''جمعیۃ محبین غوث الاعظم دستگیر'' کراچی کے قیام کا بھی اعلان فرمایا۔ (۱)

(۱) ملاحظہ ہو: روزنامہ جنگ کراچی ر اکتوبر ۱۹۹۸ء، نیز خبرنامہ جمعیۃ محبین غوث الاعظم دستگیر، کراچی

Marfat.com

باب ہشتم

پاکستان میں قادری مراکز

(صوبہ پنجاب، سرحد، بلوچستان، سرحد)

Marfat.com

(باب ہشتم)

پاکستان میں قادری مراکز

مشائخ قادریہ اور پنجاب:

کہا جاتا ہے کہ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر الجیلانی البغدادی الحسنی والحسینی المتوفی ۵۶۱ھ کے صاحبزادوں میں حضرت شیخ عیسیٰ شرف الدین قتال پہلے بزرگ ہیں جو سرزمین سندھ کے ایک شہر ہالہ میں تلقین وارشاد میں مصروف عمل رہے تھے۔ آپ کے ایک نواسے حضرت جمال اللہ حیات المیر لاہور تشریف لائے تھے۔ یہی بزرگ ہیں جن سے قبرستان میانی میں حضرت سید محکم الدین شاہ مقیم حجروی نے لاہور آکر بیعت کی تھی۔ حضرت الشیخ کے ایک صاحبزادے سید تاج الدین عبدالرزاق کی اولاد سے مدینۃ الاولیاء لاہور میں سید عبدالقادر الگیلانی، سید عبدالحکیم گیلانی اور حضرت سید شاہ محمد غوث قادری لاہور میں مدفون ہیں۔ آنجناب کے ایک اور صاحبزادے سیف الدین عبدالوہاب کی اولاد سے مخدوم سید محمد غوث گیلانی اوچی حلبی لاہور تشریف لائے مگر واپس چلے گئے۔ وصال ان کا اوچ شریف میں ۹۲۴ھ مطابق ۱۵۱۸ء عہد ابراہیم لودھی میں ہوا۔ ان کے صاحبزادوں سید عبدالقادر ثانی، میراں سید مبارک حقانی، سید عبداللہ ربانی کی اولاد نے مدینۃ الاولیاء لاہور کو مستقل مستقر بنایا۔ تکیہ ملی والا، محلہ پیر گیلانیاں مزنگ میں رہائش اختیار کی اور اب تک ان کی اولاد یہاں آباد ہے۔ (۱)

ذیل میں چند قادری بزرگان کے اسمائے گرامی درج کیے جاتے ہیں جو لاہور تشریف لائے اور یہاں کے لوگوں کو فیوض و برکات سے نوازا مگر ان کے مزارات دوسرے شہروں میں ہیں:

(۱) حضرت سید جمال اللہ حیات المیر گیلانی، سید غوث گیلانی اوچی حلبی م ۱۵۱۸ء

(۲) میر میراں سید مبارک قانی گیلانی م ۱۵۴۹ء

(۳) حضرت مخدوم شاہ فضیل قادری ۱۰۷ء

(۴) سید محمد غوث بالا پیر گیلانی م ۱۵۵۱ء

(۵) شاہ بری لطیف قادری م ۱۵۵۶ء، شیخ آفاق حضرت شاہ کمال گیلانی م ۱۵۷۷ء

(۶) حضرت شیخ داؤد شیر گڑھی م ۱۵۸۴ء، شیخ بہلول دریائی م ۱۶۲۹ء

(۷) قطب الاقطاب حضرت شاہ سکندر گیلانی م ۱۶۱۶ء

---

(۱) ماہنامہ ضیاء حرم، ص ۵۷ تا ۵۹، مطبوعہ لاہور

(۸) قاضی شیخ محی الدین قادری ۱۶۳۶ء (۹) میراں شمس الدین گیلانی م ۱۶۴۰ء

(۱۰) شیخ عبدالحق محدث دہلوی م ۱۶۴۲ء (۱۱) حضرت شاہ مقیم محکم الدین قادری م ۱۶۴۵ء

(۱۲) شیخ محمد افضل قادری کلانوری م ۱۷۱۰ء

(۱۳) حضرت محمد فاضل الدین قادری بٹالوی م ۱۷۳۸ء، قطب الاقطاب شیخ کمال قادری م ۱۷۳۹

(۱۴) حضرت نوشہ گنج بخش قادری م ۱۶۵۴ء (۱۵) حضرت خواجہ حسین قادری م ۱۷۹۷ء

(۱۶) شیخ المشائخ خواجہ احمد قادری م ۱۸۲۸ء (۱۷) حافظ سید ظہور الحسن قادری فاضل م ۱۹۰۰ء

(۱۸) شاہِ ولایت مخدوم علی احمد شاہ گیلانی ۱۹۶۵ء

رئیس البلاد لاہور میں مدفون سلسلہ قادریہ کے دیگر بزرگوں میں:

۱۹۔ سید عبدالقادر ثانی گیلانی:

والد گرامی سید جمال الدین بن سید جلال الدین بغدادی تھے۔ جو حضرت الشیخ کی اولاد سے تھے۔ آپ کی ولادت بغداد شریف میں ہوئی۔ جب سن شعور کو پہنچے تو بغرض سیر و سیاحت ہندوستان تشریف لائے اور لاہور کو اپنا مستقل مستقر بنایا۔ یہ جلال الدین اکبر کا عہد حکومت تھا چونکہ آپ علم تصوف ظاہری و باطنی اعمال سے آراستہ تھے۔ اس لیے میر عنایت خان نے اپنی دختر کا نکاح آپ سے کر دیا۔ جن سے تین صاحبزادے ہوئے:

(۱) سید حاجی ابوبکر (۲) سید سلطان اکبر (۳) سید غیاث الدین المعروف دولت شاہ

وصال ۹۴۰ھ مطابق ۱۵۳۵ء بعہد نصیر الدین ہمایوں میں فرمایا۔ اس وقت گورنر لاہور مرزا کامران تھا اور آپ کا مقبرہ مزنگ میں موجود برڈوبریکس کے عقب میں ہے۔ جہاں آپ کی اولاد امجاد کی بھی قبور ہیں۔ جن میں سید حمید گیلانی ولد سید سعید گیلانی ولد سید فتح محمد گیلانی ولد حاجی ابوبکر گیلانی بہت معروف ہستیاں تھیں۔

۲۰۔ سید اسماعیل گیلانی:

سادات گیلانیہ اوچ شریف سے جو بزرگان سلسلہ عالیہ قادریہ لاہور تشریف لائے۔ ان میں آپ سرفہرست ہیں۔ آپ حضرت عبداللہ ربانی خلف الرشید حضرت سید محمد غوث گیلانی اوچی حلبی کے فرزند ارجمند تھے۔ جب شہنشاہ اکبر نے آپ کی کرامات کا چرچا سنا تو آپ کو لاہور بلا بھیجا اور علاقہ فیروز پور میں ایک ہزار بیگھ اراضی نذر کی۔ لاہور میں آپ لکھی محلہ میں قیام فرما ہوئے۔ آپ کی زہد و ریاضت اور علم و فضل کی وجہ سے سارا لاہور آپ کا معتقد بنا۔ وفات آپ کی ۹۷۸ھ مطابق ۱۵۷۰ء عہد جلال الدین اکبر میں

Marfat.com

ہوئی۔ اس وقت صوبہ لاہور کا گورنر خان جہاں حسین قلی خاں تھا۔ مقبرہ آپ کا نزد جین مندر پرانی انارکلی عقب ہیلی کالج آف کامرس اب بھی مرجع عوام وخواص ہے۔ آپ کی اولاد امجاد سے سید بدر الدین گیلانی (میانی) حضرت بہاول شیر ۱۶۸۶ء، سید صوفی علی گیلانی م ۱۵۹۵ء، حاجی سید ہاشم گیلانی م ۱۶۷۶ء، سید جعفر گیلانی م ۱۶۹۶ء، سید محمد فاضل متوکل گیلانی م ۱۷۰۱ء، سید عبدالقادر المعروف بہ شاہ گدا گیلانی م ۱۷۴۱ء، پیر محمد شاہ گیلانی م ۱۸۶۹ء، پیر سردار شاہ گیلانی م ۱۷۴۱ء، پیر محمد شاہ گیلانی م ۱۸۶۹ء، پیر سردار شاہ گیلانی ۱۸۷۰ء بہت معروف بزرگ گزرے ہیں۔ اب بھی بیشتر بزرگان کی قبور تکیہ املی والانئی انارکلی میں موجود ہیں۔

۲۱۔ شیخ ابواسحاق قادری:

آپ حضرت شیخ داؤد کرمانی شیر گڑھی کے خلیفۂ مجاز تھے۔ علوم ظاہری وباطنی کی تکمیل کے بعد آپ لاہور تشریف لائے اور مزنگ میں اپنی تیار کردہ خانقاہ میں درس وتدریس اور وعظ ونصیحت کا سلسلہ شروع کیا، بے شمار لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے۔ حضرت شاہ بلاول قادری مرید شاہ شمس الدین قادری دونوں نے آپ سے فیض حاصل کیا اور بیعت کی۔ مدتوں ارشاد وتلقین میں مصروف رہے اور ۹۸۵ھ مطابق ۱۵۷۷ میں وصال فرما کر اس جگہ دفن ہوئے۔ آپ کے مرقدِ منور پر ایک عالی شان گنبد تعمیر ہوا جو سینکڑوں سال گزرنے کے بعد اب بھی صحیح حالت میں موجود ہے۔ مقبرہ شاہ ابوالسحاق اسٹریٹ (ٹمپل روڈ مزنگ) میں ہے۔

۲۲۔ سید میر میراں ایوب صابر گیلانی:

آپ سید محمد غوث گیلانی اوچی حلبی کے پوتے تھے۔ والد معظم کا اسم گرامی سید مبارک حقانی تھا۔ یہ تینوں حضرات مدینۃ الاولیاء لاہور تشریف لائے تھے۔ قادریہ سلسلہ میں خلافت آپ نے اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ شرافت وسخاوت میں یگانۂ روزگار تھے۔ جب یہاں آئے تو وعظ ونصیحت اور تلقین و ارشاد کا سلسلہ جاری کیا۔ ہزارہا افراد کی راہِ ہدایت دکھائی۔ وفات ۹۸۶ھ مطابق ۱۵۷۸ء میں پائی اور قبرستان میانی صاحب میں دفن ہوئے۔ مرقد منور ایک اونچے چبوترے پر پیر نظام الدین بودیانوالے کے مقبرہ کے پاس ہے۔

۲۳۔ شاہ شمس الدین قادری:

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ کے نہایت نامور بزرگ گزرے ہیں۔ بیعت آپ کی حضرت شیخ ابو اسحاق قادری سے تھی۔ بڑے عارف کامل، پابند شریعت، علوم ظاہری وباطنی کے ماہر اور زہد وورع میں یگانہ تھے۔ نورالدین محمد جہانگیر آپ کا بے حد معتقد تھا۔ بے شمار خلق خدا نے آپ سے فیوض وبرکات حاصل

کیے۔ شہزادہ خرم (شاہجہان) بھی آپ کا بے حد عقیدت مند تھا۔ وصال ۱۰۳۱ھ مطابق ۱۶۲۱ء عہد جہانگیری میں ہوا۔ اس وقت نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید بخاری گورنر لاہور تھا۔ مقبرہ جو چمبہ ہاؤس لین نزد ریس کورس روڈ پر واقع ہے۔ شاہجہان نے تعمیر کرایا تھا۔ شاہجہان اپنے ایام شاہزادگی میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتا تھا اور آپ کی تبلیغ سے متمتع ہوتا تھا۔ حضرت شاہ بلاول قادری لاہوری آپ کے ممتاز خلفاء میں سے تھے۔

۲۴۔ شاہ ابوالمعالی قادری:

نام نامی سید خیر الدین محمد تھا۔ شاہ ابوالمعالی کے نام مشہور ہوئے۔ خلافت آپ نے شیخ داؤد دشیر گڑھی سے حاصل کی۔ پھر پیر و مرشد کے حکم سے لاہور تشریف لائے۔ راستہ میں جہاں اقامت گزیں ہوئے تالاب، چاہ اور باغیچے تعمیر کرائے جب لاہور پہنچے تو خلقِ کثیر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگی۔ مشہور ہے کہ جو شخص آپ سے بیعت کرتا اسے حضور غوث الاعظم کی زیارت نصیب ہوتی۔

آپ کی کئی ایک تصنیفات ہیں جن میں مونس جان، گلدستہ باغ ارم، زعفران زار، رسالہ غوثیہ اور حلیہ سرور دو عالم بہت مشہور ہیں۔ بعمر ۶۵ سال وفات ۱۰۲۴ھ مطابق ۱۶۱۵ء عہد جہانگیر میں ہوئی۔ اس وقت نواب صادق خاں طہرانی صوبدار لاہور تھا۔ مقبرہ آپ نے اپنی حیات ہی میں تعمیر کرایا تھا جو گوالنڈی میں محلہ شاہ ابوالمعالی میں واقع ہے۔

۲۵۔ شیخ طاہر بندگی قادری:

اسم گرامی شیخ محمد طاہر تھا۔ لاہور کے باشندے تھے اور اندرون شہر محلہ شیخ اسحاق میں رہتے تھے۔ ۱۵۷۶ء عہد اکبر میں پیدا ہوئے۔ پھر تعلیم ظاہری و باطنی حاصل کرنے کیلئے سرہند اور کیتھل گئے۔ وہاں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور قطب الاقطاب حضرت شاہ سکندر کیتھل کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر علوم دین کی تکمیل کی۔ پھر حضرت شاہ سکندر سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی اور لاہور چلے آئے۔ یہاں آپ نے وعظ و نصیحت اور ارشاد و تلقین کی محافل گرم کیں۔ نیز ایک مدرسہ قائم کیا جو میانی صاحب میں واقع تھا۔ مکتوباتِ امام ربانی میں کئی مکتوب آپ کے نام ہیں۔ لاہور میں آپ کے درس کی بڑی شہرت تھی اور بے شمار خلقِ خدا آپ سے فیضان حاصل کرنے کیلئے ہر وقت ہمہ تن مصروف رہا کرتی تھی۔ آپ کے خلفاء میں شیخ ابو محمد نے قادری لاہوری بہت معروف بزرگ گزرے ہیں۔ وفات حضرت میاں میر کی وفات سے چار سال قبل یعنی ۱۶۴۰ء میں ہوئی۔

۲۶۔ خواجہ بہاری قادری:

آپ حضرت میاں میر قادری کے خلیفہ اعظم تھے۔ فقہ، حدیث، تفسیر اور علوم قرآن پاک کے عالم ہونے کے علاوہ اسرار حقانی کے رمز شناس تھے۔ صوبہ بہار کے شہر حاجی پور سے یہاں تلاش مرشد میں آئے۔ اور پھر یہیں کے ہو رہے۔ جب لاہور تشریف لائے تو شیخ محمد فاضل لاہوری کے مکتب سے تعلیم دینی حاصل کی اور پھر سلسلہ قادریہ میں حضرت میاں میر سے بیعت کی۔ شہزادہ داراشکوہ قادری (مصنف سفینۃ الاولیا) نے آپ سے کئی دفعہ ملاقات کی۔ وفات ۱۰۲۰ھ مطابق ۱۶۵۰ء میں ہوئی۔ وفات کے بعد آپ کا نہایت عالی شان مقبرہ بنا جو میاں میر میں واقع ہے۔ مقبرہ سنگ سرخ اور قیمتی پتھروں سے مرصع تھا مگر سکھوں کے عہد میں اس کو نا قابل تلافی نقصان پہنچا۔ رنجیت سنگھ کے فرانسیسی جرنیل ایوی ٹیبل نے تمام قیمتی پتھر اتار کر اپنی کوٹھی میں لگالیا۔

۲۷۔ حضرت میاں میر فاروقی قادری:

آپ کی ولادت شیخ پورہ میں ہوئی۔ جو آپ کے والدین کی جاگیر میں تھا۔ آپ کے جد امجد عہد ہمایونی میں ہرات سے یہاں آئے تھے۔ آپ بچے ہی تھے کہ تحصیل علم کیلئے لاہور تشریف لے آئے اور شیخ فتح محمد لاہوری کے مدرسہ میں داخلہ لے لیا۔ جہاں سے آپ نے دینی علوم کی تکمیل کی۔ اس کے بعد آپ حضرت شیخ شمس الدین قادری خلیفہ حضرت شیخ ابو اسحاق قادری مزنگوی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ان سے قادری سلسلہ میں بیعت کی۔ آپ بہت بڑے عالم، فاضل، متقی، متشرع اور قائم اللیل بزرگ تھے۔ آپ کی خانقاہ کوٹ خواجہ سعید میں جانب شمال دریائے راوی کے کنارے تھی۔ جہاں اب بارہ دری راجہ شیر سنگھ ہے۔ شاہجہان بادشاہ مع امراء و وزراء کے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا۔ اور نذرانہ پیش کیا تھا جس کا مفصل تذکرہ بادشاہ نامہ مؤلفہ ملا عبدالحمید لاہوری میں موجود ہے۔ عہد راجہ نجیت سنگھ میں دریا کے راوی میں سخت سیلاب آیا جس سے مرقد منور کو خطرہ لاحق ہو گیا۔ چنانچہ فقیر عزیز الدین نے آپ کا تابوت وہاں سے نکال کر باغ راجہ نیا ناتھ کے قریب دفن کر دیا۔ وصال آپ کے ۱۶۳۶ء بعہد شاہجہان میں ہوا۔ اس وقت گورنر لاہور نواب وزیر خان تھا۔ آپ کا مزار آبادی میں آ گیا ہے۔

۲۹۔ سید جان محمد حضوری قادری:

آنجناب سید شاہ نور بن سید محمود حضوری کے فرزند ارجمند تھے۔ سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ کاظم تک ملتا ہے۔ آپ کے اباء و اجداد کوہستان غور سے اوچ شریف اور پھر وہاں سے لاہور بعہد شاہجہان آئے۔ آپ کی بزرگی کے باعث اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کو پروانہ اراضی عطا کیا تھا۔ وصال ۱۰۶۴ھ

Marfat.com

بمطابق ۱۶۵۴ء عہد شہاب الدین شاہجہان ہوا۔ آپ کا مزار علامہ اقبال روڈ (بالمقابل مین بازار گڑھی شاہو) میں ہے۔ سڑک پر سے ایک مقبرہ نظر آتا ہے جو آپ کے والد اور دادا صاحب کا ہے۔ جن کے نام شاہ نور الدین اور حضرت سید محمود حضوری ہیں۔

۳۰۔ حضرت شاہ چراغ گیلانی:

سلسلہ عالیہ قادریہ کے نہایت نامور بزرگ اور متبحر عالم حضرت شاہ چراغ جیلانی کا مقبرہ ہائی کورٹ اور اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی عمارت کے درمیان واقع ہے۔ آپ سادات گیلانیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ شجرہ نسب سید عبدالقادر ثانی ابن حضرت سید محمد غوث گیلانی اوچی حلبی سے ملتا ہے۔ آپ شرافت و نجابت کے پیکر اور علوم باطن و ظاہر کے جامع تھے۔ شاہجہان آپ کا بے حد معتقد تھا۔ ۱۰۶۹ھ مطابق ۱۶۵۸ء بعہد شاہ جہان آپ کا وصال ہوا۔ اس وقت گورنر لاہور نواب خلیل اللہ خاں تھا۔ مقبرہ شاہجہان نے تعمیر کرایا جو اب بھی اپنی بلندی کی وجہ سے دور سے دیکھا جا سکتا ہے۔ مقبرہ کے ساتھ جو مسجد ہے وہ خان بہادر نواب زکریا خان ناظم لاہور نے اپنی والدہ بیگم جان کی وصیت کے مطابق تعمیر کرائی تھی۔ عہد سکھاں میں اس مسجد میں میگزین رکھا رہتا تھا۔ عہد انگریز میں اس کو پہلے رہائشی جگہ بنایا گیا پھر یہاں دفتر اکاؤنٹنٹ جنرل قائم ہوا ۱۹۲۵ء میں جب مسجد شہید گنج کا انہدام سکھوں کے ہاتھوں ہوا تو یہ مسجد مسلمانوں کو واگزار کردی گئی۔

۳۱۔ حضرت ملا شاہ بدخشانی قادری:

نام نامی شاہ محمد اور والد ماجد کا نام ملا قاضی عبدی تھا۔ ۱۰۲۳ھ مطابق ۱۶۱۴ء عہد نور الدین جہانگیر میں بدخشاں سے لاہور تشریف لائے اور قادری سلسلہ میں حضرت میاں میر کے مرید ہوئے۔ آپ نے بھی اپنے پیرو مرشد کی طرح ساری عمر حجرد میں گزاری۔ گرمیوں میں کشمیر چلے جاتے اور سردیوں میں واپس لاہور چلے آتے۔ آپ شہزادہ داراشکوہ قادری اور جہاں آرا بیگم کے مرشد تھے۔ شہزادہ داراشکوہ نے اپنی تالیف سکینۃ الاولیاء میں اپنے پیرو مرشد اور حضرت میاں میر کے حالات زندگی نہایت شرح و بسط سے تحریر کیے ہیں۔ آپ شاعر بھی تھے۔ آپ بدخشاں سے کشمیر آئے اور پھر لاہور سے آگرہ پہنچے۔ ہندوستان کے بہت سے شہروں کی سیر و سیاحت کی، مگر بالآخر مدینۃ الاولیاء لاہور کو اپنا مستقر بنایا اور اپنے پیرو مرشد کے قدموں میں بقیہ زندگی بسر کردی۔ وفات ۱۰۷۲ھ مطابق ۱۶۶۱ء میں بعہد محی الدین اورنگ زیب عالمگیر ہوئی۔ اس وقت صوبہ لاہور کا نواب خلیل اللہ خاں تھا۔ مزار حضرت میاں میر کے مقبرہ کے قریب ہے جو شہزادہ داراشکوہ نے بنوایا تھا۔ رنجیت سنگھ نے اس مقبرہ کے تمام قیمتی پتھر اتار کر اس کا حسن نوچ لیا اور تمام پتھر

Marfat.com

امرتسر بھیج دیئے۔ آپ کا مقبرہ ایک باغ میں تھا۔ کسی زمانہ میں یہ مقام عالم گنج کے نام سے موسوم تھا۔ باغ کا دروازہ اب تک موجود ہے مگر پچھلی صدی میں اس باغ کے اندر گاؤں میاں میر آباد ہو گیا۔

۳۲۔ حضرت شاہ گدا قادری شطاری:

سید ابو تراب المعروف بہ شاہ گدا حسینی قادری شیراز سے ہندوستان آئے اور دکن میں شیخ وجیہہ الدین گجراتی کے مرید ہوئے۔ ان کے وصال کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے۔ شیراز سے آپ بہ عہد ہمایوں بادشاہ آئے تھے۔ جب لاہور آئے تو عوام کے علاوہ بے شمار روسائے لاہور آپ کے مرید ہوئے۔ شجرہ نسب آپ کا حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ مفتی غلام سرور لاہور اپنی تالیف حدیقۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ آپ کے پیران عظام کا سلسلہ سید ابو بکر تاج الدین خلف الرشید حضرت الشیخ تک پہنچتا ہے۔ وصال ۱۰۷۱ھ مطابق ۱۶۶۰ء عہد اورنگ زیب عالمگیر میں ہوا۔ اس وقت صوبہ لاہور نواب خلیل اللہ خاں تھا۔ مزار ریلوے کالونی نزد برٹ انسٹی ٹیوٹ گڑھی شاہو میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

۳۳۔ شاہ عنایت قادری:

آپ کو حضرت شاہ رضا قادری شطاری (المتوفی ۱۰۶۰ء) جن کا مرقد منور بازار جج محمد لطیف ٹبی بازار میں ہے۔ سے ارادت وخلافت حاصل تھی۔ لاہور سے خلافت حاصل کر کے آپ قصور پہنچے اور سلوک وارشاد کی محافل گرم کیں۔ سید بلھے شاہ جن کی رباعیات زبان وعوام وخواص ہیں۔ آپ کے مرید تھے۔ آخری عمر میں حاکم قصور حسین خاں سے کسی معاملہ میں ناراض ہو کر لاہور چلے آئے۔ آپ نے کئی ایک کتابیں لکھیں جن میں غایت الحواش کی دو جلدیں اور کنز الدقائق کی شرح خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ آپ کے درس میں قرآن پاک، حدیث وفقہ کے علاوہ مثنوی مولانا روم، فصوص الحکم اور تصوف کی دوسری کتابوں کا درس بھی ہوتا تھا۔ وفات ۱۱۴۱ھ مطابق ۱۷۲۸ء عہد احمد شاہ ابدالی میں ہوئی۔ اس وقت ناظم لاہور عبد الصمد خاں دلیر جنگ تھا۔ آپ کا مزار شاہراہ فاطمہ جناح پر مرجع عوام وخواص ہے۔

۳۴۔ شاہ محمد غوث گیلانی قادری:

شجرہ نسب حضرت الشیخ سے ملتا ہے۔ سید حسن پشاوری کے فرزند ارجمند تھے۔ جو لاہور کو مرکز تبلیغ بنا چکے تھے۔ ۱۶۷۴ء میں بمقام پشاور پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد مکرم کی زیر نگرانی حاصل کی۔ پھر مسلک قادریہ میں انھیں سے خلافت حاصل کی۔ پھر سیر وسیاحت کیلئے نکلے اور کابل، جلال آباد، اٹک، لنڈی کوتل، راولپنڈی، گجرات، گنجاہ، لاہور، دہلی، سرہند، ہوشیار پور، اجمیر اور آگرہ تک گئے۔ حضرت نوشہ گنج بخش، سید علی ہجویری، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت میاں میر لاہوری، حضرت میاں وڈا

Marfat.com

لاہوری، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، اور شیخ سلیم چشتی کے مزارات پر حاضری دی۔ لاہور میں شیخ حامد لاہوری، شیخ جان محمد سہروردی لاہوری، شیخ جان محمد ثانی لاہوری، سید جان محمد حضوری میاں نور محمد مدقق لاہوری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے فیوض و برکات حاصل کیے۔ قیام لاہور میں آپ کے اہل وعیال بھی یہاں آ گئے تھے۔ آپ ایک جید عالم بلند پایہ محدث اور صاحب رشد وہدایت تھے۔ آپ کی تصنیفات کی تعداد چار سو کے قریب بتائی جاتی ہیں۔ جن میں اسرار التوحید، رسالہ اصول حدیث، شرح قصیدہ غوثیہ، رسالہ ذکر جہر اور رسالہ غوثیہ بہت مشہور ہیں۔ وفات ۱۰۷۷ھ مطابق ۱۶۶۳ء عہد عالمگیر میں ہوئی اور بیرون دہلی دروازہ میں دفن ہوئے۔ اس وقت ابراہیم خاں گورنر لاہور تھا۔ آپ کے مرقد منور کے اردگرد سردارانِ کابل اور دیگر کئی معروف شخصیتوں کی قبور ہیں جن میں شہزادے، علمائے کرام، رئیس اور حکماء وغیرہ شامل ہیں۔

۳۵۔ خواجہ محمد سعید قادری:

ابتدائی تعلیم وتربیت کے بعد آپ حرمین الشریفین کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے۔ وہیں سید محمود بن سید علی حسین گردی سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ جن سے آپ کی ملاقات مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔ بعد ازاں آپ ہندوستان تشریف لے آئے اور مدینۃ الاولیاء لاہور میں قیام فرمایا۔ اسی دوران آپ نے دوسری بیعت سلسلہ نقشبندیہ میں حافظ سعد اللہ مجددی سے کی جو سید آدم بنوری کے خلیفہ اعظم تھے۔ آپ ان دونوں سلاسل سے منسلک تھے۔ جب ممالک اسلامیہ کی سیر وسیاحت وزیارات کے بعد لاہور آئے تو آپ نے محلہ وولا واڑی میں رہائش اختیار کی۔ درس وتدریس اور رشد وہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ یہ خانقاہ موجودہ صورت میں نیک بنک اسکوائر میں واقع ہے۔ شمس العلماء سید محمد لطیف نے اپنی تالیف ہسٹری آف لاہور میں آپ کی تاریخ وفات ۱۷۶۳ء درج کی ہے۔ سردار سلطان محمد خاں برادر امیر دوست محمد خاں والئی افغانستان جب لاہور آتے تھے تو آپ کے مقبرہ پر حاضر ہوتے تھے۔

۳۶۔ عبداللہ شاہ بلوچ قادری:

شیخ عبداللہ بلوچ قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ لنگر خاں بلوچ کی اولاد سے تھے۔ جو ہمایوں کے عہد میں لاہور آئے تھے اور یہاں اس نے محلہ لنگر خاں آباد کیا تھا۔ آپ نے قادری سلسلہ میں شیخ شرف الدین پانی پتی سے بیعت کی، جن کا مرشدی سلسلہ حضرت میاں میر قادری لاہوری تک چلتا ہے۔ آپ نے ایک خانقاہ بنائی جو موجودہ کوٹ عبداللہ شاہ مزنگ میں واقع ہے۔ آپ نے کئی ایک عمارات بنوائیں۔

۱۔ کوٹ عبداللہ شاہ مزنگ ۲۔ ڈھوڈی نزد نواں کوٹ ۳۔ نیاز بیگ

Marfat.com

۴۔ قلعہ غوث متصل گوہر پور ۵۔ قلعہ گوجر سنگھ وغیرہ

یہ سب آبادیاں آپ کی وجہ سے معرض وجود میں آئیں۔ آپ کے خلفاء میں امام غلام محمد خطیب مسجد وزیر خاں، حافظ اللہ یار پشاوری، شیخ فیض بخش قادری اور خواجہ احمد قادری بہت مشہور ہوئے۔ وفات آپ کی ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۰۷ء عہد سہ حاکمان لاہور میں ہوئی اور مزنگ میں جہاں اب آپ کا مقبرہ ہے دفن ہوئے۔ یہ مقبرہ سردار خاں بلوچ نمبردار مزنگ نے ۱۸۹۸ء میں بنوایا تھا مقبرہ کے ساتھ مسجد سردار خاں بلوچ اور دو عظیم الشان نامکمل مینار بھی ہیں۔

لاہور کے معروف قادری مشائخ کرام میں سید الشاہ ابوالبرکات سید احمد قادری (خلیفہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی) المتوفی ۱۳۹۸ھ مدفون دارالعلوم حزب الاحناف لاہور۔

☆ مولانا اعجاز علی خان القادری الرضوی المتوفی ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء آپ سلسلہ قادریہ میں مولانا حامد رضا خان بریلوی کے مرید وخلیفہ تھے۔ (میانی صاحب قبرستان لاہور میں آخری آرام گاہ ہے)

مولانا ابوالحسنات سید احمد قادری المتوفی ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء، مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی (علیہ الرحمۃ)، حضرت مفتی غلام سرور لاہوری المتوفی ۲۷/ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۴/اگست ۱۸۹۰ء اور مدفون مضافات بدر (مدینہ منورہ) آپ کئی کتب کے مولف، مصنف، مفتی، مورخ، تذکرہ نویس، ادیب و شاعر اور عاشق رسول تھے۔ اور حضرت شیخ العالم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے ہاتھ پر بیعت تھے۔ آپ نے سلسلہ قادریہ کے فروغ اور سیدنا الشیخ کی عقیدت میں ایک کتاب بنام ''گلدستۂ کرامات شیخ عبدالقادر جیلانی'' بھی تصنیف کی۔ بقول علامہ صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی لاہوری موصوف نے گورنمنٹ برطانیہ سے شمس العلماء کا خطاب لینے سے اس لیے ناپسند کیا کہ سلسلہ قادریہ کے مبلغین جو بھی کام کرتے ہیں وہ اللہ کی رضا کیلئے کرتے ہیں نہ کہ خطابات کیلئے۔ واضح رہے کہ برصغیر میں برطانوی حکومت نے جن جن علماء کو شمس العلماء یا خان بہادر جیسے اعزازات سے نوازا، انہوں نے درحقیقت برطانوی مفادات کیلئے خدمات انجام دیئے تھے۔ چاہے مسلمانوں کا قتل عام ہی کیوں نہ ہو۔ اس میں شمس العلماء میاں نذیر حسین بہاری دہلوی، مولانا شبلی نعمانی، مولانا حالی، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی وغیرہ کو تو بطور دلیل پیش کیا جاسکتا ہے۔

مولانا غلام قادر بھیروی المتوفی ۱۹/ربیع الاول ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۸ء آپ نے انگریزی ادوار میں مسلک اہلسنّت اور سلسلہ قادریہ اور سلسلہ چشتیہ کو فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ کے اساتذہ میں تحریک جہاد آزادی کے حضرت مولانا مفتی صدرالدین آزاد دہلوی جن کے خرمن فیض سے آپ نے اپنے دامن کو بھرا اور دوسروں کو بھی تقسیم کیا تھا۔

Marfat.com

لاہور میں آپ کے مزار پر یہ کتبہ آویزاں ہے اور بہ آسانی پڑھا جا سکتا ہے۔ ''استاذ العلماء، شمس الفضلاء، عمدۃ المحققین، زبدۃ العارفین، سراج السالکین، حامی سنن، ماحی بدعت حضرت مولانا عبدالقادر صاحب المعروف مولانا غلام قادر قریشی، ہاشمی، چشتی، قادری، سیالوی، بھیروی ثم لاہوری۔ (۱)

مولانا حاکم علی المتوفی ۱۹۴۴ء۔ آپ بڑے ہی راسخ العقیدہ سنی تھے، اعتقادی معاملات میں کسی سے کوئی رعایت نہیں فرماتے تھے اور سلسلہ قادریہ کے فروغ میں ہمیشہ کوشاں رہے۔ آپ لاہور میں ۱۹۴۴ء میں واصل بحق ہوئے آپ حضرت الیشان بخاری لاہوری کے مزار کے قدموں میں آسودۂ خواب ہیں۔ آپ نے ترک تحریک موالات میں حضرت فاضل بریلوی کے موقف کو نمایاں کیا، آپ حضرت فاضل بریلوی کے معتمدین میں سے تھے۔ (۲)

حضرت مولانا نور بخش توکلی:

آپ مشرقی پنجاب میں ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم اے عربی کی امتیازی ڈگری حاصل کی۔ ۱۸۹۳ء میں محمڈن اسکول چھاؤنی انبالہ میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے اور انبالہ ہی میں ایک معروف بزرگ حضرت سائیں توکل انبالوی سے بیعت ہوئے اور اسی نسبت سے ''توکلی'' کہلائے۔ آپ کی دینی خدمات میں مدرسہ توکلیہ اور کئی علمی تصانیف میں سیرت غوث الاعظم اور اقوالِ صحیفہ فی جواب الحرح علی ابی حنیفہ وغیرہ بہت معروف ہیں۔ آپ کی تصانیف میں سے ''سیرت رسول عربی'' تاج کمپنی لاہور کے زیرِ اہتمام چھپی اور مقبول خاص و عام ہوئی۔ آپ ایک عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے بلند پایہ صوفی اور ولی کامل تھے۔ آپ ۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء کو اپنے مکان کی سیڑھی سے پھسل کر زخمی ہوئے اور زخموں کی تاب نہ لا کر واصل بحق ہوئے۔ آپ کو فیصل آباد میں نور شاہ ولی کے مزار کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ (۳)

میاں میر سندھی ثم لاہوری:

حضرت میاں میر مغلیہ دورِ حکومت میں قادریہ سلسلہ کے بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں، جنھوں نے اپنی زندگی فقر میں گزاری، لیکن اپنی شخصیت اور کردار سے بادشاہوں کو متاثر کیا اور ان کی خدمت گزاری میں فخر محسوس کرنے لگے۔ ان کے روحانی فیض سے سندھ، پنجاب اور دوسرے علاقوں کے کئی لوگ مستفیض ہوئے۔ سلطان جہانگیر ان کی گفتگو سے اتنے متاثر ہوا کہ بقول دارا، جہانگیر

(۱) تذکرہ علماء اہلسنت لاہور، صفحہ 233 (۲) تذکرہ علماء اہلسنت لاہور، صفحہ 233

(۳) تذکرہ علماء اہلسنت، صفحہ 3، مولفہ صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی، لاہور

نے آپ سے کہا: ''سلطنت، جاہ وحشمت، مال وجوہر جو کچھ میرے پاس موجود ہے، میری نظر میں سنگ وخس کے برابر ہے۔ اگر حضرت توجہ فرمائیں تو میں علائق دنیا کو ترک کردوں''۔ لیکن حضرت میر صاحب نے اس کو منع فرمایا اور خلق خدا کی پاسبانی اور عدل وانصاف کے سلسلہ میں ہدایت دیں''۔ جہانگیر کے بعد شاہجہان ان کے آستانہ پر حاضری دینے آیا اور جیسے ہی بزرگ کے حجرے میں داخل ہوا تو اس کو مخاطب کر کے فرمایا: ''بادشاہان عادل کے لیے لازم ہے کہ رعیت اور مملکت کی خبر گیری کریں اور اپنی ولایت کی آبادی اور خوشحالی میں تندہی سے مصروف رہیں، کیونکہ اگر رعیت خوشحال ہوگی اور ملک آباد ہوگا تو سپاہ آسودہ اور خزانہ معمور ہوگا''۔ بقول دارا ''شاجہان دو مرتبہ آپ کی خدمت میں آیا چونکہ آپ بادشاہ اور امراء سے مال لینا قبول نہیں فرماتے تھے۔آپ نے روحانی فیض شیخ خضر سیوستانی سے حاصل کیا تھا۔

قصور: مولانا ابوالعلاء محمد عبداللہ قادری المتوفی ۱۴۱۹ھ، آپ مولانا سید برکات احمد قادری کے شاگرد وخلیفہ تھے۔

گجرات: حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی الاشرفی الرضوی القادری (المتوفی ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء گجرات)

مولانا حافظ سید الٰہی بخش نوشاہی گجرات المتوفی ۱۸/ جمادی الاخری ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء مدفون قبرستان نوشاہیہ شاہین پال گجرات مغربی پنجاب۔

سیالکوٹ: حضرت مولانا امام الدین القادری الرضوی المتوفی (۱۹/ ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء)

شیخ خضر سیوستانی:

قادری طریقہ کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ تارک الدنیا تھے۔ پہلے سہون کے قبرستان میں رہتے تھے۔ موسم سرما میں لوگوں سے الگ اور پوشیدہ رہ کر سہون کے پہاڑ میں بسر کرتے۔ شہر کا رخ نہیں کرتے۔ البتہ سال میں ایک دو بار شہر میں آتے، وہ بھی گھومنے پھرنے کے لیے، حق سبحانہ وتعالیٰ کے سوائے کسی سے آشنائی نہ رکھتے۔ ایک مرتبہ حاکم سیوھن آپ کی خدمت میں آیا تو دیکھا کہ حضرت دھوپ میں ایک پتھر پر عالم محویت میں بیٹھے ہیں۔ وہ ان کے قریب آ کر کھڑا ہوگیا۔ اس کا سایہ آپ پر پڑا تو اس کی موجودگی کا احساس ہوا۔ سر اٹھا کر فرمایا کہ کیسے آنا ہوا؟ اس نے جواب میں کہا ''میری التماس ہے کسی خدمت کا فرمائیے کہ میں بجالاؤں''۔ حضرت نے فرمایا ''پہلی خدمت یہ ہے کہ اپنا سایہ ہٹالو۔ اس نے ایسا ہی کیا اور پھر استدعا کی کہ میرے لیے دعائے خیر کریں۔ فرمایا: ''حق تعالیٰ وہ وقت نصیب نہ کرے کہ غیر کا خیال تمہارے دل میں آئے''۔ یہ سن کر حاکم شرمسار ہوا اور واپس چلا گیا۔

حضرت میاں میر سیوھانی نے حضرت شیخ خضر سے روحانی فیض حاصل کیا تھا۔ حضرت میاں

Marfat.com

میر نے حضرت شیخ خضر سے اپنی پہلی ملاقات کا ذکر اس طرح کیا کہ ''جب میں والدہ سے رخصت ہو کر غلبہ شوق میں گھر سے نکلا تو جنگل کا رخ کیے بے اختیار چلا جا رہا تھا، یہاں تک کہ کوہِ سیوستان پہنچا۔ وہاں دیکھا کہ ایک طرف کو تنور ہے، جو اوپر سے ڈھکا ہوا ہے۔ تنور کھولا تو اس میں ایک بڑا سا پتھر نظر آیا۔ تنور گرم تھا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ کسی بزرگ نے اپنے لیے یہ جگہ بنائی ہے کہ سردی سے اپنا بچاؤ کر سکیں۔ تنور دیکھ کر مجھے اسے بزرگ سے ملنے کی خواہش ہوئی اور فیصلہ کیا کہ جب تک انھیں دیکھ نہ لوں گا واپس نہیں جاؤں گا۔ تین دن وہاں بھوکے پیاسے اور حیرانی کے عالم میں گزرے۔ ہوا بڑی سرد تھی۔ جی چاہتا تھا کہ تنور میں بیٹھ جاؤں، لیکن یہ خیال آتا کہ یہاں بیٹھنا خلافِ ادب ہوگا۔ تین دن رات کے بعد حضرت شیخ وہاں آئے۔ میں نے آگے بڑھ کر انھیں سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: ''وعلیکم السلام یا میر محمد!'' ان کی زبان سے اپنا نام سنا تو اعتقاد اور بھی زیادہ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: ''کہو کب آئے'' میں نے عرض کیا: ''تین دن رات سے آپ کی تشریف آوری کا منتظر ہوں''۔ فرمایا: ''میں تو یہاں سے آج ہی گیا تھا لیکن تمہیں کہیں دیکھا نہیں''۔ بہر حال انھوں نے مجھے اپنی مریدی کی سعادت بخشی اور ذکر الٰہی میں مشغول کر دیا۔ اس کے بعد حضرت میاں میر عبادت اور ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ تھوڑی ہی مدت میں درجات بلند اور مقامات عالیہ کو پہنچا اور ماسوائے اللہ سے دل ہٹ گیا۔ اس کے بعد حضرت شیخ خضر نے آپ کو فرمایا کہ اب تمہیں کوئی ضرورت نہیں، جہاں چاہو جاؤ اور جہاں خواہش ہو وہاں قیام کرو۔ اس کے بعد حضرت میاں میر سیر و سیاحت کرتے ہوئے لاہور آئے۔

حضرت شیخ خضر سے متعلق زیادہ احوال نہیں ملتا۔ آپ کے متعلق مذکورہ احوال داراشکوہ کی کتاب ''سکینۃ الاولیاء'' میں ملتا ہے۔ مفتی غلام سرور لاہوری کی کتاب ''خزینۃ الاصفیاء'' میں آپ کا سن وفات ۹۹۴ھ (۱۵۸۶ء) درج ہے۔ اور قطع تاریخ وفات کچھ اس طرح دی ہے:

کرد چوں رحلت ازیں دارالفنا	سال وصال آں ولئی جنتی
آفتاب عارفاں حق بکر	نیز سالک متی نورالولی

حضرت سید شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخش علوی:

آپ کا نام حاجی محمد تھا اور لقب سامی نوشہ اور خطاب گنج بخش تھا۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام حضرت سید ابو اسماعیل علاؤ الدین حسین غازی تھا جو اہل بزرگ تھے اور ان کا مزار درگاہ حاجی غازی صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ نسب کے لحاظ سے آپ علوی عباسی خاندان کے فرد تھے۔ آپ کی ولادت یکم رمضان ۹۵۹ھ (۱۵۵۲ء) میں ہوئی۔ اپنے والد بزرگوار اور دوسرے علماء سے تعلیم حاصل کی۔ حضرت

Marfat.com

سخی شاہ سلیمان نوری بھلوالی سے روحانی فیض حاصل کیا۔ صاحب کرامات بزرگ تھے۔ آپ کی اولاد بہت پھیلی آپ کی اولاد اوران کی اولاد آپ کے خلفاء اوران کے خلفاء کا بہت طویل سلسلہ ہے جن کے صرف نام دیے جائیں تو بھی کئی صفحات درکار ہوں گے۔ صرف آپ کے خلفاء کے تین سو سے زائد نام ملتے ہیں۔ آپ کے جاری کردہ روحانی سلسلہ کو آپ کی اولاد اور خلفاء نے خوب پھیلایا اور پنجاب کی سرزمین کو روحانی اور اخلاقی فیض سے مالا مال کیا۔

لغوی لحاظ سے نوشہ کے معنی ہے نوجوان، داماد، دولہا، خوش، خرم، خوشحال۔ صوفیانہ اصلاح میں نوشہ اس شخص کو کہتے ہیں جس کو اپنے محبوب حقیقی سے وصال حاصل ہو اور اپنی ہستی کو فنا کر کے ذات حقیقی سے بقا حاصل کی ہو۔ حضرت شاہ حاجی محمد صاحب نے اعلیٰ روحانی مرتبہ حاصل کیا اس وجہ سے نوشتہ گنج بخش مشہور ہوئے۔ آپ تصنیف و تالیف سے زیادہ تبلیغ کو پسند کرتے تھے۔ آپ نے لاتعداد لوگوں کو روحانی تربیت فرمائی۔ اپنا وقت عبادت اور ریاضت میں گزارنے کے ساتھ لوگوں کی روحانی، اخلاقی اور معاشرتی اصلاح میں بھی صرف کیا۔ آپ نے ''گنج الاسرار'' کے نام سے کتاب ترتیب دی۔ یہ کتاب چند اشعار کا مجموعہ ہے جو ہندی (بھاشا) زبان میں ہے اوران میں قادریہ سلسلہ کے اشغال اور اذکار بیان کیے گئے ہیں۔

سید خیر الدین ابوالمعالی:

یہ بزرگ شیرگڑھ میں ۹۶۰ھ (۱۵۵۳ء) میں تولد ہوئے، اپنے والد اور چچا سے تعلیم و تربیت حاصل کی، بڑی ریاضتیں اور مجاہدے کیے۔ شیرگڑھ سے جب لاہور آئے تو کئی جگہوں پر کنویں، تالاب اور باغ بنائے جو شاہ ابوالمعالی کی جھوک کے نام سے مشہور ہوئے، شیرگڑھ چھوڑنے سے پہلے وہ ایک مرتبہ دہلی اور ایک مرتبہ ٹھٹھہ بھی گئے تھے۔ شاہ صاحب جب لاہور پہنچے تو ان کی فقیری، درویشی، پاک بینی اور دیدہ وری کی بہت شہرت ہوئی اور لوگ دور دراز سے فیض پانے کیلئے حاضر ہونے لگے اور مرید ہوتے گئے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جو خود بھی عالم فاضل اور صوفی تھے آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ قادریہ سلسلہ کے بانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی سے آپ کو والہانہ عقیدت تھی۔ آپ کا مکمل دیوان موجود ہے اس کے علاوہ دوسری کتابوں میں بھی بعض جگہ آپ کے اشعار ملتے ہیں۔ آپ کی تالیفات میں مندرجہ ذیل نام ملتے ہیں۔

(۱) تحفہ قادریہ (۲) رسالہ شوقیہ (۳) مونس جان (۴) زعفران زار (۵) گلدستہ باغِ ارم (۶) روضۃ الاوراد (۷) اصول صوفیہ (۸) رسالہ نوریہ (۹) ہشت محفل (ملفوظات) وغیرہ

Marfat.com

تحفۃ القادریہ:

میں آپ نے حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی کی سوانح مرتب کی ہے۔

رسالہ نوریہ:

اس میں طریقت کی بنیادی باتوں کی تلقین کی گئی ہے۔ بظاہر یہ رسالہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے اقوال پر مشتمل ہے۔ تمام اقوال عربی میں ہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنے ملفوظات میں حضرت سید عبدالقادر الگیلانی کے قول کثرت سے نقل کیے ہیں، محفل اول کی شروعات ہی اس طرح ہوتی ہے۔ کسی نے حضرت الشیخ سے درخواست کی کہ ہمیں نصیحت فرمائی۔ انھوں نے کہا: قرآن پڑھو، امر و نہی کا خیال رکھو، اگر تمہارے پاس فقیر یا مسافر آئے تو اسے ماحضر پیش کرو۔ غیر حاضری میں بھی سامنے بھی ہمیشہ سچ کہو۔ منافقت سے بچو، ہمیشہ باوضو رہو، جو میرا نائب ہے، اس کی تعظیم کرو، راضی بہ رضا رہو''۔ حضرت شاہ ابوالمعالی ۱۶ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ (۱۶۱۵ء) کو فوت ہوئے اور لاہور میں مدفون ہوئے۔

ضلع جھنگ میں قادری مراکز:

حضرت سلطان باہو قصبہ شورکوٹ میں ۱۰۳۹ھ (۱۶۳۱ء) میں تولد ہوئے۔ والد بایزید محمد حافظ قرآن، عالم متشرع اور متقی بزرگ تھے۔ وہ اعوان قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ سلطان حامد بن سلطان غلام باہو، جو حضرت سلطان باہو کی اولاد میں سے تھے، اپنے آباؤ اجداد کے متعلق ''مناقب سلطانی'' کے نام سے کتاب لکھی ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ قبیلہ اعوان حضرت قطب شاہ کی نسل سے ہے اور ان کا سلسلہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرزند امیر زبیر سے ملتا ہے۔ (۱)

حضرت باہو نے تعلیم حاصل کی۔ پہلے حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی کے مزار کی زیارت کرنے گئے اور وہاں چلہ کشی کی۔ اس کے بعد کئی شہروں میں گئے اور بزرگوں کے مزارات کی زیارت کی۔ معروف بزرگ حبیب اللہ قادری کی خدمت میں گئے اور کچھ دن وہاں رہ کر ان سے روحانی فیض حاصل کیا۔ اس کے بعد شاہ حبیب اللہ قادری کی ہدایت پر دہلی جا کر سید عبدالرحمٰن قادری سے مستفیض ہوئے۔ ان کے دست حق پرست پر بیعت کی اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں اجازت و خلافت حاصل کی۔ پھر انھوں نے رسول اکرم ﷺ سے باطنی طور پر روحانی فیض حاصل کیا۔ جب انھیں مجلس محمدی میں حضوری حاصل ہوئی تو رسول کریم ﷺ نے ان کا ہاتھ سید عبدالقادر الگیلانی کے ہاتھ میں دیا۔ چنانچہ وہ آنحضرت ﷺ کی نسبت سے سروری اور سید عبدالقادر الگیلانی کی نسبت سے قادری کہلائے۔ بعد ازاں آپ نے اپنے آبائی وطن میں

(۱) مناقب سلطانی، سلطان حامد، اللہ والے کی قومی دکان، ص ۶، ۱۹۲۶ء

Marfat.com

آ کر رشد وہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے بے شمار لوگ آپ کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوئے۔ پنجاب کے علاوہ شمالی سندھ اور بلوچستان میں آپ کے مرید اب بھی موجود ہیں۔ آپ کی وفات جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ (۱۶۹۱ء) میں ہوئی۔ آپ کی وفات کے بعد سلطان صالح محمد سجادہ نشین ہوئے۔ آجکل حضرت شاہ صاحبزادہ سلطان فیض الحسن آپ کے مشن کو فروغ دے رہے ہیں۔ سلسلہ قادریہ کے اور بھی کئی بزرگ گزرے ہیں، جنھوں نے خطہ پنجاب اور دیگر صوبہ جات کو روحانی فیض سے منور کیا۔

سید علی سرور:

۶۰۰ھ (۴-۱۲۰۳ء) میں دہلی سے ملتان آئے۔ کچھ عرصہ ملتان میں رہنے کے بعد کروڑ میں اقامت اختیار کی اور وہیں فوت ہوئے۔ مقبرہ کروڑ میں ہے۔

عبدالرشید حقانی:

حضرت غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی کے عم زاد بھائی تھے۔ قادری سلسلہ کے بزرگ میراں سید علی کے خلیفہ تھے۔ آپ نے چار شادیاں کیں۔ آپ کے چار بیٹے ہوئے مخدوم ابوبکر، مخدوم محمد، مخدوم حسن اور مخدوم شاہ صدر۔ حضرت عبدالرشید حقانی کے پوتے ایوب قتال کی خانقاہ دینار پور'' (تحصیل لودھراں) کے مشرق کے جناب تین کوس کے فاصلے پر ہے۔ مخدوم حسن کی خانقاہ کروڑ میں ہے اور حضرت رشید حقانی کا مقبرہ موضوع مخدوم رشید (تحصیل ملتان) میں ہے۔ آپ ۶۶۹ھ (۱۲۷۰ء) میں فوت ہوئے۔ سلطان ایوب قتال ۷۶۶ھ (۱۳۶۴ء) میں فوت ہوئے۔ ان کا مزار سندھ کے گاؤں ''اگھم'' میں ہے۔

شاہ جلال الدین:

۱۲ رشوال ۶۹۹ھ (۱۳۰۰ء) میں پشاور میں تولد ہوئے۔ ۱۷ ررجب ۷۱۹ھ (۱۳۱۹ء) میں حضرت سید محمد بن مہدی سے قادریہ سلسلہ میں خلافت حاصل کی۔ آپ کا سلسلہ طریقت حضرت سید عبدالقادر الگیلانی تک پہنچتا ہے۔

شاہ ابواسحاق قادری لاہوری:

سید شیخ داؤد کرمانی کے خلیفہ تھے۔ اپنے پیر کی اجازت سے لاہور آئے اور محلہ پیر مزنگ مغل میں سکونت پذیر ہوگئے۔ ہزاروں لوگوں نے ان کی بیعت میں آکر روحانی فیض سے مستفیض ہوئے۔ کئی لوگوں نے آپ سے قصہ، حدیث اور تفسیر کی تعلیم حاصل کی۔ ۹۸۵ھ (۱۵۷۷ء) میں فوت ہوئے۔ آپ کا مقبرہ موضوع مزنگ میں ہے، جو لاہور سے جنوب کی طرف دو میل پر واقع ہے۔

سید شاہ بلاول لاہوری:

حضرت شاہ شمس الدین قادری کے مرید اور خلیفہ تھے۔ عابد، زاہد، متقی اور متشرع بزرگ تھے۔

Marfat.com

ان کے خاندان کے بزرگ ہمایوں بادشاہ کے ساتھ ہرات سے ہند میں آئے۔ ہمایوں نے ان کو قصبہ شیخو پورہ میں جاگیر دی اور وہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ شیخ بلاول کی ولادت بھی اسی مقام پر ہوئی۔ آپ کے والد کا نام سید عثمان بن عیسیٰ تھا۔ حضرت شاہ بلاول لاہوری اپنے وقت کے بہت بڑے عالم فاضل اور بزرگ شخصیت تھے۔ آپ نے ظاہری تعلیم مولانا ابوالفتح لاہوری سے حاصل کی اور روحانی تعلیم شاہ شمس الدین سے حاصل کی۔ شاہجہاں اور داراشکوہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ آپ نے اپنی خانقاہ میں لنگر جاری کیا، جس سے ہزاروں مسافر، غرباء اور مساکین دو وقت کھانا کھاتے تھے۔ ستر برس کی عمر میں ۱۰۴۶ (۱۶۳۶ء) میں فوت ہوئے۔ آپ کا مزار بھی لاہور کے دہلی دروازہ میں ہے۔

سید احمد شیخ الہند گیلانی:

قادریہ سلسلہ کے بزرگ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سید عبدالقادر الگیلانی سے ملتا ہے۔ آپ بغداد سے ہند میں آئے اور متصل وزیر آباد کے ایک گاؤں ''کوٹلہ'' نامی آباد کر کے سکونت پذیر ہو گئے۔ ۱۱۳۶ھ (۱۷۲۴ء) میں فوت ہوئے اور ''کوٹلہ'' میں ہی مدفون ہوئے۔ آپ کی اولاد موضوع خانپور میں سکونت رکھتی ہے۔

شاہ لطیف بری (اسلام آباد):

بڑے عابد، زاہد، مست ومجذوب بزرگ، بے شمار لوگوں کو روحانی فیض دیا۔ آپ کا نام سید عبداللطیف اور والد بزرگوار کا نام سید محمود شاہ ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب ستائیں واسطوں سے حضرت امام موسیٰ کاظم سے جاملتا ہے۔ آپ کی ولادت ۱۰۲۶ھ (۱۶۱۷ء) میں موضوع چولیاں کرسال تحصیل چکوال ضلع جہلم میں ہوئی۔ طریقت کے لحاظ سے قادری سلسلہ کے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ اس کے بعد ''ہور غشتی'' گئے جو اس زمانہ میں دینی علوم کا مرکز تھا۔ یہاں آپ نے علوم عقلی ونقلی کے ساتھ روحانی تعلیم بھی حاصل کی۔ اس کے بعد آپ کشمیر، بدخشان اور ایران، عراق اور شام کے مختلف شہروں کی سیاحت کی۔ حرمین شریفین بھی گئے اور حج ادا کیا۔ واپس آکر آپ نے نور پور شاہاں کے پاس بہنے والی ندی ''نیلاں'' میں کھڑے ہوکر برسوں عبادت وریاضت کی۔ اس کے بعد موضع ''نیلان بوتھو'' کے نزدیک ایک غار میں چلہ کاٹنے چلے گئے۔ اس غار میں جب آپ نے کافی عرصہ عبادت اور ریاضت کی تو آپ کے مرشد حضرت سخی حیات المیر وہاں آئے اور غار کے دروازہ پر کھڑے ہوکر آپ کو آواز دے کر باہر نکالا اور کہا: ''آج میں تمہیں اس ''بر'' (زمین) کے لیے اپنا نائب امام مقرر کیا ہے''۔ چنانچہ اس روز سے آپ امام بری مشہور ہو گئے۔ غار سے باہر آنے کے بعد آپ نے حیات المیر کے ہاتھ پر بیعت کی اور

Marfat.com

خلافت حاصل کی۔آپ کا ''بری امام'' مشہور ہونے کے متعلق ایک اور روایت بہت ہی معروف ہے۔ اس کے مطابق پانی میں ''چلہ کشی'' کی وجہ سے ''بحری'' کہلائے اور یہ لقب عوام میں ''بری'' مشہور ہوگیا۔ علاقہ پوٹھار کے موضع ''نیلان بوتھو'' میں ۱۰۷۷ھ (۱۶۶۷ء) میں حضرت سید حسن پشاوری نے آپ سے ملاقات کی۔اسکے بعد سید حسن کے فرزند محمد غوث لاہوری سنہ ۱۱۱۶ھ (۱۷۰۷ء) میں آپ سے ملے۔اس کے بعد حضرت بری امام نے ''تیرکوٹ'' یا ''دھیرکوٹ'' میں بھی چلے کاٹے۔دھیرکوٹ میں آپ نے تلقین اور تبلیغ کا سلسلہ جاری کیا اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا درس دیا، جس سے کئی لوگ راہ راست پر آئے۔ دھیرکوٹ میں بت پرست قوم کو مشرف بہ اسلام کیا۔ ہزاروں لوگوں کو روحانی فیض سے مستفیض کر کے ۹۱ برس کی عمر میں ۱۱۱۷ھ (۱۷۰۵ء) کو فوت ہوئے۔آپ کا مقبرہ اسلام آباد کے قریب پہاڑوں کے دامن میں نور پور شاہاں میں ایک ندی کے کنارے پر واقع ہے، آپ لاولد تھے۔

لاہور کے جن مشائخ قادریہ نے اپنی علمی اور روحانی خدمات سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا ان میں مولانا مفتی غلام جان ہزاروی ثم لاہوری المتوفی ۱۳۷۹ھ (۱۹۵۹ء) میں ضلع ہزارہ مانسہرہ میں آپ ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے۔مدرسہ عالیہ جامعہ مسجد آگرہ، ٹونک میں علامہ حکیم ابوالبرکات احمد اور ۱۳۳۵ھ میں مدرسہ عالیہ رام پور سے تکمیل کیا۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا شہرہ سن کر مرکز علم وعرفان بریلی پہنچے اور مولانا ظہور الحسن رام پوری، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی اور دیگر اساتذہ سے صحاح ستہ کا دورہ کیا۔۱۳۳۷ھ میں امام اہلسنّت فاضل بریلوی نے دستار بندی فرمائی۔آپ حضرت امام اہلسنّت کے دست اقدس پر مرید ہوئے اور پھر سلسلہ قادریہ میں خلافت سے نوازے گئے۔فراغت کے بعد کئی سال تک مدرسہ منظر اسلام میں بریلی میں مدرس بھی رہے۔پھر مدرسہ سلیمانیہ تونسہ شریف۔ممڈ شریف، ضلع ہزارہ کے قاضی القضاۃ کے فرائض انجام دنے کے بعد لاہور چلے گئے۔مدرسہ نعمانیہ لاہور میں صدر مدرس اور مفتی مقرر ہوئے۔ ۱۳۴۵ھ بریلی شریف اور اجمیر حاضری دی۔شب بیداری، یتیموں، بیواؤں کی دست گیری، آپ کے خصوصی اوصاف تھے۔دین متین کی تبلیغ اور ترویج کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے جس میں سیف رحمان علی راس القادیانی بہت معروف ہے۔لاہور کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا مظفر اقبال سابق مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور آپ کے جانشین ہیں۔

مولانا الحاج پیر محمد سعید قادری المتوفی ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء (ملتان):

آپ ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء جلال پور پیروالا میں پیدا ہوئے۔اپنے برادر مکرم مولانا عبدالغفار قادری سے ظاہری وباطنی علوم کا اکتساب کیا۔آپ نے تبلیغ دین کو اپنا شعار بنائے رکھا۔۵/ جمادی الثانیہ ۱۳۸۲ھ/

۱۹۶۲ء کو دنیا سے رخصت ہوئے اور اپنے آبائی قبرستان حافظ محمد طاہر قادری کے پہلو میں دفن ہوئے۔ حضرت مخدوم سید شوکت حسین شاہ گیلانی ملتانی سجادہ نشین درگاہ حضرت موسیٰ پاک شہید نے نماز جنازہ پڑھائی۔

مولانا محمد شریف المتوفی ۱۹۵۱ھ (سیالکوٹ)

آپ کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ امام اہلسنّت فاضل بریلوی کی خدمت میں بریلی پہنچے اور مزید تعلیم کے بعد سلسلہ قادریہ میں اجازت سے مشرف ہوئے۔ آپ اپنے مرشد فاضل بریلوی کی اجازت سے امرت سر سے الفقہ نامی رسالہ جاری کرایا۔ آپ کے خلف رشید سلطان ابوالواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر سیالکوٹی مدیر ماہ طیبہ بھی اسی مشن کے فروغ میں مصروف عمل رہتے ہیں۔ مولانا محمد شریف خلیفہ فاضل بریلوی سلسلہ قادریہ کے جلیل القدر بزرگوں میں سے تھے۔ آپ ۹۰ سال کی عمر میں ۱۵ر جنوری ۱۹۵۱ء کو عازم خلد بریں ہوئے۔ درے والی مسجد کوٹلی لوہارا ضلع سیالکوٹ میں آپ کا مزار پرانوار ہے۔(۱) مولانا پیر سید محمد معصوم شاہ نوری المتوفی ۱۳۸۸ چک سادہ شریف ضلع گجرات ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئے۔ لاہور میں حضرت بابا فضل نور قادری نوشاہی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور خلافت سے نوازے گئے۔ آپ کی عظیم الشان دینی خدمات میں لاہور میں نوری کتب خانہ کا قیام ہے۔ آپ کی زندگی کا نصب العین دین الٰہی کا فروغ اور مسلک حق اہلسنّت و جماعت کی ترویج اور فکر سیدنا عبدالقادر الگیلانی کو عام کرنا تھا۔ آپ اپنے وقت کے عظیم شیخ طریقت قادری تھے، پورے پاکستان میں آپ کے مریدین کا وسیع حلقہ ہے۔ ۲۹ر شوال، ۱۸ر جنوری ۱۹۶۹ء آپ نے رحلت فرمائی اور اپنے پیر طریقت کے پہلو میں چک سادہ میں محوِ خواب ابدی ہوئے۔

حضرت مولانا الحاج پیر محمد یوسف نوشاہی المتوفی ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء ضلع شیخوپورہ:

مولانا محمد یوسف ابن حافظ کرم الٰہا ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء موضع مردانہ ضلع شیخورہ پورہ میں پیدا ہوئے، سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیر میں حضرت مولانا محمد اعظم نوشاہی سے بیعت ہوئے اور خلافت پائی۔ حضرت سیدنا الشیخ سے والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے، کئی بار بغداد شریف گئے۔ آپ کی تصانیف میں (۱) تجلی بغداد (۲) عرفان اعظم (۳) ترجمہ قصیدہ غوثیہ مع چہل کاف (۴) گیارہویں نامہ (۵) فیضان اعظم ترجمہ منظومہ قصیدہ غوث اعظم بہت معروف ہے۔ ۲ر صفر ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء ۶۵ سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ مزار شریف موضع مردانہ تحصیل فیروز والا ضلع شیخوپورہ میں ہے۔(۱)

---

(۱) روزنامہ سعادت لائل پور ائمہ اہلسنّت نمبر، اگست ۱۹۶۸ء

Marfat.com

مولانا سلطان اعظم خان ابن میاں غلام ربانی (سرگودھا)

آپ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ علوم درسیہ کی تکمیل کے بعد سلسلہ قادریہ میں حضرت سلطان باہو سے بیعت ہوئے۔ آپ سلسلہ قادریہ کے صاحب کرامت بزرگ تھے۔ ماہ صفر المظفر ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۷ء میں آپ کا وصال ہوا اور موسی والا ضلع سرگودھا میں محو استراحت ابدی ہوئے۔

حضرت مولانا سردار احمد القادری چشتی (فیصل آباد)

آپ ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں موضع دیال گڑھ ضلع گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ دار العلوم منظر اسلام بریلی، مدرسہ عثمانیہ اجمیر میں تعلیم سے فراغت کے بعد مدرسہ مظہر اسلام بریلی میں مدرس مقرر ہوئے۔ حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان بریلوی مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلی سے سلسلہ قادریہ برکاتیہ نوریہ میں اجازت سے سرفراز ہوئے۔ تقسیم ملک کے بعد آپ بریلی شریف سے لائل پور تشریف لائے۔ اور ۱۹۴۸ء میں لائل پور میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی بنیاد رکھی۔ ہزاروں افراد حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ سینکڑوں علماء آ کے درس حدیث میں شامل ہوئے اور پاکستان کے گوشے گوشے میں بلکہ پاکستان کے باہر ممالک میں بھی دین مشن کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور اور جامع مسجد سنی رضوی فیصل آباد آپ کی عظمت کی یادگار ہیں۔ (۱) سیدنا الشیخ کی محبت و عقیدت میں آپ منہمک رہتے تھے۔ آپ صحیح معنی میں سیدنا الشیخ کے مشن کے مبلغ تھے۔ آپ کی شخصیت اس قدر پرکشش تھی کہ ایک دفعہ حاضری دینے والا ہمیشہ کیلئے آپ کے دام عقیدت ومحبت میں گرفتار ہو جاتا تھا۔ آپ سے سینکڑوں طلباء نے فراغت کی اور جہاں بھی گئے مدارس وخانقاہیں قائم کیں۔

آپ کے معروف تلامذہ نے بھی سلسلہ قادریہ کو فروغ دیا۔ ان میں حضرت مولانا غلام رسول لائل پور، مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری کراچی، مولانا وقار الدین قادری کراچی، مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی، مولانا ابو داؤد محمد صادق گوجرانوالہ، مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی القادری اعظم گڑھ انڈیا، مولانا عبدالرشید جھنگوی، مولانا سید جلال الدین شاہ بھکی شریف گجرات، مولانا شاہ محمد عبدالقادر شہید لائل پور، مولانا ابوالمعالی معین الدین الشافعی لائل پور، مولانا محمد ابراہیم خوشتر ماریشس، مولانا سید زاہد علی شاہ دار العلوم نوریہ رضویہ لائل پور، مولانا فیض احمد بہاولپور، مولانا محمد حسین قادری سکھر، مولانا مفتی محمد امین جامعہ امینیہ لائل پور، مولانا سید حسین الدین شاہ جامعہ رضویہ راولپنڈی شامل ہیں۔

آپ نے یکم شعبان ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء کو کراچی میں وصال فرمایا اور آپ کا مزار سنی رضوی جامع

(۱) تذکرہ اکابر اہلسنت، ص ۵۱۶

Marfat.com

مسجد لائل پور میں مرجع خلائق ہے اس موقع پر حضور مفتی اعظم نے اپنے پردرد احساسات کو منظوم فرمایا تھا۔ آخری جملہ ملاحظہ فرمائیے:

دیو کا سر کاٹ کر نوری کہو　　　　چاند روشن علم کا جاتا رہا

صوفی ڈاکٹر حبیب الرحمٰن برق قادری المتوفی ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۸ء

آپ لدھیانہ مشرق پنجاب میں پیدا ہوئے۔ علوم قدیم اور جدیدہ پر کامل عبور رکھتے تھے۔ اپنے وقت کے فاضل اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ جامعہ ازہر، فرنگی محل لکھنؤ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں رہے۔ ڈاکٹریت کی سند حاصل کی تھی۔ آپ قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان تشریف لائے اور انارکلی لاہور کے قریب قیام کیا۔ آپ سلاسل قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ سہروردیہ کے مبلغ اعظم تھے۔ ہر وقت ذکر مصطفیٰ میں رطب اللسان رہتے تھے۔ علماء اہلسنت سے انس ومحبت رکھتے تھے۔ آپ ایک عاشق رسول اور مرد مجاہد تھے۔ ایک صاحب آپ کی ملاقات کیلئے تشریف لائے اور حسبِ عادت یہ کہنا شروع کر دیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں ''یا غوثِ اعظم دستگیر'' اور انبیاء واولیاء کیلئے علم غیب ثابت کرتے ہیں۔ یہ تو شرک ہے۔ ڈاکٹر برق نے نہایت اطمینان سے تمام گفتگو سنی اور فرمایا میں نبی نہیں ہوں، انبیاء کرام کا غلام ہوں لیکن تمہاری پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہوں، بھاوج کو لئے پھرتے ہو اور پھر انبیاء واولیاء کے علم پر طعن کرتے ہو۔ ذرا ہوش سنبھال کر بات کرو، وہ صاحب چپ چاپ اٹھ کر چل دیئے۔ لاہور میں آپ کے مریدین کا حلقہ وسیع تھا۔ آپ ۲۰ رذی الحجہ ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۸ء رحلت فرما گئے اور بھاول پور روڈ میانی صاحب میں دفن ہوئے۔ (۲)

مولانا محمد نظام الدین ملتانی

مولانا محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری ملتان میں پیدا ہوئے اور سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ العزیز کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ سلسلہ قادریہ کے فروغ میں کوشاں رہے۔ ملتان میں آپ کا وصال ہوا۔

مولانا سید احمد یار خان

مولانا سید احمد یار خان ابن سید محمد جعفر شاہ القادری ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء میں گڑھی اختیار خان میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سید محمد عثمان الروندی المعروف لال شہباز قلندر تک پہنچتا ہے۔ تکمیل علوم کے بعد حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ بھرچونڈی شریف کے دست مبارک پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ آپ کے مریدین اور علمی وروحانی فیض یافتہ حضرات سابق ریاست بھاولپور اور سندھ کے دور دراز علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ کا مزار شاہ آباد گڑھی اختیار خان ضلع رحیم یار خان میں مرجع خلائق ہے۔

(۱) تذکرہ اکابر اہلسنت　　(۲) تذکرہ اکابر اہلسنت، ۱۳۰

صوبہ سرحد میں قادری مراکز

شاہ عبداللہ بیابانی:

حضرت شاہ بلاق کے خلیفہ تھے، جو پیر محمد سچیار نوشہروی کے خلیفہ تھے۔ شاہ عبداللہ نے شاہ بلاق کی خدمت میں رہ کر ریاضتیں اور مجاہدے کیے۔ پیر کے ارشاد کے مطابق راولپنڈی کے علاقہ میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ ۱۱۹۰ھ (۱۷۷۶ء) میں وفات پائی۔ آپ کے خلیفہ شاہ ظہور الدین کابلی (وفات ۱۲۰۰ھ۔۱۷۸۵ء) آپ کا جنازہ لے کر پشاور آئے اور اس جگہ پر دفنایا، جہاں پشاور میں آپ کا مزار ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں وہ جگہ جنگل و بیابان تھا، اس لیے ''بیابانی'' کہلائے۔ اب یہ جگہ پشاور کی آبادی میں آ گئی ہے جو کچہری دروازہ اور ریتی دروازہ کے باہر ہے۔ (نقشہ شہر پشاور)

حضرت عبد الوہاب مشہور بہ پیر مانکی شریف پشاور:

آپ کے آباؤ اجداد اکوڑہ خٹک (تحصیل نوشہرہ، ضلع پشاور) کے رہنے والے تھے، لیکن سکھا شاہی کے زمانے میں سکھوں کے مظالم سے تنگ آ کر حضرت عبد الوہاب کے والد بزرگوار مولانا ضیاء الدین نقل مکانی کر کے ''بداشی'' آئے، جو نوشہرہ چھاؤنی کے قریب ہے۔ حضرت عبد الوہاب نے حضرت اخوند سوات کے دست حق پرست پر سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ ۱۸۶۳ء میں انگریز فوج نے مالاکنڈ اور علاقہ سوات پر قبضہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی، کیونکہ مجاہدین نے حادثہ بالاکوٹ کے بعد اس علاقہ کو اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں کا مرکز بنایا تھا۔ اخوند سوات، نیز اور سوات کے مجاہدوں کے ساتھ جنگ امیلہ میں انگریزوں کے ساتھ لڑے۔ اپنے پیر کے ساتھ حضرت عبد الوہاب نے بھی جہاد میں حصہ لیا اور بہادری کے جوہر دکھائے۔ حضرت اخوند نے انھیں اپنے خاص مریدوں میں شامل کر لیا۔ حضرت عبد الوہاب نے اپنے علاقہ میں توہمات کی بیخ کنی کرنے میں بڑی جدوجہد کی۔ انھوں نے لوگوں کو اخلاقی اقدار اور شریعت کا پابند بنانے میں سخت کوشش کی۔ آخر انھوں نے مانکی شریف کو اپنی رشد و ہدایت کا مرکز بنایا اور وہیں سکونت اختیار کی۔ یہی وجہ ہے کہ پیر مانکی شریف مشہور ہوئے اور بے شمار لوگ ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔

اخوند سوات کے مریدوں میں دو بزرگ بہت مشہور تھے، حضرت عبد الوہاب پیر مانکی شریف اور ''حدے ملا صاحب'' فروعی مسائل میں ان دو پیر بھائیوں میں اختلاف ہو گیا، جس نے شدت اختیار کی۔ پیر مانکی شریف کا کہنا تھا کہ نماز میں قعدے کی حالت میں تشہد کے وقت انگلی اٹھانا حرام ہے۔ ہڈے ملا صاحب کی تحقیق کے مطابق انگلی اٹھانا سنت ہے۔ دونوں میں اس مسئلہ پر مناظرہ بھی۔ حضرت پیر عبد الوہاب مغربی تہذیب سے متنفر تھے۔ ۱۹ر شعبان ۱۳۲۲ھ (۱۹۰۴ء) کو فوت ہوئے۔ آپ کے انتقال

Marfat.com

کے بعد آپ کے صاحبزادے عبدالحق ثانی سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کی تصانیف میں سے احکام المذاہب اور ہدایت الابرار مشہور ہیں۔ پشاور کے مشائخ قادریہ میں صاحبزادہ مولانا ابرار حسین گیلانی اور مولانا شائستہ گل مردانی اور صاحبزادہ مولانا عبدالسبحان بغدادہ مردان کا ذکر نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔ تفصیلات مشائخ صوبہ سرحد میں ملاحظہ کیجیے۔

شیخ العلماء مولانا نصیر احمد المعروف بہ میاں صاحب قصہ خوانی پشاور:

آپ ۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء میں پیدا ہوئے۔ مروجہ علوم کی تحصیل صوبہ سرحد کے ممتاز فاضل سے کی۔ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ نوشاہیہ سے خاندانی نسبت رکھتے تھے۔ نیز مولانا اخوند عبدالغفور صاحب سوات کے دست اقدس پر سلسلہ عالیہ قادریہ زاہدیہ میں بیعت ہوئے۔ سینکڑوں علماء نے آپ کے فیض سے خوشہ چینی کی اور دنیا میں علم وفضل کے مہر وماہ بن کر چمکے۔ آپ کا ۱۸ ر رجب المرجب کو آپ کا وصال ہوا اور صوبہ سرحد کے ہزارہا افراد نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ (۱)

بلوچستان میں قادری مراکز

جس طرح برصغیر پاک وہند کے دوسرے حصوں میں اسلام کی اشاعت وترویج میں مشائخ کرام نے خدمات انجام دیں، اسی طرح خطہ بلوچستان میں بھی اسلام کے نوخیز پودے کی آبیاری کا سہرا صوفیاء کے سر ہے۔ اس بات کی شہادت 'تذکرہ صوفیاء بلوچستان' کے مصنف ڈاکٹر انعام الحق کوثر سے مل رہی ہے: ''یہ حقیقت ہے کہ بلوچستان اور اہل بلوچستان نے صوفیاء کرام کی تعلیمات سے کماحقہ اکتساب فیض کیا ہے جس کا اندازہ یہاں کے صوفیاء کرام، خانقاہوں، مزارات رسوم ورواج کے اثرات سے کیا جاسکتا ہے۔ بلوچستان کے بلوچ، براہوی اور پشتون قبائل میں شاید ہی کوئی ایسا خاندان ہو جو کسی نہ کسی پیر بزرگ کا معتقد ہو اور تقریباً ہر قبیلہ کسی نہ کسی پیر کا مرید ہے، براہوی قبائل کے علاوہ بلوچی حضور اکرم ﷺ کے بعد حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی کے بے حد معتقد ہیں۔ سلسلہ چشتیہ کے تین نامور بزرگ سلطان سخی سرور، حضرت شاہ سلیمان تونسوی اور خواجہ غلام فرید کے تبلیغی اثرات بلوچستان میں بھی پائے جاتے ہیں بلکہ ان میں سے ایک بزرگ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی تو اصلاً تھے ہی بلوچستانی وہ پشتون قوم جعفر سے تعلق رکھتے تھے جو تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان منتقل ہو گئے۔ حضرت شاہ سلیمان تونسوی عرف عام میں ''پیر پٹھان'' کہلاتے ہیں۔ بلوچستان میں جس سلسلہ طریقت کی ترویج واشاعت وسیع اور ہمہ گیر پیمانے پر ہوئی

(۱) تذکرہ علماء ومشائخ سرحد، ص ۱۷

Marfat.com

اور جو سلسلہ اب تک بلوچستان میں جاری و ساری ہے وہ سلسلہ قادریہ ہے۔ بلوچستان میں سلسلہ قادریہ کی اشاعت کا آغاز غالباً ضلع پشین کے سادات کے مورث اعلیٰ سید شادی بن سید جمال بخاری سے ہوا جن کا شجرہ طریقت قادریہ ۳۲ واسطوں سے حضرت خواجہ حسن بصری سے مل جاتا ہے، جن کی بیعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہے۔ سید شادی کا مزار ضلع زیارت کے قریب ہے۔ بلوچستان میں سلسلہ قادریہ کے درج بالا اولین نقش کے باوجود جس شخصیت کی تعلیمات نے بلوچستان کو سلسلہ قادریہ سے متعارف کرایا وہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو ۱۰۳۹ھ/۱۶۲۹ء/۱۱۰۲ھ ہیں۔ اگرچہ آپ بلوچستان میں تشریف نہیں لائے مگر آپ کے خلفاء جن میں ملا معالی القادری کا اسم گرامی قابل ذکر ہے براہ راست حضرت سلطان العارفین سے خرقہ خلافت حاصل کر کے سبی کے قریب کڑک میں خانقاہ رشد و ہدایت قائم کی۔ منقول ہے کہ جب حضرت ملا معالی نے حضرت سلان العارفین کی خدمت میں حاضر ہو کر تلقین کا شرف حاصل کیا تو آپ کے دو درویش یعنی ملا مصری اور عالم شاہ بھی تھے۔ کہتے ہیں کہ ملا معالی عرصہ دراز تک ان دونوں درویشوں سمیت حضرت سلطان العارفین کے حضور میں حاضر خدمت رہے۔ مدت بعد پورا پورا فیض حاصل کر کے دونوں رخصت ہوئے۔ بعد ازاں ملا مصری نے ڈھاڈر ضلع بولان و خضدار تک خلق خدا کو تصوف اسلام سے آگاہ کیا۔ اور ملا عالم نے بھی قندھار و غزنی تک سلسلہ قادریہ کی اشاعت کی۔ حضرت ملا معالی کی خانقاہ اور مزار بس کے قریب کڑک میں واقع ہے۔ جب کہ ملا مصری کی خانقاہ ڈھاڈر بولان میں اور عالم شاہ کی خانقاہ قندھار کے نواح میں ہے۔

ڈاکٹر سلطان الطاف علی لکھتے ہیں کہ بلوچستان میں حضرت سلطان العارفین کے اخلاف میں سلطان صالح محمد اور دیگر برگزیدہ ہستیوں نے سلسلہ قادریہ کے فروغ و اشاعت کیلئے ژوب سے خضدار تک اور نصیر آباد سے کوئٹہ تک دورے کیے اور ملک کی خدمت کی اور حضرت سلطان العارفین کی تعلیمات کو عام کرنے میں آج بھی سلطان العارفین کے خانوادہ کے افراد جن میں سلطان حامد نواز القادری، سلطان الطاف علی، سلطان ارشد القادری، سلطان غلام میراں کے نام قابل ذکر ہیں جس کا اندازہ ہر سال ۲۹ رجولائی کو کوئٹہ میں منعقد ہونے والی حق باہو کانفرنس سے کیا جاسکتا ہے۔ بلوچستان میں سلسلہ قادریہ کو فروغ دینے میں جن مشائخ کا ذکر کرنا ضروری ہے ان میں پیر علی حیدر آغا اور ان کے فرزند پیر زین الدین الگیلانی قابل ذکر ہیں۔ جن کے مریدوں کی ایک معتدبہ تعداد بلوچستان میں موجود ہے۔ اسی طرح سیدنا الشیخ کے نبیرہ سیدنا طاہر علاء الدین الگیلانی البغدادی بھی اپنا ایک وسیع حلقہ ارادت رکھتے تھے، شمالی بلوچستان میں قیام پاکستان سے پہلے سید یوسف گیلانی غازی کشمیر نے سلسلہ قادریہ کو فروغ دینے میں قابل قدر خدمات انجام دیں، ان

Marfat.com

کا تعلق ژوب سے تھا، سلسلہ قادریہ کے ایک اور بزرگ مولانا عبدالقیوم القادری المعروف سیدنا پیر خستہ دین تھے۔ آپ کا مزار آپ کی قائم کردہ مسجد قیومیہ جو آپ کے نام سے موسوم ہے کے ملحق آپ کے حجرہ میں ریلوے گارڈن کالونی جوائنٹ روڈ کوئٹہ میں موجود ہے۔ آپ کے فیضان کا سلسلہ موجودہ وقت میں آپ کے نواسے اور سجادہ نشین صاحبزادہ عبدالرؤف قیومی کے ذریعہ جاری ہے جب کہ سیدنا طاہر علاؤ الدین الگیلانی البغدادی کے صاحبزادگان میں سید جمال الدین الگیلانی انجام دے رہے ہیں۔ (۱)

سندھ میں قادری مراکز

بلاشبہ رنگ ونسل زبان ووطن کی تفریق سے بالاتر ہو کر دینِ اسلام کی تبلیغ واشاعت میں سلسلہ قادریہ کا نمایاں کردار ہی اس سلسلہ کا دستور العمل رہا ہے۔ نیز سلسلہ قادریہ کے اوصاف میں اخلاق وآداب، عاجزی وملنساری، محبت واخوت نے عوام الناس وخواص پر بہت جلد اور بہترین گہرے اثرات مرتب کیے۔ اور عوام نے بھی جلد ہی ان کے خلق سے متاثر ہو کر ان کے حلقہ اثر کو قبول کیا۔ سندھ میں علم تصوف اور سلسلہ قادریہ کی تعلیمات دوسری صدی ہجری میں ہی پہنچ چکی تھی۔ جب یہاں سب سے پہلے اسلام کا نور چمکا تھا جب محمد بن قاسم اموی نے ۹۲ھ میں خلیفہ ولید بن عبدالملک اموی کے حکم سے سندھ کو فتح کیا اور ساتھ ہی ممتاز علماء فقہاء محدثین اور صوفیاء کرام دنیا کے مختلف علاقوں سے سمٹ کر یہاں جمع ہونے لگے تھے۔

تذکرہ صوفیاء سندھ کے مولف اعجاز الحق قدوسی تحریر فرماتے ہیں کہ: ''پاکستان کے دیگر علاقوں کی طرح صوبہ سندھ بھی اس لحاظ سے نہایت خوش نصیب ہے کہ یہاں اکابر صوفیاء کرام نے اپنے علم وعمل سے اسلامی روحانی تعلیمات کو بلند کیا اور لوگوں کے دلوں پر حکومت کی (۱)۔

عراق اور عجم سے جو صوفیاء کرام ہندوستان اور پاکستان کی طرف آئے ان میں سے زیادہ تر سندھ سے ہوتے ہوئے دوسرے ملکوں کی طرف عازم سفر ہوئے اور کتنے تو اسی سرزمین کے ہو کے رہ گئے اور انھوں نے سندھ کی سرزمین میں لوگوں کی اصلاح وتربیت کے لیے اپنی خانقاہیں قائم کیں۔ جہاں بندگانِ خدا حاضر ہو کر اپنی دینی وعلمی وروحانی پیاس سمجھاتے رہے۔ تقریباً تمام سلاسل خصوصاً قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اور چشتیہ کے صوفیاء کرام نے سندھ میں خانقاہیں قائم کیں اور تبلیغی خدمات میں سلسلہ قادریہ کے صوفیاء نے بڑی تعداد میں حصہ لیا۔

ڈاکٹر محمد حسین للٰہی تحریر کرتے ہیں کہ'' پاکستان میں سلسلہ قادریہ کی تاریخ کم از کم چار سو سال

---

(۱) مطبوعہ اردو اکیڈمی سندھ کراچی، ۱۹۵۹ء

Marfat.com

پرانی ہے جب کہ باب الاسلام سندھ میں سلسلہ قادریہ کے اثرات سے چھٹی صدی ہجری یعنی بارہویں صدی عیسوی میں نظر آتے ہیں (۱)۔

تذکرہ صوفیاء سندھ کے مطابق اس وقت سرزمین سندھ میں لکیاری سادات کی خانقاہ، پیر جو گوٹھ کی خانقاہ، پیر جھنڈا کی خانقاہ، بالائی سندھ میں خلیفہ جو ہی ضلع دادو کی خانقاہ، خلیفہ دین پور کی خانقاہ، خلیفہ بھرچونڈھ سکھر کی خانقاہ اور خلیفہ امروٹ کی خانقاہ شہرت کی حامل ہیں۔ سندھ میں جن معروف صوفیاء کے ذریعے دین اسلام کی نشرواشاعت اور فروغ حاصل ہوا ان میں شیخ محمد اربعائی بن السید سلطان جیلانی جو پندرہویں پشت میں حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی کی اولاد میں شمار کیے جاتے ہیں، آپ کا مزار مبارک ٹھٹھہ میں ہے۔ اسی طرح حضرت شیخ خضر سیوستانی جو کہ حضرت میاں میر لاہوری کے مرشد تھے، سلسلہ قادریہ کے اوائل اکابرین میں آپ کا شمار ہوتا ہے اور آپ کا وصال ۹۹۴ھ میں ہوا۔ (۲) حضرت شاہ فضیل احمد قادری المعروف زندہ پیر آپ نے ۹۷۹ھ میں ٹھٹھہ میں وصال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔ (۳) کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ شاہ اصحابی حسنی بھی حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی کی اولاد امجاد میں سے تھے اور آپ کا مزار مبارک ٹھٹھہ مکلی میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ (۴) تفصیلات راقم کی کتاب تذکرہ مولانا قاری محمد مصلح الدین الصدیقی القادری میں ملاحظہ کیجئے۔ (نوری)

سندھ میں سلسلہ قادریہ اور فروغ اسلام کے بارے میں سید محمد فاروق القادری ''عبادالرحمٰن'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ: مشہور سلاسلِ اربعہ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے نامور بزرگ اور مشہور زمانہ مشائخ زیادہ تر اسی علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔ (۵) جب کہ حضرت مولانا حکیم موسیٰ امرتسری ثم لاہوری 'عبادالرحمٰن' کے تعارفی صفحہ پر قادریہ ارشدیہ کے بانی اور سندھ میں اس سلسلہ قادریہ کی وسعت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ مقبولان بارگاہِ خداوندی میں سے ایک قبلہ عالم حضرت سید محمد راشد متوفی ۱۲۳۳ھ ہیں جو سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ کے عظیم شیخ تھے۔ ان کا مزار پرانوار پیر گوٹھ ضلع خیرپور میرس سندھ میں مرجع خواص وعوام ہے۔ آپ کے سلسلے کے مریدین و معتقدین کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ سندھ اور بیرون سندھ لاکھوں کی تعداد میں ان کے نام لیوا موجود ہیں۔ سید محمد راشد کے نامور خلفاء نے بھی سندھ میں طریقہ قادریہ کی نشرواشاعت میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ آپ کے خلفاء میں صاحب البرکات حضرت سید محمد حسن شاہ جیلانی م ۱۲۵۴ھ بانی خانقاہ سوئی شریف ضلع سکھر سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق المتوفی ۱۳۰۸ھ شیخ اعظم خانقاہ بھرچونڈی

(۱) خواجہ محمد تونسوی اور ان کے خلفاء، مطبوعہ لاہور (۲) تحفۃ الزائرین، ص ۱۹۸، مولفہ مولانا محمد طفیل نقشبندی

(۳) تذکرہ صوفیاء سندھ، ص ۹۶ (۴) تذکرہ صوفیاء سندھ، ص ۱۲۳

(۵) عبادالرحمٰن، ص ۸، سید مغفور القادری، مطبوعہ لاہور

Marfat.com

شریف ضلع سکھر کا نام آتا ہے۔علاوہ ازیں سندھ کے دارالخلافہ کراچی اور مضافات میں سلسلہ قادریہ کے جن بزرگوں نے اسلام کے نشر واشاعت اور فروغ میں کردار ادا کیا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

مولانا شاہ محمد غلام رسول القادری اور آپ کے آباء واجداد میں خاص کر والد ماجد حافظ شاہ علم الدین القادری بانی مدرسہ علمیۃ قادریہ سولجر بازار کراچی اور نانا محمد بشیر القادری القریشی بانی مسجد ومدرسہ قصابان صدر کراچی اور ماموں سائیں عبدالغنی القادری القلندری خلیفہ حضرت گل حسن شاہ قادری مولف تذکرۃ غوثیہ نے سرزمین کراچی سندھ میں سلسلہ عالیہ قادریہ اور فروغ اسلام میں اہم اور بنیادی کردار ادا کیا۔(۱) بلاشبہ حضرت مولانا الشاہ غلام رسول القادری کا شمار کراچی کے مقامی علماء وصوفیاء میں ہوتا ہے۔سرزمین کراچی میں سلسلہ قادریہ کو خانقاہی نظام کے تحت متعارف کروانے میں آپ کا اسم گرامی سرفہرست ہے اور آپ کی خانقاہ کو اولیت حاصل ہے۔اس ضمن میں پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ غلام رسول القادری نے ۲۰ ویں صدی کے شروع سے لے کر ۱۹۷۰ء تک کراچی کے کونے کونے میں سلسلہ قادریہ کو پھیلا کر قادریت کی کراچی میں مضبوط بنیاد رکھی۔اگر آپ کو سلسلہ قادریہ کراچی کا بانی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔دیگر قادری بزرگوں اور خانقاہوں کے نام ضرور ملتے ہیں لیکن سلسلے کو فروغ اور وسعت آپ ہی کی ذات سے حاصل ہوا۔(۲)

آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادگان میں سے بعض نے شہر کراچی میں باضابطہ جمعیت قادریہ اور جلوس غوثیہ کی بنیاد رکھی اور مذکورہ اداروں کے تحت ہر سال ذکر غوث الاعظم کی تقاریب منعقد ہونے لگیں اور دور دور سے لوگ آکر ان تقاریب میں شرکت فرماتے تھے۔اس کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔اس وقت صاحبزادہ ڈاکٹر فرید الدین القادری صاحب سجادہ ہیں۔راقم سے بھی از حد محبت فرماتے ہیں۔(نوری)

حضرت پیر سید محمد بقا شہید المتوفی ۱۱۳۵ھ/۱۱۹۸ھ

آپ راشدی خاندان کے مورث اعلیٰ تھے۔آپ کے آباء واجداد میں سید علی مکی جس گاؤں میں سکونت پذیر ہوئے وہ گاؤں آگے چل کر حضرت سید علی مکی کے نام پر "لک علوی" کے نام سے مشہور ہوا اور ان کی اولاد لکیاری سادات کہلائی۔(۳) قادریہ سلسلہ میں آپ حضرت سائیں عبدالقادر حسین سے بیعت تھے۔ آپ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ روحانی اسباق کی تعلیم بھی دیا کرتے تھے تاکہ سالک ظاہر اور باطن میں کمال حاصل کرے۔آپ نے ۱۱۹۸ھ میں شہادت پائی، مزار شیخ طیب ریاست خیر پور سندھ میں ہے۔(۴)

سید عبدالقادر الجیلانی م ۱۳۶۳ھ

آپ حضرت الشیخ کی اولاد امجاد میں سے تھے۔آپ ایک عارف کامل زاہد عابد تھے۔کئی مرتبہ

(۱) عبادالرحمٰن ص ۸، سید مغفور القادری، مطبوعہ لاہور (۲) امام احمد رضا اور علماء سندھ، ص ۳۳، ڈاکٹر مجید اللہ قادری
(۳) تذکرہ مشاہیر سندھ، ص ۱۰۴، مولانا دین محمد وفائی، حیدرآباد (۴) ایضاً ص ۱۰۵

Marfat.com

حج اور زیارت بغداد سے مستفید ہو چکے تھے۔ تذکرہ اولیاء سندھ کے مطابق آپ کی ولادت ۹ رذی الحجہ کو ہوئی تھی، اس لیے آپ عوام میں حاجی شاہ کے نام سے معروف ہوئے۔ ۱۳۶۳ ہجری میں وصال فرمایا۔ مزار سندھ میں ہے۔

پیر عبدالرحمٰن بھرچونڈی شریف م ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء

آپ بھرچونڈی سکھر میں پیدا ہوئے، سن تمیز پر مکتب میں بٹھائے گئے۔ قرآن مجید پڑھنے کے بعد سراج العلماء مولانا سراج احمد خانپوری کو آپ کی تعلیم پر مقرر کیا گیا جن سے آپ نے علم نحو اور فقہ حنفی کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۳۴۶ھ میں خانقاہی دستور کے مطابق آپ کی دستار بندی کرائی گئی۔ آپ انسانیت کی فلاح و بہبود کی طرف متوجہ رہتے تھے اور اپنے دور کے سیاسی حالات سے بھی پوری طرح باخبر تھے۔ آپ نے اپنے خانقاہی پروگرام کو فروغ دینے کے لیے انجمن احیاء الاسلام قائم کی اور ایک اخبار الجماعۃ جاری کیا۔ ۲۷ر اپریل ۱۹۴۶ء کو آل انڈیا سنی کانفرنس میں شرکت کیلئے بنارس بھارت روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ تقریباً ۳۰۰ مریدین تھے۔ آپ نے سکھر کو ہندوؤں سے آزاد کرانے کیلئے بھرپور جدوجہد کی اور قید کی مشقتوں کو بھی برداشت کیا۔ آپ کی تمام عمر اشاعت اسلام کیلئے وقف تھی۔ آپ کی تبلیغی اور پرکشش شخصیت کا یہ اثر تھا کہ شاید ہی کوئی ایسا دن گزرتا جب کوئی غیر مسلم آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان نہ ہوتا۔ آپ سندھ میں سلسلہ قادریہ کے ایک عظیم داعی و مصلح تھے اور ہر وقت ذکر اللہ کا ورد جاری رہتا تھا۔ آپ اپنے مریدین کے ساتھ ہر وقت ذکر وفکر میں مشغول رہا کرتے تھے۔ آپ کے ہاتھ پر ہزاروں لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ نے ۸ر جمادی الاول ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء کے ایک بجے دن دار فانی سے کوچ فرمایا اور آپ کا مزار بھرچونڈی شریف ضلع سکھر میں مرجع خلائق ہے۔ (۱)

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی المتوفی ۱۷۵۲ء

شاہ عبداللطیف بھٹائی کے قبول عام اور شہرت دوام کی وجہ زیادہ تر ان کی الہامی شاعری ہے، جس کے ذریعے انھوں نے عالم انسانیت کو محبت، حق پرستی، خودشناسی، خداشناسی، وطن دوستی، انسان دوستی، ایثار و قربانی اور انکساری اور عاجزی کا پیغام دیا ہے۔ حیرت ہے کہ آپ کو بیشتر علماء و مورخین و شعراء نے ایک شاعر کی حیثیت سے عوام میں متعارف کرایا ہے اور آپ عوام میں ایک شاعر ہی کی حیثیت سے معروف ہیں حالانکہ آپ اپنے وقت کے ایک عظیم فقیہ مفسر، ادیب اور سلسلہ قادریہ کے رہنما تھے۔ آپ نے شاعری کے ذریعے سلسلہ قادریہ کو فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ شاہ صاحب کے کلام میں وہ تمام تر خوبیاں موجود

(۱) تذکرہ اکابر اہلسنت، ص ۲۱۸، علامہ شرف قادری، لاہور

Marfat.com

ہیں جو ایک فطری، الہامی اور دنیا کے بڑے شاعر کے کلام میں ہونی چاہئیں۔ شاہ صاحب کے کلام میں فکر کی گہرائی اور وسعت ہے اس کے علاوہ ان کا شعر سندھی زبان کے الفاظ اور محاوروں کے استعمال کے لحاظ سے سند کی حیثیت رکھتا ہے اور سندھ کی ثقافت، تہذیب وتمدن کا ترجمان ہے۔

پیران پگارا قادری راشدی پیر جو گوٹھ سندھ:

سندھ کے پیران پاگارہ کا خاندان راشدیہ خاندان کے نام سے مشہور ہے۔ یہ خاندان سندھ کے لکیاری سادات کی ایک برگزیدہ شاخ ہے اور ان کا شجرہ نسب حضرت امام علی بن موسیٰ رضا سے ملتا ہے، جو ایران کے شہر مشہد مقدس میں مدفون ہیں۔ ان کی اولاد میں سے سید علی مکی چوتھی صدی ہجری میں سندھ آئے۔ ان کا مقبرہ سہون کے قریب ''لکی'' میں ہے۔ حضرت خواجہ عثمانی ہارونی کے ملفوظات ''انیس الارواح'' حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے ملفوظات ''دلیل العارفین'' اور حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کے ملفوظات ''اسرار الاولیاء'' اور راحت القلوب'' میں حضرت شاہ صدر کا ذکر ملتا ہے۔ ان بزرگوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے متقی، عابد اور زاہد تھے۔ حضرت عثمان مروندی قلندر شہباز نے بھی ان سے ملاقات کی تھی۔ لکیاری خاندان میں سے ''کھٹن شاہ'' اپنے عزیزوں سے ناراض ہوکر ''لکی'' (نزد سیوہن، سندھ) سے نقل مکانی کر کے گنبٹ (ضلع خیر پور سندھ) کے قریب ''رسولپور'' ''عرف سائدی'' میں متوطن ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے۔ ''سید کھٹن شاہ بن سید سنجر بن سید بولن شاہ بن سید حسین بن سید میر علی بن سید ناصر الدین بن سید شاہ عباس بن سید فضل اللہ بن سید شہاب الدین بن سید بہاؤ الدین بن سید محمود بن سید محمد بن سید حسین بن سید چھکن، بن سید علی مکی بن سید عباس بن سید زید بن سید اسید اللہ بن سید عمر بن سید حمزہ بن سید ہارون بن سید عبداللہ بن سید حسین بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن حضرت امام حسین بن حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ''۔(۱)

پیر محمد بقا ''پٹ دھنی'' قادری:

سید کھٹن شاہ کی اولاد میں سے پیر محمد بقا۔ شعبان ۱۱۳۵ھ (۱۷۲۳ء) کو تولد ہوئے۔ سید کھٹن شاہ سے آپ کا شجرہ نسب اس طرح ملتا ہے۔ ''سید محمد بقا بن سید محمد امام بن سید فتح محمد بن سید شکر اللہ بن سید عثمان بن سید کھٹن شاہ''۔ سید محمد بقا نے دینی تعلیم حاصل کرنے کیلئے ''پریالوء'' (ضلع خیر پور) کے نقشبندی بزرگ مخدوم محمد اسماعیل کے ہاتھ پر بیعت کی۔ انھوں نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ جاکر سید عبدالقادر شاہ کے ہاتھوں پر قادری طریقہ میں بیعت کریں اور ان سے روحانی فیض حاصل کریں۔ کچھ دنوں کے بعد

(۱) پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص ۱۰۶، مولفہ مجید اللہ سندھی

Marfat.com

روہڑی (سندھ) میں آپ کی ملاقات سید عبدالقادر شاہ جیلانی ثالث سے ہوئی۔ جو روہڑی میں نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک کی زیارت کیلئے آئے تھے۔ آپ نے ان کے ہاتھ پر قادری طریقہ میں بیعت کی۔ ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد حضرت پیر محمد بقا نے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا اور روحانی فیض کے ذریعہ کئی لوگوں کی زندگی میں تبدیلی پیدا کی۔ اسلام کی تبلیغ اور لوگوں کے روحانی، اخلاقی اور سماجی اصلاح کیلئے آپ نے سندھ کا سیر و سفر بھی کیا۔ ایک مرتبہ سفر میں آپ کو ڈاکو ملے۔ آپ کے سر پر کتابوں کی گٹھری دیکھی تو سمجھا کوئی مال ہے اچانک حملہ کر کے زخمی کر دیا۔ محمد بقا نے اپنے فرزندوں کو بلا کر ان کے سامنے ڈاکوؤں کو معاف کر دیا۔ آپ نے زخموں کی تاب نہ لا کر ۱۰ محرم ۱۱۹۸ھ (۱۷۸۳ء) کو جام شہادت نوش کیا۔ آپ کے چار فرزند ہوئے: ''سید عبدالرسول شاہ، سید محمد سلیم شاہ، سید محمد راشد شاہ، سید علی مرتضیٰ شاہ۔ روایت ہے کہ روحانی طور پر آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پگ (دستار) عطا کی تھی اور فرمایا تھا کہ یہ ''پگ'' آپ کے ایک فرزند کیلئے ہے جو زمانہ کے قطب ہوں گے۔ حضرت پیر محمد بقا نے وہ روحانی آثار، جن کی طرف نشاندہی کی گئی تھی، حضرت پیر محمد راشد میں دیکھے اور پگ اُن کی سر پر رکھی۔ اسی وقت سے حضرت پیر محمد راشد کے سجادہ نشین ''پاگارہ'' کہلائے جانے لگے۔

پیر محمد راشد المعروف روضے دھنی (صاحب روضہ) قادری:

آپ کی ولادت ۱۱۷۰ھ (۱۷۵۷ء) میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سید محمد بقا کے لائق مرید حافظ زین الدین سے حاصل کی۔ اس کے بعد مخدوم فقیر اللہ علوی (شکارپور، سندھ) کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد باقی علوم کی تحصیل مولانا محمد عاریجوی (ضلع لاڑکانہ) کے مدرسہ میں کی۔ آپ نے بڑی بڑی ریاضتیں اور مجاہدے کیے، طریقت میں اپنے والد بزرگوار کے ہاتھ پر بیعت کی۔ والد کی وفات کے بعد ۲۸ سال کی عمر میں سجادہ نشین ہوئے۔ آپ نے رشد و ہدایت، تبلیغ اسلام، اصلاح معاشرہ، دینی غیرت اور جذبہ جہاد کو ابھارنے کیلئے سندھ، بلوچستان، کچھ اور راجپوتانہ کے کئی سفر کیے اور ہزاروں مریدوں اور معتقدوں کو روحانی فیض سے مالا مال کیا۔ آپ کی پُر اثر اور پرکشش شخصیت کی وجہ سے سرفروشوں کی بڑی جماعت تیار ہوگئی جو انگریزوں کے زوال تک برسرِ پیکار رہی۔ بلوچستان کے سفر کے دوران آپ کی ملاقات احمد شاہ ابدالی کے پوتے زمان شاہ ولد تیمور شاہ سے ہوئی۔ جنھوں نے نذرانہ کے طور پر عمدہ علم پیش کیا جو آپ نے اپنے فرزند سید یاسین شاہ کو عطا کیا، اسی وجہ سے پیر سید یاسین شاہ اور ان کی اولاد ''جھنڈا (علم) والے پیر'' مشہور ہوئے۔ اور ابھی تک پاگارا خاندان سے الگ ''جھنڈا والے پیر'' مشہور ہیں۔ آخری وقت میں راجپوتانہ کے سفر کے دوران آپ کو سر درد کی تکلیف ہوئی۔ وہاں سے واپسی

Marfat.com

کے بعد یکم شعبان ۱۲۳۳ھ (۱۸۱۸ء) میں آپ کی وفات ہوئی۔ پہلے آپ کے مزار قریہ ''رحیم ڈنہ کلہوڑہ'' میں قدیم درگاہ میں تھی۔ بعد میں پیر علی گوہر شاہ اصغر ''بنگلہ دھنی'' نے آپ کی صندوق اپنے والد پیر صبغت اللہ شاہ کے صندوق کے ساتھ نکلوا کر قریہ موجودہ کنگری روضہ میں دفن کروائی۔ قریہ کنگری بعد میں آپ کے روضہ اور درگاہ کی وجہ سے ''پیر گوٹھ'' (ضلع خیر پور سندھ) کے نام سے مشہور ہوا۔(۱) حضرت محمد راشد روضہ دھنی کو اٹھارہ فرزند ہوئے۔ آپ کے فرزندوں میں سے یاسین شاہ نقل مکانی کر کے ضلع حیدر آباد آئے اور میں اپنا گاؤں آباد کیا، جو ''پیر جھنڈو گوٹھ'' کے نام سے مشہور ہوا۔ حضرت یاسین شاہ کو چونکہ حضرت پیر محمد راشد نے علم (جھنڈا) عطا کیا تھا۔ اس لیے وہ اور ان کے خاندان کے افراد ''پیر جھنڈے والے'' کہلاتے ہیں۔

پیر صبغت اللہ شاہ ''تجر دھنی'':

آپ کی ولادت سنہ ۱۱۸۳ھ (۱۷۶۹ء) میں ہوئی۔ اپنے والد بزرگوار پیر محمد راشد کے بعد آپ نے جماعت مجاہدین کے ساتھ جو سرحد میں سکھوں اور انگریزوں سے جہاد کے غرض سے نکلے تھے اور وہ سندھ اور بلوچستان سے گزر کر منزل مقصود پر جانا چاہتے تھے۔ سنہ ۱۲۴۱ھ (۱۸۲۵ء) میں وہ دہلی سے روانہ ہوئے۔ انھوں نے حضرت حضرت پیر صبغت اللہ شاہ کے غازیانہ اور مجاہدانہ عزائم سن رکھے تھے۔ اس لیے حیدر آباد سے پیر گوٹھ آئے۔ حضرت پیر پاگارا نے بڑی فراخ دلی سے اس جماعت مجاہدین کی مالی مدد بھی کی اور اپنے مریدین میں سے جہاد کیلئے پانچ سو غازیوں کی ایک جماعت حرب وضرب کے ساز وسامان سے لیس کر کے ساتھ کر دی۔ اس کے علاوہ ان کے اہل وعیال پیر گوٹھ میں ٹھہرا کر ان کی کفالت بھی کی۔ حضرت پیر صاحب نے جو جماعت جہاد کیلئے روانہ کی اسے ''جماعت احرار'' کا خطاب دیا گیا۔ اس کے بعد پاگارہ خاندان کے مریدوں کو ان کی جانبازی، سرفروشی اور جان نثاری کی وجہ سے ''حر'' کہا جانے لگا۔ پیر گوٹھ سے شکار پور روانہ ہوئے۔ شکار پور میں بھی لوگوں نے آپ سے تعاون کیا اور مالی مدد کی۔ حضرت پیر صبغت اللہ شاہ بعد میں بھی سید احمد بریلوی کو وقتاً فوقتاً غازیوں اور مجاہدوں کی کمک بھیجتے رہے۔ اس میں پیر صاحب کے مریدوں (حروں) کے علاوہ آپ کی کوشش سے دیگر مسلمانان سندھ بھی شریک ہوتے تھے، جن میں علماء کرام بھی ہوتے تھے۔ یہ کمک صرف غازیوں اور مجاہدوں پر مشتمل نہیں ہوتی تھی بلکہ اس میں روپیہ، رسد، کپڑا اور سامان حرب بھی شامل ہوتا تھا۔ سید احمد کے بعد نواب ٹونک کے طلب پر حضرت پیر پاگارہ نے سید احمد اور شاہ اسماعیل دہلوی کے اہل وعیال کو عزت واحترام اور مال ودولت کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ حضرت پیر صبغت اللہ شاہ علم وعرفان کے ساتھ ساتھ صاحب سیف وقلم بھی تھے۔ آپ نے اپنے مریدوں کو روحانی

(۱) کراچی میں پیر صاحب پگارا نے اسی مناسبت سے اپنے مکان کا نام 'کنگری ہاؤس' رکھا ہے۔ (نوری)

اور اخلاقی فیض کے ساتھ جہاد کا عملی درس دیا اور ان کو جہاد آزادی کیلئے تیار کیا۔ آپ کے تیار کردہ سرفروش مجاہدین کی جماعت بعد میں آپ کے سجادہ نشینوں کے احکام پر انگریزوں سے برسر پیکار رہی اور انگریز فوج سے باقاعدہ لڑتی رہی، اس جہاد میں حروں کے بے شمار مجاہد بڑی خوشی، دلیری، جذبہ جہاد سے سرشار رہے اور جان کی قربانی دیتے رہے۔ غرض یہ کہ آپ کی روشن کی ہوئی شمع کی روشنی ۱۹۴۷ء تک غلامی کی تاریکیوں میں رہنمائی کرتی رہی۔ حضرت پیر صاحب کے جذبہ جہاد کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ہمیشہ ایک تلوار زیب تن ہوئے ہوتے تھے۔ آپ ۵ر رمضان ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۱ء) کو فوت ہوئے اور درگاہ پیر گوٹھ میں مدفون ہوئے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے سات فرزند دیئے۔ جن میں سے پیر علی گوہر شاہ اصغر سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کے ملفوظات پیر علی گوہر شاہ اصغر نے ''خزانۃ المعرفت'' کے نام سے مرتب کیا ہے۔(۱)

دوسرے سجادہ نشین:

حضرت پیر صبغت اللہ شاہ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند پیر علی گوہر شاہ اصغر ''بنگلہ دھنی'' سجادہ نشین ہوئے۔ ان کی ولادت ۴ر رجب ۱۲۳۱ھ (۱۸۱۶ء) میں ہوئی۔ اور ۱۱ر جمادی الاول ۱۲۶۳ھ (۱۸۴۶ء) کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کے زمانہ میں بھی تحریک مجاہدین کی ایک جماعت ۱۸۵۳ء میں دہلی سے روانہ ہوئی اور آزاد علاقہ کو جاتے ہوئے پیر گوٹھ میں آئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریک آزادی اور قیامِ حکومت الٰہیہ کے سلسلہ میں مشائخ پیر گوٹھ (سندھ) کو مرکزی مقام حاصل تھا اور ابتداء میں یہ سلسلہ قادریہ کا ایک خانقاہی ادارہ تھا جو مجاہدین کی تربیت کیلئے قائم کیا گیا تھا اور مجاہدین یہاں قیام کیا کرتے تھے۔ پیر علی گوہر شاہ اصغر کے وفات کے بعد آپ کے فرزند سید حزب اللہ شاہ الملقب بہ ''تخت دھنی'' سجادہ نشین ہوئے۔ آپ ۲ر محرم سنہ ۱۳۰۸ھ (۱۸۹۰ء) میں دنیا سے رخصت ہوئے اس کے بعد ان کے فرزند پیر علی گوہر شاہ ثانی سجادہ نشین ہوئے۔ پیر علی گوہر شاہ ثانی لاولد فوت ہوئے۔ اس لیے آپ کے بھائی پیر شاہ مردان شاہ اول ''کوٹ دھنی'' سجادہ نشین ہوئے۔ ۷ر ربیع الاول ۱۳۴۰ھ (۱۹۲۱ء) کو آپ کا انتقال ہوا۔

اس زمانہ میں انگریزوں کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے حر مجاہدین نے کھپرو، سانگھڑ اور شہداد پور کی تحصیلوں میں انگریزوں کے خلاف زبردست گوریلا جنگ چھیڑ دی۔ وہ بڑے عرصہ تک لڑتے رہے۔ اس لڑائی میں پولیس کی مدد کے لیے فوج بھی بھیج دی۔ بے شمار حر مجاہدین معرکوں میں شہید ہوئے۔ کئی حر گرفتار ہوئے ان کے ساتھ نہایت ظالمانہ سلوک کیا گیا اور ان کو پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔

غرض یہ کہ انگریز نے اس جماعت کو کچلنے میں کوئی دریغ نہ کیا۔ اس گوریلا جنگ میں بچو فقیر نے نمایاں طور پر

(۱) پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص ۱۱۲، مولفہ مجید اللہ سندھی

Marfat.com

زبردست چھاپے مارے۔ حالات کو دیکھ کر حضرت پیر شاہ مردان شاہ نے حروں کو معرکہ آرائی سے گریز کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ پیر صاحب کی ہدایت پر حروں کی سرگرمیاں ماند پڑ گئیں۔ ان حالات میں انگریزوں نے عہد شکنی کر کے حروں پر بڑے مظالم ڈھائے، بے شمار لوگ پھانسی پر چڑھا دیئے گئے اور کئی لوگوں کو جہاں دیکھا گولی ماردی گئی۔ واضح رہے کہ سندھ ہو، یا ہند، عراق ہو یا مصر وشام، ہر جگہ سلسلہ قادریہ کے مشائخ کرام دشمنانِ اسلام بالخصوص انگریزوں کے خلاف نبرد آزما رہے ہیں اور اس طرح حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی کے فکری اثرات اُن پر غالب رہے ہیں۔ حضرت پیر شاہ مردان شاہ اول کی وفات کے بعد سید صبغت اللہ شاہ ثانی سجادہ نشین ہوئے۔ آزادی کی تڑپ ان کو اپنے آباء واجداد کی طرف سے ورثہ میں ملی تھی۔ آپ کو بھی انگریزوں سے سخت نفرت تھی۔ تحریک آزادی کیلئے آپ نے حر تحریک کی نئی طرح تنظیم شروع کی۔ آپ کو دس سال سزا دی گئی اور رتنا گری جیل میں نظر بند رکھا گیا۔ جیل میں آپ نے کتابوں کا مطالعہ کیا اور غور وفکر کے بعد گوریلا جنگ کی اسکیم تیار کی۔ آزاد ہونے کے بعد اس اسکیم کو عملی جامعہ پہنانے کیلئے اپنے مریدوں کی اصلاح وتربیت اور تنظیم کی طرف پوری پوری توجہ دی۔ سانگھڑ کے قریب گڑنگ خانقاہ کو مرکز بنایا اور سرفروش غازیوں کی ایک جماعت تیار کی۔ تحریک کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے جن چیزوں کی ضرورت تھی ان کا انتظام بھی کیا۔ اس گوریلا جنگ میں حُر جماعت کے سرفروش مجاہد انگریز فوج سے اس دلیری اور جوانمردی سے لڑے کہ انگریز حکومت جیسی بڑی طاقت کو ہلا کر رکھ دیا۔ جنگ کے دوران ایک حر مجاہد، انگریزی فوج کے سینکڑوں آدمیوں کو گولیوں کا نشانہ بنا چکا تھا۔ اس جہاد آزادی میں حر تحریک کے کئی لوگ شہید ہوئے۔ ان پر بڑے مظالم ڈھائے گئے لیکن ان کی جرأت، ہمت اور عزم میں کوئی فرق نہیں آیا۔ انھوں نے بہادری، دلیری، سرفروشی، ثابت قدمی، سچائی اور پختہ عزم کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ سندھ میں تحریک آزادی کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آخر پیر گوٹھ کی درگاہ خانقاہ کے قلعہ کو بارود کے ذریعہ منہدم کیا گیا اور گڑنگ پر بمباری کی گئی۔ پیر صاحب کو مع ان کے اہل وعیال نظر بند کیا گیا۔ آپ کے خلاف بغاوت کا مقدمہ چلایا گیا اور لوگوں سے زبردستی شہادتیں لے کر آپ کو سزائے موت دی گئی۔ ۲۰ر مارچ ۱۹۴۳ء کو اس سرفروش مجاہد نے شہادت کا جام نوش کیا۔ انھوں نے اپنی اور اپنے مریدوں کی جانی قربانی دے کر آزادی کی راہ ہموار کی۔ انھوں نے انگریز حکومت کو اتنا پریشان کیا کہ وہ چین سے بیٹھ نہیں سکے۔ آخر پیر صاحب کی شہادت کے چار سال بعد وہ اس برصغیر کو آزادی دے کر چلے گئے۔ (۱)

---

(۱) واضح رہے کہ جب بھی دشمنان اسلام نے کسی بھی مسلمان ملک پر قبضہ کیا، انہی مشائخ قادریہ کے روحانی تصرفات اس ملک کو آزاد کرانے میں معاون رہے۔ اسی لئے سلاطین وحکمران بھی مشائخ سے ہمیشہ خوفزدہ رہتے تھے اور خانقاہی نظام کو اپنے لئے خطرہ سمجھتے تھے۔ (نوری)

Marfat.com

حضرت پیر محمد راشد نے اپنی تحریک کو پھیلانے اور مقصد کو کامیاب بنانے کے لیے سندھ، بلوچستان اور راجپوتانہ میں گیارہ سو خلفاء کی ایک جماعت قائم کی، جو اس روحانی، اخلاقی اور انقلابی تحریک کے لیے جدوجہد کرتی رہے۔ آپ کے خلفاء میں سے:

ا۔ سید محمد حسن شاہ جیلانی:

سید محمد حسن شاہ جیلانی جو ۱۲۵۴ھ (۱۸۳۸ء) میں وفات پائی ان کے بعد ان کے صاحبزادے میاں محمد حسین سجادہ نشین ہوئے۔

۲۔ حافظ محمد صدیق بھر چونڈی والے:

سید محمد حسین جیلانی کے خلفاء میں سے حافظ محمد صدیق بھر چونڈی والے (نزدیک گھوٹکی، ضلع سکھر، سندھ) کا اسم گرامی اس لیے فراموش نہیں کیا جا سکتا کہ انھوں نے اپنے علاقوں میں علم و معرفت کی روشنی پھیلائی اور بے شمار لوگ اس چشمہ عرفان سے اپنی پیاس بجھانے کے لیے آنے لگے۔ بے شمار لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنے عمل اور کردار میں پاکیزگی، خدا خوفی اور جذبہ حریت پیدا کی۔ آپ کی ولادت سنہ ۱۲۳۴ھ (۱۸۱۹ء) میں ہوئی اور ۱۰ر جمادی الثانی ۱۳۰۸ھ (۱۸۹۱ء) کو واصل بحق ہوئے۔ آپ کو انگریزوں سے شدید نفرت تھی۔ آپ نے اپنی زندگی کے دو مقاصد بارہا بیان کیے: انگریزوں سے شدید نفرت اور سنت نبوی کی اتباع۔ چونکہ آپ نے شادی نہیں کی اس لیے آپ کے انتقال کے بعد آپ کے بھتیجے حافظ عبداللہ (وفات ۲۵ر رجب ۱۳۴۶ھ/ ۱۹۲۷ء) سجادہ نشین ہوئے۔

آپ کے خلفاء میں سے مولانا غلام محمد دین پوری (ضلع رحیم یار خان) وفات ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء)، مولانا تاج محمود امروٹی (۱) (ضلع شکار پور، سندھ وفات ۱۹۲۹ء) ابتداء میں یہ حضرات بھی سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھتے تھے لیکن بعد میں سلسلہ قادریہ کے بعض اصول سے اختلاف کرنے لگے۔ آج بھی اسی روش پر قائم ہیں۔

۳۔ خلیفہ محمود فقیر نظامانی:

اہل دل بزرگ تھے۔ آپ نے اپنے پیر کے ملفوظات مرتب کیے، جن کا ذکر آ چکا ہے۔ ان کے علاوہ دوسری کتابیں بھی تصنیف اور تالیف کیں مثلاً محبوبیۃ الحمودیہ، گلشن اولیاء سندھ وغیرہ۔ خلیفہ محمود فقیر ۹ر ربیع الاول ۱۲۶۷ھ (۱۸۵۱ء) کو فوت ہوئے۔

---

(۱) اب اس خانقاہ کو سندھ میں علماء دیوبند کیلئے مرکزی آماجگاہ کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے، جبکہ خانقاہ بھر چونڈی شریف کے مشائخ اور علماء اپنے قدیمی روایات پر قائم رہتے ہوئے علماء بریلی سے وابستگی رکھے ہوئے ہیں۔ (نوری)

Marfat.com

۴۔خلیفہ نبی بخش لغاری:

حضرت پیر پاگارہ کے خلیفہ تھے۔ان کی سکونت قریہ ''مٹھی'' (تحصیل ٹنڈو باگو) میں تھی۔آپ کا کلام شاہ لطیف کے ''رسالو'' کے طرز پر مکمل ''رسالو'' کی صورت میں ہے اور شائع ہو چکا ہے۔ خلیفہ نبی بخش لغاری کی وفات سنہ ۱۸۶۳ء میں ہوئی۔

۵۔فقیر حمل خان لغاری:

آپ کا کلام ''کلیات حمل'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔پیر صاحب پاگارہ سے بڑی محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔سنہ ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ء) میں آپ کی وفات ہوئی۔آپ کا مزار ضلع نواب شاہ میں ہے۔

۶۔خلیفہ گل محمد ہالائی:

حضرت پیر پاگارہ کے خلیفہ تھے۔ ہالا (ضلع حیدر آباد) کے رہنے والے تھے۔سنہ ۱۲۲۶ھ (۱۸۱۱ء) میں ان کی ولادت ہوئی اور سنہ ۱۲۷۲ء (۱۸۵۶ء) میں عربستان میں وفات پائی۔

۷۔فقیر عبداللہ کاتیار:

حضرت پیر پاگارہ کے خلیفہ تھے۔آپ کا مزار بھی درگاہ کے صحن میں ہے۔آپ کی کافیاں سندھی میں بہت مشہور اور مقبول رہی ہیں۔ان کے کلام میں عرفان اور ایقان کے مضامین ملتے ہیں۔ (۱)

بعض تاریخی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے دوسرے افراد بھی وقت بوقت برصغیر پاک و ہند میں آتے رہے ہیں۔ان میں سے حضرت شاہ کمال کیتھلی بھی تھے۔جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ برصغیر میں وارد ہوئے۔ان کا تعارف یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی:

آپ حضرت سید عبدالقادر الگیلانی کی اولاد میں سے تھے۔آپ کا شجرہ نسب بارہویں پشت میں حضرت سید الشیخ عبدالقادر سے جا ملتا ہے۔حضرت شاہ فضیل قادری سے بیعت تھے۔جن کا شجرہ طریقت حضرت سیدنا الشیخ سے اس طرح جا کر ملتا ہے۔حضرت شاہ کمال مرید حضرت شاہ فضیل (۲) کے وہ مرید گدا رحمٰن ثانی کے، وہ مرید شمس الدین کے، وہ مرید شاہ رحمٰن گدا اول کے، وہ مرید شاہ شمس الدین صحرائی کے، وہ مرید شاہ عقیل کے، وہ مرید شاہ بہاؤ الدین کے، وہ مرید عبدالوہاب کے اور وہ مرید حضرت سید عبدالقادر جیلانی کے''۔حضرت شاہ کمال کی ولادت بغداد میں سنہ ۸۹۵ھ (۱۴۹۰ء) میں ہوئی۔۹۲۰ھ میں

---

(۱) پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص ۱۶، مولفہ مجید اللہ سندھی

(۲) حضرت شاہ فضیل احمد قادری کا مزار ٹھٹھہ سندھ مکلی قبرستان میں ہے، راقم کئی بار زیارت کر چکا ہے۔

آپ نے حضرت شاہ فضیل سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ مرشد کے ارشاد کے مطابق ہندوستان آئے۔ یہاں پہنچ کر نہ صرف سلسلہ قادریہ کو ترقی و ترویج بخشی، بلکہ ہندوؤں کی ایک بہت بڑی تعداد کو مشرف بہ اسلام کیا۔ آپ عراق سے ایران آئے اور مشہد، نجف اشرف، تبریز اور اصفہان سے ہوتے ہوئے درہ گومل کی راہ سے موجودہ پاکستان میں وارد ہوئے۔ غالباً ۹۲۷ھ۔ ۹۲۸ھ کے مابین ٹھٹھہ (سندھ) آئے اور یہیں تقریباً دو سال تک قیام کیا۔ کئی دفعہ چلہ کشی کی اور ریاضتیں اور مجاہدے کیے۔ کئی لوگوں نے آپ سے روحانی فیض حاصل کیا۔ ٹھٹھہ میں دو سال رہنے کے بعد ملتان آئے۔ ملتان میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد لدھیانہ آئے اور گرد و نواح کے بے شمار لوگوں کو روحانی فیض سے مستفیض کیا۔ تقسیم سے قبل یہاں آپ کی یاد میں ایک میلہ منعقد ہوتا تھا۔ جسے مقامی زبان میں ''بڑے پیر کی روشنی'' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد لدھیانہ کو الوداع کہہ کر پائیل (سرہند) آئے۔ یہاں حضرت مجدد الف ثانی کے والد بزرگوار کے یہاں قیام پذیر ہوئے۔ جنھوں نے آپ سے بیعت کی اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ پایل میں کچھ دن رہنے کے بعد ''کیتھل''، (۲) آئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ حضرت شاہ کمال بہت بڑے عالم اور فاضل تھے۔ آپ نے کیتھل میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

آپ کے خلفائے کرام میں:

(۱) حضرت شیخ عبد الاحد سرہندی (والد بزرگوار حضرت مجدد الف ثانی)

(۲) حضرت شاہ سکندر محبوب الٰہی (حضرت شاہ کمال کیتھلی کے پوتے، وفات ۱۰۲۵ھ)

(۳) حضرت شاہ موسیٰ ابو الکلام (حضرت شاہ کمال کے منجھلے صاحبزادے، وفات ۹۸۵ھ)

(۴) حضرت قاضی عبد الرحمٰن دیپالپوری: ۹۹۵ھ (۱۹۸۷ء) میں دیپالپور میں فوت ہوئے۔

(۵) شیخ محمد طاہر لاہوری قادری: آپ نے پہلے حضرت شاہ کمال کیتھلی کے پوتے شاہ سکندر کیتھلی کی صحبت میں رہ کر روحانی تعلیم حاصل کی اور ان کے خلیفہ ہوئے۔ اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی کی خدمت میں حاضر ہو کر روحانی فیض حاصل کیا اور اُن کے ارشاد کے مطابق لاہور آ کر ہدایت خلق میں مصروف ہو گئے۔ ہزاروں لوگ ان کی روحانی تربیت سے روحانیت کے اعلیٰ مرتبہ کو پہنچے۔ تمام عمر کسی دولت مند کے پاس نہ گئے۔ احادیث اور تفاسیر کی کتابت کر کے گزارہ کرتے تھے۔ تمام رات طالبان حق کی تلقین اور عبادت میں گزارتے تھے۔ سید آدم بنوری مجددی نقشبندی نے جب ان کا شہرہ سنا تو پاپیادہ بنور سے لاہور آئے اور

(۱) کیتھل مشرقی پنجاب ہندوستان کے ضلع کرنال کی ایک تحصیل ہے اور دہلی سے 124 کلومیٹر کے فاصلے پر مشہور مقامات تھانیسر پانی پت کے نزدیک واقع ہے۔ (نوری)

Marfat.com

فیضیاب ہوئے۔ ۸ رمحرم ۱۰۴۰ھ (۱۶۳۰ء) میں فوت ہوئے۔ حضرت شاہ کمال جب سفر کرتے ہوئے سن ۹۲۷ء میں ٹھٹھہ (سندھ) میں آئے تو آپ کے ساتھ تین اور بزرگ بھی تھے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ سید شکراللہ شیرازی، سید شاہ مبین عرف منبہ اور سید عبداللہ شاہ، کمال تو کچھ عرصہ ٹھٹھہ میں رہ کر چلے گئے، لیکن یہ تینوں بزرگ ٹھٹھہ میں مقیم ہوگئے۔ ان کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

قاضی سید شکراللہ شیرازی:

آپ کا شجرہ نسب امیر سید فضل اللہ المحدث الحسینی الدشتکی الشیرازی سے ملتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام سید وجہ الدین تھا۔ آپ ہرات سے قندھار آئے اور وہاں سے سید شاہ مبین، سید کمال اور سید عبداللہ کے ساتھ ۹۲۷ھ میں ٹھٹھہ آئے۔ ٹھٹھہ میں انصاروں کے محلہ میں سکونت پذیر ہوگئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے فرزند میر ظہیر الدین والاسلام بھی ساتھ آئے جن کی شادی انصاروں میں کرائی۔ ان سے ٹھٹھہ کے سادات شکر الٰہی کی نسل قائم ہوئی۔ اس خاندان سے باکمال مورخ بے مثال تذکرہ نگار ادیب بے بدل شاعر میر علی شیر قانع (وفات ۱۲۰۳ھ۔ ۱۷۸۸ء) تولد ہوئے۔ جن کی تاریخ سندھ پر لکھی ہوئی کتاب ''تحفۃ الکرام'' تاریخ سندھ پر اہم کتاب ہے۔ سید شکراللہ کے مراسم شاہ بیگ ارغون کے خاندان سے ہرات میں ہی پیدا ہوئے تھے جب آپ ٹھٹھہ آئے تو سندھ میں شاہ بیگ ارغون کی حکومت قائم ہوچکی تھی۔ شاہ بیگ اور ان کے فرزند شاہ حسن ارغون کی حکومت قائم ہوچکی تھی۔ شاہ بیگ اور ان کے فرزند شاہ حسن ارغون نے آپ کی قدر افزائی کی اور مالی مدد کی اور شیخ الاسلام کا منصب دیا۔ قاضی سید شکراللہ شیرازی، سید کمال کے مرید نہیں تھے، بلکہ شیعت کی طرف مائل ہوگئے تھے۔ اس لیے مرید ہونے سے محروم رہے۔ سید شکراللہ کا مرقد انوار مکلی میں سید عبداللہ کی درگاہ کے مغرب میں واقع ہے۔

سید شاہ مبین عرف منبہ:

سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی کی اولاد میں سے تھے۔ جب ٹھٹھہ آئے تو ایک مرید کے گھر میں مقیم ہوئے اور تجرد اور پرہیزگاری کے ساتھ اپنی عمر گزار گئے۔ اس گھر میں ماں اور بیٹے رہا کرتے تھے۔ قاضی سید شکراللہ کے ساتھ آپ کی خصوصی صحبت رہا کرتی تھی۔

سید عبداللہ:

سید عبداللہ کی ٹھٹھہ آمد کے سلسلہ میں تین روایتیں ملتی ہیں۔ روایت ہے کہ آپ سید کمال، سید شکراللہ شیرازی اور سید مبین کے ساتھ ٹھٹھہ آئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آپ تنہا بغداد سے ٹھٹھہ آئے۔ تیسری روایت کے مطابق یہ بزرگوار شاہ بیگ ارغون کے زمانے میں ٹھٹھہ آئے اور پہاڑی کے اس مقام پر

Marfat.com

آ کر گوشہ نشین ہوئے۔ جہاں اب ان کا مزار واقع ہے۔ چونکہ سید کمال، سید مبین، سید شکر اللہ شیرازی اور سید عبداللہ میں دوستی تھی، اس لیے صحیح معلوم ہوتا ہے کہ آپ مذکورہ چار دوستوں کے ساتھ ٹھٹھہ آئے اور مقیم ہو گئے۔ مکلی میں آپ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے اور آپ عبداللہ شاہ اصحابی (۱) کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب حضرت سید عبدالقادر الگیلانی سے جا ملتا ہے۔ آپ کا شجرہ نسب کچھ اس طرح ہے:

''حضرت سید عبداللہ بن سید محمود بن سید عبدالقادر بن سید عبدالباسط بن سید حسین بن سید احمد بن سید شرف الدین قاسم بن سید بدرالدین بن سید علاؤالدین علی بن سید شمس الدین بن سید شرف الدین یحییٰ بن سید شہاب الدین بن سید ابو صالح النصر بن سید عبدالرزاق بن حضرت سید عبدالقادر الگیلانی''۔

سید حسن:

ایک روایت کے مطابق سید عبداللہ نے ٹھٹھہ میں مجرد زندگی گزاری اور دوسری روایت کے مطابق سید عبداللہ نے ٹھٹھہ میں سکونت پذیر ہونے کے بعد ٹھٹھہ کے صحیح النسب سادات کے ہاں سے شادی کر لی۔ آپ کے دو فرزند ہوئے۔ سید حسن اور سید محمد فاضل۔ سید عبداللہ شاہ کی وفات کے بعد ان کے فرزند سید حسن اپنے چھوٹے بھائی سید محمد فاضل کے ہمراہ ٹھٹھہ چھوڑ کر سیاحت کرتے ہوئے ہندوستان میں آئے۔ ہندوستان کے مختلف شہر اور گاؤں گھومتے ہوئے شاہجہان آباد آئے۔ پھر وہاں سے لاہور پہنچے۔ لاہور میں حضرت میاں میر سے ملاقات کی اور کچھ دن ان کی صحبت میں رہے۔ لاہور سے گجرات آئے اور شاہ دولہ سے ملاقات کی اور چند روز ان کے یہاں رہے۔ وہاں سے پوٹھوہار کے علاقہ میں پہنچے اور شاہ عبداللطیف بری سے ملاقات کی اور کچھ دن ان کے یہاں رہے۔ پھر رخصت ہو کر پشاور پہنچے۔ پشاور شہر کے باہر ایک باغ تھا۔ جسے سلطان پور کہتے تھے۔ اس میں قیام کیا۔ لوگوں نے جب آپ کو دیکھا، تو نہایت ہی عقیدت کے ساتھ ملے۔ کئی لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی وہ باغ ایک پٹھان سردار کی ملکیت تھا۔ وہ بھی مرید ہو گئے اور وہ باغ آپ کے نذر کر دیا۔ ایک پٹھان سردار نے اپنی لڑکی آپ کے نکاح میں دی، جس سے آپ کو زین العابدین نامی فرزند ہوا۔ اس کے بعد قصبہ کنٹر کے سادات کے ہاں آپ کی دوسری شادی ہوئی۔ یہ سادات سید علی ہمدانی کی اولاد میں سے تھے۔ اس بیوی کے بطن سے دولڑکے پیدا ہوئے سید شاہ محمد غوث اور سید علی، سید حسن نے تمام عمر عبادت و ریاضت اور تلقین و ارشاد میں صرف کی۔ سید حسن کا یہ احوال سید شاہ محمد غوث کے پوتے حضرت میر محی الدین المعروف شاہ غلام (کشمیر) بن حضرت سید محمد عابد قادری (کشمیر) بن حضرت شاہ محمد غوث قادری پشاوری ثم لاہوری کی لکھی ہوئی کتاب سے ماخوذ ہے (۲) لیکن تحفہ

(۱) تفصیلات 'تذکرہ مولانا قاری محمد مصلح الدین الصدیقی القادری' میں دیکھیے۔ (نوری)

(۲) خوارق العادات در حالات و مقامات، سید حسن پشاوری، غلام میر کشمیری (فارسی)، اردو ترجمہ محمد امیر شاہ پشاور، ص ۱۵ تا ۳۹

Marfat.com

الکرام میں مذکور ہے کہ سید عبداللہ نے ساری زندگی مجرد رہتے ہوئے یادالٰہی میں بسر کی۔ حدیقۃ الاولیاء میں بھی سید حسن پشاوری قادری گیلانی کو سید عبداللہ گیلانی کا فرزند اور مرید دکھایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ سید حسن کی تاریخ وفات ۱۱۱۵ھ (۱۷۰۳ء) درج ہے اور حواشی میں تاریخ ولادت ۱۰۲۳ھ (۱۶۱۴ء) دی گئی ہے۔ سید عبداللہ کی تاریخ وفات کہیں درج نہیں ہے، لیکن یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ سید عبداللہ ۹۲۷ھ میں ٹھٹھہ میں آئے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ سید حسن جن کی ولادت ۱۰۲۳ھ میں ہوئی سید عبداللہ شاہ کے فرزند ہوں۔ میر علی شیر قانع نے تحفۃ الکرام میں کہیں بھی سید عبداللہ شاہ کی اولاد کا تذکرہ نہیں کیا، حالانکہ میر قانع سید عبداللہ شاہ سے اپنے خاندان کے مراسم کا ذکر کرتے ہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں سید عبداللہ شاہ کی فرزندگی کی حیثیت مشکوک ہو جاتی ہے۔ البتہ اگر یہ مان لیا جائے کہ سید عبداللہ کی اولاد تھی تو یہ ہوسکتا ہے کہ سید حسن، سید عبداللہ شاہ کی اولاد میں سے ہوں (۱)۔ سندھ میں ایک روایت یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت الشیخ بھی سیاحت کرتے ہوئے ۱۵ جمادی الثانی ۴۹۸ھ (۱۱۰۵ء) میں روہڑی (سندھ) میں آئے تھے اور اسی نسبت سے روہڑی شہر کا نام کچھ عرصہ کیلئے "غوث پور" بھی رہا۔ جس جگہ پر آپ نے کچھ دنوں کیلئے قیام کیا تھا۔ وہاں آج بھی آپ کی یادگار رکھے ہوئے ہیں۔ تاریخ سے اس روایت کی تصدیق نہیں ہوتی۔ آپ کی سیاحت کا ذکر تو ملتا ہے لیکن اس سلسلہ میں بیان یہ ہے کہ آپ نے پانچ سال تک صحرائے عراق کی سیاحت کی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ سیاحت کرتے ہوئے آپ سندھ میں بھی آئے ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت سید صفی الدین گیلانی ابن عبدالوہاب الگیلانی جب ملتان آئے تھے اور اس علاقہ کی سیاحت کر رہے تھے تو وہ روہڑی میں بھی تشریف فرما ہوئے ہوں۔ (۲) حضرت سید صفی الدین گیلانی کو آٹھ فرزند ہوئے۔ اور آپ کے دوسرے فرزند سید محمد فاروق کی اولاد ہند میں بھی آکر آباد ہوئی۔ (۳)

سید ابو عبدالرحمٰن شرف الدین عیسیٰ:

"خطہ پاک اوچ" میں مسعود حسن شہاب دہلوی نے ایک روایت بیان کی ہے کہ سندھ میں سلسلہ قادریہ کے اولین بزرگ شیخ عیسیٰ تھے جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی البغدادی کے فرزند تھے۔ حضرت شیخ عیسیٰ شرف الدین قتال کے لقب سے معروف تھے اور آپ کا قیام کچھ عرصہ تک سندھ کے مشہور

---

(۱) تفصیلات کیلئے تحفۃ الکرام، میر علی شیر قانع، اردو ترجمہ سندھی ادب، ص ۵۸/۷/ حدیقۃ الاولیاء، ص ۶۰، مفتی غلام سرور لاہوری/ ماخوذ: پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص ۱۲۲ (۲) اس روایت کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں۔ (نوری)
(۳) ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کی تحقیق کے مطابق سیدنا الشیخ کے بڑے صاحبزادے سید سیف الدین عبدالوہاب کے چار فرزند تھے جن میں ایک کا نام شاہ شفیع الدین محمد تھا۔ (ص ۳۹۱)

Marfat.com

شہر ہالہ (ضلع حیدرآباد) میں بھی رہا۔ یہ روایت دوسری کتابوں میں نہیں ملتی۔ حضرت الشیخ نے اپنی کتاب ''فتوح الغیب'' اپنے اسی فرزند کے لیے تصنیف فرمائی تھی۔ حضرت سید شرف الدین عیسیٰ نے بغداد میں کافی عرصہ درس دیا، فتوے دیے اور وعظ کیا۔ بعد میں مصر چلے گئے اور مصر والوں کو علمی اور روحانی فیض سے مستفیض کیا۔ آپ نے کچھ کتابیں بھی لکھیں اور عربی زبان میں شعر بھی کہا۔ آپ نے تصوف میں جواہر الاسرار اور لطائف الانوار وغیرہ کتابیں لکھیں۔ ۱۲ رمضان ۵۷۳ھ (۱۱۷۸ء) کو فوت ہوئے اور مصر میں مدفون ہوئے۔ تاریخ میں بات واضح نہیں کہ آپ کس سن میں سندھ آئے۔ ہوسکتا ہے کہ مصر جانے سے پہلے آپ سندھ میں آئے ہوں لیکن یہ بات درست نہیں۔

حضرت سید ابومحمد سراج الدین شیخ شاہ میر گیلانی:

حضرت الشیخ کی اولاد میں سے تھے اور حضرت سید محمد غوث اوچی کے دادا تھے، جن کا ذکر بھی بعد میں آئے گا۔ آپ کا اسم سامی حسن، مشہور نام شاہ میر، کنیت ابوعبداللہ ابومحمد، لقب جمال الدین، اطہر، سلطان المشائخ اور مخدوم الاولیاء تھا۔ ۶۷۶ھ (۱۲۷۸ء) حلب میں تولد ہوئے۔ سیر و سیاحت کے دوران ہندوستان بھی آئے اور ریاست بون، کوہ ست پڑا، شہر کالی بوڑی میں کچھ عرصہ قیام کیا اور لوگوں کو روحانی فیض سے مستفیض کیا۔ پھر واپس حلب چلے گئے۔ سنہ ۷۶۶ھ (۱۳۶۵ء) میں فوت ہوئے اور حلب میں مدفون ہوئے۔ آپ کے دو فرزند ہوئے۔ سید ابومحمد شمس الدین محمد اعظم اور سید عبداللہ۔ سید عبداللہ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ کوہ ست پڑا شہر کالی بوڑی میں آئے اور وہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ ان کی اولاد آج بھی پنجاب میں بعض جگہوں پر پائی جاتی ہے۔ حضرت سید ابومحمد شمس الدین محمد اعظم (وفات ۸۳۴ھ۔ ۱۴۳۱ء) بھی اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد ہندوستان آئے اور سیر و سیاحت کے بعد حلب چلے گئے۔ آپ کے تین فرزند ہوئے مخدوم سید ابوعبداللہ محمد غوث، جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔ سید ابوقاسم اور میراں سید یعقوب، سید ابوالقاسم کی اولاد بہت ہوئی۔ ان کی اولاد بھی پنجاب میں بعض جگہوں پر موجود ہے۔ حضرت شیخ شاہ میر کے خلفاء میں ان کے فرزندوں کے علاوہ حضرت شاہ میاں جیو قادری اور حضرت شیخ احمد قادری کے نام ملتے ہیں۔ میاں جیو کے سلسلہ فقر پنجاب میں موجود رہا۔ اس سلسلہ کے ایک بزرگ سید علی لاہور میں گزرے ہیں، جن کا سلسلہ طریقت میاں جیو سے ملتا ہے۔

حضرت مخدوم سید ابوعبداللہ محمد غوث گیلانی:

آپ کا اسم گرامی محمد کنیت ابوعبداللہ لقب غوث مخدوم بندگی اور محبوب سبحانی تھا۔ آپ کی ولادت سنہ ۸۰۳ھ (۱۴۰۱ء) میں ہوئی، تاریخ اوچ میں سال ولادت سن ۸۳۳ھ (۱۴۳۰ء) آیا ہے۔ آپ کا سلسلہ

Marfat.com

نسب حضرت الشیخ سے اس طرح ملتا ہے: سید محمد بن شمس الدین محمد اعظم (وفات ۸۸۵ھ/۱۴۸۰ء) مدفن حلب) بن سراج الدین شیخ شاہ میر گیلانی (وفات ۷۶۶ھ/۱۳۵۶ء مزار حلب) بن سید ابوالحسن ضیاء الدین علی گیلانی (وفات محرم ۷۱۵ھ/۱۳۱۵ء مدفن حلب) بن سید مسعود (وفات ۷۶۰ھ/۱۳۶۲ء مدفن حلب) بن سید ابوالعباس حیمد الدین احمد (وفات ۶۳۰ھ/۱۲۳۳ء مدفن حلب) بن سید صفی الدین صوفی (وفات ۶۱۱ھ/ ۱۲۱۴ء مدفن بغداد) بن سید عبدالوہاب (وفات ۵۹۳ھ/۱۱۹۲ء مدفن بغداد) بن سید عبدالقادر الگیلانی۔

آپ کے اجداد میں سید ابوالعباس احمد بن سید صفی الدین گیلانی ترک وطن کر کے حلب (شام) میں سکونت پذیر ہوئے اسی نسبت سے آپ کو حلبی بھی کہا گیا ہے۔ حضرت سید محمد غوث بھی وہیں پیدا ہوئے۔ اپنے والد بزرگوار کے ہاتھ پر بیعت کی اور خرقہ خلافت وارشاد حاصل کیا۔ جوانی کے زمانہ میں دور دراز ملکوں کی سیر و سیاحت کی اور کئی مرتبہ حج بھی ادا کیا۔ سیاحت کے دوران لاہور آئے اور کچھ عرصہ لاہور اور ناگور میں قیام پذیر رہے پھر حلب چلے گئے۔ والد کی وفات کے بعد متعلقین اور ملازمین کے ہمراہ براستہ خراسان ملتان آئے اور پھر ''اوچ'' میں آکر سکونت پذیر ہو گئے۔ آپ کی ذات سے برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ قادریہ کو بڑا فروغ حاصل ہوا اور بے شمار بندگان خدا نے آپ سے روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ کے خلفاء میں سے آپ کے صاحبزادگان کے علاوہ سید محمد قادری شیخ غلام محمد قادری شیخ علو قادری اور سید میر بغدادی کے نام قابل ذکر ہیں۔ حضرت محمد غوث نے ۹۲۳ھ/۱۵۱۷ء میں وفات پائی اور ''اوچ'' میں مدفون ہوئے۔ آپ کو چار فرزند ہوئے۔ مخدوم سید عبدالقادر ثانی، مخدوم سید عبداللہ ربانی (وفات ۹۷۸ھ/۱۵۷۰ء مدفن ''اوچ'') مخدوم سید مبارک حقانی اور مخدوم سید محمد نورانی۔ حضرت مخدوم سید عبدالقادر ثانی (وفات ۹۴۰ھ/۱۵۳۳ء) اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کے نظر فیض اثر سے کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا اور بے شمار لوگ راہ راست پر آئے۔ حضرت محمد غوث شعر کہتے تھے اور ''قادری'' تخلص کیا کرتے تھے۔ فارسی زبان میں آپ کا مکمل دیوان ہے جو ''دیوان قادری'' کے نام سے مشہور ہے اور صوفیاء کرام میں مقبول ہے۔

میر سید مبارک حقانی:

آپ کا نام مبارک اور لقب حقانی تھا۔ حضرت مخدوم سید محمد غوث گیلانی اوچ کے فرزند ثالث اور خلیفہ تھے۔ اوچ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اپنے والد بزرگوار سے ظاہری تعلیم اور روحانی فیض حاصل کیا۔ اس کے بعد سید مبارک لاہور جا کر رہے۔ ۹ رشوال ۹۵۶ھ (۱۵۴۹ء) کو لاہور میں فوت ہوئے۔ آپ کی نعش ''اوچ'' میں لے جا کر اپنے والد کے جوار میں دفن کی گئی۔ آپ کے چار فرزند ہوئے سید میر میراں سید بقا محمد، سید کرم علی اور سید بدر الدین۔ آپ کے بڑے فرزند سید میر میراں آپ کے سجادہ نشین ہوئے۔

Marfat.com

سن ۹۸۶ھ (۱۵۷۸ء) میں انھوں نے وفات کی اور گورستان میانی میں مدفون ہوئے۔ (۱)

حضرت مخدوم سید ابوالحسن جمال الدین موسیٰ پاک شہید:

حضرت مخدوم غوث پاک کے بڑے فاضل بزرگ تھے۔ آپ کا سلسلہ حضرت مخدوم محمد غوث سے اس طرح ملتا ہے۔ ''سید ابوالحسن جمال الدین موسیٰ پاک شہید بن سید حامد بخش کلاں بن مخدوم سید عبدالقادر ثانی'' ان کے بڑے بھائی مخدوم سید عبدالقادر ثالث نے سجادہ نشینی کے متعلق آپ سے جھگڑا کیا۔ جو عرصہ تک چلتا رہا۔ آخر حضرت موسیٰ پاک شہید نے جھگڑے کو ختم کرنے کیلئے خلافت اپنے بھائی کے سپرد کی اور اوچ چھوڑ کر اکبر کی دربار میں آگئے۔ اکبر نے آپ کو پانچ سو کا منصب دیا۔ مذہبی معاملات میں وہ بادشاہ کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ وہیں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد ملتان آئے اور نواح ملتان میں لنگاہ قوم کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ شہادت کا سال مفتی غلام سرور کی کتاب ''حدیقۃ الاولیاء'' اور سید شریف احمد شرافت نوشاہی کی کتاب ''شریف التواریخ'' جلد اول میں ۱۰۰۱ھ (۱۵۹۲ء) آیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ''شمع جمع سیادت'' سے ۹۹۸ھ (۱۵۸۹ء) اخذ کیا ہے اور یہی صحیح سال شہادت ہے۔ آپ کا مقبرہ ملتان میں ہے۔

حضرت سید فضل علی المعروف مخدوم شیخ حامد گنج بخش:

آپ حضرت مخدوم غوث کے تیرہویں سجادہ نشین تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام سید عبدالقادر خامس تھا۔ اوچ میں سنہ ۱۱۴۹ھ (۱۷۳۶ء) میں تولد ہوئے۔ والد کی وفات کے بعد کچھ عرصہ اپنے سسر نواب خان نثار خان گوجروالی ڈیرہ غازی خان کے پاس رہے۔ بعد ازاں اوچ واپس آئے۔ حاکم سندھ غلام شاہ کلہوڑہ آپ کا ہمزلف تھا۔ اس رشتہ کی وجہ سے حاکم سندھ میاں غلام شاہ کلہوڑہ کے ساتھ آپ کے روابط تھے۔ میر علی شیر قانع نے اپنی کتاب تحفۃ الکرام (تاریخ سندھ) میں ان کا ذکر کیا ہے۔ ۴۸ سال کی عمر میں ۲۲ ربیع الآخر ۱۱۹۷ھ (۱۷۸۳ء) میں ان کی وفات ہوئی اور مقبرہ قادریہ میں مدفون ہوئے۔ ان کے دو بیٹے ہوئے سید غوث بخش اور سید حسن بخش دونوں یکے بعد دیگرے سجادہ نشین ہوئے۔ (۲)

سید عبدالقادر:

سید خداد شمس الدین رابع نورانی کے خلیفہ تھے اور ''کوٹ ''سدھانہ'' (ضلع جھنگ) کے رہنے والے تھے۔ مشہور اہل اللہ ہو گزرے ہیں۔ سندھ کے پاگارہ خاندان کے جدامجد سید پیر محمد بقا شاہ نے اس بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ جب وہ کوٹ سدھانہ سے دادمبارک کی زیارت کے لیے روہڑی آئے

(۱) پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص ۸۶ (۲) ایضاً ص ۸۸

Marfat.com

ہوئے تھے۔ سید پیر محمد بقا کی روہڑی میں ان سے ملاقات ہوئی اوران سے متاثر ہوکران کے مرید ہوئے۔ ''کوٹ سدہانہ'' کے جیلانی سادات کے متعلق روایت ہے کہ کسی زمانہ میں اوچ جیلانی کے سادات میں سے کچھ بزرگ نقل مکانی کر کے ''کوٹ سدھانہ'' میں رہائش پذیر ہوئے۔ پیر محمد بقا کے مرشد سید عبدالقادر انھی میں سے تھے اور یہ انہی صالح لقب سے بھی تھے) کے خلیفہ تھے۔ سیدنا الشیخ کی اولاد میں سے بعض افراد (ضلع خیر پور میرس) میں آئے اوراس زمانہ کے بہت بڑے بزرگ اور عالم مخدوم احمدی سے ملے اور ایک سال تک ان کے مہمان رہے۔ بعد میں کھہڑا کے قریب گمبٹ اور رانیپور میں روحانی مرکز قائم کر کے سکونت پذیر ہوگئے۔ ان کے روحانی فیض سے بے شمار لوگ مستفیض ہوئے اور کئی غیر مسلم ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ انھوں نے وٹڈیر خاندان میں سے شادیاں کیں سید محمد لاولد فوت ہوئے اور گمبٹ میں مدفون ہوئے۔ ان کے بھائی سید احمد رانی پور میں آ کر رہے ان کو چار فرزند ہوئے سید صالح شاہ، ابراہیم شاہ، عبدالرحیم شاہ، عبدالعزیز شاہ عرف عبدالغفار شاہ۔ سید صالح شاہ کی اولاد، رانی پور کے جیلانی سادات ہیں، گمبٹ کے جیلانی سادات، سید ابراہیم شاہ کی اولاد ہیں۔ سید احمد کے سجادہ نشین سید صالح شاہ سخی اور روحانی کمالات کے حامل اور صاحب نظر تھے۔ سندھ، بلوچستان، پنجاب اور افغانستان کے بے انداز لوگ ان کے مرید ہوئے۔ سید صالح شاہ کی وفات کے بعد ان کے فرزند پیر غلام محی الدین شاہ سجادہ نشین ہوئے جو بڑے متقی اور اہل دل بزرگ ہوگزرے ہیں۔ سرائیکی زبان کے باکمال شاعر اور چشتی سلسلہ کے بزرگ حضرت خواجہ غلام فرید ان کے بہت گہرے دوست تھے۔ کبھی کبھی ایک دوسرے کو سرائیکی شعر کی صورت میں پیام بھیجتے تھے۔ ۱۹۶۳ء میں فوت ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد پیر میراں سائیں سجادہ نشین ہوئے۔ گھونکی کے جیلانی سادات کے مؤسس اعلیٰ اور جد امجد ابوجعفر محمد مبارک شاہ جیلانی، عادل پوری ہیں۔

سید مبارک شاہ کا مقبرہ عادلپور میں زیارت گاہ خاص وعام ہے، عادلپور، گھونکی کے جنوب میں تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ سید مبارک شاہ کے دادا سید محمد عربی مکی اپنے فرزند سید حسین کے ساتھ ہندوستان آئے۔ ہندوستان کے مختلف علاقوں اور بنگال کی سیر وسیاحت کرتے ہوئے پنجاب آئے اور لاہور کے گردونواح میں دیپالپور نامی گاؤں میں آ کر رہے۔ وہاں ان کی وفات ہوئی اور وہیں ان کا مقبرہ ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی جیلانی سادات یہاں آ کر سکونت پذیر ہوگئے اور یہاں کے لوگوں کو روحانی فیض سے مستفیض کیا۔ شیخ محمود المعروف بہ سیتان قادری بھی انھیں میں سے تھے اور آپ سیدنا الشیخ کے پوتے مشہور ہیں۔ آپ کا مزار نصر پور (سندھ) میں زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

پیر یوسف الدین جیلانی:

سید امیر الدین نزہت نے اپنی کتاب ''ابراز الحق'' میں لکھا ہے کہ سنہ ۸۳۸ھ (۱۴۳۴ء) میں

Marfat.com

عراق سے پیر یوسف الدین، جو حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے تھے۔ تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں سندھ میں آئے۔ ان کے ٹھٹھہ کے قیام کے دوران ''لوہانہ'' قوم کے ۸۴ جاتیوں میں سے سو خاندانوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ ان نو مسلموں کو ''مومن'' کہا گیا، جو بعد میں ''میمن'' ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ۱۴۸۱ء میں پیر صاحب واپس بغداد چلے گئے۔

یہ روایت تحقیق طلب ہے، کیونکہ موجودہ تحقیق کے مطابق اس سے پہلے عرب دور میں ''لوہانہ'' قوم کے لوگ مسلمان ہو کر ''مومن'' خطاب حاصل کر چکے تھے۔ جب اسماعیلی داعی تبلیغ کر رہے تھے، تو وہ لوگ جو ان کے مذہب میں داخل ہوتا تھا، اس کو ''خواجہ'' کا لقب دیتے تھے۔ وہ بھی زیادہ تر ''لوہانہ'' قوم کے افراد تھے۔ اس کے مقابلہ میں جب عرب دور میں ہی علماء کرام نے ''لوہانہ'' قوم کے افراد کو اسلام میں داخل کیا تو ان کو ''مومن'' کا خطاب دیا۔ جو بعد میں ''میمن'' ہو گیا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ پیر یوسف الدین نے سندھ میں آ کر میمن برادری کی روحانی اصلاح کی ہو اور ان کا اپنا معتقد بنالیا ہو۔ (۱)

مولانا مفتی محمد عمر نعیمی الاشرفی الرضوی القادری ۱۳۱۱/۱۳۸۶ھ:

آپ بلند درجہ کے محدث اور فقیہ تھے۔ علم تصوف میں کئی اصحابِ علم وفضل سے فیض یافتہ تھے۔ ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۳ء میں مراد آباد انڈیا میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید کی تعلیم کے بعد جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخل ہوئے جہاں سے مختلف علوم وفنون میں کمال حاصل کر کے فارغ ہوئے۔ حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی نے آپ کو اپنے قائم کردہ مدرسہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں تدریسی وفتاویٰ نویسی کے فرائض سپرد کیے۔ آپ قیام پاکستان تک نہایت ہی خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے۔ حضرت صدر الافاضل نے آپ کو تاج العلماء کا لقب عطا کیا۔ آپ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں سلسلہ اشرفیہ قادریہ کے معروف بزرگ حضرت مولانا شاہ سید حسین اشرفی الجیلانی کے کچھوچھوی کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور ۱۳۲۹ھ/۱۹۱۱ء میں اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔ امام اہلسنت فاضل بریلوی نے بھی آپ کو سلسلہ قادریہ رضویہ میں خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ نے ۱۹۵۱ء میں کراچی میں تبلیغ اسلام کے لیے ایک ادارہ بنام ''دارالعلوم مخزن عربیہ بحر العلوم'' عقب جامع کلاتھ مارکیٹ کی بنیاد رکھی۔ تدریس کے علاوہ جامع مسجد آرام باغ میں بھی خطابت کے فرائض انجام دینا شروع کیے اور تاحیات درس وتدریس اور خطابت سے وابستہ رہے۔ کراچی کے ایک معروف بزرگ حضرت مولانا حافظ سید محمد یوسف علی جے پوری سے آپ کے اچھے تعلقات رہے۔ سید یوسف علی جے پوری کا مزار لانڈھی میں مرجع خلائق ہے۔

---

(۱) سندھ میں اشاعت اسلام، آرنولڈ، ص ۱۲

Marfat.com

تبلیغ کے غرض سے آپ نے کئی کتب بھی تصنیف فرمائیں ان میں تفرقہ اقوام، مسائل رمضان وعید الفطر بھی شامل ہے۔ ۱۹۵۳ء میں ختم نبوت کے تحریک میں پیش پیش رہے اور بے مثال جدوجہد کی۔ آپ کا وصال کراچی میں بروز جمعرات ۲۳ رذی قعدہ ۱۳۸۶ھ مطابق ۷ ار مارچ ۱۹۶۶ء کو ہوا۔ آپ کے فرزند اکبر مولانا محمد اطہر نعیمی نے نماز جنازہ کی امامت کی جامع صلوٰۃ ناظم آباد ۴ میں مدفون ہوئے۔ (۱)

حضرت مخدوم السید محمد طاہر اشرف الجیلانی ۱۳۰۵ھ/ ۱۳۸۱ھ:

آپ ۲۸ر نومبر ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء کو دہلی انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب سیدنا الشیخ تک جا پہنچتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار جناب السید حسین اشرف الجیلانی دہلوی نے دہلی کے مکتب میں داخل کرادیا جہاں سے آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور قرآن مجید حفظ کیا۔ مدرسہ مظہر الاسلام دہلی، مدرسہ حسین بخش دہلی، اور جامع مسجد فتح پوری دہلی سے حدیث اور تصوف کی تعلیم مکمل کی اور دہلی ہی میں اپنے خاندان کے معروف الشیخ القادری الجیلانی الشیخ السید حسین علی شاہ اشرفی میاں کچھوچھوی سے قادریہ، اشرفیہ وغیرہ میں بیعت کی اور اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ اپنے عہد کے ایک عظیم قادری بزرگ تھے۔ انتہائی درجہ کے متبع شریعت تھے۔ آپ سے چالیس برس تک تہجد کی نماز تک قضا نہ ہوئی۔ آپ اپنے مرشد کے حکم سے کشمیر، بنگال، بہار اور کئی شہروں میں تشریف لے گئے اور وہاں بارہ سال تک ریاضت ومجاہدہ میں مصروف رہے۔ صدہا غیر مسلم آپ کے دست مبارک پر اسلام لائے اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور کئی ہزار مسلمان بھی مستفید ہوئے۔ آپ کی ذات سے سلسلہ قادریہ اشرفیہ کے فروغ میں نمایاں اضافہ ہوا۔ ۱۹۴۷ء میں دہلی سے کراچی تشریف لائے اور کراچی فردوس کالونی میں ایک خانقاہ بنام مسکن سادات اشرفیہ القادریہ کی بنیاد رکھی۔ ۱۷ جمادی الاول ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء کو صبح نو بجے آپ کا وصال ہوا اور آپ ہی کی قائم کردہ خانقاہ میں ہی آپ کی تدفین عمل میں آئی (۲)۔ اس موقع پر پروفیسر حامد حسن قادری نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ لکھا:

مخدوم جناب طاہر اشرف — دین و دنیا میں کامل
اشرفی و قادری و چشتی — اہل تقویٰ و صاحب دل
تاریخِ یہ قادری نے لکھی — جاوید وصال ذات حاصل
(۱۳۸۱ھ)

---

(۱) تذکرہ اکابر اہلسنت اور بزرگانِ کراچی۔ ص ۵۰، مطبوعہ کراچی

(۲) سندھ کے اکابرین قادریہ کی علمی ودینی خدمات (۱۱۹۸ھ تا ۱۴۱۳ھ) مقالہ پی ایچ ڈی ڈاکٹر فرید الدین قادری، ص ۳۵۰، مطبوعہ کراچی ۱۹۹۸

Marfat.com

آپ کے بعد آپ کے تین صاحبزادے حضرت ابو محمد سید احمد اشرفی الجیلانی (۱) ڈاکٹر محمد مظاہر اشرف الجیلانی اور سید محمد طیب الجیلانی نے سلسلہ قادریہ کے فروغ کے لیے ہمہ وقت مساعی ومجاہد رہے۔

صوفی حاجی کفایت علی شاہ قادری م ۱۳۸۹ھ:

آپ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۳ء میں یوپی ہندوستان میں پیدا ہوئے اور اپنے وقت کے جلیل القدر قادری بزرگ صوفی سید تجمل حسین قادری المعروف سید جمن میاں شاہ جہان پوری کے دست حق پرست پر بیعت اور صاحبِ مجاز ہوئے۔ آپ نے اپنی زندگی دین اسلام کی تبلیغ میں بسر کی۔ آپ مفتی اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ اپنی ذاتی رقم سے کراچی بی آئی بی کالونی کے علاقے میں قادریہ مسجد تعمیر کی، جس میں آپ کے ہزاروں مریدین بیٹھ کر فرائض پنجگانہ کے بعد ذکر وفکر میں موجود رہے ہیں۔ آپ حضور غوث الاعظم دستگیر کی یاد میں محافل ذکر وفکر کا انعقاد کیا کرتے رہتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں:

۱۔ انوار معرفت ۲۔ انوار پنج گنج ۳۔ انوار زکوۃ وخیرات ۴۔ انوار تجمل ۵۔ احکام حج وزیارت آپ نے ۲ر جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ کی پی آئی بی کالونی کراچی میں وصال فرمایا اور اپنی تعمیر شدہ مسجد قادریہ کے احاطہ میں مدفون ہوئے۔ (۱)

انہی مشائخ قادریہ میں مندرجہ ذیل مشائخ بھی تھے۔

۱۔ حضرت مولانا محمد مغفور القادری المتوفی ۱۳۹۰ھ گڑھی اختیار خان ضلع رحیم یار خان)

۲۔ مولانا شاہ محمد عبدالحامد بدایونی القادری المتوفی ۱۳۹۰ھ کراچی (آپ کا مزار جامعہ تعلیمات اسلامیہ منگھوپیر روڈ کراچی میں ہے)

۳۔ مولانا یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی المتوفی ۱۳۹۰ھ کراچی

۴۔ مولانا سید زین القادری الجیلانی المتوفی ۱۳۹۳ھ (آپ کی تدفین نورانی شریف پھلیلی نہر کے کنارے ضلع حیدر آباد میں ہوئی)

۵۔ علامہ محمد بخش الجیلانی القادری المتوفی ۱۹۹۳ھ دربار نورائی شریف حیدر آباد سندھ۔

۶۔ مولانا مفتی سید محمد مسعود علی قادری المتوفی ۱۳۹۳ھ کراچی (آپ کا مزار نارتھ ناظم آباد کے قبرستان سخی حسن میں ہے)

---

(۱) ۱۷ دسمبر ۲۰۰۵ء کو وصال فرمایا، نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے ابوالکلام ڈاکٹر سید محمد اشرف اشرفی جیلانی نے جامع مسجد امیر حمزہ ناظم آباد کے قریب پارک میں پڑھائی اور موصوف اپنے والد کی قبر کے ساتھ ہی مدفون ہوئے۔ (ماہنامہ الاشرف، اشرف المشائخ نمبر، فروری ۲۰۰۶)

(۱) تذکرہ اولیاء سندھ، ص ۱۴۵، اقبال حسین نعیمی

Marfat.com

۷۔ پیر سید عبدالقادر الجیلانی سفیر عراق المتوفی ۱۳۹۶ھ مزار کراچی گلشن اقبال میں ہے۔

۸۔ حضرت سید ظہور الحسنین شاہ المتوفی ۱۴۰۱ھ (آپ کی تدفین حیدر آباد سندھ کے میروں کے قبرستان میں ہوئی۔)

۹۔ مولانا مفتی عبداللہ نعیمی المتوفی ۱۴۰۲ھ آپ کی تدفین دار العلوم مجددیہ نعیمیہ ملیر کراچی کے احاطہ میں ہوئی۔

۱۰۔ علامہ القاری محمد مصلح الدین الصدیقی القادری المتوفی ۱۴۰۳ھ (آپ کی تدفین ۲۳؍ مارچ ۱۹۸۳ء کھوڑی گارڈن کی میمن مسجد کے احاطہ میں ہوئی۔)

۱۱۔ مولانا حافظ عبدالحیٔ ہاشمی القادری المتوفی ۱۴۰۷ھ آپ کی تدفین مسجد جامعہ حنیفہ ریلوے کالونی کراچی کینٹ کے احاطہ میں ہوئی)

۱۲۔ علامہ مفتی تقدس علی خان المتوفی ۱۴۰۸ھ آپ کی تدفین پیر جو گوٹھ خیر پور سندھ کے قبرستان میں ہوئی۔

۱۳۔ علامہ الحاج المفتی عبدالمصطفیٰ ازہری المتوفی ۱۴۱۰ھ (آپ کی تدفین دار العلوم امجدیہ کراچی عالمگیر روڈ کے احاطہ میں ہوئی)

۱۴۔ علامہ المفتی وقار الدین القادری الرضوی المتوفی ۱۴۱۳ھ (آپ کی تدفین دار العلوم امجدیہ کراچی کے احاطہ میں ہوئی)۔

۱۵۔ علامہ المفتی سید شجاعت علی القادری المتوفی ۱۴۱۳ھ (آپ کی تدفین دار العلوم نعیمیہ کے احاطہ میں ہوئی)۔

۱۶۔ مولانا عزیز اللہ شاہ تاجی المتوفی ۱۴۱۰ھ (آپ کی تدفین خانقاہ عالیہ غوثیہ تاجیہ عزیزیہ کراچی میں ہوئی)

۱۷۔ مولانا قدیر بخش قادری المتوفی ۱۳۷۶ھ (آپ کی تدفین ۱۹۵۶ کو حیدر آباد سندھ میں ہوئی)

۱۸۔ مولانا ثبت اللہ قادری المتوفی ۱۳۷۹ھ (آپ کی تدفین دادو سندھ میں ہوئی)

۱۹۔ مولانا مفتی محمد شفیع اوکاڑوی المتوفی ۱۴۰۴ھ ۲۴؍ اپریل ۱۹۸۴ء (آپ کی تدفین جامع مسجد گلزار حبیب کراچی میں ہوئی)

۲۰۔ علامہ شاہ احمد نورانی الصدیقی القادری المتوفی ۱۱ دسمبر ۲۰۰۳ء (آپ کی تدفین عبداللہ شاہ غازی کلفٹن کراچی کے مزار کے احاطہ میں ہوئی)

۲۱۔ حضرت مولانا شاہ محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری میرٹھی المتوفی ۱۳۷۴ھ ؍ ۱۹۵۴ء (آپ کی تدفین جنت البقیع مدینہ منورہ میں ہوئی)

Marfat.com

۲۲۔ مولانا ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری القادری المتوفی ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء آپ کی تدفین المرکز اسلامی شمالی ناظم آباد کراچی کے احاطہ میں ہوئی)

۲۳۔ مولانا القادری محبوب رضا خان بریلوی القادری (آپ کی تدفین میوہ شاہ قبرستان کراچی میں ہوئی)

۲۴۔ مولانا شاہ ظہور الحسن درس القادری المتوفی ۱۳۵۲ھ/۱۹۷۲ء (آپ کی تدفین دھوبی گھاٹ قبرستان لیاری کراچی میں ہوئی)

۲۵۔ حضرت خواجہ الحاج الحافظ السید محمد یوسف علی جعفری المعروف باوجی (المتوفی ۷/ذی قعدہ ۱۹۷۵ء لانڈھی قبرستان میں مدفون ہوئے)

۲۶۔ پیر السید صلاح الدین الجیلانی المتوفی ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء (آپ کی تدفین حضرت عبداللہ شاہ غازی کے قبرستان میں ہوئی)

۲۷۔ سید محمد سلطان قادری المتوفی ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء (دربار سلطانی فیڈرل بی ایریا بلاک ۴ کراچی)

۲۸۔ حضرت مولانا قاری احمد پیلی بھیتی القادری المتوفی ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۴ء

۲۹۔ سید مسعود محی الدین القادری المتوفی ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء شاہ فیصل کالونی قبرستان میں مدفون ہوئے

۳۰۔ مولانا سید عبدالسلام القادری باندوی المتوفی ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۸ء (آپ کی تدفین پاپوش نگر قبرستان ناظم آباد میں ہوئی)

۳۱۔ حضرت مولانا المفتی خلیل احمد خان لودھی برکاتی القادری المتوفی (لطیف آباد حیدرآباد سندھ)

۳۲۔ مولانا شاہ مفتی محمد حسین القادری سکھر سندھ

۳۳۔ مولانا شاہ المفتی سید محمد افضل حسین القادری مونگیری مدفون (باغ حیاتِ علی شاہ سکھر)

۳۴۔ مولانا المفتی ظفر علی نعمانی القادری الامجدی المتوفی ۲۰۰۴ء مدفون دارالعلوم امجدیہ کراچی بھی تھے، جنھوں نے سلسلہ قادریہ کے سلسلے میں جس اہم ذمہ داری سے خدمات انجام دیں وہ ملت اسلامیہ کی تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔

افغانستان میں مرکز القادری

تاریخی اعتبار سے یہ سرزمین وسط ایشیاء میں واقع ہے اور اسلامی تاریخ کے ہر دور میں بہادروں اور شاہ سواروں کا مرکز، شیروں کا مخزن، فاتحین اور سورماؤں کا مولد ومنشاء اور اسلام کا مضبوط قلعہ رہا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ امیر البیان امیر شکیب ارسلان امین اپنی کتاب ''حاضر العالم الاسلامی'' میں لکھتے ہیں کہ میری جان کی قسم! اگر ساری دنیا میں اسلام کی نبض ڈوب جائے کہیں بھی اس میں زندگی کی رمق باقی نہ رہے پھر بھی

Marfat.com

کوہ ہمالیہ اور ہندوکش کے درمیان بسنے والوں میں اسلام زندہ رہے گا اور ان کا عزم جوان رہے گا۔ موجودہ افغانستان کا کل رقبہ چھ لاکھ ۵۲ ہزار مربع کلومیٹر ہے۔ اس کے مغرب میں ایران، مشرق میں چین، شمال مشرق میں تاجکستان اور جنوب مشرق میں پاکستان کی سرحدات ملتی ہیں۔ ۳۲ صوبوں پر مشتمل یہ ملک پہاڑی سلسلوں سے گھرا ہوا ہے۔ ہندوکش پہاڑ اور اس کے متوازی پہاڑوں کا سلسلہ شمال مشرق سے جنوب مشرق تک پھیلا ہوا ہے۔ سروبی کے بعد کابل تک اکثر راستہ دشوار گزار پہاڑیاں عبور کرتے ہوئے گزرتا ہے۔ کئی کئی ہزار فٹ بلندی کے پہاڑ اپنی اونچائی میں اپنی مثال خود ہیں۔ سطح برابر نہیں بلکہ اونچے نیچے ٹیکروں، وسیع پہاڑوں، عریض وعمیق لق ودوق میدانوں، ندیوں، اور پہاڑوں کی تنگ گھاٹیوں اور دروں سے مرکب ہے۔ افغانستان کے مشہور دریاؤں میں آمو، کابل اور ہلمند ہیں۔ دریائے آمو تو شمال سے نکلتا ہے۔ ازبکستان وترکمانستان سے ہوتا ہوا روس کی طرف چلتا ہے اور دریائے ہلمند کابل کے مضافات سے نکل کر دریائے ہامون سے ملتا ہوا سیستان کے ایک علاقے میں ایک جھیل میں جا گرتا ہے اور مشہور دریائے کابل جو دریائے کنڑ بھی کہلاتا ہے کابل سے چلتا ہے اور دریائے سندھ میں آگرتا ہے اور پورا سال یہ دریا چلتا رہتا ہے۔ سردیوں میں اس میں برف جم جاتی ہے لیکن اس کی روانی پھر بھی آہستہ آہستہ جاری رہتی ہے۔ اس سرزمین کو اللہ تعالیٰ نے دینی ودنیاوی لحاظ سے مالا مال کیا ہے۔ دینی اعتبار سے نامور مشائخ کا مولد ومسکن یہی جگہ رہی جن کے علمی شور سے اس سرزمین کا ذرہ ذرہ گونجتا رہا۔

صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان کے عہد خلافت میں کابل کو فتح کیا۔ پہلے انھوں نے سجستان کے فتح کو مستحکم کیا پھر دیگر علاقوں کی طرف بڑھے اور پرچم اسلام بلند کیا۔ آپ تقریباً دو سال تک کابل میں مقیم رہے تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کے ہمراہ بڑے بڑے اہل علم اور تقریباً آٹھ ہزار مجاہدین تھے جن کی آپ قیادت کر رہے تھے۔ آپ فتح مکہ کے موقع پر داخل اسلام ہوئے تھے۔ مستغنی المزاج بت شکن جہادی نقل وحرکت میں مہارت تامہ رکھنے والے عظیم مجاہد اور جرنیل تھے۔ آپ کو غزوہ تبوک میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ ذخیرہ احادیث میں آپ سے چودہ احادیث مروی ہیں۔ اور آپ سے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، حسن بصری، محمد بن سیرین، ابن عباس اور سعید بن المسیب نے روایتیں نقل کی ہیں۔ فتح کابل سے قبل یہاں کے لوگ بت پرست تھے اور حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ کی جدوجہد سے مسلمان مجاہدین نے گھسان کی جنگ کے بعد اسلام کا پرچم لہرا دیا اور یہاں کے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ قابل کی فتح کے بعد اور کئی علاقے زیر اسلام آگئے۔ یہاں تک ۴۴ھ میں اسلام پورے افغانستان میں پھیل گیا۔ آپ کا شمار حضرت

Marfat.com

معاویہ اور حضرت حسن کے درمیان صلح کرانے والے دوسفیروں میں ہوتا ہے۔ ۴۶ھ میں والی خراساں زیاد نے آپ کو معزول کر دیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ۵۰ھ میں آپ دنیا سے رخصت ہوئے اور بصرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ بصرہ میں ایک علاقہ آج بھی سکنہ ابن سمرہ کے نام سے معروف ہے۔

اہلیان افغانستان میں اکثریت فقہ حنفی کی مقلدین کی ہے۔ اس لیے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کا خاندانی تعلق سے افغانستان ہی سے تھا اور ہندوستان کے علاوہ مصر، شام، فارس، بخارا، بلخ وغیرہ میں یہی مذہب رائج تھا۔ مشہور بادشاہ سلطان محمود غزنوی بھی صحیح قول کے مطابق حنفی مسلک کا پیرو تھا۔ بعض مورخین نے اسے فقہاء احناف سے شمار کیا ہے۔ احسن التقاسیم میں ہے کہ مشرقی ممالک یعنی خراساں، سجستان اور ماوراء النھر وغیرہ میں یہی حنفی مذہب رائج تھا۔ صرف چند ایسے علاقے تھے جہاں کے باشندے شافعی المذہب تھے۔ اب بھی افغانستان میں سارے شرعی فیصلے خالصتاً فقہ حنیفہ کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ اس علاقہ میں سب سے پہلے مسلمان فاتحین میں حضرت عبدالرحمٰن سمرہ ۵۰ھ حضرت عاصم بن عمر ۱۹ھ فاتح خراسا احنف بن قیس ۶۷ھ، حضرابراہیم بن ادھم ۱۶۲ھ میں تشریف لائے اور اسلام کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ محدثین وفقہا حضرت ابراہیم بن طہمان ۱۶۳ھ حضرت شفیق بلخ ۱۷۴ھ ابومطیع حکم بن عبداللہ ۱۹۹ھ شیخ ابوعبیدۃ القاسم الھروی ۲۲۴ھ حضرت امام عبداللہ الھرادی ۲۳۲ھ ابراہیم بن یوسف بلخی ۱۷۴ھ حضرت شفیق بلخی ۱۷۴ھ ابومطیع حکم بن عبداللہ ۱۹۹ھ شیخ ابوعبیدۃ القاسم الھروی ۲۲۴ھ، حضرت امام عبداللہ الھرادی ۲۳۲ھ، ابومطیع حکم بن عبداللہ ۱۹۹ھ، شیخ ابوعبیدہ القاسم الھروی ۲۲۴ھ، حضرت امام عبداللہ اہرادی ۲۳۲ھ، ابراہیم بن یوسف بلخی ۲۴ھ، امام ابوداؤد ۲۷۵ھ، غازی سلطان محمود غزنوی ۴۲۱ھ، سید علی ہجویری ۴۶۵ھ، خواجہ عبداللہ انصاری ۴۸۱ھ، عبدالادل سنجری ۵۵۳ھ، امام فخر الدین رازی ۶۰۶ھ، خواجہ معین الدین چشتی سنجری ۶۳۳ھ، مولانا جلال الدین الرومی ۶۷۲ھ، ابوالموئد نظام الدین غزنوی ۶۷۳ھ، علامہ عبدالرحمٰن جامی ۸۹۸ھ، شیخ الاسلام احمد بن یحییٰ ۹۱۶ھ، غیاث الدین ہروی ۹۴۴ھ، ملاعلی القاری الھروی ۱۰۱۴ھ، قاضی مرزا محمد زاہد ۱۱۱۱ھ، خواجہ میر نعمان بخشی ۱۰۵۸ھ، احمد شاہ ابدالی ۱۱۸۶ھ، حاجی دوست محمد قندھاری ۱۲۸۴ھ، قاضی عبدالحق کابلی ۱۳۲۱ھ، شیخ ابوالوفا افغانی ۱۳۹۵ھ علیہم الرحمٰن اپنے اپنے دور میں علمی، تدریسی، اخلاقی میادین میں خدمات انجام دیتے رہے اور تشنگانِ علوم دور دور سے آکر اپنے آپ کو چشمہ علم سے سیراب کرتے رہے تھے۔

سیدنا الشیخ کی اولاد اور افغانستان

اس طرح خانوادہ گیلانیہ عراقیہ کے چشم وچراغ حضرت سیدنا الشیخ علی نقیب الاشراف المتوفی ۱۲۸۹ھ کے اولاد میں حضرت شیخ حسن الگیلانی اور ان کے بعد حضرت الشیخ السید عبدالسلام الگیلانی افغانسان تشریف

لائے۔آپ اپنے عہد کے بہت بلند پایہ قادری صوفی تھے اور آپ کی شادی نواب آف چترال سر شجاع الملک کی دختر سے ہوئی۔آپ کے صاحبزادگان میں سید معظم الدین اپنے ننھیال چترال میں مقیم ہیں اور سلسلہ قادریہ کے ایک عظیم داعی ہیں۔الشیخ السید عبدالسلام الگیلانی ابن السید علی الگیلانی بغداد میں ۱۲۶۵ھ میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم قرآن الکریم کے بعد عراق کے فاضل علماء سے مدرسہ قادریہ بغداد میں تعلیم مکمل کی اور ہندوستان روانہ ہوئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد بغداد واپس آ گئے۔ ہندوستان اور دیگر علاقوں میں کافی لوگ آپ سے مرید ہوئے۔ کراچی میں آپ کے خلفاء میں اس وقت کراچی کے ایک ممتاز عالم دین حضرت مولانا ظہور الحسن نے آپ سے خلافت حاصل کی۔ الشیخ عبدالشیخ عبدالسلام الگیلانی اپنے تبلیغ کے مراکز میں افغانستان اور ہندوستان کو ہی زیادہ تر پیش نظر رکھتے تھے۔آپ ۱۳۵۶ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے جب آپ کے خلیفہ حضرت مولانا ظہور الحسن درسی کو کراچی میں آپ کے انتقال کی خبر ملی تو یہ قصیدہ تحریر کیا:

ایا شیخنا المحترم فی الانام   علیک السلام یا عبدالسلام

اور صدر کراچی میں اپنے پیرو مرشد کے نام پر ایک مدرسہ بھی قائم کیا اور اسی کے دروازے پر مذکورہ قصیدہ کندہ کرایا۔اب اس سلسلے کو حضرت مولانا اکبر درس اور مولانا اصغر درس صاحبان فروغ دے رہے ہیں۔

السید حسن الگیلانی بن السید علی ۱۲۶۷ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور حسب دستور مدرسہ قادریہ بغداد میں تعلیم حاصل کی۔ آپ تقوی، زہد اور سخاوت میں بچپن ہی سے معروف تھے۔۱۳۱۲ھ میں بغداد سے افغانستان روانہ ہوئے۔ مدینہ کابل کو اپنا دائمی مستقر بنایا۔افغانستان کے بڑے بڑے عمائدین، وزراء، علماء اور عوام نے آپکا شاندار استقبال کیا۔افغان حکومت نے بے شمار اراضی السید عبدالسلام الگیلانی کیلئے وقف کر دی اور آپ سے وقتاً فوقتاً ضروری مشورہ بھی لیتی رہی۔۱۳۶۲ھ میں آپ دنیا سے رخصت ہوئے اور کابل میں آپ کی تدفین عمل میں آئی جو بعد میں دربار الگیلانی کے نام سے موسوم ہوا۔آپ نے چار افغانی خواتین سے نکاح کئے تھے جن میں مندرجہ ذیل اولادیں (۱) علی الگیلانی (۲) احمد حسن الگیلانی (۳) اور ایک صاحب زادی فاطمہ پیدا ہوئیں۔ موصوف کے دوسرے صاحبزادے احمد حسن الگیلانی آج کل افغانی سیاست میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔

مصر میں مرکز القادری:

سیدنا الشیخ کی ذریت آج بھی قاہرہ (مصر) میں بکثرت پائی جاتی ہے۔آپ کی زندگی ہی میں آپ کے ایک صاحبزادے حضرت الشیخ عیسیٰ الگیلانی قاہرہ مصر تشریف لائے۔حافظ محب الدین ابن النجار نے اپنی تاریخ نوشتہ میں بیان کیا ہے کہ آپ بغداد واپس تشریف لے گئے لیکن پھر مصر واپس آ گئے اور وہیں

Marfat.com

توطن اختیار کیا اور وہیں وفات پائی۔ آج بھی حضرت الشیخ عیسیٰ کی اولاد کی اولاد قاہرہ میں موجود ہے اور لوگ دور دور سے ان سے شرف نیاز حاصل کرنے آیا کرتے ہیں۔ مولف الروض الزہر نے بیان کیا ہے کہ ہمارے الشیخ الگیلانی نہایت خلیق، باعزت اور ذی حرمت بزرگ تھے۔ دیار مصریہ میں مشائخ قادریہ میں سے صرف آپ ہی کا وجود بابرکت اور مغتنمات میں سے ہے۔ (۱)

شام/ دمشق اور خانوادہ گیلانیہ:

ملک شام میں بھی سیدنا الشیخ عبدالقادر کی ذریت پائی جاتی ہے۔ بالخصوص جب ایرانی بادشاہ شاہ اسماعیل صفوی نے ۹۱۴ھ بغداد پر قبضہ کیا تو اس نے اولاد عبدالقادر پر بہت ظلم کیا، خانقاہ قادریہ کو تباہ و برباد کردیا گیا۔ اس لیے اس کے مظالم سے تنگ آکر عام وخاص عراق کے اطراف واکناف ممالک میں آباد ہوگئے۔ کچھ قسطنطنیہ رترکی چلے گئے اور کچھ قونیا ازمیر، انقرہ وغیرہ کے شہروں میں آباد ہوگئے۔ آج بھی انقرہ میں خانقاہ قادریہ کے نام سے کئی مراکز موجود ہیں۔

صاحب قلائدالجواہر لکھتے ہیں کہ میں جب ترکی پہنچا تو وہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی جن کا اسم گرامی شیخ زین الدین العراقی تھا۔ آپ نہایت وجیہہ باوقار اور باہیبت شخصیت نظر آئے۔ آپ شیخ طفونجی کی اولاد سے تھے اور طفسونجی حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی کی اولاد میں سے جنھیں سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی نے الشیخ عبدالرزاق طفسونجی فرزندار جمند کے نکاح میں دیا تھا۔ بقول صاحب قلائدالجواہر میں نے شام کے کئی علاقوں اور بسیوں کا دورہ کیا جس میں سیدنا کی ذریت سے ملاقات ہوئی اور آپ حضرات کی وہاں بڑی تعظیم وتکریم ہوا کرتی تھی۔ اگر کسی نے انھیں اذیت پہنچانے کی کوشش کی تو وہ خود برباد ہوگیا۔ ایک مرتبہ خود بغداد میں ابن یونس وزیر ناصرالدین نے سیدنا الشیخ عبدالقادر کی اولاد کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچانا شروع کردیں تو اس سے چنددن کے بعد ہی بغداد سے جلاوطن کردیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے خاندان کو برباد کردیا اور وہ خود بھی نہایت بری موت سے مرا اور اس پر یہ آیت کریمہ صادق آئی۔ ''ھل تری لھم من باقیہ؟ کیا تمہیں ان میں سے کسی کا کچھ نشان نظر آتا ہے، اور ایسا ہی ہونا بھی چاہیے، کیونکہ ان کے جدامجد کا قول ہے۔

و نحن لمن قد ساء تا سم قاتل ضمن لم یصدق فلیحرب و یعتدی

جوکوئی بھی ہمیں اذیت پہنچائے گا ہم اس کیلئے سم قاتل ہیں جس سے اس کا یقین نہ ہو وہ اذیت پہنچا کر اس کا تجربہ کرلے۔ شام کے معروف شہر ''حماۃ'' میں سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی کے اولاد میں سے جو بزرگ

---

(۱) قلائدالجواہر، ص۱۳۱، اردو ترجمہ، لاہور

Marfat.com

پائے جاتے ہیں ان میں شیخ الصالح اصل ابن الباسط حسن بن علی بن محمد بن یحییٰ بن احمد بن محمد بن نصر بن عبدالرزاق ابن الشیخ عبدالقادر الگیلانی الجیلی الحسنی الحموی الدارد ہیں اور آپ ہی کے ایک بھائی شیخ الصالح ابوالنجا بن احمد بن حسن بن علی بن علی بن محمد یحییٰ بن احمد بن محمد بن نصر بن عبدالرزاق ابن الشیخ عبدالقادر الگیلانی الجیلی الحموی الحسنی تھے۔۹۱۰ھ میں آپ ایک طوفان کے زد میں آکر نہر العامی الحموی میں ڈوب گئے۔آپ کے اولاد میں الشیخ حسین بن علاؤالدین حماہ کے مشائخ عظام میں سے تھے۔بلاد شام میں آپ کو بہت عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔آپ اہل ثروت کے ساتھ ساتھ اہل علم میں سے بھی تھے اور علماء کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔آپ ۸۰ سال سے زائد عمر پا کر باب ناعورہ حماہ دمشق میں مدفون ہوئے۔منجملہ ان کے اولاد میں سے شیخ شہاب الدین (احمد بن قاسم بن یحییٰ بن علی بن محمد بن یحییٰ بن احمد بن نصر بن عبدالرزاق ابن الشیخ عبدالقادر الگیلانی الجبل الحسنی الحموی الاصل والولد والدار الوفات) بھی تھے جونہایت خوش طبع نہایت خلیق اور وجیہ الشکل تھے۔صاحب قلائد الجواہر کے بقول وہ کئی بار میرے غریب خانہ پر بمع رفقاء تشریف لائے۔ایک دفعہ آپ سے میری ملاقات قاہرہ میں بھی ہوئی تھی۔آپ قاہرہ ہی سے حجاز آئے، حج پر روانہ ہونے والے تھے ۹۳۶ھ میں حج سے حلب واپس آئے اور حلب میں آپ نے وفات پائی۔(۱)

یمن میں مرکز القادری:

حضرت سیدنا الشیخ نے جن شخصیات کو اپنے خرقہ سے سرفراز فرمایا تھا ان میں حضرت الشیخ ابوالحسن علی بن الحداد استاذ مشائخ الیمن بھی تھے۔آج بھی یمن کے مختلف شہروں میں سلسلہ القادریہ کے نام سے خانقاہیں آباد ہیں۔مکۃ المکرمہ، طائف، جدہ، مدینۃ المنورہ وغیرہ میں بھی بڑے بڑے مشائخ القادریہ آسودہ خواب ہیں انھیں میں حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم الصدیقی ۱۹۵۴ء میں جنت البقیع مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے۔پوری دنیا میں تبلیغ اسلام کیلئے تشریف لے گئے اور سب سے پہلے وہاں مساجد اور ساتھ ہی قادری خانقاہیں قائم کیں۔پاکستان کراچی میں بھی حلقہ القادریہ العلیمۃ کے نام سے ادارہ قائم کیا جو آج بھی موجود ہے(۲)۔آپ کے صاحبزادے مولانا شاہ احمد نورانی علیہ الرحمۃ نے اس سلسلہ کو فروغ دیا۔آپ کے حلقہ مجالس میں راقم الحروف بھی حاضری دیا کرتا تھا۔

مدینہ منورہ:

مدینہ منورہ میں بھی کئی قادری خانقاہیں موجود تھیں ان میں حضرت مولانا شاہ ضیاء الدین المدنی

---

(۱) قلائد الجواہر ص ۱۳۰ (۲) مجلہ مینارۂ نور ص ۲۰، ۱۹۸۴ء

Marfat.com

جو حضرت فاضل بریلوی کے خلفاء میں سے تھے اور تقریباً ۵۰ سال سے خانقاہ القادریہ الضیائیہ مدینہ کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا تھا اور اس کے زیر اہتمام لوگوں کو دعوت اسلام کا پیغام پہنچاتے رہے تھے۔ ہر روز بعد نماز عشاء آپ کی رہائش گاہ پر حلقہ ذکر وفکر منعقد ہوتا تھا جس میں مدینہ منورہ میں مقیم کئی ممالک کے علماء و مشائخ اور دیگر لوگ شریک ہوئے تھے(۱)۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے مولانا شاہ فضل الرحمٰن المدنی اس سلسلہ کو آباد کئے ہوئے تھے۔ اب آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے مولانا ڈاکٹر رضوان مدنی اس سلسلہ کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ واضح رہے کہ راقم الحروف کو مولانا ضیاء الدین احمد مدنی اور مولانا فضل الرحمٰن علیہما الرحمۃ سے شرف باریابی ہو چکی ہے۔

مغرب / مراکش:

حال ہی میں مجلۃ دعوت الحق، مطبوعہ وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ / المملکۃ المغربیۃ نے اپنے ایک طویل مضمون میں سلسلہ القادریہ کے حوالے سے ان خانقاہوں اور مراکز کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے جو اس وقت پوری دنیا میں بالخصوص مراکش میں دینی خدمات انجام دینے میں مصروف عمل ہیں۔ مجلّہ کے مطابق اس وقت المغرب، الجزائر، تونس، لیبیا، مصر، السودان، حبشہ ایتھوپیا، صومالی، غانا، غنیا، النیجر، الشاد، الکمرون، موزمبیق، سیرالیون، موریتانیا، السنغال، جنوبی افریقہ، مالی، تنجانیا، زنجبار، تنزانیا، اوغندہ، کینیا، فلسطین، سوریا، الاردن، العراق، ایران، ترکیا، افغانستان، ہندوستان، برما، تھائی لینڈ، ملائیشیا، انڈونیشیا، چین، روس، البانیا، یوگوسلاویہ، اسٹرالیا، جزائر، نیوزی لینڈ، موریشس، سری لنکا، بنگلہ دیش، یونان، آسٹریا، البانیا، المانیا جرمنی، ڈنمارک، اور ہالینڈ، فرانس، اسپین کے علاوہ امریکہ شمالی، اور جنوبی کے تمام شہروں اور کینیڈا میں بھی خانقاہ القادری کے کئی مراکز پائے جاتے ہیں۔ اور دنیا میں کوئی ایسا ملک نہیں جہاں قادری خانقاہ موجود نہ ہوں اور اس میں اوراد القادریہ کا ورد نہ ہوتا ہو، اور مسلمان سیدنا الشیخ کی تعلیمات سے مستفید نہ ہوتے ہوں۔ معروف مصری مورخ وسیاح شکیب ارسلان نے اپنی کتاب ''حاضر العالم الاسلامی' اور مولف ثقافۃ الاسلامیہ فی الہند نے بھی پوری دنیا میں موجود قادری خانقاہوں کے کردار پر ایک جامع تبصرہ شائع کیا ہے۔

دہلی انڈیا:

اگرچہ پاک وہند میں سیدنا الشیخ اور ان کی اولاد کی علمی دینی اور فکری خدمات پر کتاب لکھنے کی کوشش کی گئی اور درجنوں تصانیف نظر سے گزریں، ان میں اکثریت سیدنا الشیخ کے فضائل ومناقب میں

(۱) مجلّہ قطب مدینہ، ص ۵۰، ۲۰۰۱ء

Marfat.com

مشتمل ہیں۔حال ہی میں یعنی ۲۰۰۳ء/۱۴۲۴ھ میں ہمدرد یونیورسٹی دہلی کے معروف اسلامی اسکالر پروفیسر ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم کی کتاب بنام ''تاریخ مشائخ قادریہ'' دو جلدوں میں نظر سے گزری۔مولف نے سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی اور ان کے بڑے فرزند سیدنا الشیخ سیف الدین عبدالوہاب الگیلانی کی برصغیر بالخصوص اجمیر، دہلی اور ناگور راجستھان میں تبلیغی خدمات پر گفتگو کرتے ہوئے اس کتاب میں کئی اہم مسائل سے پردہ اٹھایا ہے اور ثابت کیا ہے کہ سیدنا الشیخ خواجہ معین الدین اجمیری، سیدنا عبدالوہاب بن عبدالقادر الگیلانی کے ساتھ ہی بغداد سے ہندوارد ہوئے تھے اور ساتھ ہی تبلیغی خدمات کا آغاز کیا اور انھوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ سیدنا سیف الدین عبدالوہاب الگیلانی ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے ہندوستان میں سلسلہ قادریہ کی داغ بیل ڈالی۔ڈاکٹر غلام یحییٰ نے اپنے دعوے میں مختلف دستاویزات اور ناگور راجستھان کے کورٹ کے فیصلے کا عکس پیش کیا ہے۔جن کا تعلق سیدنا عبدالوہاب القادری اور ان کے مزار شریف اور اولاد کے بارے میں ہے۔کتاب کے دوسرے حصے میں ان مشائخ قادریہ کا تذکرہ ہے جن کے خلفاء کے ذریعہ کثرت سے سلسلہ قادریہ کا فیضان عام وخاص ہوا اور انھوں نے ہندوستان کی کفر وضلالت کے اندھیرے میں حقانیت وصداقت کا پرچم بلند کیا۔پھر کیا تھا اس آفاقی اسلام کی کرنوں سے رفتہ رفتہ ہندوستان کا گوشہ گوشہ روشن وتابندہ ہوگیا۔انہی مشائخ قادریہ نے کشمیر سے لے کر کینیا، کماری اور مالابار کے ساحل سے لے کر بنگال کی کھاڑی تک اشاعت دین حق کا اہم فریضہ جس ذمہ داری سے انجام دیا وہ ملت اسلامیہ کی تاریخ کے ایک زریں ابواب میں سے ہیں، ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم نے سیدنا الشیخ عبدالوہاب کے حوالے سے جو بات کی ہے اس کی شہادت کسی عربی کتاب میں نہیں ملتی اور نہ ہی کسی ہندی یا پاکستانی مولف نے اکثریتی روایات کی بنیاد پر اس بات کو تحریر کیا ہے کہ دونوں ہی بزرگ ساتھ ہی بحکم سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی کے حکم سے بغداد سے ہندوستان روانہ ہوئے اور راجہ پتھورا کی لڑکیوں سے شادی کی۔

ہندوستان کے دیگر شہروں میں قادری خانقاہیں:

کشمیر میں حضرت بلبل شاہ، امیر سید علی ہمدانی، پنجاب میں مجدد الف ثانی سرہندی، پانی پت میں حضرت بوعلی شاہ قلندر، لکھنؤ میں شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی سندھی (۱)، مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی اور ان کے والد مولانا عبدالوہاب فرنگی محلی، بریلی میں مولانا احمد رضا خان بریلوی، حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی، مارہرہ میں حضرت شاہ برکت اللہ الواسطی المارہروی، حضرت آل رسول الاحمدی المارہروی، سیدنا

(۱) آپ کی خانقاہ عالیہ شہر لکھنو میں ہے۔راقم دربار کی زیارت سے مشرف ہو چکا ہے اور راقم کبیر اور اکبر مولانا شاہ عبدالقادر رحمانی بہار میں اس سلسلہ قادریہ رحمانیہ کو فروغ دین میں مصروف عمل ہیں۔(نوری)

Marfat.com

ابوالحسین نوری میاں المارہروی، بہار پٹنہ میں مولانا ظفر الدین بہاری، بنگال میں حضرت شیخ جلال الدین تبریزی اور شیخ علاء الحق پنڈوہ، گجرات میں مخدوم شاہ عالم اور مہاراشٹر میں حضرت الشیخ مخدوم مہائمی اور بابا تاج الدین، مالابار میں حضرت مالک دینار اور دیگر مشائخ کرام رضوان اللہ علیہم کی سعی پیہم اور عمل مسلسل کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان جیسے مرکز وعصیان میں قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ بڑی خوش آئند بات ہے کہ ڈاکٹر انجم آئندہ اپنی کتاب حصہ سوم میں مزید ان مشائخ قادریہ کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جنھوں نے گزشتہ ادوار میں ہریانہ، پنجاب، دہلی، اتر پردیش، بہار و بنگال کے مشائخ و بزرگان دین کا تعلق سلسلہ قادریہ سے ہے اور انھوں نے اسلام کی اشاعت اور مسلک حق کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ ان کے احوال وکوائف، کردار وعمل تعلیمات اور معمولات کے علاوہ ان کی پاکیزہ زندگی کے دیگر زرین کارناموں کو بطور نمونہ ملت کے سامنے پیش کریں گے تاکہ موجودہ دور کے لوگ انھیں کے نقش قدم پر چل کر ایک خدا اور ایک رسول سے اپنا رشتہ استوار اور پائیدار کر سکیں۔

مشائخ قادریہ اور بنگلہ دیش:

سابقہ مشرقی پاکستان اور موجودہ بنگلہ دیش کے معروف شہروں بالخصوص چٹا گانگ میں کئی معروف قادری مشائخ کی خانقاہیں شب وروز دین اسلام کی خدمت اور افکار سیدنا الشیخ کے فروغ واشاعت میں سرگرم عمل نظر آتی ہیں۔ ان میں خانقاہ امینِ ملت، شیخ طریقت مولانا مفتی سید امین الاسلام ہاشمی بہت نمایاں ہیں۔ ضلع راجشاہی بنگلہ دیش میں حضرت مخدوم شاہ روپوش المتوفی ۱۵۵۲ء جو سیدنا غوث الاعظم دستگیر کی اولاد میں سے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ ۶۸۵ھ میں بغداد سے بنگلہ دیش تشریف لائے۔ اور نواکھالی میں آستانہ قادریہ قائم کیا اور کئی سال تک قریب وجوار کے علاقوں میں دینِ اسلام کی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کے دست کرم پر ہزاروں افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ ۲۷ رجب ۷۳۹ھ کو دنیا سے رخصت ہوئے۔ آج بحمد اللہ راجشاہی اور بنگلہ دیش کے دیگر اضلاع میں جو مسلمانوں کی اکثریت پائی جاتی ہے آپ ہی کی تبلیغی خدمات کا اثر ہے۔ حضرت مخدوم روپوش کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔ (۱)

(۱) مجلہ معارف رضا جون ۲۰۰۶، شمارہ ۶، از رپورٹ صاحبزادہ وجاہت رسول قادری

Marfat.com

باب نہم
حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی کا وصال

Marfat.com

(باب نہم)

حضرت شیخ عبدالقادر الگیلانی کا وصال

مشعل نبی ﷺ سے روشن ہونے والا یہ ''چراغ بغداد'' جس کی ضیا باریاں ایک طرف عرب وعجم، روم، مصر، شام، یمن، خراساں، ہندوستان، مغرب، اسپین، پرتگال، یہاں تک صحرائے افریقہ تک جا پہنچیں، اور دوسری جانب ہندوستان، ترکستان، افغانستان کے اندھیروں میں بھی جس نے روشنی پھیلائی ۔۹۷ سال تک یہ چراغِ بغداد دنیائے ارض وسماء پر جگمگاتا رہا اور ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ ھ(۱) بمطابق ۱۱۶۵ء کو بظاہر غروب ہوگیا۔ وصال سے قبل آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت سیدنا الشیخ عبدالوہاب الگیلانی البغدادی نے آپ سے کچھ وصیت کرنے کیلئے فرمایا۔ اس موقع پر آپ نے جن الفاظ میں اپنے تمام صاحب زادگان کو وصیت کی وہ ہر انسان کیلئے ایک گراں قدر سرمایہ ہیں، فرماتے ہیں:

''علیک بتقوی الله ولا تخفف احداً، سوی الله، ولا ترج احداً سوی الله، وکل الحوائج الی الله، ولا تعمتد الا علیه واطلبها جمیعاً ولا تشق باحد غیر الله التوحید، التوحید اجماع الکل''

یعنی'' ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہو اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرو اور نہ اس کے سوا کسی سے کوئی امید رکھو اور اپنی تمام ضروریات اللہ کے سپرد کردو، صرف اسی پر بھروسہ رکھو اور سب کچھ اس سے مانگو، خدا کے سوا اور کسی پر اعتماد اور بھروسہ نہ کرو۔ توحید اختیار کرو کہ توحید پر سب کا اجماع ہے''۔

آپ فتوح الغیب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

---

(۱) اس بات میں تمام مورخین اور سوانح نگار متفق نظر آتے ہیں کہ آپ ماہِ ربیع الثانی میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ لیکن اس کے برخلاف سن وفات سے متعلق سوانح نگاروں کے درمیان کئی خیالات پائے جاتے ہیں۔ یوم وفات کے تعلق سے ۱۱، ۱۷، ۱۸ ربیع الآخر کی تاریخیں ملتی ہیں لیکن ان تینوں میں ۱۱ ربیع الآخر کو ہی سب سے زیادہ شہرت حاصل ہے۔ مولانا شاہ محمد عبدالرحمان لکھنوی نے ''انوار الرحمٰن'' ص ۹۷ پر یوم وفات ۱۷ ربیع الثانی تحریر فرمایا ہے۔ واضح رہے کہ بعض مؤرخین نے آپ کا سن ولادت ۴۷۱ ھ بھی تحریر کیا ہے۔ اس اعتبار سے آپ کا سن وفات ۵۶۱ ھ بنتا ہے اور جنھوں نے آپ کی ولادت کا سن ۴۹۱ ھ مانا ہے، ان کے نزدیک آپ کا سن وفات ۵۸۳ ھ بنتا ہے، جب کہ ''المختصر فی تاریخ الاسلام سیدنا عبدالقادر الگیلانی و اولادہ'' میں ۱۱ ربیع الثانی ۴۷۰ ھ مرقوم ہے۔ (نوری غفرلہٗ)

"اذصح القلب مع الله لايخلوا منه، شئی ولا يخرج منه شئی".

یعنی "جب دل خدا کے ساتھ درست ہوتا ہے تو کوئی چیز اس سے چھوٹتی نہیں ہے اور نہ کوئی چیز اس سے باہر نکل کر جاتی ہے"۔ آپ وصیت کے وقت اپنے فرزندوں سے مخاطب ہیں۔

"ابعدوا من حولی، فانی معکم بالظاهر، و مع غیر کم بالباطن".

"میرے قریب سے ہٹ جاؤ میں ظاہر میں تمہارے ساتھ اور باطن میں دوسرے کے ساتھ ہوں"۔

آپ نے دورانِ وصیت یہ بھی فرمایا:

"وقد حضرت عندی غیر کم فاوسعوا لهم، وتادبوا معهم، ههنا رحمةٌ عظیمةٌ ولا تضیقوا علیهم المکان و کان یقول و علیکم السلام و رحمة الله و بر کاته، غفر الله لی ولکم وتاب الله علی وعلیکم".

"یعنی میرے پاس تمہارے سوا اور لوگ (فرشتے) حاضر ہیں، ان کیلئے جگہ خالی کرو اور ان کے ساتھ ادب کرو۔ یہاں بڑی رحمت نازل ہے۔ ان کیلئے جگہ تنگ نہ کرو اور بار بار فرماتے ہیں تم پر سلام اور خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں اللہ میری اور تمہاری مغفرت کرے اور میری اور تمہاری توبہ قبول کرے"۔

آپ کے دو صاحبزادے حضرت سیدنا عبدالرزاق اور حضرت سیدنا عبدالعزیز کا بیان ہے کہ میرے والد ماجد حضرت الشیخ دوران وصیت اپنے دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھا کر پھیلاتے اور فرماتے تھے۔

"وعلیکم السلام ورحمة الله وبر کاته، توبوا وادخلوا فی الصف حینئذٍ اجئی الیکم"

یعنی "تم پر سلام اور خدا کی رحمت اور برکتیں۔ توبہ کر کے حق کی طرف رجوع کرو اور صف میں داخل ہو جاؤ، میں ابھی تمہارے پاس آیا"۔ مرض الموت لاحق ہونے کے بعد آپ کے تمام صاحبزادگان آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ سب کی دلی خواہش تھی کہ میں اپنے والد ماجد سے ان کی بیماری کا حال معلوم کروں۔ اس جذبہ کے تحت حضرت سیدنا عبدالعزیز نے آپ کی تکلیف کا حال دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

"ان مرضی لایعلمه احدو لایعقله احد انس ولا جن ولا ملک"

یعنی "میرے مرض کو نہ کوئی جانتا ہے اور نہ کوئی سمجھتا ہے نہ انسان نہ جن نہ فرشتہ"۔

پھر آپ کے صاحبزادے حضرت سیدنا عبدالجبار نے آپ کی تکلیف کا حال معلوم کیا تو آپ نے فرمایا:

جمیع اعضائی توعنی الا قلبی خمابه الم وهو صحیح مع الله ثم اتاه الموت فکان یقول! استعنت بلا اله الاالله سبحان و تعالی و الحی الذی لاتخشی الموت سبحان من عزت بالقدرة و قهر العبادة بالموت لااله الله محمد رسول الله.....................

Marfat.com

یعنی ''میرے کل اعضاء مجھے تکلیف دے رہے ہیں مگر میرے دل کو کوئی تکلیف نہیں اور وہ خدا کے ساتھ ہے پھر آپ کا وقت اخیر آیا تو آپ فرمانے لگے میں اسی خدا سے مدد چاہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک و برتر ہے اور زندہ ہے جسے فوت ہونے کا اندیشہ نہیں، پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی قدرت سے عزت ظاہر کی اور موت سے بندوہ پر غلبہ دکھایا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں''۔

آپ کے صاحبزادے حضرت سیدنا موسیٰ عبدالقادر الگیلانی البغدادی فرماتے ہیں: ''پھر آپ نے لفظ تعزز تین بار فرمایا۔ پھر تین بار فرمایا، اس کے بعد آپ کی آواز غائب ہوگئی اور روح قفص عنصری سے پرواز کرگئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی تدفین:

''تاریخ شیخ الاسلام عبدالقادر الگیلانی واولادہ'' کے مطابق رات کے تاریک سائے بغداد کے درو دیوار پر پہلے ہی محیط ہو چکے تھے۔ گلیوں میں خلاف معمول قدموں کی ڈوبی ڈوبی آہٹ سنائی دے رہی تھی۔ ہر شخص کی زبان پر یہ کلمہ جاری تھا ''شیخ رخصت ہوگئے، غوث اپنے مالک حقیقی کی طرف مراجعت کرگئے، اب ہماری دستگیری کون کرے گا؟ آہوں اور سسکیوں سے آلود جملے تھے۔ آنکھیں اشک فشاں تھیں، علماء، مشائخ، اصفیاء، اولیاء، امراء، غرباء، ضعیف اور ناتواں سب ہی بیت شیخ کی طرف جارہے تھے۔ تاریک فضا میں گھر گھر سے چراغوں کی نحیف روشنی جیسے نوحہ کناں تھی۔ تقریباً بہتر سال قبل ایسی ہی تاریک فضا تھی کہ اس شہر بغداد میں گیلان کی ایک ضعیف العمر بیوہ کا سپوت ماں کی دعاؤں کی متاع بیش بہائے آیا تھا۔ درودیوار سے غیرت کی بو آتی تھی اور لوگوں کے چہرے اجنبی اور بے پروا تھے۔ صرف حصول علم کی تڑپ جو اس کی مونس وغم خوار بنی ہوئی تھی۔ اس نے فاقوں پر فاقے کیے، بوسیدہ حال وشوریدہ سر رہا۔ چند اساتذہ اور طلباء کے علاوہ اسے کون جانتا تھا؟ وہ بھی زمانہ آیا کہ بغداد کے کھنڈرات میں گھومنے پھرنے والے عبدالقادر کو لوگ مجنون کہنے لگے۔ پھر مدرسہ کی چہار دیواری میں علم کی روشنی بکھیرنے والی شمع زینت آرائے محفل ہوگئی۔ تجلیات ربانی اس سے ہویدا ہونے لگیں۔ حب رسول ﷺ کے دھارے اس کی زبان سے جاری ہوگئے۔ بغداد کی تاریک اور گناہ آلود فضا روشن اور پاک وصاف ہوگئی۔ لوگوں نے اپنے محسن کو پالیا تھا۔ اس کے احسان کے معترف تھے۔ اس کے احسان سے فیض یاب ہو رہے تھے کہ وہ آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ اب ہر ایک کی خواہش تھی کہ ایک نظر اپنے محسن کو اور دیکھ لے۔

صبح ہوتے ہوتے ایک جم غفیر آپ کے مکان کے اردگرد جمع ہوگیا۔ قرب وجوار کی کسی گلی اور سڑک پر تل رکھنے کو جگہ نہ رہی تھی۔ آپ کے خدام نے صاحبزادگان کی موجودگی میں غسل دیا اور صبح ہونے

Marfat.com

سے پیشتر تکفین مکمل کرلی۔صبح دم جنازہ باہر لایا گیا۔باب ''الازج'' میں آپ کے مدرسہ قادریہ میں تدفین کا اہتمام کیا گیا تھا۔آپ کے بڑے صاحبزادے سیدنا سیف الدین عبدالوہاب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ہر ایک نماز جنازہ میں شرکت کا بھی متمنی تھا اور شانہ دینے کا بھی۔محلہ حلبہ سے ''باب الازج'' کا فاصلہ ہی کتنا تھا؟ لیکن عاشقان غوث الوریٰ کا بے پناہ ہجوم قدم قدم پر محبت وعقیدت کے پھول نچھاور کررہا تھا۔مختصر سی راہ کو طے کرنے میں شام ہوگئی۔لوگوں کی ہر لحہ بڑھتی ہوئی تعداد اور زیارت شیخ الوریٰ کے مطالبے سے مجبور ہو کر فیصلہ کیا گیا کہ تدفین نماز مغرب کے بعد کی جائے۔جنازے کو مدرسے کے اندر رکھ دیا گیا لیکن آنے والوں کی تعداد نہ گھٹی جس کو جہاں خبر ملی وہیں سے وہ ''باب الازج'' چلا آیا۔آخر کار مدرسہ کے دروازے بند کردیئے گئے اور رات کے کسی حصے میں تدفین عمل میں آئی۔صبح فجر کی نماز کے بعد جوں ہی مدرسہ کے دروازے کھولے گئے تو عاشقان غوث الوریٰ آہ وبکا کرتے ہوئے آپ کی قبر انور کی زیارت کیلئے داخل ہوئے اور کئی روز تک قرآن خوانی ہوتی رہی۔آپ کے تمام تذکرہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ آپ نے ماہ ربیع الثانی بروز ہفتہ ۵۶۱ھ بغداد میں اپنے مالک حقیقی کی طرف مراجعت فرمائی۔ علامہ ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ) جو آپ کے ہم عصر عالم دین اور ایک فقیہہ بھی تھے۔انھوں نے بھی بروز ہفتہ ۸ربیع الثانی سنہ۵۶۱ھ آپ کی تاریخ وفات بتائی ہے۔

صاحب قلائد الجواہر نے بھی ۸ربیع الثانی کو ہی وفات اور دوسرے دن رات کو تدفین رقم کی ہے۔ اس تاریخ وفات سے علامہ ابن جوزی کے پوتے علامہ شمس الدین ابومظفر یوسف اور ابن اثیر اور ابن کثیر دونوں نے اپنی تاریخ میں انہی تاریخ کو درست ہونے پر اتفاق کیا ہے لیکن ابن نجار اور ابوالفضل احمد بن صالح بن مشافعی الحنبلی البغدادی کے مطابق آپ کی وفات ۱۰ربیع الثانی ۵۶۱ھ اور تدفین دوسرے روز یعنی ۱۱ربیع الثانی کو علی الصبح ہوئی۔راقم کی نگاہ میں علامہ ابن جوزی کی بیان کردہ تاریخ زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔اس لیے کہ وہ آپ کے ہم عصر بھی تھے اور ان کے پوتے علامہ شمس الدین ابومظفر یوسف بھی آپ کے وصال کے وقت کم عمر ہوں گے اور ممکن ہے کہ انھوں نے جنازے میں بھی شرکت کی ہو۔

آپ کی جملہ خدمات اور اوصاف پر تعریفی کلمات

آپ کی تدفین کے بعد عراق کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ نے آپ کی جملہ خدمات اور اوصاف پر تعریفی کلمات کہے،ان میں سے بعض اقتباسات مندرجہ ذیل ہیں۔

۔عبدله فوق المعالی رتبة ولہ المحاسن والحار الافخر

آپ ان بندگانِ خدا سے تھے کہ جن کا مرتبہ عالی سے عالی تھا، محاسن اخلاق اور فضائل عالیہ آپ کو حاصل تھے۔

ولہ الحقائق والطرائق فی الهدی ولہ المعارف کالکواکب تزهر

حقیقت وطریقت کے آپ رہنما تھے اور آپ کے حقائق ومعارف تاروں کی طرح روشن اور ظاہر تھے۔

ولہ الفضائل والمکارم والندی ولہ المناقب فی الحافل تنشر

آپ صاحب فضائل ومکارم اور صاحب جودوسخا تھے، محفلوں اور مجلسوں میں ہمیشہ آپ کے فضائل ومناقب کا تذکرہ رہتا ہے۔

ولہ التقدم والمعالی فی العلا ولہ المراتب فی النهایة تکثر

مقام بالا میں آپ کو مرتبہ حاصل تھا اور مقامِ انتہا میں آپ کے مراتب ومناصب بکثرت تھے۔

غوث الوری غیث الندی نور الهدی بدر الدجی شمس الضحی بل ا نور

آپ خلق کے معین ومددگار اور اس کے حق میں بارانِ رحمت اور نور ہدایت تھے۔ آپ چودھویں رات کے چاند اور روشن دن کے سورج سے بھی زیادہ روشن تھے۔

قطع العلوم مع العقول فاصبحت اطوارها من دونه تتحیر

نہایت عقل ودانش کے ساتھ آپ نے جملہ علوم طے کئے، جن کے مسائل کہ بدوں آپ کے حل کئے حیرت میں ڈال دیتے تھے۔

سراج الهدی شمس علی فلک العلا بجیلان مبداها علا ها بلا افل

آپ شمع ہدایت اور مقام بالا کے آسمان کے آفتاب تھے وہ آفتاب جو جیلان کے افق سے طلوع ہو کر پھر نہیں چھپا۔

طواز اجمالٍ مذهب فوق حلة عدا الکون فیها الدهر یختار ذا فل

اس دن آپ کے حلہ ولایت پر طرح طرح کے طلائی نقش ونگار کڑھے ہوئے تھے وہ حلہ ولایت جس پر زمانہ ہمیشہ ناز کرتا رہے گا۔

یتیمة در ذان عقد ولائه یجید علی جید الوجود به محل

اس دن آپ کا عقد ولایت مقاماتِ عالیہ کے بے بہا موتیوں سے مزین تھا، وہ عقد ولایت ہی کی گردن کو بھاتا اور زیب دیتا تھا۔

تجد ذاک یا بحر الندی عبدقادر ایا یا فعی ذوا فتخار وذومحل

اے حضرت عبدالقادر آپ دریائے جودوسخا ہیں اور آپ کو سب کچھ حاصل ہے اے یافعی (جو کچھ آپ کے مریدوں سے ہے) صاحب فخر ومرتبہ عالیہ حاصل ہے۔

Marfat.com

اور باتفاق یہ امر مسلم ہو چکا ہے کہ جس قدر کرامات آپ سے ظہور میں آئی ہیں دیگر شیوخ آفاق سے اتنی کرامتیں ظہور میں نہیں آئیں (۱)۔

حضرت قاضی ابوبکر بن قاضی موفق الدین اسحاق بن ابراہیم بن الفتاح المصری نے آپ کی مدح میں لکھا، اس میں سے چند اشعار پیش کرتے ہیں۔

روح الولایة انسها بدر الهدا   یة شمسها لب اللباب الفاخر

آپ ولایت کی روح اور اس کے اُنس اور ہدایت کے چاند اور اس کے سورج اور ہر ایک فخر وفضیلت کا خلاصہ تھے۔

صدر الشریعة قلبها فرد الطر   یقة قطبها نخل النبی الطاهر

آپ صدر شریعت اور اس کے دل اور طریقت کے فردِ کامل اور قطب وقت اور نبی طاہر کی آل تھے۔

سلک الطریق فاشرقت من نوره   وعلومه کضیاء بدر زاهر

آپ گویا طریقت کے موتیوں کی لڑی تھے اور طریقت آپ کی علمی روشنی سے چودہویں رات کی طرح روشن ہوگئی۔

وعلاه اعلیٰ فی المعالی رتبه   وفخاره مامثله لمفاخر

آپ کا رتبہ مقاماتِ عالیہ میں اعلیٰ وارفع تھا اور آپ کے وہ فضائل تھے جو کسی صاحب فخر کو حاصل نہیں ہوسکتے۔

خلع الاله علیه ثوب ولایة   وامده من جنده بعساکر

اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلعت ولایت عطا فرمایا اور اپنے لشکروں سے اس نے آپ کی مدد کی۔

فله الفخار علی الفخار بفضله   وافی وبالنسب الشریف الباهر

فضل الٰہی سے آپ کو فضیلت پر فضیلت حاصل تھی اور عالی نسبی کا فخر بھی آپ کو حاصل تھا۔

فله للمناقب جمعت وتفرقت   فی کل ناد ذواء عامر

آپ کے مناقب بکثرت ہیں جو کہ قلمبند کیے گئے اور جن کا ہر ایک ذی عزت وذی شان محفل ومجلس میں تذکرہ رہتا تھا۔

اصحابه نعم الصحاب وفضلهم   باد لکل مناضل ومناظر

آپ کے احباب ومرید وہ بزرگ تھے کہ جن کی فضیلت وبزرگی ہر ایک مخالف وموافق پر ظاہر تھی۔

(۱) قلائد الجواہر ص ۲۸۹

Marfat.com

وهم رءوس الاولياء ومنهم الا قطاب بين ميامن ومياسر

وہ سب کے سب رئیس الاولیاء تھے اوران میں سے بعض اطراف وجوانب میں رتبہ قطبیت کو بھی پہنچے ہیں۔

يامن تخصص بالكرامات التي صحت باجماع ونص تواتر

آپ ہی کو یہ خصوصیت حاصل ہوئی کہ آپ کی کرامات اجماع اور تواتر سے ثابت ہوئی ہیں۔

وعنت لک الاملاک من كل الورى مابين مامور لهم اوامر

تمام جہان کے ملوک وسلاطین اور حاکم ومحکوم بھی آپ کے سامنے سر جھکاتے تھے۔

وعظمت قدرا وارتقيت مكانة حتى دنوت من الكريم الغافر

آپ قدرو منزلت کی سیڑھیوں پر چڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ آپ اپنے پروردگار سے قریب ہوئے۔

وبقيت لما ان قنيت مجردا وحضرت لماغيبت حضرة ناظر

آپ اپنی ہستی سے فنا ہوکر مقام تجرید میں آئے اور اپنی ہستی سے غائب ہوکر مقام حضرت القدس میں پہنچے۔

اعددت حبک بعد حب المصطفیٰ والآل والاصحاب خير ذخائر

وجعلت فيک المدح خير وسيلة لله لا لاجارة كا التاجر

آپ کی محبت کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب کی محبت کے بعد بہتر ذخیرہ ہیں اوران کو میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہتر وسیلہ بناتا ہوں اور تاجروں کی طرح میں اس کو صلہ ملنے کا ذریعہ نہیں بناتا۔

وارجوک من نفحات تربک نفحة يحيى بها فى العمرميت خاطرى

جس بادِ نسیم نے آپ کی تربیت کی ہے، میں چاہتا ہوں کہ وہ بادنسیم مجھ پر ایک ہی دفعہ چل کر میری مردہ طبیعت کو زندہ کردے۔

ثم الصلوٰة على النبى المصطفى خير الورىٰ من اول والأخر

اوراب میں نبی کریم ﷺ پر درود بھیجتا ہوں جو کہ خیر الخلق اور خیر الاولین والآخرین ہیں۔

فلک الرسالة شمسها روح النبوة قدسها للحق اشرف ناصر

جو کہ فلک رسالت اوراس کے سورج اور روح نبوت اور حق تعالیٰ کے بہتر مددگار تھے۔

فى حبه قل ما تشاء فقدره فوق المقام وفوق نثر الناشر

آپ کی محبت وشان میں جو چاہو سو کہو کیونکہ آپ کا رتبہ ارباب شعروسخن کی قوت بیان سے آگے ہے۔

والعجز عن ادراكه ادراكه وكذا الهدى فيم فنون الجائز

Marfat.com

آپ کے مرتبہ کے دریافت کرنے سے قاصر رہنا اس سے واقف ہونا ہے اور اسی طرح سے ہدایت جس میں عقلیں حیران ہیں۔

الله انزل مدحه فی ذکره   یتلیٰ فماذا قول شعر الشاعر

جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدح اپنے کلام پاک میں کی ہے (جو شب وروز پڑھا جاتا ہے) تو اربابِ شعروسخن کا کیا ذکر ہے۔

ما فی الوجود مقرب الا به   من مرسل او من ولی شاکر

بدوں آپ کے وسیلہ سے کوئی بھی مقرب الٰہی نہیں بن، جن کا نہ کوئی نبی ورسول اور نہ کوئی ولی شاکر۔

کل الخلائق والملائک دونه   مافوقه غیر الملیک القادر

تمام مخلوقات اور فرشتے وغیرہ سب آپ کے رتبہ سے نیچے ہیں اور آپ کے مرتبہ بجز مالک حقیقی قادر ذوالجلال کے اور کسی کا مرتبہ بالا نہیں۔

صلی الله علیه ما ابتسم الدجی   عن جوهر الصبح المنیر السافر

اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں اتارتا رہے جب تک کہ راتوں کی اندھیریاں صبح کے چمکتے ہوئے نور سے روشن ہوتی رہیں۔(۱)

آپ کا مزار مبارک:

۶۱۵ھ میں عباسی خلیفہ ناصر الدین باللہ نے آپ کے مزار والی عمارت میں توسیع کرائی لیکن ۹۱۲ھ میں شاہ اسماعیل صفوی شاہ ایران کے ہاتھوں اس عمارت کو شدید نقصان پہنچا اس کے بعد ۹۴۱ھ میں سلطان سلیمان عثمانی الترکی نے یہاں پر ایک خوبصورت اور عالیشان عمارت تعمیر کرائی، جس میں کئی متبرک ہستیوں اور آپ کے فرزندوں کے مزارات ہیں۔ علاوہ ازیں ایک عظیم الشان جامع مسجد "جامع الگیلانی"، لنگر خانہ، کتب خانہ، غیر ملکی اور ملکی طلباء کیلئے اقامت گاہیں، زائرین کیلئے پانچ سو کمرے اور حضرت الشیخ کے مدرسۃ القادریہ کیلئے کئی تدریسی کمرے بنائے گئے۔ ۱۲۱۸ھ میں سلطان عبدالعزیز خان الترکی کے عہد میں بھی تعمیری اضافہ ہوا۔ سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی سجادہ نشین حضرت الشیخ کی درخواست پر عراق کے سابق صدر صدام حسین مرحوم (م ۲۰۰۶ء) نے زر کثیر صرف کر کے مزار کے اندرونی اور بیرونی حصے کو سنگ مرمر سے مزین کرایا۔ اب یہ عمارت اپنی شان وشوکت کے ساتھ حضرت شیخ کی فیوض ظاہری وباطنی کی نشاندہی کر رہی ہے۔

---

(۱) حیات جاودانی (اردو ترجمہ)، ص ۲۹۶

Marfat.com

حضرت سیدنا الشیخ کے بعض اہم تعلیمات

حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی کی پوری زندگی مجاہدہ اور محاسبہ نفس میں گزری۔ آپ نے عمر بھر رشد و ہدایت اور پند و موعظت کے ذریعے بندگانِ خدا کی اصلاح کا اہم فریضہ انجام دیا۔ آپ کے ملفوظات و مکتوبات میں جتنی تحریریں ہیں سب کا تعلق بندگانِ خدا کی اصلاح اور فلاح ہے۔ آپ نے خود اپنے نفس کا محاسبہ کیا اور بندگانِ خدا کو اسی کی ترغیب دی۔ محاسبہ نفس کے بعد ایک انسان کے اندر جو خوبیاں پیدا ہوتی ہیں اور وہ شخص جن اعلیٰ اقدار کا حامل ہو جاتا ہے، اس کی طرف مختصراً اشارہ آپ نے ان لفظوں میں کیا ہے۔

☆ بندہ کو چاہئے کہ وہ دانستہ طور پر یا نادانی میں اللہ عزوجل کی قسم نہ کھائے، اگر بندہ ایسی عادت سے بچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کے اوپر انوار و تجلیات کے دروازے کھول دیتا ہے جس کے سبب وہ بندہ مراتب میں بلندی، ارادے میں قوت و توانائی اور ہمسایوں میں عظمت و شرافت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگتا ہے۔

☆ اگر بندہ دروغ گوئی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے اور سچ بولنے کی عادت ڈالے تو اللہ تعالیٰ اس کا سینہ کشادہ کر دیتا ہے اور اسے علم کی روشنی سے منور کر دیتا ہے اور جھوٹ سے اس درجہ نفرت ہو جاتی ہے کہ جو جھوٹ بولتا ہے اس سے گھن کرنے لگتا ہے۔(۱)

☆ وعدہ خلافی سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے اگر بندے میں کسی کام کی صلاحیت نہ ہو تو اسے صاف انکار کر دینا چاہئے، یہی زیادہ بہتر طریقہ ہے کیونکہ وعدہ خلافی بھی جھوٹ کی ایک قسم ہے اگر بندہ وعدہ خلافی سے بچنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے سخاوت کا دروازہ کھول دیتا ہے اور حیاء کا درجہ بلند کر دیا جاتا ہے۔(۲)

☆ بندہ کو چاہئے کہ بری چیزوں کی طرف نہ دیکھے اور نفسانی خواہشات کی طرف نظر بالکل نہ کرے اس مبارک عمل سے بندہ دولت ثواب سے مالا مال ہو جاتا ہے اور آخرت میں نیکیوں کا ایک زبردست ذخیرہ اس کے پاس جمع ہو جاتا ہے۔

☆ بندہ اپنا بوجھ کسی دوسرے شخص پر ڈالنے سے اجتناب کرے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ چھوٹا ہو یا بڑا اس عمل کے سبب بندہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر توانا ہو جاتا ہے۔ مخلوق سے مکمل اس کو بے نیازی

(۱) الفتح الربانی والفیض الربانی، ص 36 (۲) غنیۃ الطالبین، ص 647

Marfat.com

حاصل ہو جاتی ہے اور اخلاق و مروت کا وہ دھنی ہو جاتا ہے۔

☆ کسی شخص سے کسی قسم کا طمع اور لالچ ہر گز نہ کرے جو کچھ مانگنا ہو وہ خدا سے مانگے۔ ایسا کرنے سے اس کی عبادتوں میں اخلاص پیدا ہوتا ہے اور اس کی عبادتیں کامل ہوتی ہیں۔

☆ تواضع ایک عمدہ شئے ہے اس کے سبب عبادت گزار کا مقام بلند ہوتا ہے اور عبادت گزار اونچا ہو جاتا ہے۔ خدا اور خلق خدا کے نزدیک اس کی عزت اور بزرگی کامل تصور کی جاتی ہے۔

☆ حضرت الشیخ نے فتوح الغیب کے ٦٦ ویں مقالہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کی تلقین کی ہے اور فرمایا ''تمہیں جس چیز کی خواہش اور ضرورت ہے وہ اگر حرام اور فاسد نہیں تو خدا سے مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مانگنے کا حکم دیا ہے، مجھ سے دعا کرو میں قبول کرنے والا ہوں۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل و کرم مانگو''۔ (فتوح الغیب)

☆ بندے کو خدا کا قرب کیسے حاصل ہوتا ہے اس سلسلے میں آپ نے اسی کتاب کے ۴۷ ویں مقالہ میں اپنا ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ ''ایک بوڑھے آدمی نے سوال کیا کہ کس طریقہ سے بندہ اپنے خدا کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ اس عمل کی ابتدا زہد و ورع، تقویٰ و پرہیزگاری، تسلیم و رضا اور توکل ہے''۔

☆ فتوح الغیب کے ۳۷ ویں مقالہ میں آپ نے بندوں کو حسد نہ کرنے کی تعلیم دی ہے اور لکھا ہے۔ اے مومن تمہیں پڑوسیوں کے کھانے پینے، نکاح، مکان، لباس اور خدا کی عطا فرمودہ، ثروت اور غنا پر حسد نہیں کرنا چاہئے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حسد کرنا ایمان کے ضعیف ہونے کی علامت ہے۔ حدیث قدسی ہے۔ حاسد میری نعمتوں کے دشمن ہیں کیا تم نے حضور ﷺ کا فرمان نہیں سنا جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے اسی طرح حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے''۔

☆ کوئی چیز حکم خداوندی کے بغیر محض نفس کی خواہش پر حاصل کرنا گمراہی اور خالق و مالک کی مخالفت ہے اور حکم الٰہی پر خواہشات نفسانی کے بغیر کسی کو لینا خدائے تعالیٰ کی موافقت ہے اور ایسی چیز کو چھوڑ دینا ریا اور نفاق ہے۔

☆ تاجر پیشہ لوگوں کے تعلق سے ایک جگہ 'غنیۃ الطالبین' میں فرماتے ہیں، اگر تاجر میں تین باتیں نہ ہوں گی تو وہ دین اور دنیا دونوں میں محتاج رہے گا۔ اول یہ کہ زبان کو تین چیزوں سے بچائے جھوٹ سے، بیہودہ گفتگو کرنے سے اور جھوٹی قسم کھانے سے۔ دوم یہ کہ اپنے ہمسایوں اور دوستوں کے سلسلے میں اپنے دل کو دھوکے اور حسد سے پاک کرے۔ سوم یہ کہ اپنے آپ کو تین باتوں کا عادی بنائے۔ نمازِ جمعہ اور

جماعت کا، رات اور دن کے کسی حصہ میں علم حاصل کرنے اور ہر شئے پر اللہ کی رضا کو ترجیح دینے اور کسب حرام سے بچنے کا۔ (غنیۃ الطالبین، ص ۹۲)

☆ ۲۱ ذی قعدہ ۵۴۵ھ بروز جمعہ صبح کے وقت مدرسہ میں باشندگان شہر بغداد کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں، اے اس شہر کے رہنے والو! تم میں نفاق زیادہ اخلاص کم ہے۔ باتیں زیادہ اور عمل ناپید ہے، بے عمل بات کوڑی کے کام کی نہیں۔ وہ حجت ہے نہ وجہ حجت۔ بے عمل قول خالی اور ویران گھر کی طرح ہے۔ خزانہ ہے جس میں سے خرچ نہیں کیا جاتا، وہ صرف دعویٰ ہے بلا شہادت۔ صورت ہے بے روح۔ بت ہے بے دست و پا اور بے حسن۔ تمہارے اکثر اعمال جسم بے روح کی طرح ہیں۔ روح کیا ہے اخلاص توحید اور قرآن وحدیث پر قائم رہنا۔ غفلت نہ کرو۔ امر کی اطاعت کرو، نہی سے باز آؤ، نجات پاؤ گے۔ (الفتح الربانی والفیض الربانی، ص ۵۱)

☆ اپنے ملفوظ میں 'الفتح الربانی' کی ۱۴ ویں مجلس میں نفاق کے تعلق سے گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں، وہ شخص جو خدائے عزوجل اور اس کے بندوں پر اچھا گمان نہیں رکھتا اور ان کے آگے متواضع نہیں ہوتا وہ نجات نہیں پائے گا۔ صابر فقیروں کی عزت کرو اور ان سے ان کی دیدار اور صحبت سے حاصل کرو۔ متقین علماء کی صحبت میں رہو ان کی صحبت تمہارے لئے برکت ہے اور ان علماء کے پاس نہ بیٹھو جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے بلا شبہ ان کی صحبت تم پر وبال ہوگی۔ (الفتح الربانی، ص ۳۶)

☆ بندہ کو چاہئے کہ اپنی عبادت کو خلوص و تقویٰ اور پرہیز گاری سے آراستہ کرے، نیت میں سچائی رکھے۔ ارادہ کی نگرانی کرے اور اس کا محاسبہ کرتا رہے، اس کا عزم صدق نیت پر مبنی ہو۔ اپنے تمام اقوال، اعمال اور اصول میں خلوص کا عزم رکھتا ہو، عبادت میں مشغول ہو اور معصیت کو ترک کرے۔ اس کے ساتھ اس کا بھی لحاظ رکھے کہ کہیں شیطان مردود اس کو اپنی مکاریوں سے فریب میں نہ مبتلا کردے۔ (غنیۃ الطالبین، ص ۶۴۷)

Marfat.com

مَاخذومَراجع

۱ القرآن الکریم

۲ احادیث نبویہ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، احادیث قدسی)

۳ اخبار الاخیار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مطبوعہ دہلی

۴ الفتح الربانی۔ الشیخ عبدالقادر الگیلانی البغدادی رمطبوعہ مصر ۱۳۰۲ھ

۵ انتباہ فی سلاسل الاولیاء۔ مولفہ شاہ ولی اللہ الدھلوی، مطبوعہ دہلوی دہلی ۱۳۱۱ھ

٦ امام احمد رضا اور علمائے سندھ۔ ڈاکٹر مجید اللہ قادری ــــــ

۷ الطبقات الکبریٰ، الشعرانی مطبوعہ مصطفیٰ الحلبی، قاہرہ، مصر۔

۸ الباز الاشہب الشیخ ابراہیم الاروبی البغدادی

۹ الفتح المبین۔ ظہیر الدین القادری البغدادی (المعروف شیخ عبدالرحمٰن الگیلانی وزیر اعظم بغداد، ۱۹۳۰ء)

۱۰ الطرار زالمذہب، العلامہ محمود الالوسی

۱۱ الفیوضات الربانیہ، الحاج اسماعیل بن محمد سعید القادری

۱۲ الزمزمہ القمریہ، مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی

۱۳ الانوار الانتباہ، مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی

۱۴ اشعۃ اللمعات۔ الشیخ عبدالحق محدث دہلوی

۱۵ الحاوی الفتاویٰ۔ عبدالرحمان جلال الدین السیوطی مصطفیٰ البابی الحلبی

۱۱٦ اردو دائرۃ المعارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، قاضی عبدالرحمٰن کوکب

۱۷ الافاضات الیومیہ۔ مولانا اشرف علی تھانوی، مطبوعہ ملتان

۱۸ البدایۃ والنہایۃ۔ ابن کثیر اردو ترجمہ کراچی

۱۹ الدر النظم فی مناقب غوث الاعظم۔ مولوی علی انور

۲۰ انوار الاولیاء، رئیس احمد جعفری ندوی

۲۱ الرسالہ الغوثیہ۔ سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی البغدادی

۲۲ تحفۃ الزائرین۔ علامہ طفیل نقشبندی

Marfat.com

۲۳ تاریخ مشائخ القادریہ۔ مولفہ ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم، ہمدرد یونیورسٹی، دہلی
۲۴ تاریخ ابن خلدون۔ عبدالرحمٰن ابن خلدون، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی
۲۵ بستان المحدثین۔ عبدالعزیز محدث دہلوی
۲۶ بہجۃ الاسرار۔ سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی البغدادی
۲۷ پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں۔ ڈاکٹر عبدالمجید سندھی
۲۸ تذکرۂ غوث الاعظم۔ علامہ نور بخش توکلی، مطبوعہ لاہور
۲۹ تاج العروس۔ الزبیری، بغداد
۳۰ تاریخ الخلفاء۔ علامہ جلال الدین سیوطی
۳۱ تذکرہ مشائخ القادریہ، الشیخ طاہر علاؤ الدین الگیلانی بغدادی
۳۲ ترجمہ فتوح الغیب، مفتی غلام معین الدین نعیمی
۳۳ تذکرۃ القادریہ، مولانا عبدالقادر حیدرآباد
۳۴ تحقیق الحق، مفتی محمد مظہر اللہ الدہلوی
۳۵ تصوف اسلام، عبدالماجد دریا آبادی
۳۶ تفریح الخاطر۔ علامہ ملا علی قاری
۳۷ تاریخ دعوت وعزیمت۔ ابوالحسن علی ندوی
۳۸ تحفۃ القادریہ۔ شاہ ابوالعالی
۳۹ تحفۃ الکرام۔ شیر قانع علی سندھی
۴۰ تذکرہ اولیاء پاک وہند۔ مطبع لاہور
۴۱ تذکرہ مشاہیر سندھ۔ مولانا دین محمد وفائی سندھی
۴۲ تذکرہ اکابر اہلسنت لاہور۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری
۴۳ تذکرہ مولانا قاری محمد مصلح الدین الصدیقی۔ مکتبہ نوریہ کراچی
۴۴ تذکرہ صوفیاء سندھ۔ مولانا محمد اقبال حسین نعیمی
۴۵ جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر۔ سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی
۴۶ جامع کرامات الاولیاء، علامہ الشیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی
۴۷ حیاتِ جاودانی۔ مترجم عبدالقادر لاہوری

Marfat.com

۴۸ حدائق بخشش۔مولانا احمد رضا خان بریلوی
۴۹ حقائق عن التصوف۔عبدالقادر عیسیٰ
۵۰ خواجہ خان محمد تونسوی اوران کے خلفاء۔محمد حسین للّٰہی، پنجاب
۵۱ خلعت رحمانی فی احوال الشیخ عبدالقادر الگیلانی۔مولانا محمد برکت اللہ فرنگی محلی
۵۲ خزینۃ اولیاء۔داراشکوہ
۵۳ خاتون پاکستان (میگزین)۔شفیق بریلوی
۵۴ دی اسپرٹ آف اسلام۔مولف سید امیر علی مطبوعہ لاہور
۵۵ دعوت وعزیمت کامل۔مطبوعہ مجلس نشریات اسلام، کراچی
۵۶ دائرۃ المعارف الاسلامیہ مجلدات۔پنجاب یونیورسٹی، لاہور
۵۷ دیوان سروری۔مولانا مفتی غلام سرور لاہوری
۵۸ دربار قادری۔محمود علی مائل کرنالوی
۵۹ ذوق نعت۔مولانا حسن رضا خان بریلوی
۶۰ ریاض الغوثیہ۔شیخ شاہ غوثی۔مطبوعہ لاہور
۶۱ روزنامہ جنگ، کراچی
۶۲ رسالہ غوثیہ۔شیخ عبدالقادر الگیلانی
۶۳ زبدۃ الآثار۔سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی
۶۴ سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی والاولادہٗ۔الشیخ ابراہیم الدروی البغدادی
۶۵ سیر اعلام النبلاء۔الزرکلی
۶۶ سرالاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار۔مولفہ شیخ عبدالقادر الگیلانی البغدادی
۶۷ سیرت غوث الثقلین۔مولانا ضیاء اللہ قادری سیالکوٹ
۶۸ سلوک قادریہ۔مولانا سید دیدار علی شاہ
۶۹ سلسلہ عالیہ قادریہ۔میاں محمد کلیم لاہور
۷۰ شرح فتوح الغیب۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۷۱ شاہ جیلانی۔قاضی عبدالنبی کوکب
۷۲ صلوٰۃ الابرار۔مولانا احمد رضا خان بریلوی

Marfat.com

۷۲ طبقات الحنابلہ۔ابن رجب حنبلی

۷۳ طبقات الصوفیہ۔شیخ عبدالرحمان۔دارالکتب العربیہ قاہرہ مصر

۷۴ عشائر العراق۔عباس البغدادی

۷۵ عبادالرحمٰن۔علامہ سید محمد مغفور القادری

۷۶ عواف المعارف۔شیخ شہاب الدین سہروردی

۷۷ عین القادر (میگزین)۔خانقاہ عالیہ المرکز القادری گلشن اقبال کراچی

۷۸ عرفان قادر۔عبدالعزیز خان عرفی ایڈووکیٹ

۷۹ غنیۃ الطالبین۔سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی البغدادی رمطبوعہ بغداد

۸۰ فتوح الغیب۔سیدنا شیخ عبدالقادر

۸۱ فتاویٰ کرامات غوثیہ۔اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی

۸۲ فوائد الفواد۔خواجہ نظام الدین اولیاء الدہلوی

۸۳ فیض الباری مطبع حجازی۔انور شاہ کشمیری

۸۴ فتاویٰ ابن تیمیہ (جلد۱)۔شیخ ابن تیمیہ

۸۵ فتوح البلدان۔البلاذری

۸۶ قلائد الجواہر فی مناقب شیخ القادر۔محمد بن یحییٰ

۸۷ قصیدہ غوثیہ۔مطبوعہ بغداد،۱۹۵۰ء

۸۸ قومی ڈائجسٹ، دسمبر۱۹۹۴ء

۸۹ قلائد الجواہر۔اردو ترجمہ مولوی عبدالستار مطبوعہ کشمیری بازار، لاہور

۹۰ کشف المحجوب۔سید علی ہجویری داتا گنج بخش ہجویری

۹۱ گیارہویں نامہ۔خواجہ حسن نظامی

۹۲ گلدستہ کرامات۔مفتی غلام سرور۔لاہور

۹۳ گلشن اسلام۔مسعود احمد چشتی۔لاہور

۹۴ گلزار قادری۔مولانا عبدالقادر

۹۵ گیارہویں کی حقیقت۔حافظ محمد حمید

۹۶ مراۃ المناجیح اردو ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح۔مفتی احمد یار خان نعیمی

۹۷ منیۃ الراغبین فی ترجمہ غنیۃ الطالبین

۹۸ ماثبت بالسنہ۔ الشیخ عبد الحق دہلوی

۹۹ مقدمہ جواہر المضیئہ۔ حکیم محمد الامرتسری

۱۰۰ معجم المولفین۔ عمر رضا کحالہ

۱۰۱ مصلح الدین سعدی شیرازی۔ شرکت علمیہ ملتان

۱۰۲ مجلۃ ''الصراط''۔ مصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی ٹرسٹ کراچی

۱۰۳ محبوب لاتقیاء فی ذکر سلطان الاولیاء، حضرت ملا علی قاری

۱۰۴ مشائخ قادریہ۔ مولانا نور احمد خان فریدی

۱۰۵ محبوب القلوب۔ مولانا محمد باقر (قلمی نسخہ)

۱۰۶ مناقب غوثیہ۔ مولانا محمد نصر اللہ خان نوری

۱۰۷ مناقب غوث الابرار۔ نواب محمد علی خان

۱۰۸ منقبت غوث الاعظم۔ مولانا شاہ محمد عبد القادر

۱۰۹ مجلہ معارف رضا، ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی

۱۱۰ نجوم الزاہرہ۔ علامہ جلال الدین سیوطی

۱۱۱ نبراس۔ علامہ عبد العزیز پرہاروی

۱۱۲ نفحات الانس۔ مولانا عبد الرحمان جامی

۱۱۳ نور الربانی فی مدح محبوب سبحانی۔ مولانا قادر بھیروی مطبوعہ لاہور

۱۱۴ نزھۃ الخاطر فی مناقب شیخ عبد القادر۔ ملا علی قاری۔ مترجمہ اقبال احمد فاروقی

۱۱۵ وسائل بخشش۔ مولانا حسن رضا خان بریلوی

۱۱۶ ہدیۃ العارفین۔ اسماعیل باشا بغدادی

۱۱۷ ہمعات۔ شاہ ولی اللہ دہلوی

۱۱۸ یاد حسرت آیات۔ مطبوعہ کراچی

Marfat.com

Marfat.com

ملحق

خانوادۂ گیلانیہ بغداد کے مشاہیر نقیب الاشراف

۱) سیدنا الشیخ علی نقیب الاشراف التوفی ۱۲۱۹ھ فی الحضرۃ القادریہ بغداد

۲) سیدنا عبدالرحمٰن الشیخ ظہیر الدین المحض القادری بن سید علی نقیب الاشراف التوفی ۱۳۴۵ ہجری فی لحضرۃ القادریہ بغداد۔

۳) سیدنا الشیخ عاصم الگیلانی بن عبدالرحمٰن نقیب الاشراف التوفی ۱۳۷۲ھ فی الحضرۃ القادریہ بغداد

۴) سیدنا الشیخ عبدالسلام الگیلانی بن السید علی نقیب الاشراف ۱۳۶۵ھ

۵) سیدنا الشیخ ابراھیم سیف الدین الگیلانی بن مصطفیٰ بن سلمان الگیلانی النقیب التوفی ۱۳۸۰ ہجری فی الحضرۃ القادریہ بغداد۔

۶) سیدنا برھان الدین الگیلانی بن عبدالرحمٰن الگیلانی التوفی ۱۳۰۱ھ فی الحضرۃ القادریہ بغداد۔

۷) سیدنا الشیخ السید سالم عبدالرحمٰن الگیلانی التوفی ۱۳۰۱ھ۔

۸) سیدنا یوسف بن عبداللہ بن السید علی نقیب الاشراف التوفی فی الحضرۃ القادریہ بغداد۔

۹) سیدنا ظفر محمود الگیلانی بن سیدنا حسام الدین محمود الگیلانی رالحالی۔

۱۰) سیدنا حسام الدین محمود الگیلانی التوفی ۱۳۵۵ھ۔

پاکستان میں سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی البغدادی علیہ الرحمۃ کے اولاد اور مراکز القادری

۱) سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی ابن عبداللہ الگیلانی ابن الشیخ علی نقیب الاشراف بغداد سابق سفیر عراق برائے پاکستان مدفون کراچی۔

۲) سیدنا الشیخ طاہر علاء الدین الگیلانی ابن سیدنا الشیخ حسام الدین محمود الگیلانی التوفی، ومدفون جامعہ منہاج القرآن لاہور

Marfat.com

۳) سیدنا الشیخ نجم الدین الگیلانی ابن الشیخ ابراھیم الگیلانی، مدفون کراچی۔

۴) سیدنا الشیخ صلاح الدین الگیلانی ابن سیدنا جمال الدین الگیلانی، مدفون کراچی۔

۵) سیدنا الشیخ سلمان الگیلانی (ابن الشیخ نجم الدین الگیلانی) باحیات ہیں اور کراچی میں مقیم ہیں۔

۶) سیدنا الشیخ حامد الگیلانی باحیات ہیں صادق آباد رحیم یار خان میں مقیم ہیں۔

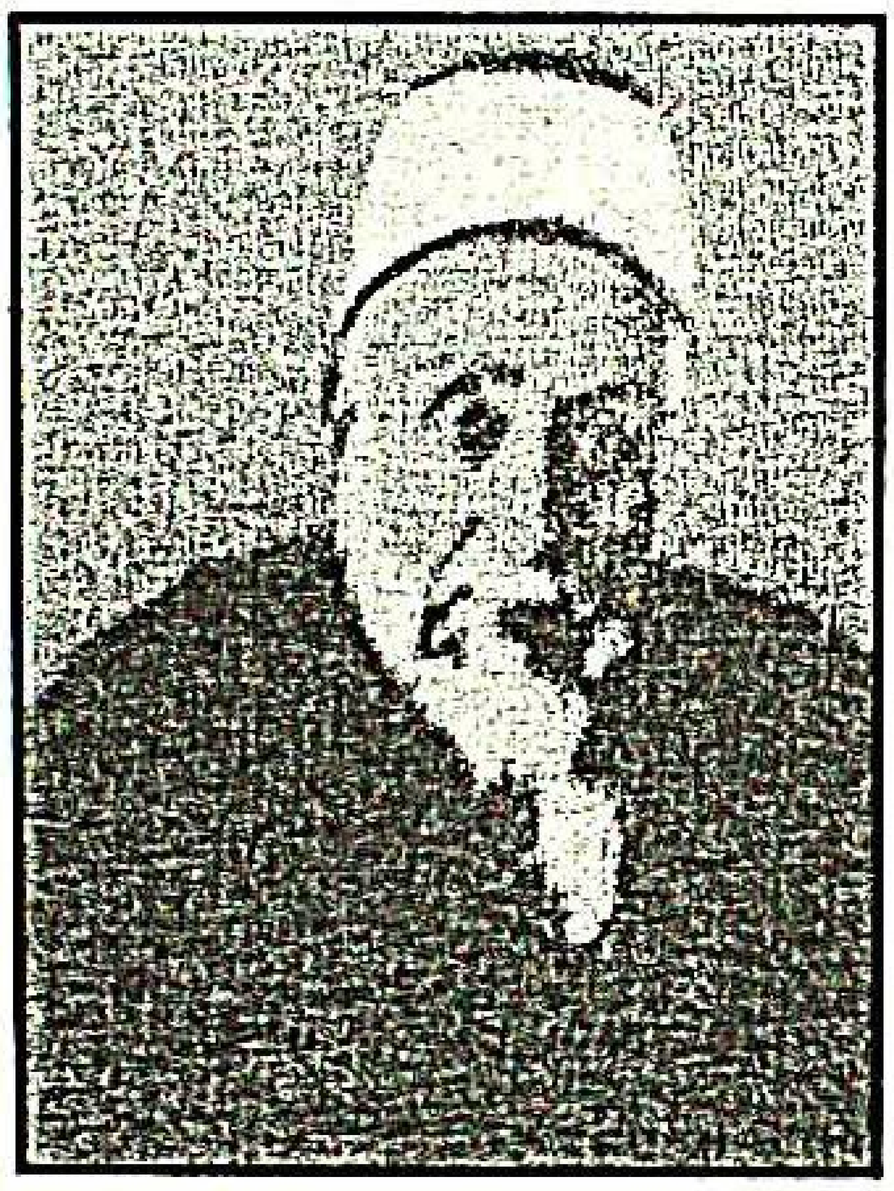

سیدنا عبدالرحمن الشیخ ظہیر الدین المحض القادری
بن سید علی نقیب الاشراف
المتوفی ۱۳۴۵ ھجری فی الحضرۃ القادریہ بغداد

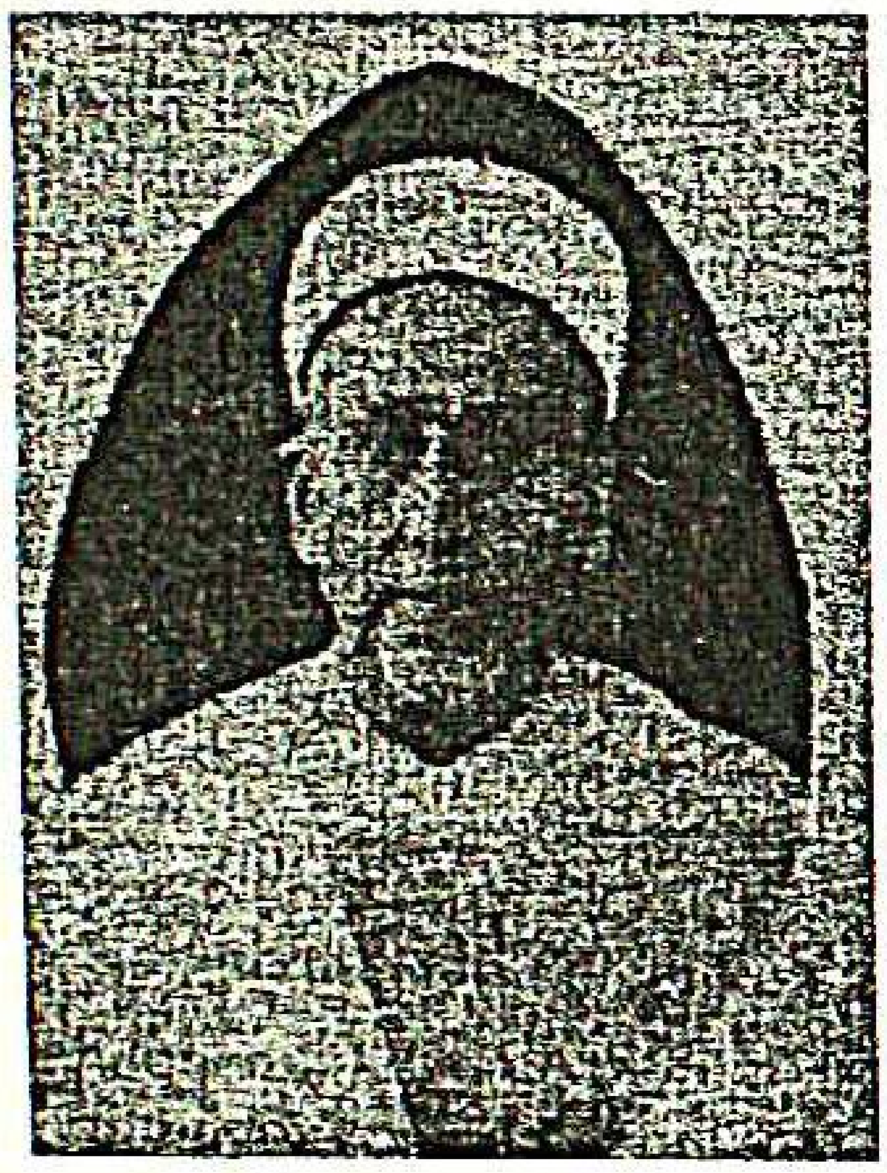

سیدنا الشیخ عاصم الگیلانی بن عبدالرحمن
نقیب الاشراف
المتوفی ۱۳۷۲ھ فی الحضرۃ القادریہ بغداد۔

سیدنا الشیخ ابراھیم سیف الدین الگیلانی بن مصطفیٰ
بن سلمان الگیلانی النقیب المتوفی ۱۳۸۰ ھجری فی الحضرۃ القادریۃ بغداد

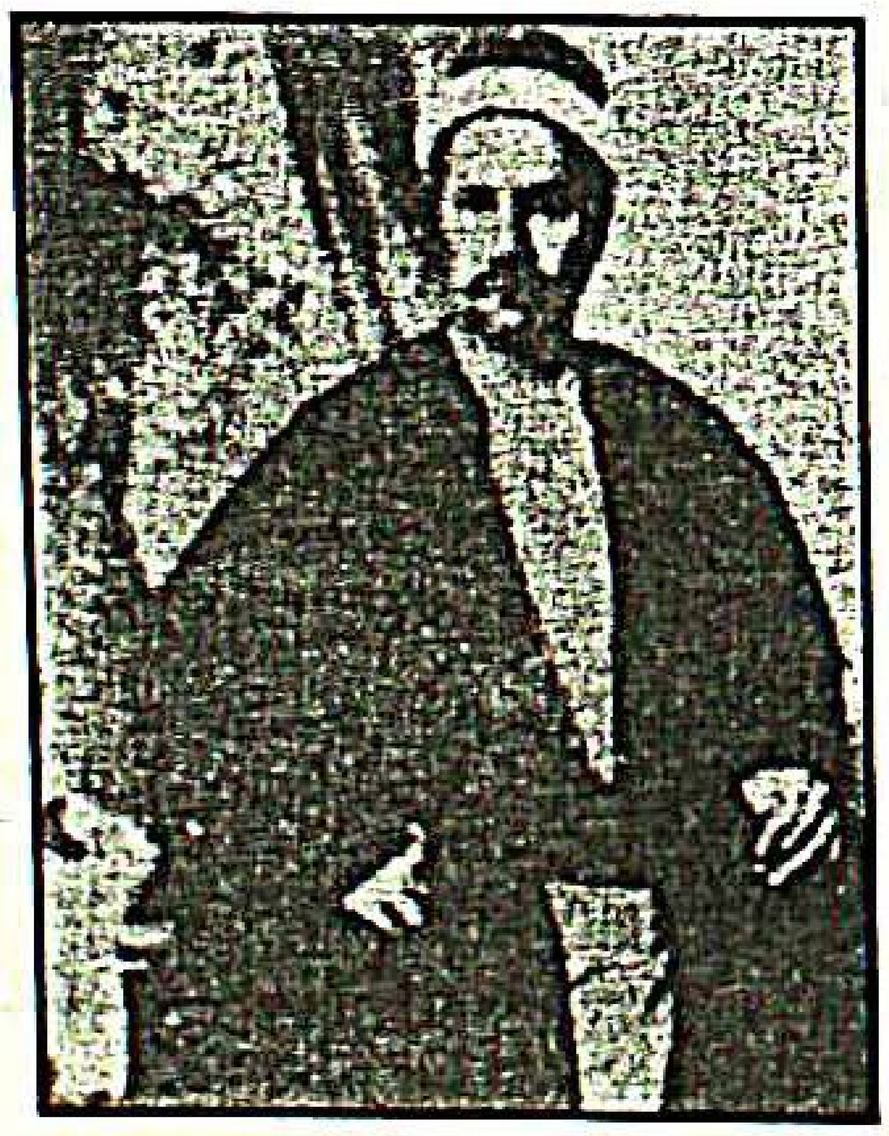

سیدنا الشیخ عبدالسلام الگیلانی
بن السید علی نقیب الاشراف ۱۳۶۵ھ

Marfat.com

سیدنا الشیخ طاہر علاء الدین الگیلانی
ابن سیدنا الشیخ حسام الدین محمود الگیلانی
التوفی، ومدفون جامعہ منہاج القرآن لاہور

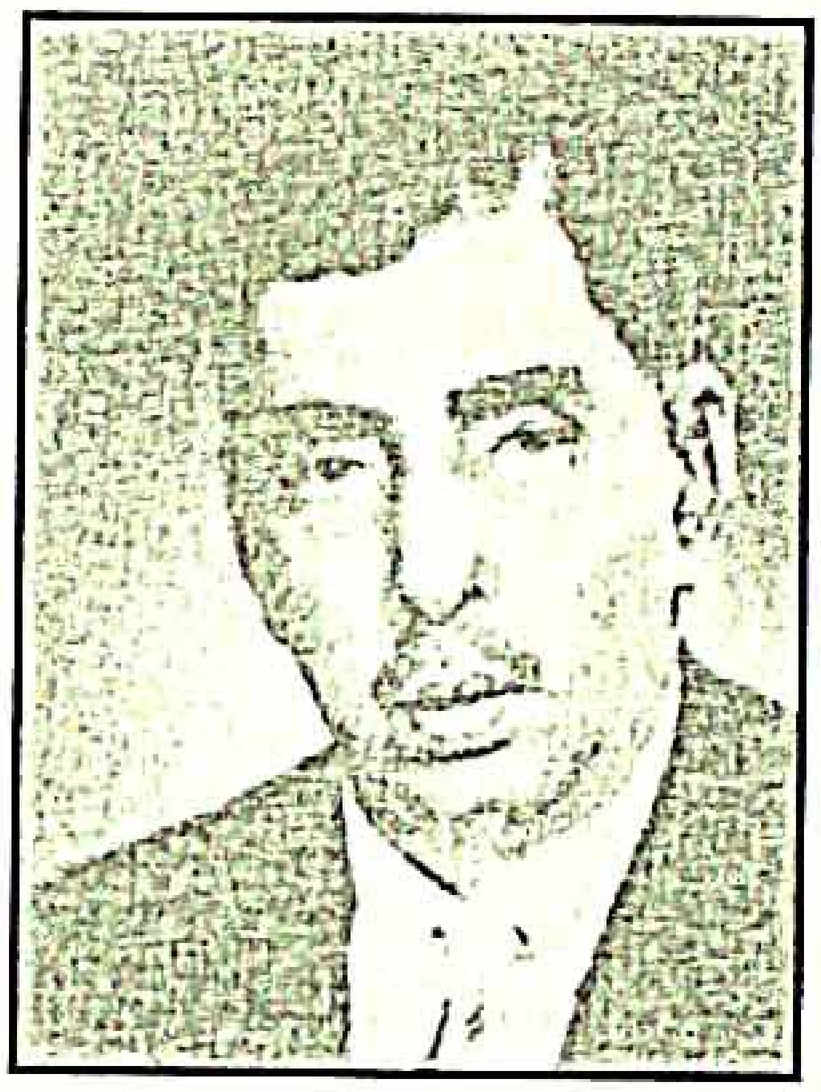

سیدنا الشیخ نجم الدین الگیلانی
ابن الشیخ ابراھیم الگیلانی، مدفون کراچی۔

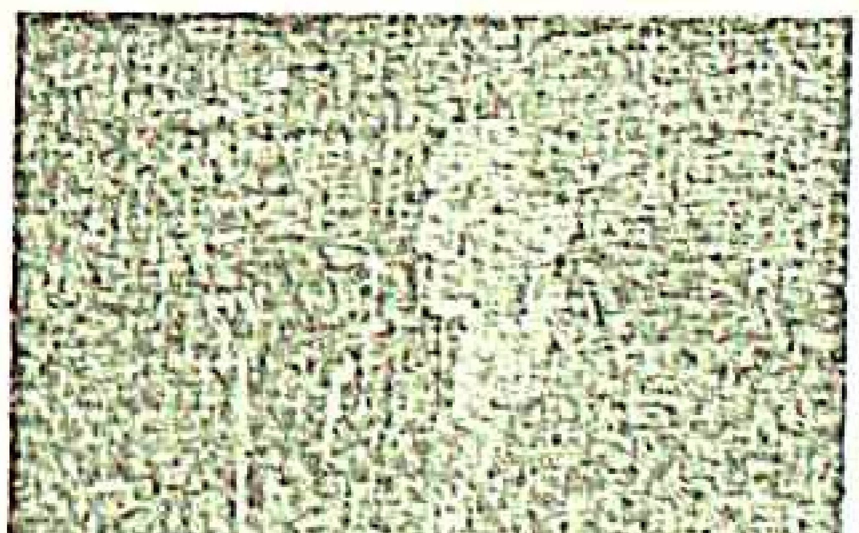

سیدنا یوسف بن عبداللہ بن السید علی نقیب الاشراف
التوفی فی الحضرۃ القادریہ بغداد

سیدنا الشیخ حامد الگیلانی
صادق آباد، رحیم یار خان میں مقیم ہیں

پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری مؤلف کتاب کا مختصر تعارف

رئیس کلیہ معارف اسلامیہ پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری کا شمار شعبۂ علوم اسلامی، جامعہ کراچی کے سینئر اساتذہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے ۲ فروری ۲۰۰۶ء کو رئیس کلیہ کی حیثیت سے منصب سنبھالا۔ آپ ۱۹۷۱ء میں وزارت تعلیم حکومت عراق کی دعوت پر برائے تعلیم بغداد تشریف لے گئے، اور بغداد یونیورسٹی سے میٹرک اور بی اے آنرز کی سند بکالوریوس حاصل کی، پھر حکومت مصر کی دعوت پر جامعہ ازہر مصر میں علم فقہ کی تعلیم حاصل کی سعودی عرب کی دعوت پر محمد بن سعود یونیورسٹی ریاض میں اصول دعوۃ اسلامی کی بھی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۸۲ء میں تنظیم المدارس اہلسنت لاہور سے شہادۃ علوم اسلامیہ والعربیہ کی سند حاصل کی اور ۱۹۸۹ء میں کلیہ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی سے پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید کی نگرانی میں امام ابن دقیق العید المصری پر تحقیقی مقالہ لکھ کر اعلیٰ سند حاصل کی۔ ۱۹۸۸ء میں سابق شیخ الجامعہ کراچی، پروفیسر ڈاکٹر منظور الدین احمد کے دور میں شعبہ علوم اسلامی میں بحیثیت لکچرار منسلک ہوئے۔ ۱۹۹۲ء میں ڈاکٹر ارتفاق علی کے عہد میں اسٹنٹ پروفیسر کے منصب پر فائز ہوئے۔ پھر ۱۹۹۸ء میں سنڈیکیٹ کے قرارداد کے مطابق آپ کو ۱۹۸۹ء سے اسسٹنٹ پروفیسر تسلیم کرلیا گیا۔ ۱۹۹۹ء میں ڈاکٹر ظفر الحسنین زیدی کے عہد میں ایسوسی ایٹ پروفیسر ہوئے، اور ڈاکٹر ظفر سعید سیفی کے عہد ۲۰۰۱ء میں پروفیسر کے منصب پر فائز ہوئے اور ۲۰۰۱ء میں ہی شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی کے چیر مین کی حیثیت سے انتظامی ذمہ داری پر فائز کیے گئے اور ۱۹ مارچ ۲۰۰۴ء تک چیئرمین کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے۔ وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی کے عہد میں گورنر سندھ ڈاکٹر عشرت العباد خان، جو سندھ کے تمام جامعات کے چانسلر بھی ہیں ڈاکٹر نوری کو ۲ فروری ۲۰۰۶ء سے رئیس کلیہ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی کے منصب پر فائز کیا۔

Marfat.com

سفریات نوری

ڈاکٹر نوری کئی مرتبہ بیرون ممالک بالخصوص دنیاء عرب میں متعدد کانفرنسوں میں جامعہ کراچی کی نمائندگی کر چکے ہیں۔ اُن میں قاہرہ، بغداد، سعودی عرب، یمن، کویت، عرب امارات اور سوڈان وغیرہ شامل ہیں۔ جب کہ ایشیائی ممالک میں سری لنکا، بنگلہ دیش، نیپال، سنگاپور، برما اور مالدیپ وغیرہ ہیں۔ آپ ترکی، یونان، قبرص اور ہالینڈ بھی جا چکے ہیں۔

پاکستان میں بھی کئی کانفرنسوں میں تحقیقی مقالات پڑھ چکے ہیں بالخصوص

۱۔ علماء مشائخ کانفرنس اسلام آباد ۱۹۸۸ء، ۲۔ انٹرنیشنل سیرت کانفرنس اسلام آباد ۱۹۹۰ء،

۳۔ بغداد علماء کانفرنس ۱۹۹۳ء، ۴۔ جامعہ بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان ۱۹۹۵ء،

۵۔ صوفیا کانفرنس جامعہ کراچی ۱۹۹۴ء، ۶۔ سیرت کانفرنس فیکلٹی آف اسلامک اسٹیڈیز جامعہ کراچی ۲۰۰۴ء،

۷۔ جامعہ اسلامیہ بھاولپور انٹرنیشنل سیرت کانفرنس ۲۰۰۱ء، ۸۔ وفاقی اردو یونیورسٹی کراچی سید المرسلین کانفرنس ۲۰۰۲ء، ۹۔ وفاقی اردو یونیورسٹی دوروزہ سید المرسلین کانفرنس ۲۰۰۷ء،

۱۰۔ علامہ فضل حق خیر آبادی کانفرنس رجونا گڈھ ہاؤس، صدر کراچی ۲۰۰۷ء۔

قومی اور انٹرنیشنل کانفرنس میں شرکت

۱۔ علامہ الشیخ عبدالوہاب الحنبلی کانفرنس ریاض سعودی عرب ۱۹۷۹/۱۹۸۰ء

۲۔ انٹرنیشنل علماء کانفرنس بغداد ۱۹۹۰ء (جامعہ کراچی کے نمائندے کی حیثیت سے شرکت کی اور عراق میں موجود مقامات مقدسہ پر تحقیقی مقالہ پیش کیا جو ہفت روزہ میگ کراچی ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا۔

۳۔ عالمی مساجد کانفرنس رابطہ العالم اسلامی ۱۹۷۸ء

۴۔ انٹرنیشنل دعوت کانفرنس وزارت اوقاف کویت ۱۹۷۹ء

۵۔ صوفیاء کانفرنس قاہرہ، مصر ۱۹۷۸ء

عربی اور اردو زبان میں تقریباً ۸۰ مقالات عالمی مجلات میں شائع ہو چکے ہیں جن میں مندرجہ ذیل مقالات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

۱۔ امام ابوحنیفہ اور علم حدیث پر تحقیقی و تنقیدی نظر۔ (الاشرف کراچی، نومبر، دسمبر، جنوری ۱۹۹۶ء

Marfat.com

(اردو) چھ اقساط)

۲۔ محمود شکری آلوسی المفسر والمفکر۔ (مجلۃ تھامہ جمہوریہ یمن، صنعاء، ھدیدہ، یونیورسٹی، یمن۔ دسمبر ۲۰۰۰ء (عربی)

۳۔ الزواج بالکتابیات فی الشریعۃ الاسلامیہ۔ (مجلۃ الدعوۃ العالمیہ کراچی ولندن اکتوبر، دسمبر ۱۹۹۸ء (عربی)

۴۔ عبداللہ بن المبارک واثرہ، فی الحدیث۔ (مجلۃ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی، نومبر ۱۹۹۹ء (عربی)

۵۔ الاسراء والمعراج۔ (مجلۃ الدعوۃ العالمیہ کراچی، ۱۴۰۹ھ (عربی)

۶۔ اھمیۃ الاسناد فی الحدیث۔ (مجلۃ الدعوۃ العالمیہ کراچی، ۱۹۸۴ء (عربی)

۷۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی اور اساتذہ جامعہ کراچی۔ (مطبوعہ امام ابوحنیفہ اسلامک فاؤنڈیشن ٹرسٹ کراچی، ۲۰۰۴ء

۸۔ الایمان المشترک باللہ بین المسیحیۃ والاسلام۔ (مجلۃ البلاغ الکویت، ۱۹۸۰ء (عربی)

۹۔ حکومتی ادارے اور فرائض۔ (مجلۃ معارف رضا کراچی، دسمبر ۲۰۰۱ء (اردو)

۱۰۔ فقہ حنفی کے ارتقاء میں فاضل بریلوی کا کردار۔ (مجلۃ معارف رضا کراچی، ۱۹۹۹ء (اردو)

۱۱۔ شاہ ولی اللہ الدھلوی کے فقہی وفکری نظریات کا تحقیقی جائزہ، (مجلۃ سیرت طیبہ کراچی، ۱۹۹۹ء (اردو)

۱۲۔ النبی الامی (سیرت)۔ (خصوصی مجلۃ فانوس میلاد نمبر، جامعہ انوار القرآن کراچی، ۲۰۰۴ء

۱۳۔ تحریک پاکستان پر امام احمد رضا کے فکری اثرات کا تحقیقی جائزہ۔ (مجلۃ یوم آزادی پاکستان کراچی، (۱۹۹۹ء (اردو)

۱۴۔ امام محمد بن حسن شیبانی العراقی۔ (مجلۃ معارف اسلامیہ جامعہ کراچی، ۲۰۰۰ء (عربی)

۱۵۔ قاضیوں کے لئے دستوری لائحہ عمل۔ (مجلۃ سیرت طیبہ کراچی ۱۹۹۸ء)

۱۶۔ الدعوۃ الاسلامیہ فی ''فیجی''، (اکتوبر ۱۹۹۸ء، مجلۃ الدعوۃ العربیہ، کراچی۔ (اردو)

۱۷۔ تراجم من علماء الھند۔

(الف۔ العلامۃ محمد عبدالعلیم الصدیقی حیاتہ وآثارہ۔

ب۔ العلامۃ المحدث السورتی وخدماتہ الدینیہ والعلمیۃ رمجلۃ الدعوۃ ۱۹۹۹ء۔

Marfat.com

(ج۔العلامۃ الشیخ ضیاء الدین المدنی وخدماتہ العلمیہ فی المدینہ (عربی)

(د۔العلامۃ سعید احمد کاظمی، مجلۃ الدعوۃ العالمیۃ، کراتشی ۱۹۹۰ء (عربی)

۱۸۔ القادیانیۃ غیر مسلمۃ۔(۱۲/اکتوبر ۱۹۷۸ء (ترجمہ والتحقیق عربی)

۱۹۔ المسلمون فی جزر البحر الکاربی (جنوبی امریکا) (مجلۃ البلاغ / الکویئت ۱۹۸۵ء (عربی)

۲۰۔ ختمی مرتبت کا نظریہ عدل۔(مجلۃ سیرت طیبۃ ۱۹۹۱ء (اردو)

۲۱۔ الخطوط رئیسۃ الاقتصاد الاسلامی۔ (مجلۃ ادارہ امام احمد رضا، کراچی (عربی)

۲۲۔ سیرت سیدنا ابوالحسین نوری میاں المارہروی۔(مجلۃ معارف رضا ۲۰۰۵ء (اردو)

۲۳۔ مشاہیر دارالعلوم منظر اسلام بریلی۔(۲۰۰۳ھ مجلۃ اعلحضرت بریلی انڈیا ۲۰۰۱ء)

۲۴۔ سفرِ بغداد۔۔ایک تحقیقی تجزیہ (ہفت روزہ میگ، کراچی ۱۹۹۱ء

۲۵۔ سفرِ مشرق وسطیٰ۔۔ایک تحقیقی تجزیہ۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۱۹۸۴ء)

۲۶۔ النصیریۃ وافکارھا الھدامۃ۔ (مجلۃ الریاض، السعودیہ / الریاض ۱۹۸۰ء (عربی)

۲۷۔ التکافل الاجتماعی فی الاسلام۔(مجلۃ ''المدینۃ'' جدہ، السعودیہ ۱۹۸۰ء)

۲۸۔ جنوبی ایشیاء میں سیرت نگاری کی تدریجی ارتقاء۔ (مجلّہ الثقافۃ الاسلامیہ، جامعہ کراچی ۲۰۰۵ء)

۲۹۔ دربار رسالت میں صحابیات اوائل کی منظوم خراج عقیدت۔(مجلّہ الثقافہ الاسلامیہ، الشیخ زید اسلامک سینٹر ۲۰۰۶ء)

۳۰۔ اقتصادیاتِ اسلامی اور دورِ جدید۔(مجلّہ احیاء العلوم / فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز جامعہ کراچی ۲۰۰۶ء)

۳۱۔ ناقدین امام اعظم ابوحنیفہ کا علمی جائزہ۔(مجلّہ معارف اسلامیہ / فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز جامعہ کراچی ۲۰۰۶ء)

۳۲۔ افکار علامہ احمد سعید الکاظمی اور اثرات۔(مجلّہ سہ ماہی ''الاحناف'' کراچی ۲۰۰۷ء)

Marfat.com

سفارة الجمهورية العراقية
اسلام آباد

بسم الله الرحمن الرحيم

Embassy of the Republic of Iraq
Islamabad

العدد : ش/٨/٨
التاريخ : ١٥/٧/١٩٧١

No.
Date

صاحب الفضيلة مولانا محمد عبد المصطفى الازهری شیخ الحديث في دار العلوم الامجدية / حفظه الله
السلام عليكم ورحمة الله وبركاته
وبعد ،

جواب على كتابكم المؤرخ ١٨/٥/١٩٧١ .

يسرني اخباركم بان الطالب جلال الدين احمد نوری قد قبل في المدرسة القادرية وقد وصلني كتاب رسمي في ذلك كما وصلني كتاب من الاخ السيد يوسف الكيلاني يبدى فيه انه اوصى ادارة المدرسة بالعناية بالطالب المذكور والله يحفظكم ويرعاكم .

الداعي لكم بالخير
عبد القادر الكيلاني
(دستخط)

ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری کے مدرسہ قادریہ بغداد میں ایڈمیشن کے حوالے سے پاکستان میں عراق کے سفیر سیدنا الشیخ کمال الدین عبدالقادر الگیلانی علیہ الرحمہ نے استاذی علامہ ازہری "شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی کو اطلاع اور مبارکباد دی (۱۵-۷-۱۹۷۱)

Marfat.com

الجمهورية العراقية

وزارة التربية

المديرية العامة للتقويم والامتحانات

مديرية الشهادات / التعادل

العدد

التاريخ / ٨ / ١٩٧٤

الى : – كلية الدراسات الاسلامية / التسجيل

الموضوع / صورة كتاب

بناء على طلب السيد جلال الدين احمد النوري بتاريخ ٢١/٨/١٩٧٤ ·
ننقل لكم ادناه صورة كتابنا المرقم ١٤٦٦٠ والمؤرخ في ٩/١٢/١٩٧٢ الموجه في حينه الى رئاسة ديوان الاوقاف – المدارس – مع التقدير ·

عبد الوهاب عبد الرحمن التكريتي
ع· المدير العام

نسخة منه الى : –
مديرية الشهادات / التعادل

((صورة الكتاب))

كتابكم المرقم ٢٤٩٨٠٤ في ١٥/١٠/١٩٧٢ الخاص بوثائق الطالب جلال الدين احمد النوري الملحقة صورته اعلاه والصادرة عن المدارس الباكستانية الدينية لبيان المستوى العلمي · عرض الموضوع على لجنة التعادل بالجلسة المرقمة ٣٣ في ٦/١٢/١٩٧٢ فقررت اللجنة انه قد انهى الدراسة الثانوية الدينية الباكستانية ويؤهل الدخول الى كلية الامام الاعظم في بغداد · وابقيا مرفقات كتابكم اعلاه مع التقدير ·

موقع / عبد الوهاب عبد الرحمن التكريتي
ع· المدير العام

وزارت تعلیم حکومت عراق بغداد نے ڈاکٹر نوری کے پاکستانی اسناد کا معادلہ کیا اور انہیں عراق بغداد کے امام ابوحنیفہ کالج میں ایڈمیشن کیلئے اہل قرار دیا۔

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم
الجمهورية العراقية

رئاسة ديوان الاوقاف
مديرية المدارس
الرقم /م ٢٦٠٢٦ ٢١
التاريخ ١/١٢/١٩٧٢م
٨/ذي القعدة/١٣٩٢هـ

كلية الامام الاعظم/التسجيل

الموضوع/ قبول الطالب اجنبي

اشارة الى كتابينا المرقمين ١١٩٢٧/١٩٧٢٤ و٢٥٤٢٤ في ٢٧/٨ و٢٣/٩/١٩٧٢ . نرسل لكم ادناه صورة كتاب المديرية العامة للتقييم والامتحانات/مديرية الشهادات/التعادل المرقم ١٩١٦٠ في ٦/١٢/١٩٧٢ راجين النظر بقبول الطالب الباكستاني جلال الدين احمد النوري بكليتكم نظرا لحصوله على شهادة الدراسة الثانوية الدينية الباكستانية التي تؤهله للدخول الى كليتكم واعلامنا رجاء .

رئيس ديوان الاوقاف

نسخة منه الى —
مكتب السيد المعاون الاداري .
المديرية العامة للتقييم والامتحانات/مديرية الشهادات/التعادل – اشارة الى كتابكم المنوه عنه اعلاه وشكرا .
مديرية منطقة اوقاف بغداد /الرصافة – يرجى العلم .
المعهد الاسلامي في المدرسة القادرية بالحضرة الكيلانية – يرجى العلم .
مديرية المدارس/ ١
الحفظ

صورة الكتاب

الى رئاسة ديوان الاوقاف – المدارس
الموضوع/ معادلة شهادة

كتابكم المرقم ٢٢٤٩٨١ في ١٥/١٠/١٩٧٢ .
الخلاصة/ الخاص بوثائق الطالب جلال الدين احمد النوري الملصقة صورته اعلاه والصادرة من المدارس الباكستانية الدينية لبيان المستوى العلمي ..
عرض الموضوع على لجنة التعادل بالجلسة المرقمة ٣٢ في ٦/١٢/١٩٧٢ فقررت اللجنة انه قد انهى الدراسة الثانوية الدينية الباكستانية في الباكستان ويؤهل للدخول الى كلية الامام الاعظم في بغداد . وذلك وفقا لكتابكم اعلاه .
مع التقدير ..

عبد الوهاب عبد الرحمن التكريتي
ع/المدير العام

وزارتِ اوقاف بغداد کے ڈائریکٹر نے جناب نوری کا داخلہ امام ابوحنیفہ کالج بغداد میں قبول کرتے ہوئے کالج کو مندرجہ ذیل خط کے ذریعہ مطلع کیا ١/١٢/١٩٧٢ء

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

العنوان البرقي : وقف

رئاسة ديوان الاوقاف
المدارس

ختم الواردة

الرقم ١١٩٣٧/ ١٩٧٧٦٢
التاريخ ٢٧/ ١٩٧٢/٨م
١٨/ رجب / ١٣٩٢هـ

الى ـ كلية الامام الاعظم

الموضوع / قبول طالب

سبق وان قبلنا الطالب جلال الدين احمد النوري (باكستاني الجنسية) بالمعهد الاسلامي في المدرسة القادرية بالحضرة الكيلانية (كمستمع) للسنة الدراسية ١٩٧١/ ١٩٧٢ وذلك بموجب كتابنا المرقم ١١٩٣٧/ ١٢٣٧ فـي ١٥/ ٦/ ١٩٧٢ •

وجاءنا الان كتاب وزارة الخارجية المرقم ثقافية / ٣١٤٦/ ١١١٧/ ٤٠٠/ ٦٩٤ في ٥/ ٨/ ١٩٧٢ ننقل لكم صورة هامشه (المعنون الينا) ادناه راجين التفضل ببيان وجهة نظركم بهذا الخصوص واعلامنا مع التقدير •

رئيس ديوان الاوقاف
نافع قاسم

نسخة منه الى / ـ
وزارة الخارجية ـ المساعدات الفنية ـ اشارة الى كتابكم المنوه عنه اعلاه مع التقدير
مديرية منطقة اوقاف بغداد/ الرصافة ـ مع التقدير العلم
المعهد الاسلامي في المدرسة القادرية بالحضرة الكيلانية ـ يرجى العلم
مديرية المدارس / ٢
للعوظ الـ ـــــــ

ـــــ صورة هامش الكتاب ـــــ

رئاسة ديوان الاوقاف ـ بالاشارة الى هامش كتابنا المرقم ثقافية / ٢٨٨٢/ ١٦٨٢/ ٤٠٠/ ٢٠٦١٠ والمؤرخ في ٩/ ٦/ ١٩٧١ نرفق بطيه نسخة من مذكـرة السفارة الباكستانية في بغداد المنوه عنها اعلاه والمتضمنة ان الطالـب الباكستاني السيد جلال الدين احمد النوري اخذ يدرس منذ وصوله فـي المعهد الاسلامي في الحضرة القادرية وبما ان الدورة التي يدرسها هذا المعهد سبق للموما اليه وان درسها في الباكستان لذا ترجو السـفارة تدبير قبوله في (كلية الامام الاعظم) لكي يمكنه الاستفادة من زيارتـه للعراق الحصول على الدراسة اللائقة • للتفضل بالاطلاع واتخاذ ما يلـزم بهذا الشأن •

پاکستانی سفارت خانہ بغداد نے ڈاکٹر نوری کے لئے گراں قدر کردار ادا کیا۔

Marfat.com

From: His Excellency
Mr. Muizuddin Ahmad

AMBASSADOR OF PAKISTAN
BAGHDAD

No. Pol-1/3/74

March 25, 1974.

Dear Mr. Jalaluddin,

The Cultural Show presented on the occasion of the Republic Day of Pakistan (23rd March, 1974) was a great success by all standards. This could not have happened but for your very active participation and untiring efforts which I deeply appreciate. I am sure, Inshaullah, if the same spirit prevails in the Pakistani community in Baghdad, we would always be able to represent Pakistan in a befitting manner.

Yours sincerely,
Muizuddin Ahmad

(Muizuddin Ahmad)

Mr. Jalaluddin Ahmad Al-Noori,
BAGHDAD

۲۳ مارچ ۱۹۷۴ کے حوالے سے سفارت خانہ پاکستان بغداد کے زیر اہتمام پاکستان اور عراق کے درمیان ثقافتی تعلقات پر مبنی ایک ثقافتی پروگرام ترتیب دیا گیا تھا جس میں ڈاکٹر نوری نے بھی کردار ادا کیا تھا۔ سفیر پاکستان بغداد نے ڈاکٹر نوری کو تعریفی سرٹیفکٹ سے سرفراز فرمایا۔

جامعة بغداد

بناءً على ما عرضه مجلس كلية الآداب ووافق عليه مجلس جامعة بغداد منحت

جلال الدين احمد النوري

إجازة الدراسة العالية بكالوريوس آداب في العلوم الإسلامية واللغة العربية بدرجة جيد

بتاريخ ٣٠ حزيران ١٩٧٧ وبهذا أصبح له جميع ما تخوله هذه الإجازة من حقوق وامتيازات

ڈاکٹر نوری نے ۱۹۷۶ء میں کلیہ آلاداب جامعہ بغداد سے اسلامک اسٹڈیز اور عربک لنگویج میں بی اے آنرز کیا۔

المجمع العلمي العراقي
الوزيرية - بغداد

الدكتور
أحمد ناجي القيسي
العضو العامل

بسم الله الرحمن الرحيم

هاتف ٢٥٠٢٦
في ١١/٧/١٩٧٧

الى سيادة رئيس جامعة الامام محمد بن سعود المحترم

تحية

أشهد بهذا ان السيد جلال الدين احمد نوري كان أحد طلابي في كلية الآداب سنة ١٩٧٦ - ١٩٧٧ وأنه اراد اكمال دراسته العالية في جامعتكم الموقرة، فأرجو أن تشملوه برعايتكم.

ولكم الشكر وخالص الاحترام

الدكتور احمد ناجي القيسي
استاذ النحو وعلم اللغة

جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض سعودی عرب میں داخلہ کیلئے عراق کے معروف ماہر تعلیم اور مجمع العلمی العراقی بغداد کے سینئر پروفیسر ڈاکٹر احمد ناجی القیسی نے شیخ الجامعہ کے نام پرزور سفارشی خط لکھا کہ ڈاکٹر نوری میرے تلامذہ میں سے ہیں اور آپ کے جامعہ میں داخل ہو کر ایم اے کرنا چاہتے ہیں اور یہ اس کے اہل بھی ہیں، میری درخواست ہے کہ انہیں ضرور موقع دیا جائے۔ ڈاکٹر موصوف کا خط۔

Marfat.com

يوسف السيد هاشم الرفاعي
YOUSUF AL-SAYYID HASHIM AL-RIFAIE
P. O BOX : 21949 SAFAT
KUWAIT

بسم الله الرحمن الرحيم

بر شيخنا الجليل الإمام الأكبر الشيخ الدكتور عبد الحليم محمود الموقر
حفظه الله
شيخ الجامع الأزهر

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته دمتم بخير وعافية
ولازلتم مشمولين ومحبيكم ومريديكم بتوفيق المولى تعالى ورعايته
أما نحن فلله الحمد - بدعواتكم الصالحة - بخير وعافية
هذا وقد رجاني حامله الشيخ جلال الدين أحمد نوري
الباكستاني جنسية، الحنفي مذهباً، القادري طريقة
، أرفع لسماحتكم رغبته في إكمال دراسته العليا في الأزهر
شريف، وقد زكاه لي من أعرفهم من الصالحين، كما أن له رابطة
محبة وزيارات لمرقد الإمام الجد الكبير السيد أحمد الرفاعي رضي الله تعالى عنه
لرجاء مشمولة بأنظاركم ودعواتكم والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته
بأنه من أخيكم مستمد الدعاء وباذله :-
ملاحظة :- بشأن مكتبة دار التراث العربي
الناصر ...

سیدنا الشیخ یوسف ہاشم الرفاعی الکویتی آپ سیدنا احمد کبیر الرفاعی علیہ الرحمۃ کے اولاد میں سے ہیں کویتی حکومت میں کئی مناصب پر خدمات انجام دے چکے ہیں اس وقت سلسلہ رفاعیہ کے جانشین بھی ہیں، آپ نے ڈاکٹر نوری کو جامعہ الازہر جانے کا مشورہ دیا اور امام الاکبر شیخ الازہر، ڈاکٹر محمد عبد الحلیم محمود کے نام ایک سفارشی خط لکھا۔

Marfat.com

جامعة الأزهر
كلية الشريعة والقانون
اسم الطالب جلال الدين أحمد نوري
الفرقة ...
الشعبة ...
السنة الجامعية ١٩٧٧ - ١٩٧٨
الموظف المختص رئيس شئون الطلبة
توقيع صاحب البطاقة
صدرت بتاريخ ١٩٧٨/٢/٢

جامعة الأزهر
كلية ...
بطاقة جامعية
عن عام ١٩ - ١٩

ڈاکٹر نوری سیدنا یوسف رفاعی کے حکم کے مطابق جامعۃ الازہر پہنچے اور الشیخ الازہر الشیخ عبدالحلیم محمود کے زیر عنایت جامعۃ الازہر، کلیۃ الشریعۃ القانون ایم اے میں داخلہ مل گیا، داخلہ کارڈ کا عکس۔

EMBASSY OF PAKISTAN

No.30-1/1/73 March 4, 1973

TO WHOM IT MAY CONCERN.

This is to certify that Mr. Jalaluddin Ahmad Noori is a student of M.A. in Usool al Fiqh in Al Azhar University, Cairo. He may please be given all usual facilities.

(S. Shafqat Kakakhel)
First Secretary.

EMBASSY OF PAKISTAN CAIRO

اس موقع پر بھی سفارت خانہ پاکستان، قاہرہ، مصر، ڈاکٹر نوری پر مہربان ہوا اور ایک سفارشی خط عنایت کیا جس سے عرب دنیا میں بڑی مدد ملی۔

جامعة الأزهر
كلية الشريعة والقانون
قسم الدراسات العليا

بسم الله الرحمن الرحيم

تصديق

الطالب جلال الدين احمد نوري مقيد بالسنة: الأولى شعبة: ... بالكلية .
في العام الجامعي: ١٣٩٨/١٣٩٩هـ - ١٩٧٨/١٩٧٩م
وقد حرر له هذا التصديق بناء على طلبه ... الأمر ...
تحريرا في: ١٩٧٨/٨/ ... م
مراقب ... مراقب ... مراقب عام الدراسة

بسم الله الرحمن الرحيم

ادارة الاوقاف القادرية

بغداد - بـاب الشيخ

العـدد :

التاريخ : ١٨/٤/١٩٧٩

حضرة الاخ الفاضل السيد جلال الدين احمد النوري حفظه الله وادامه

آمين

السلام الله عليكم ورحمته وبركاته ، اسأله تعالى ان تصلكم رسالتي هذه وانتم في اتم صحة وعافيه وايمان انه سميع مجيب ، نحن والحمد لله بصحة وعافيه وايمان نسأله تعالى ان يوفقنا جميعا لما يحب ويرضى وان يحشرنا واياكم تحت لواء نبينا محمد صلى الله تعالى عليه وسلم يوم لاينفع مال ولابنون الا من اتى الله بقلب سليم ،

وصلتنا رسالتكم الكريمه ويشهد الله فرحنا بها كثيراً لانها من اخ في الله عزيز علينا وزاد من فرحتنا قبولكم بجامعة الامام محمد بن سعود وكذلك في الازهر الشريف فانك تستحق ذلك لانك اهلا للعلم والمعرفة ، اللهم نقه اخي جلال في الدين ووفقه لما فيه خير الاسلام والمسلمين ،

يخصكم بالسلام الكثير السادة الكرام السيد يوسف الكيلاني والسيد سالم الكيلاني والاخ السيد صبيح وكل من في الحضرة الكيلانية وهم يدعون لكم بالموفقيه ،

وكذلك الاخ السيد حارث الكيلاني ،

هذا وفي الختام تقبل من اخيك خالص الدعوات والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته ،

عثمان

اخوكم

عثمان فرحـــان

ڈاکٹر نوری نے جامعہ ازہر قاہرہ، مصر میں مصری اسکالرشپ پر تعلیم حاصل کی پھر جامعہ محمد بن سعود ریاض کی دعوت پر زیارۃ رسول ﷺ اور اداء عمرہ کے بعد ریاض پہنچے اور المعہد العالی للدراسات العلیاء جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ میں ایم اے کے طالب علم کی حیثیت سے داخل ہوئے۔ اس موقع پر سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی اور دربار گیلانی کے احباب نے جامعہ ازہر اور سعودیہ میں داخلے پر خوشی کا اظہار کیا تھا۔

Marfat.com

Registrar

University of Karachi
University Road
Karachi-32
(Pakistan)

No.R-III-26/83 Dated: 31-5-1983.

With reference to his application dated 15.5.83, Mr.Jalaluddin Ahmad Noori S/O Muhammad Ishaq is hereby informed that the Shahadatul Firagh degree passed by him from Tanzimul Madaris, Lahore, after B.A. degree from Baghdad University, is equivalent to our M.A.degree in Arabic/Islamic Studies.

DEPUTY REGISTRAR(ACAD)
DEPUTY REGISTRAR
(ACADEMIC)
University of Karachi
KARACHI.

Mr.Jalaluddin Ahmad Noori,
36/4/VE Area,
New Karachi,
KARACHI.

۱۹۸۳ء میں یونیورسٹی آف کراچی اکیڈمک کونسل رشعبہ معادلات نے ڈاکٹر نوری کے تمام اسناد کو سامنے رکھتے ہوئے ایم اے اسلامیات اینڈ عربک جامعہ کراچی کے مساوی سرٹیفکٹ جاری کیا۔

روزنامہ جنگ کراچی (7) جمعہ 17 ر نومبر 1989ء

بورڈ آف ایڈوانس اسٹڈیز کا اجلاس

کراچی (پ ر) جامعہ کراچی کے بورڈ آف ایڈوانس اسٹڈیز اینڈ ریسرچ کا اجلاس شیخ الجامعہ ڈاکٹر منظور الدین احمد کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں دو امیدواروں کو پی ایچ ڈی اور دیگر تین امیدواروں کو ایم فل کی ڈگری دینے کی سفارش کی گئی۔ جن امیدواروں کو پی ایچ ڈی دینے کی سفارش کی گئی ہے ان میں جلال الدین احمد نوری (علوم اسلامی) اور منصور علی سہروردی (فارسی) جبکہ ایم فل کے لئے محترمہ قمر النساء (پاکستان اسٹڈیز) محترمہ فرزانہ کوثر (کیمیا) اور یاسمین احمد (کیمیا) شامل ہیں۔ اجلاس میں جامعہ کراچی میں تحقیق و تخلیق کے معیار کا جائزہ لیتے ہوئے اسے اطمینان بخش قرار دیا گیا۔ واضح رہے کہ جامعہ کراچی میں ملک کی دیگر جامعات کے مقابلے میں سب سے زیادہ تحقیقی کام ہوتا ہے۔

دسمبر ۱۹۸۳ء میں شعبہ علوم اسلامی جامعہ کراچی سے ایم فل ر پی ایچ ڈی کے طالب علم کی حیثیت سے ڈاکٹر نوری کا ایڈمیشن ہوا اور ڈاکٹر عبدالرشید کی سربراہی میں ۱۹۸۹ء میں اپنا مقالہ مکمل کیا ر بورڈ آف ایڈوانس جامعہ کراچی کی طرف سے وائیوا کا امتحان ہوا اور پی ایچ ڈی ڈگری ایوارڈ ہوئی۔ اُس وقت کے تقریباً تمام اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی۔

Marfat.com

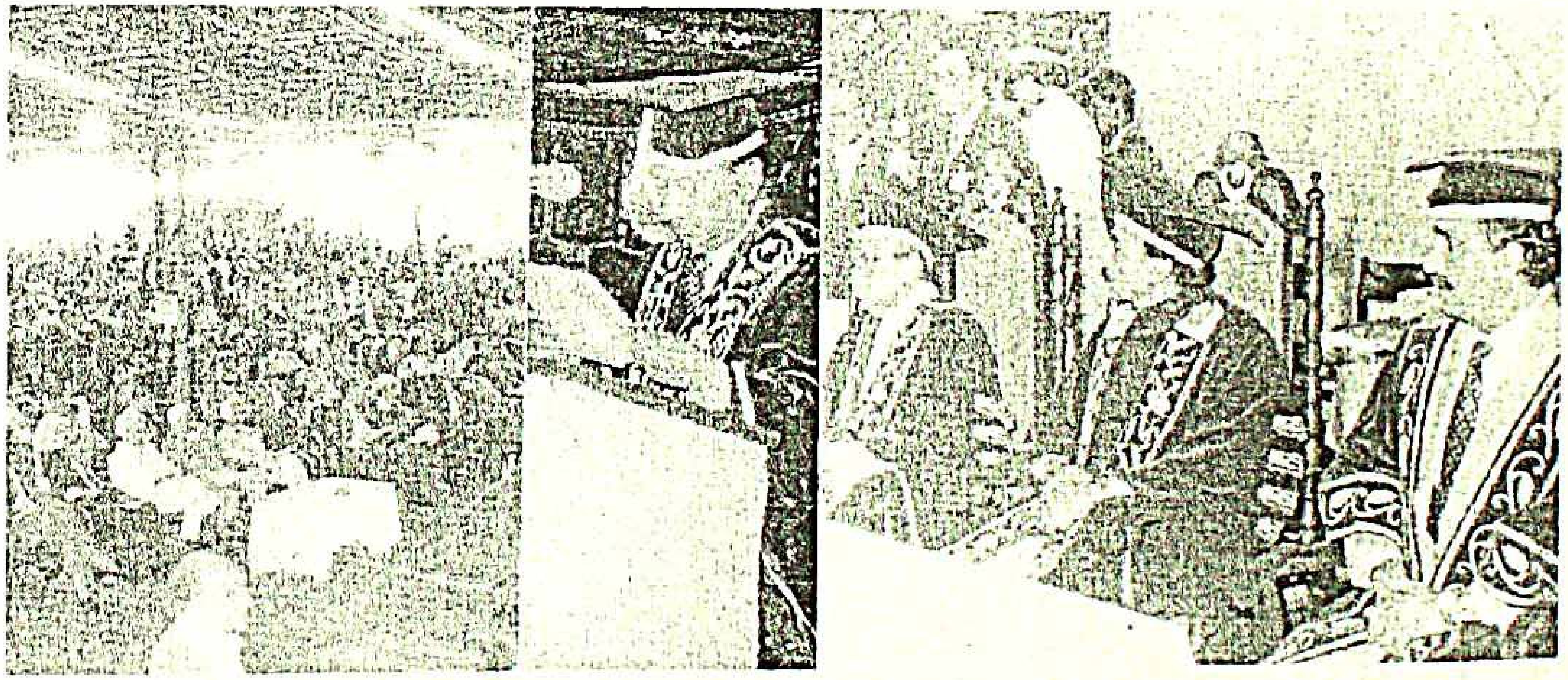

اسٹیج پر اُس وقت کے گورنر جسٹس فخر الدین جی ابراہیم، وزیرِ اعلیٰ سندھ سید قائم علی شاہ، وزیر تعلیم سید خورشید شاہ بیٹھے ہیں اور ساتھ ممبران سنڈیکیٹ اور عمائدین شہر بھی نظر آ رہے ہیں۔

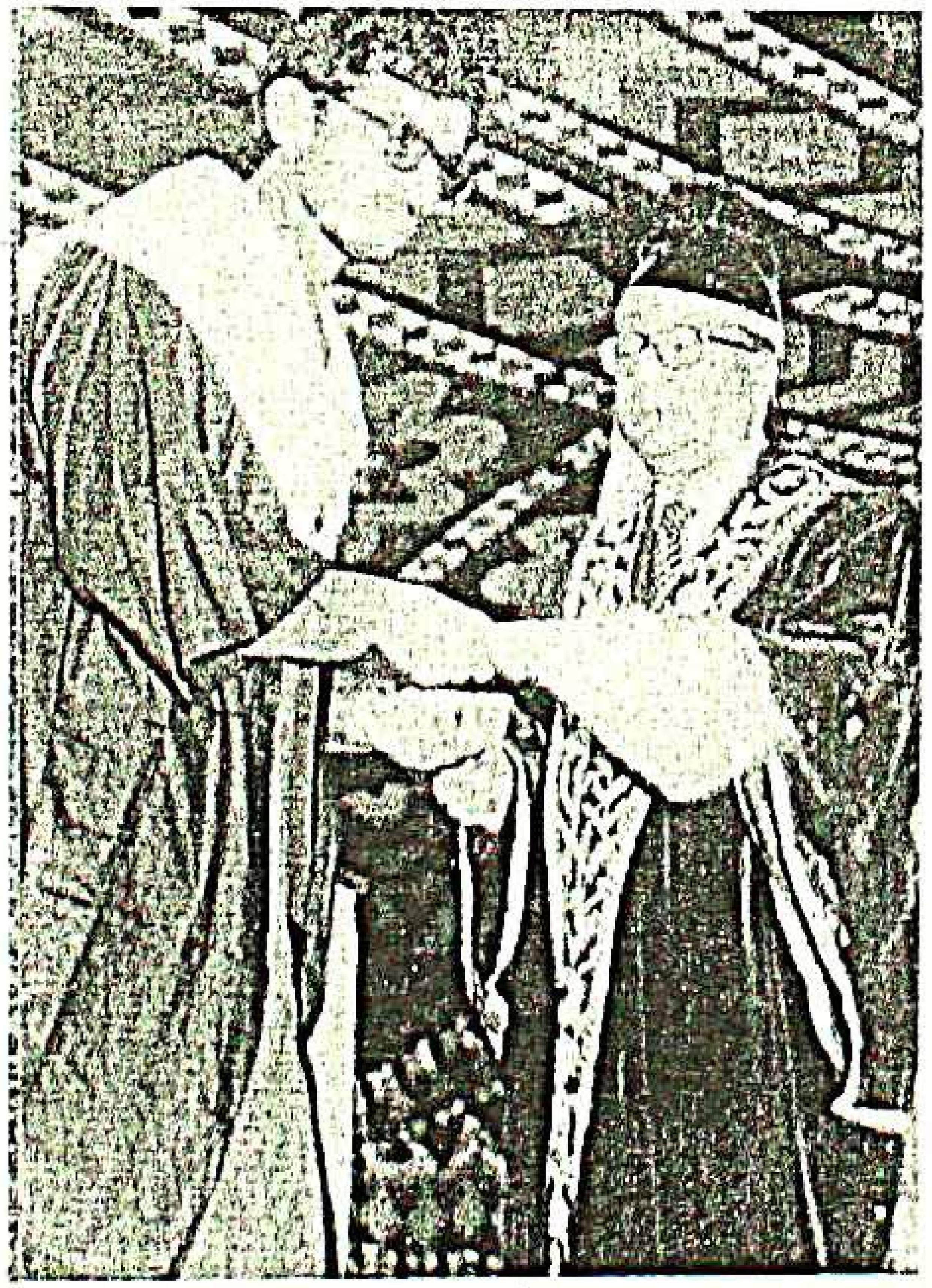

۹ جنوری ۱۹۹۰ء میں منعقدہ کانوکیشن جامعہ کراچی جو تقریباً پندرہ سال بعد تاخیر سے منعقد ہوا تھا۔ شیخ الجامعہ پروفیسر ڈاکٹر منظور الدین احمد کے دست مبارک سے پی ایچ ڈی کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی۔

Marfat.com

By PROF. A.R. QADRI

Intellectuals Honoured

Some time back intellectuals of Pakistan were honoured. For some time past this very city of lights, Karachi, was plunged into darkness due to continuous ethnic conflicts. Consequently, social, educational, cultural and religious life of this metropolitan was thrown out of gear.

Eminent scholar professor Muhammad Ishaq Madani, founder of Pakistan Intellectual Forum (PIF) revived the literary, religious and [illegible] life of Karachi [illegible] the auspices of his Forum. He organised a spectacular gathering at a local hotel recently to honour a galaxy of Pakistani scholars and scientists of international repute with gold medals.

Prof Munshi Nadeem Ahmad introduced the Pakistan Intellectual Forum (PIF) to the audience by briefly mentioning its aim and objects as: To highlight the message of the Holy Quran especially its philosophy relating to conquering the universe. To render all possible assistance to researchers during their research. To urge people to seek help from Quranic instructions in respect of the problems faced by Pakistan and the Muslim world. To paint the portraits of the [illegible] of the Muslim Ummah. To acknowledge research and scientific contributions of researchers and intellectuals by awarding gold medals to them, and to hold seminars and symposiums on issues concerning the nation and the Muslim Ummah.

Messages were Prof. Rehman Qadri received from the Federal Minister Mr Sartaj Aziz and Chairman of the Senate Mr Wasim Sajjad paying tributes to Prof Madani and his PIF and also to the citizens of Karachi for organising such important function while regretting their inability in spite of their willingness to attend and personally pay homage to the intellectuals.

The recipients of the gold medals were divided into two groups. One representing the eminent scholars for their reputed thesis authored in the past. The other consisted of illustrious scholars who have made great contribution in their respective fields.

Founder of Pakistan Intellectual Forum Prof Ishaq Madani

Vice Chancellor Syed Irtifaq Ali snapped with Dr Jalaluddin Noori, winner of [illegible]

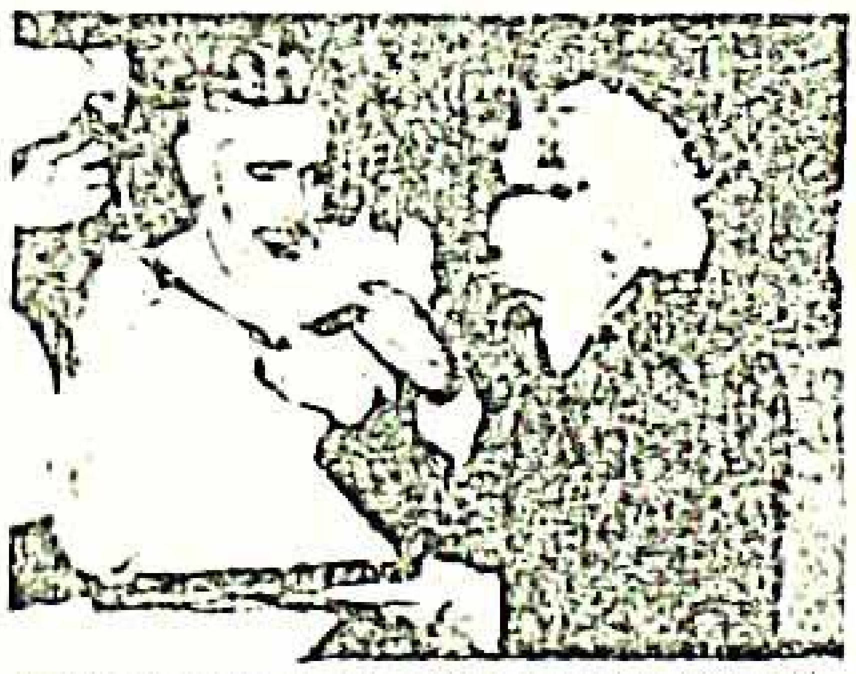

[illegible] Prof Salimuzzaman Siddiqui presenting gold medal to [illegible] Vice Chancellor Prof Syed Irtifaq Ali at the function of Pakistan Intellectual Forum.

When chief guest Dr Syed Irtifaq Ali, Vice Chancellor of the University of Karachi awarded gold medal to the doyen of the first group, the whole house paid a standing ovation to Dr Salimuz Zaman Siddiqui (a Scientist of world fame) and then medals were awarded individually to Dr Syed Irtifaq Ali (Vice Chancellor), Prof Manzooruddin Ahmad (Ex-Vice Chancellor of Karachi University), Prof Dr Moinud Ahmed, Dr Mufti, Justice (Retd) Syed Shujaat Ali (Member, Islamic Research Council of Pakistan).

Among young scholars ranked Dr Mohammad Abdullah Qadri, the first blind research scholar of the world who wrote thesis for his Ph.D in Political Science followed by Dr Jalaluddin Noori, Dr Mohammad Ahmed while a special award of gold medal was also donated by the World Muslim Front to the youngest research scholar Prof Mohammad Ishaq Madani, for his books already published.

PIF is one of the remarkable organisations in the South Asian Countries and Pakistan's leading scholars, educationists, scientists, journalists, jurists, advocates and men of letters are associated with it. It is gathered that the Forum has a programme to extend its activities to Arab countries, Africa, Europe and America as well.

On this occasion main speakers were Justice (Retd) Muhammad Zahoorul Haq, Prof Dr Syed Irtifaq Ali (Chief Guest), Justice (Retd) Mohammad Zahoorul Haq, Prof Dr Manzooruddin Ahmed, Maulana Mohammad Aziz Ufi (President's prize awardist, recipient of President's award for a book on Seeratun Nabi), Mr Azhar Ali Siddiqui, Ex-Minister, Sindh, Prof Ishaq Madani, Mr Hanif [illegible].

Mr Justice (Retd) Mohammad Zahoorul Haq threw light on the Holy Quran's approach and guidelines to conquering the universe with several quotations from the Holy Quran.

Karachi University's Vice Chancellor Dr Syed Irtifaq Ali said "Nation building activities of Pakistan should be promoted on sound research basis". He commented that research deserved special attention, whereas negligible funds are spent on it. Consequently research is facing great constraints. Talented youths have no opportunities to shine. He emphasised that in the whole of Pakistan there was not even a single library or any organisation that could boast of modern research being carried on by it.

Dr Manzooruddin Ahmed opined that in the field of research the University of Karachi had done its best, where recognised research scholars like—Dr Salimuz Zaman Siddiqui, Dr Irtifaq Ali, Dr Abdullah Qadri and Dr Jalaluddin Noori conducted research activities. He further pointed out that interference by Government in the University affairs was a hindrance to progress.

Justice (Retd) Zahoorul Haq elucidated the concept of conquest of the universe by man copiously supported by quotations from the Holy Quran.

Prof. Ishaq Madani rightly lamented that today we are compelled to beg for help from advanced nations of the world for developing atomic energy technology, although Muslim history is witness to the fact that in the past, Baghdad and Spain had made dynamic contribution for the advancement of sciences and discoveries. Prof Ishaq Madani announced a cash award of Rs 5,000/- to Dr Abdullah Qadri and offered PIF assistance if Dr faced any problem in publishing his thesis.

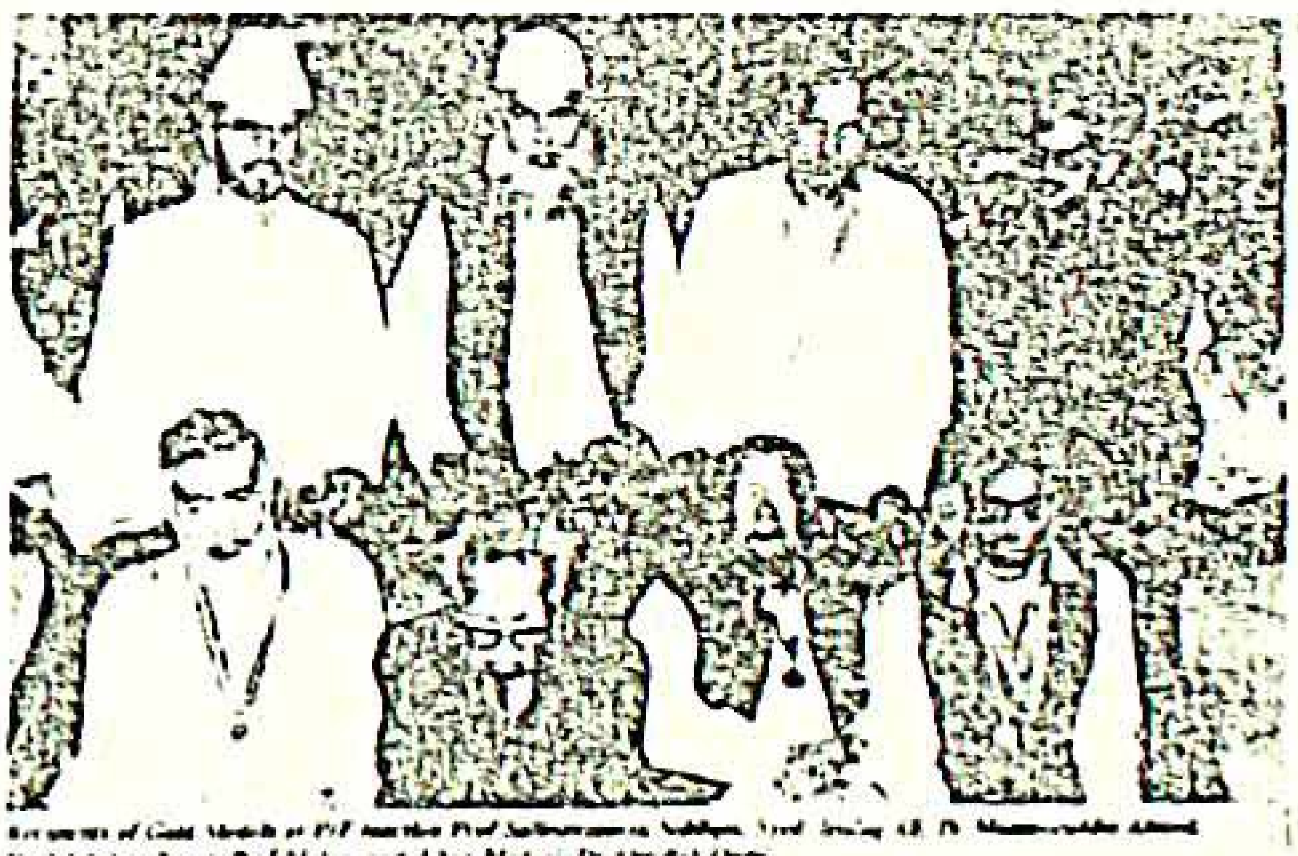

Recipients of Gold Medals at PIF function Prof Salimuzzaman Siddiqui, Syed Irtifaq Ali, Dr Manzooruddin Ahmed, Dr Jalaluddin Noori, Prof Mohammad Ishaq Madani, Dr Abdullah Qadri

20 MAG Nov. 15 - 21, 1990

۱۹۹۰ء میں پاکستان انٹلکچویل فورم کے زیر اہتمام منعقدہ ریسرچ ایوارڈ میں پروفیسر ڈاکٹر سید ارتفاق علی وائس چانسلر یونیورسٹی آف کراچی، پروفیسر ڈاکٹر منظور الدین احمد سابق وائس چانسلر اور پروفیسر ڈاکٹر سلیم الزمان صدیقی کے بدست ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری کو جعفر برادرز ریسرچ گولڈ میڈل ایوارڈ دیا گیا۔

Marfat.com

روزنامہ امن کراچی

ایران عراق جنگ سے اسرائیل اور امریکہ کو فائدہ پہنچے گا: نورانی

۱۹۸۰ء تا ۱۹۹۵ء عراق اور ایران کے درمیان گھمسان کی جنگ جاری رہی دونوں مسلمان ممالک سے ہزاروں مسلمان گھر سے بے گھر اور ہلاک و برباد ہوئے، زخمیوں کی تعداد لاکھوں تک جا پہنچی اس جنگ کے اثرات اب تک ختم نہیں ہوئے عراق اور افغانستان کی تباہی کے بعد اب امریکہ کی نظر ایران و پاکستان پر مرکوز ہے۔ امریکہ کی طرف سے دونوں ممالک کیلئے دھمکیوں کا آغاز ہو چکا ہے۔ الحاصل سیدنا یوسف عبد اللہ الگیلانی سجادہ نشین غوث الاعظم بغداد عراقی حکومت کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک اعلیٰ سطحی عراقی علما کے وفد کیساتھ کراچی پاکستان تشریف لائے اور انہوں نے پاکستانی علماء مشائخ اور عوام سے یہ درخواست کی کہ دونوں ممالک ایران و عراق کے درمیان جنگ کے خاتمہ کیلئے دعاء کریں۔ اس موقع پر قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم صدر ورلڈ اسلامک مشن نے مقامی ہوٹل میں سیدنا یوسف عبد اللہ الگیلانی کے اعزاز میں استقبالیہ کا اہتمام کیا تھا جس میں کراچی و سندھ کے جلیل القدر علماء و مشائخ اہل صحف و دانش شریک ہوئے تھے۔ ترجمانی کے فرائض ڈاکٹر نوری نے ادا کیئے۔

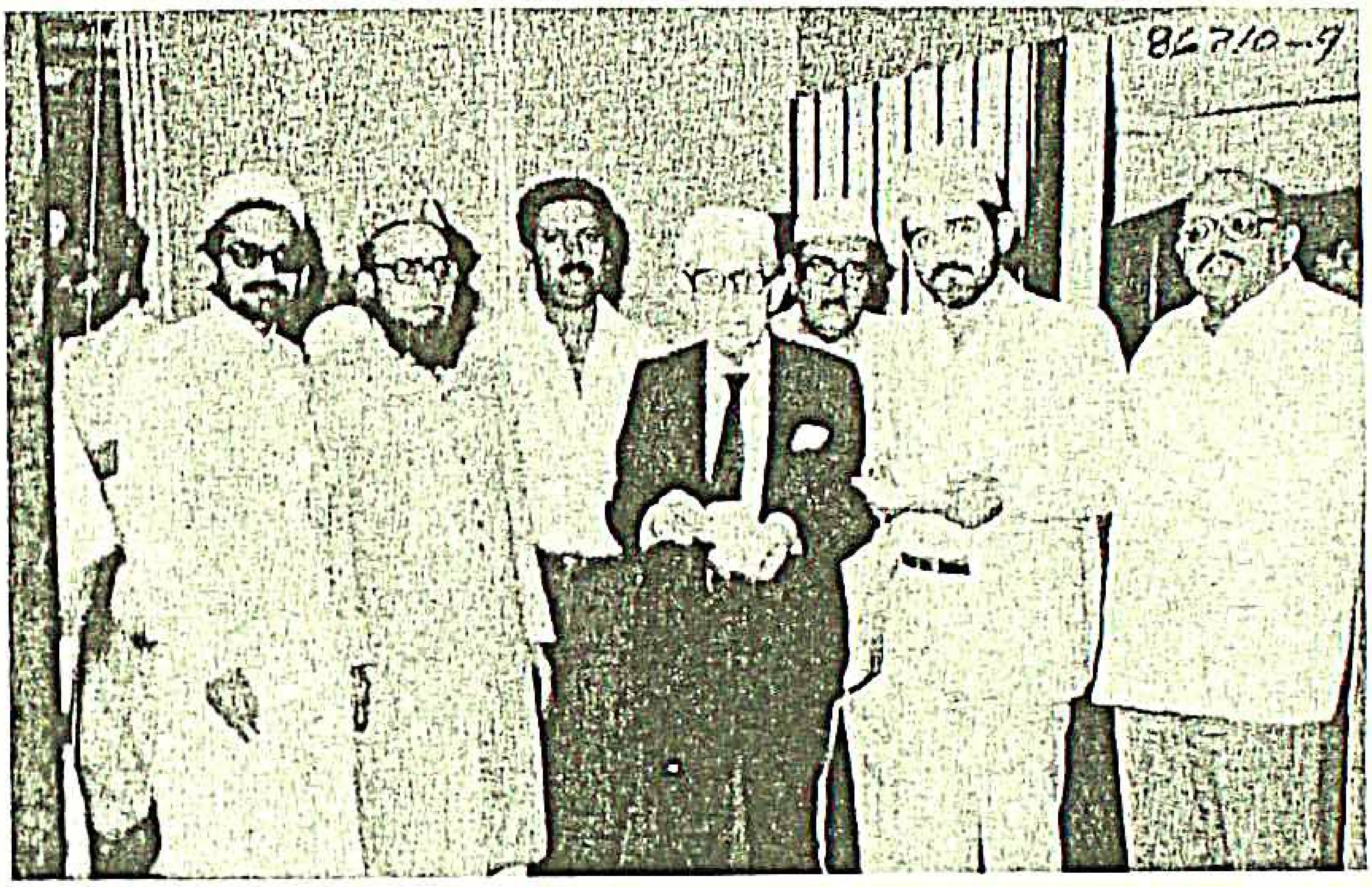

اس موقع پر ڈاکٹر نوری نے حضرت سیدنا یوسف الگیلانی سے ملاقات کی اور حضرت کے دست مبارک سے عطا کئے گئے چائے پی، اس موقعہ پر سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی سے حضرت شاہ فرید الحق نائب صدر جمیعت علماء پاکستان اور ڈاکٹر نوری نے ملاقات کی اس موقع پر سید سلمان الگیلانی ابن السید نجم الدین الگیلانی بھی موجود تھے۔

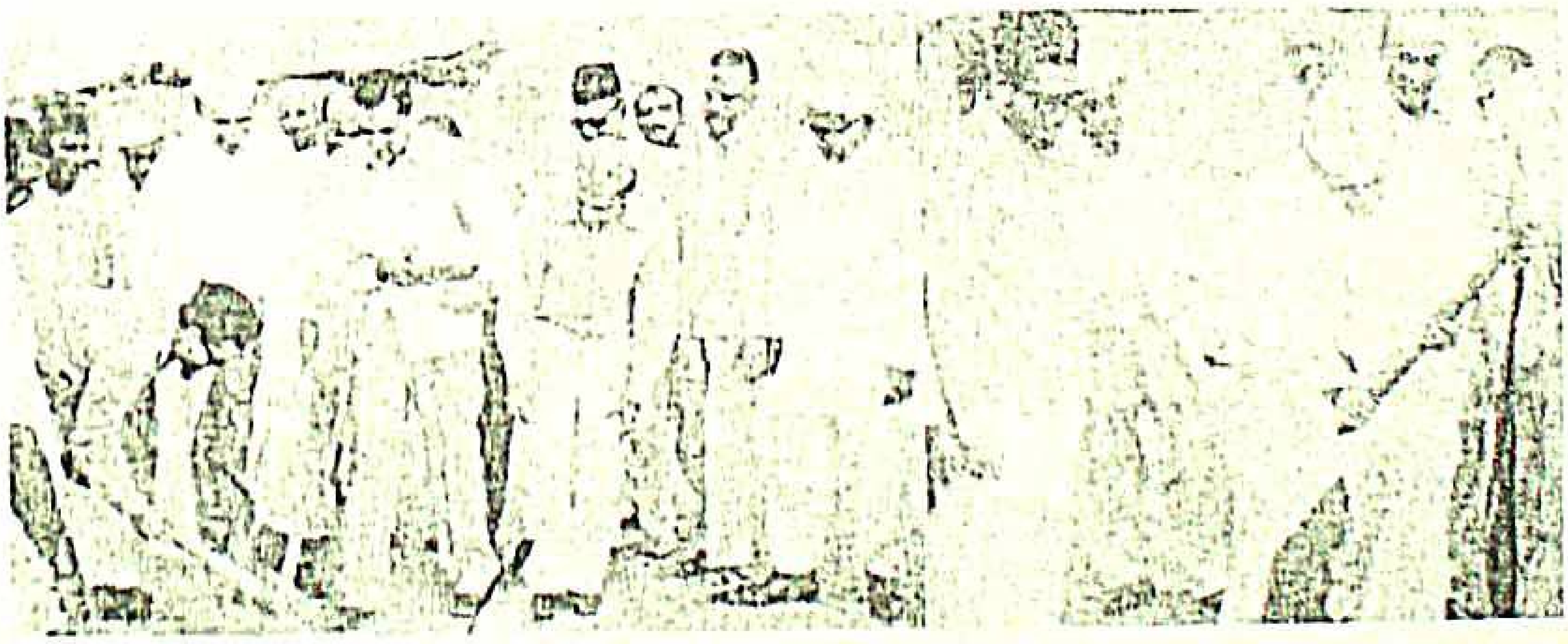

کراچی پاکستان میں مقیم سابق سفیر عراق سیدنا کمال الدین عبدالقادر الگیلانی ادارۃ القادریہ کی عمارت المرکز القادری کیلئے زمین کی کھدائی کا افتتاح فرما رہے ہیں اس موقع پر حضرت کے خلیفہ خاص جناب علامہ الحاج عبدالعزیز خان عرفی بھی نظر آرہے ہیں۔

Marfat.com

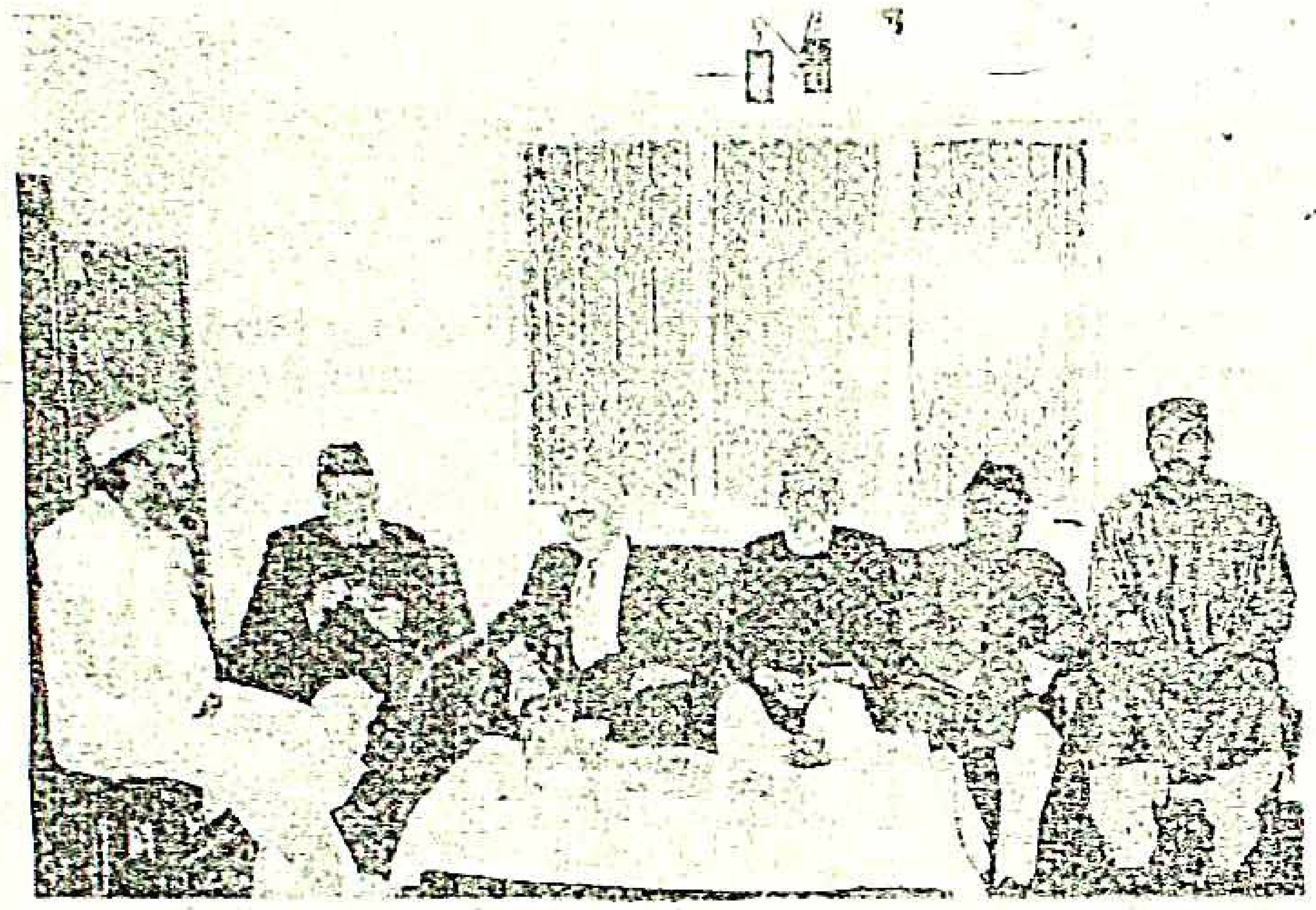

L to R Shah Rizwan, Alshaikh Dr. Ikhtiar Husain, Shaikh Sajjadah, Allama Urfi, Hazrat Iqbal Mian, Haji Abdul Hameed Khan.

AlSyed Ahmad Zafar Algelani unveild the name of "GELANI Station" of Karachi Circular Railway. At that time he was ambassodor of Iraq in Pakitan.

۵ جولائی ۱۹۸۰ء میں جناب عبدالعزیز عرفی جناب ابرار حسن صدر کراچی ایسوسی ایشن (۱۹۷۹ء) اور موجودہ اور دیگر محبین غوث الاعظم دستگیر کی کوششوں اور جدوجہد سے سابق وزیراعظم خان محمد جونیجو مرحوم کے عہد وزارت میں مرکز الگیلانی القادری کی مناسبت سے گلشن اقبال، حسن اسکوائر کے قریب سے گذرنے والی کراچی سرکلر ریلوے کا نام الگیلانی ریلوے اسٹیشن موسوم ہوا اور سرکاری طور پر اس کا افتتاح کرنے کیلئے پاکستان میں عراق کے سفیر سیدنا الشیخ السید ظفر محمود الگیلانی برادر اصغر سیدنا الشیخ طاہر علاء الدین الگیلانی ؒ اسلام آباد سے کراچی تشریف لائے تھے

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

ادارة الاوقاف القادرية — العدد :

بغداد ـ باب الشيخ — التاريخ : ٢٣/ ١١/ ١٩٨١

وبه نستعين

(سند الاجازة والخلافة)

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين نستعينه ونستغفره ونستهديه ونؤمن به ونتوب اليه ونعوذ به من شرور انفسنا وسيئات اعمالنا من يهد الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا محمدا عبده ورسوله بالهدى ودين الحق ارسله . الحمد لله فاتح اقفال القلوب بذكره وكاشف اسرار الغيوب بسره . ورافع اعلام الزيادة للقائه بشكره أحمده على أن جعلنا من أهل توحيده واشكره طالبا لفضله ومزيده واحمد الله الذي لم يكن قبل والبعد وحدانيته قبل الا والقبل دونه ولم يكن ولكن بعد فردانيته بعد الا والبعد هو ...

كان ولا بعد معه ولا قبل ولا فوق ولا تحت ولا قرب ولا بعد ولا كيف ولا اين ولا حين ولا آوان ولا وقت ولا زمان ولا كون ولا مكان وهو الآن كما كان . هو الواحد بلا وحدانيته وهو الفرد بلا فردانيته . هو الاول والآخر بلا اولية ولا اخرية وهو الظاهر بلا ظاهرية وهو الباطن بلا باطنية . واصلي واسلم علي سيدنا محمد افضل انبيائه وعبيده ومد مديده .

اما بعد :

فيقول العبد الفقير الحقير العاجز التقصير الراجي عفو ربه السيد يوسف عبد الله الكيلاني من له شرف خدمة روضة جده الغوث الاعظم والسجادة القادرية الجليلة ابن السيد علي الكيلاني القادري شيخ السجادة القادرية ونقيب الاشراف في دار السلام المحمية .

ان الاخ المسلم الشيخ جلال الدين أحمد النوري القادري جاء الينا والتمس منا تلقينه كلمة التوحيد وأجزته بالطريقة القادرية فاجبناه الى طلبه وأجزناه وعهدنا اليه بالخلافة القادرية ولقناه بها كما تلقنتها من ابن عمي السيد أحمد عاصم الكيلاني القادري شيخ السجادة القادرية ببغداد .

من شيخه وابيه شيخ السجادة القادرية ونقيب السادة الاشراف في دار السلام السيد عبد الرحمن النقيب الكيلاني القادري من ابيه وشيخه السيد علي الكيلاني شيخ السجادة القادرية ونقيب السادة الاشراف ببغداد . ونسأل الله له المزيد من التوفيق .

يوسف عبد الله الكيلاني

متولي الاوقاف القادرية

۱۹۸۱ء میں حضرت سیدنا الشیخ یوسف عبداللہ الگیلانی نے ڈاکٹر نوری کو اجازت وخلافت سے مشرف فرمایا۔

Marfat.com

اجزت الأخ الشيخ جلال الدين نوري بجميع
[illegible] الأوراد واسئل له الوصول
والبشرى الى الولاية الكبرى
[illegible]

عقود الجواهر

في سلاسل الاكابر

تأليف

الفقير الى الله تعالى

حسين فوزي علي رضا الحسني الحسيني الجيلي

الملقب بضياء الدين

طبع على نفقة المحسن الحاج احمد مهاوش الكبيسي

وقف على طبعه وتصحيحه

يونس الشيخ ابراهيم السامرائي

مطبعة الامة — بغداد

ڈاکٹر نوری کو سیدنا حسین علی رضا الحسنی والحسینی الجیلی البغدادی علیہ الرحمۃ نے جملہ سلاسل کے اجازات سے مشرف فرمایا (۱۳۹۷ھ)

Marfat.com

سند الخلافة

(تكية السيد الحاج عبدالقادر شيخ الحلقة القادرية ببغداد المحمية)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد وآله وصحبه اجمعين اما بعد : انا العبد بالتقصير : انى عبدالباقى نجل المرحوم السيد محمد نجيب شيخ الحلقة القادريه بن السيد عبدالله بن السيد الحاج عبدالقادر شيخ الحلقة القادرية -

بن السيد عبدالله القندلجى بن السيد الحاج مصطفى بن السيد عبدالقادر بن السيد عبدالرزاق بن محمود بن السيد فرج الله بن السيد شمس الدين محمد بن السيد شرف الدين قاسم بن السيد شهاب الدين بن السيد احمد بن السيد بابرالدين حسين بن السيد علاء الدين على بن السيد شمس الدين محمد بن السيد شرف الدين يحيى بن السيد شهاب الدين احمد بن السيد ابى صالح نصر بن السيد قطب الدين الدوائر ودرة الذخائر آعني بذلك السيد عبدالرزاق بن السيد الشيخ الكامل العالم العامل المحقق المدقق المرشد الكامل العارف بالله تعالى الباز الاشهب والطراز المذهب الغوث الآعظم السيد الشيخ عبدالقادر الجيلانى الحسني من جهة الاب والحسيني من جهة الام قدس سره ونور ضريحه بن ابى صالح موسى جنكي دوست بن الامام السيد ابى عبدالله السيد يحيى الزاهد بن الامام السيد محمد بن الامام السيد داؤد بن الامام السيد موسى بن الامام عبدالله بن الامام السيد موسى الجون بن الامام السيد عبدالله المحض بن الامام السيد الحسن المثنى بن السيد محمد سيدنا الحسن

بن الامام امير المؤمنين اسد الله الغالب سيدنا على ابن ابى طالب كرم الله وجهه بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصي بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤى بن غالب فهر بن مالك بن النظر بن كنانه بن خزيمه بن مدركه بن الياس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان فقد جاء الينا ألاخ الفاضل الاديب الشيخ جلال الدين احمد نورى فاعطيته ، بكل مايجوزلى عن والدى وجدى رحمهم الله تعالى بالذكر والفكر والاذكار والاشغال وعهدناه اليه بالخلافة القادرية - وأسال الله تعالى وله التوفيق والسداد .

١٩٧٧/٢/٢

السيد الحاج عبدالباقى محمد نجيب -

٤ ربيع الثانى ١٣٩٧

ڈاکٹر نوری کو سیدنا الشیخ السید الحاج عبد الباقی شیخ الحلقۃ القادریہ البغداد الجامع الگیلانی نے ۱۹۷۷ء میں اجازات القادریہ سے سرفراز فرمایا۔

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

يوسف السيد هاشم الرفاعي

S. Yousuf Al-Sayyed Hashim Al-Rifaie

سند الاجازة

نحمده تعالى ونصلي ونسلم على رسوله الكريم وآله وصحبه وبعد:- فاني أعطيت اجازة وقبلت الأخ الأستاذ الشيخ جلال الدين احمد النوري رئيس تحرير مجلة (الدعوة الاسلامية العالمية) بكراتشي وأخذ مني البيعة على ما في كتاب الله تعالى وسنة رسوله الكريم صلى الله عليه وسلم وطريقة سيدنا احمد الرفاعي الكبير رضي الله عنه في السلوك والأوراد المستمدة من الكتاب والسنة ، وإني أوصيه بتقوى الله تعالى في السر والعلن والاخلاص في النية والعمل . وأسال الله تعالى لي وله التوفيق في الدارين وحسن الختام . آمين .

كتبه بيده:-
يوسف السيد هاشم الرفاعي عفي عنه
خادم الطريقة والشرع الشريف

٢٤ صفر الخير ١٤٠٤هـ
بكراتشي/ باكستان

يوسف السيد هاشم الرفاعي

Tel. 2514222 - 2518222 - P.O Box 420 - Safat - Kuwait تلفون ٢٥١٤٢٢٢ - ٢٥١٨٢٢٢ - ص . ب ٤٢٠ صفاة - كويت

سیدنا یوسف ہاشم الرفاعی الکویت نے اجازت سے مشرف فرمایا (۲۴ صفر ۱۴۰۴ھ)

بسم الله الرحمن الرحيم

ادارة الاوقاف القادرية العدد :

بغداد - باب الشيخ التاريخ : ٢٢/ ١١/ ١٩٨١

حضرة السيد جلال احمد نوري المحترم

سلام الله عليكم ورحمته وبركاته وبعد

وصلتني رسالتكم التي تشرحون فيها الخلافات القائمة بين الجماعة العاملة (هيئة الادارة) في المركز القادري في كراجي وبينكم ، فأسفت كثيراً لهذه الخلافات التي لا ارى مبرراً لها بين جماعة متدينة تدعو الى الاسلام الذي جاء به رسولنا الاعظم صلى الله عليه وسلم والذي يقول (يد الله مع الجماعة وانما يأكل الذئب من الغنم القاصيه) وقال صلى الله عليه وسلم من ستر مسلما في الدنيا ستره الله يوم القيامه) .

فاذا رأى المسلم في اخيه المسلم نقصا ستره ونصحه وارشده الى طريق الصواب ، فالمسلم اخو المسلم لايظلمه ولايفضحه ولايرجوله الا الخير والفلاح في الدنيا والاخرة ، وما كنت اعتقد ان تصل بكم الحالة الى ماوصلت اليه من التشهير بالاخرين في الصحف والمراسلات فالمفروض في المسلم الذي يشتغل في الاماكن الدينيه المقدسة اذا اختلف مع العاملين الاخرين ان يترك العمل ولايقول الا الخير كما قال صلى الله عليه وسلم (ليقل احدكم خيراً اوليصمت) فنصيحتي اليكم جميعا ترك التشهير والكتابه في الصحف كل ضد اخيه المسلم الذي عمل معه في مكان مقدس وارتبط معه باقوى الروابط الا وهي رابطة العقيدة الاسلامية التي ارتضاها لنا رب العالمين هذا اذا كانت نيتكم ونية زملائكم نية صافية لوجه الله . وانكم جميعا تعلمون اني لا احابي احداً وارد من صميم قلبي ان تسير اموركم وامور المركز القادري سيراً طبيعيا اصوليا . كما اني ساكتب ناصحا الى بعض اعضاء الهيئة الادارية لتدبير امورها على الوجه الصحيح وان تعدل ماهو معوج .

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته .

يوسف عبد الله الكيلاني
متولي الاوقاف القادريه

سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی سجادہ نشین بغداد شریف نے ڈاکٹر نوری کو کراچی میں واقع المرکز القادری کے منتظمین اور عہدیداروں کے درمیان خلافات دور کرنے کیلئے ایک خط کے ذریعہ حکم فرمایا۔

ادارة الاوقاف القادرية　　　　العدد :

بغداد — باب الشيخ　　　　التاريخ : ١٢/١/١٩٨٥

الى حضرات الاخوان منتسبي المركز القادري في كراجي المحترمين
والى جميع اتباع الطريقة القادرية الشريفة في الباكستان
المحترمين

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته وبعد

سيحضر لطرفكم حضرة صاحب الفضيلة الشيخ عبد الوهاب احمد الطعمة خطيب وامام الحضرة القادرية الشريفة يبلغكم سلامنا وتحياتنا وتطلعاتنا الى المركز القادري وما يؤمل منه من خدمات ويحمل فضيلة الشيخ بحقيبته بعض توجيهاتنا لادارة المركز والخلافات التي وصلت اخبارها الى بغداد لاخوانكم القادريين والجهات الرسمية ونأمل بعد ان تسمعوا من فضيلته تفاصيل ذلك ان تقوموا من ناحيتكم بتدبير امور المركز بما هو معهود فيكم من الحكمة والرغبة الشديدة في خدمة الاسلام والمسلمين وما تصبون اليه من رفع شأن المركز القادري في كراجي وباكستان عموماً .

هذا والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته .

يوسف عبد الله الكيلاني
متولي الاوقاف القادرية

مورخہ ۱۳/۱/۱۹۸۵ء میں سیدنا یوسف عبداللہ الگیلانی علیہ الرحمۃ نے جامع مسجد الگیلانی بغداد شریف کے امام وخطیب شیخ عبدالوہاب الطعمہ کو اپنے نمائندے کی حیثیت سے کراچی بھیجا تاکہ المرکز القادری کے معاملات درست کیا جا سکے۔

سیدنا الشیخ عبدالقادر الگیلانی سابق سفیر عراق، عراقی علماء کے ساتھ اور آپ کے بائیں جانب سابق وائس چانسلر جامعہ کراچی پروفیسر حلیم نظر آ رہے ہیں۔

Marfat.com

سیدنا شیخ عبدالقادر الگیلانی البغدادی کے علمی وفکری اثرات

(تحقیقی جائزہ)

پروفیسر ڈاکٹر جلال الدین احمد نوری